هو الله الملك القهار

عبرتکدہ سندھ

یعنی

انتزاع دولت سندھ کے چشم دید واقعات

جسکو

حسب الارشاد عالیجناب المدارت القاب جناب سید اسد اللہ صاحب

عرف میر نواب ظفریاب اول تعلقدار

سرکار عالی

سید محمد ضامن کنتوری مصنف ارمغان فرنگ نے

اصل انگریزی کتاب ڈری لیوز فرم ینگ ایجیٹ

سے ترجمہ کیا

سنہ ۱۹۰۳ع

مطبع شمسی حیدرآباد دکن مین چھپا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ مترجم

انتزاع دولت سندہ کو ابھی زیادہ زمانہ نہین گذرا اور وہان کی شاہی شان وشوکت کے بچشم خود دیکھنے والے ابتک زندہ موجود ہین جنکے منجملہ ایک ہمارے معزز اور محترم بزرگ قوم عالیجناب سید اسد اللہ صاحب عرف میر نواب ہین۔ جنکا تاریخی مذاق اور علمی دلچسپی ہمیشہ اونکو اسبات پر آمادہ رکہتی تھی کہ سندہ کے عروج وزوال کے جو متضاد حالتین بچشم خود دیکھی تھین اونکو تاریخی پیرایہ مین قلمبند کرین۔ لیکن اس خیال نے ابھی عملی صورت نہین پکڑنے پائی تھی کہ کتاب ڈری لیوز فرم نیگ ایجنب جو ایک ایسے انگریز پولیٹیکل افسر کی تصنیف ہے جو خود اون معرکون مین شریک تھا ہمدست ہوگئی۔ اور جناب ممدوح نے مجھے اوسکے ترجمہ پر مامور فرماکر اوسکی اشاعت وطبع کے اخراجات کا بار کمال عالی ہمتی سے اپنے ذمہ لیا۔

چونکہ سید اسد اللہ صاحب کو ریاست سندہ سے بھی ایسا ہی قوی تعلق تھا جیسا اب سرکار عالی سے ہے اسلئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ناظرین کی دلچسپی کے لئے اونکے مختصر سے حالات بھی اس موقع پر درج کردئے جائین۔

سید اسد اللہ صاحب ابن سید محمد حسین شاہ عرف میر نواب ۵۔ ماہ رجب روز پنجشنبہ ۱۲۵۵ھ

کو شہر حیدرآباد سندھ میں پیدا ہوے۔ ابتداء آپ کے جد امجد میر عبدالہادی صاحب اصفہان سے سندھ تشریف لائے۔ امیر وقت نے اونکی قدر افزائی فرماکر کراچی کا صوبہ دار مقرر کیا اونکے بعد آپکے والد ماجد سید محمد حسین شاہ صاحب بھی اوسی خدمت پر سرفراز ہوے۔ اور اپنی مفوضہ خدمات کو اس حسن لیاقت کو انجام دیا کہ بمبئی مین وکیل ریاست کی ممتاز اور معزز خدمت پر مامور کئے گئے۔ اور انتزاع دولت تک اوسی عہدۂ جلیلہ پر سرفراز رہے انتزاع دولت کے بعد سید اسد اللہ صاحب میر نواب کو اونکی والدۂ ماجدہ کے بمبئی روانہ کردیا۔ اسوقت میر نواب صاحب کی عمر سات سال کی تھی۔ چودہ برس کی عمر تک یہ بمبئی مین اپنے خالو مرزا علی محمد خان کے زیر تعلیم رہے۔ سنہ ۱۲۶۹ھ مین مرزا علی محمد خان جو نواب سراج الدولہ مرحوم وزیر دکن کے چچازاد بھائی تھے حیدرآباد دکن مین آئے اور اپنے ہمراہ میر نواب کو بھی لیتے آئے یہ زمانہ نواب سر سالار جنگ اول کے عہد وزارت کا تھا مرزا صاحب نے میر نواب کو نذر کے لئے پیش کیا۔ نواب صاحب مرحوم کمال عنایت سے پیش آئے اور بنظر پرورش سو روپیہ کا منصب انکے نام پر جاری فرما دیا اور جب مجلس مالگزاری قایم ہوی تو انکو آغا محمد صاحب میر مجلس کے سپرد کر کے کار آموزی کا حکم فرمایا۔ چندروز کے بعد آغا محمد صاحب صدر تعلقدار مقرر ہوے۔ اور میر نواب کو تحصیلداری پر بھیجدیا۔ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد حسن کارگزاری کے صلہ مین انکی ترقی نلگنڈہ کی سوم تعلقداری پر ہوی۔ سنہ ۸۰ھ مین نواب سر سالار جنگ نے انکو وہان سے بلواکر نواب ہمت یار جنگ کی صاحبزادی کے ساتھ شادی کردی۔ اور اطراف بلدہ کا منصرم اول تعلقدار مقرر فرمایا۔ تین چار سال کے بعد میدک کے دوم تعلقدار ہوگئے۔ سنہ ۸۹ھ مین بیدر کے اول تعلقدار مستقل مقرر ہوے اور اوسوقت سے

برابر سنہ ۱۳۱۰ھ تک اوسی خدمت جلیلہ کو نہایت نیکنامی لیاقت کیساتہ انجام دیتے رہے۔

آپ کی تصنیفات سے تاریخ بیدر مطبوعہ موجودہ ہے۔ یہ کتاب فارسی مین لکھی گئی ہے اور اوسمین محمدآباد کے آثار قدیمہ کے حالات نہایت تحقیق اور قابلیت کے ساتہ بیان ہوے ہین۔

اب آپ خانہ نشین اور سرکار عالی کے پنشن خوار ہین حج بیت اللہ اور زیارات عتبات عالیات سے مشرف ہین اور عنقریب ہندوستان سے جانب مکہ معظمہ ہجرت کا عزم بالجزم رکھتے ہین۔

بالآخر مین اپنے ناظرین سے اس بات کی معافی مانگتا ہون کہ چونکہ جناب ممدوح کو اس کتاب کی اشاعت مین نہایت عجلت تھی اسوجہ سے اسکے ترجمہ کی نظر ثانی کی نوبت نہین آئی اسلئے جہان کہین کوئی سقم یا غلطی نظر آئے اوس سے چشم پوشی فرماکر مجھے ممنون فرمائین گے ؎۔

(ض ۔ ک)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ مصنف

اس یادداشت کی اول سطر سے معلوم ہوگا کہ اسکی ابتدا تین سال قبل اوسوقت کیگئی تھی جب سندہ کے امیرون کے وکلا اس ملک مین دادرسی پانےکی جابجا کوششون مین ناکامیاب رہے۔ مینے اس امر کے ثابت کرنیکی امید سے کہنا شروع کیا تہا کہ خیرلوپکے بدنصیب امیرون کے ساتھہ اوائل ہی سے ہم لوگ ناقابل برداشت سختی سے پیش آئے اور اسلئے چونکہ ہم لوگون کیجانب سے پہلے زیادتی شروع ہوئی ہمکو اسقدر انھین ایذا دینی مناسب نتھی جیسی کہ ہمنے دی اگر انکی عداوت پہلے سے نمایان بھی ہوی ہوتی اور اس سے زیادہ وضاحت کیساتھہ ثابت کیجاتی جیسی کہ سرکاری کتاب مین ہوی ہے۔ مین نے اس خیال سے قلم ہاتھہ سے رکھدیا کہ اس امر کو اچھی طرح مین نہ انجام دیسکونگا۔ مگر اب کہ یہہ خبر معلوم ہوچکی ہے کہ وہ شخص جو ہمارا کسی زمانہ مین قوی دوست اور مددگار تھا یعنے میر صوبدار خان اور اوسکی مان اور اوسکے بڑے بیٹے نے کسی قدر دلی صدمہ سے اور کچھہ بنگالہ کی ناموافق آبہوا سے قضا کی تو اب یہ مناسب موقع معلوم ہوتا ہے کہ ایک بار اور بقیہ قیدیون کیجانب سے انگلستان کے عوام الناس سے استدعا کیجاے۔ اسلئے مین نے اپنی ضعیف شمع اوس وسیع روشنی مین شامل کرنے کی ہمت کی ہے جو پہلے سے اس معاملہ پر اوٹرم اور سیلون جیسے لوگون نے ڈال رکھی ہے اگر مین اسبات مین کامیاب ہون کہ جو لوگ امیران معزول کے پہلے موید تھے وہ انکے معاملہ کیجانب پھر رجوع ہون تو میرا مطلب حاصل ہوجائیگا۔

باب اول

یہ زمانہ ۱۹۳۳ء کا تہا جبکہ مینے وہ سفر شروع کیا جسکے ذریعہ سے مجھے سندہ کے کثیف مگر تاریخی دریا کا نظارہ کرنیکا اتفاق ہوا۔ لیکن اس سفر مین میری طبیعت اسقدر منغص تھی کہ مین ہروقت کسی ہمسفر کے ملنے کا آرزومند رہتا تہا۔ اسلئے مین اپنی کتاب کے پڑہنے والے ہی سے اسکی خواہش کرتا ہون کہ وہ تھوڑی دور میرے ساتہ چلے اور تھوڑی دیر کے لئے نقشہ پر نظر دوڑائے۔ دیسا سے سلسلہ ہالہ تک ریگستان ہی ریگستان نظر آئیگا مگر کہین کہین کچھ ببولون کے جھنڈ اور ارنڈ کی جھاڑیان اور سبزہ بہی دکھائی دیگا مگر بہت ہی کم۔ سلسلہ ہالا سے دریاے سندہ تک کوئی ندی یا جھیل نہین ہی البتہ جابجا گندے پانی کے کنوئین مسافرونکی پیاس بجھانے کیلئے ملجاتے ہین اور اسٹریلیا کی بعض مقامات کیحالت یاد دلا دیتے ہین۔ القصہ یہ زمین خراب ہے اور یہان کے باشندے اوس سے بھی زیادہ خراب ہین۔ اصل یہ ہے کہ ملکی لڑائیان اور حملے جو اکثر اقوام کیحالت مین تغیر و تبدل پیدا کردینے والی چیزین ہین وہ یہان بہت کم واقع ہوئین۔ محمد بن قاسم کے بعد سے یہان پھر کوئی قوم حملہ آور نہین ہوی غرضکہ مجھے سخت حیرت تھی۔ گورنمنٹ نے دیسا جیسے ویران مقام کو کیون ہماری پیدل رجمنٹون کا کمپ مقرر کیا ہے۔ اگر ناگر پرکار کے ڈاکوؤن کا استیصال مدنظر تو اوسکے لئے رسالون کی زیادہ ضرورت تھی۔ پیدل سپاہی اس ریگستان مین کہانتک اونکے پیچھے دوڑے دوڑے پھرینگے تاہم یہان دو پیدل رجمنٹین متعین ہین۔ ایک گورون کی گرمی سے تباہ حال اور کے تعاقب مین سرگردان جنسے ہرشب یہ کھٹکا رہتا تہا کہ آج ضرور ڈاکہ مارینگے۔ اور دوسری دیسیون کی۔ دیسا ایک نہایت گرم و خشک اور کم آباد مقام ہے جو عرض ۲۴ ۵۲ اً پر دائرہ راس الجدی سے باہر واقع ہے۔ ہمارا شفیق دوست سال نیری کے ساتہ اس ویرانے مین آ رہا ہے اوسکو اسکی ضرورت اچھی ہوئی ہے کہ سر کو دہوپ کی تیزی سے محفوظ رکھنے کیلئے ٹوپی پر ململ کی پگڑی کو تہ در تہ لپیٹے۔ اور صرف سر ہی کی یہ حالت نہین ہے پیرون کی بھی بُری کیفیت ہے جو جلتی ہوی ریت مین چھ چھ انچ دہنسے جاتے ہین جسکی حدت سے خون تیزی ہی نہین بلکہ گھبراہٹ کیساتہ رگون مین دوڑ رہا ہے۔ افسوس ہے اون آنکھون کی حالت پر جو انگلستان کی سبزہ زارون کے لطف اوٹھانے کی عادی ہین مگر اسپر بھی شکار کے شایقون کیلئے یہ جگہ دلچسپی سے خالی نہین ہے۔ ہمھیز نیز اور توڑے دار بندوقین یہان کسیوقت بیکار نہین رہتین۔ شکار کیلئے زیادہ جستجو کی حاجت نہین۔ بلکہ الا ماشاء اللہ

اگر تم شکار نہ کھیلو تو خود شکار ہو جاؤ۔ یعنی اپنی آنکھوں سے شترزہ کے پیرون کے نشان ہسپتال کے گرد دیکھے ہین۔ کمپ سے چند ہی میل کے فاصلہ پر وہ مقام ہے جہان وہ ہندوستانی شکاری رہتا ہے جسنے جوش جرات کے اظہار کرنیکے شوق مین (گو اوسکا دل اندر سے نہ چاہتا ہو) اپنا سر خونخوار شترزہ کے منہ مین دیدیا تھا اور قریب تھا کہ وہ چکنی ڈلی طرح سے چبا ڈالے مگر اتنے مین دوسرے شکاری کی گولی نے آکر اوسکو ملک الموت کے پنجہ سے چھوڑا لیا جو شیر کے منہ بند کرنیسے پہلے ہی اوسکی حلق کے اندر جاکے لگی۔ مین ایسے واقعات کی نسبت اپنے ذاتی تجربہ سے کچھ نہین بیان کر سکتا کیونکہ مجھے چند ہی روز ویسا مین آگذرے تھے کہ بقول میرے دوست صوبیدار غلام علی کے مجھے سیاہ پوشی کا اعزاز بخشا گیا۔ اور مین آیندہ سے کالے دگلے والا کر دیا گیا جس خدمت کے اوس زمانہ مین لوگ آرزومند رہتے تھے اور پولیٹیکل افسرون کی عام بربادی کی بھی اوسوقت تک تحریک نہین ہوی تھی۔

ف۔ اپنے مستقر پر جانیکے قبل مینے کوہ آبو کے سفر کا ارادہ کیا کیونکہ میری طبیعت نے کسیطرح اس امر کو قبول نہ کیا کہ جن عجائبات کا دیکھنا فی الحال آسانی سے ممکن ہے بغیر اونکو ایک نظر دیکھے ہوے دور ہو جاؤن۔ علاوہ اسکی مجھے روانگی کی بھی جلدی تھی معلوم نہین کہ کونسی بات ہے جو سفر کو باوجود راہ کی سختیون اور تکلیفون کے خوشگوار بناتی ہے؟ مین خیال کرتا ہون کہ سفر کیحالت مین ہر شخص خستگی اور ماندگی سے بیچین اور بے آرام رہتا ہے لیکن ختم سفر پر اوسکا خیال پھر اوسی راستہ پر پلٹتا ہے تمام دلچسپیان نظر آنے لگتی ہین اور تمام کسل راہ اور سفر کی زحمتین مطلق بھول جاتی ہین۔ یہی حال میرا تھا کہ باوجود کہ آبو کے سفر مین بہت زیادہ مصیبت اوٹھانی پڑی تھی مگر پھر میرا شوق اوسیطرف کھینچ رہا تھا۔ آبو کوہ کی ایک شاخ ہے جو اوس سے جدا ہو گئی ہے اور جو راجپوتانہ کے ارض مرتفع کو انہل واڑہ کے میدان سے الگ کرتا ہے اور ویسا کے جنوب مشرق جانب چالیس میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ کوہ ابو قرب جوار کے پتھرون سے اسطور پر بلند ہے جیسے کوئی لمبے قد کا افسر اپنی لین کے آگے ہو مجھے یہان تک پہونچنے مین زیادہ مدت نہین صرف ہوی۔ کیونکہ ہندوستان مین میل کا راستہ بہت جلد طے ہو جاتا ہے اگر تمہارے پاس فی الحال گھوڑے نہین ہین تو اپنے دوستون سے مستعار لے سکتے ہو۔ اور اسمین کچھ مضایقہ نکرنا چاہیے کیونکہ کسیوقت مین تمہاری بھی باری آئیگی۔ اور یہ دادوستد اسقدر عام ہے کہ بعض چالاک لوگ محض اس ضرورت کیلیے نہایت خراب زین یا ادنے درجہ کی زین اور بہت ہی خراب ٹٹو پال رکھتے ہین۔" کیا تمہارا صاحب اس گدھے پر

سوار ہوتا ہی ہمینے ایک سائیس سے پوچھا جبکہ وہ مجھے ایک چھوٹے سے ٹٹو پر سوار کرا کر لیچلا جو پچھلے پاؤن ٹھیک
کر فریادی کرنے کیطرح سائیس کے پیچھے پیچھے چلنا چاہتا تہا۔ اوسنے جواب دیا نہین صاحب میرا صاحب اسپر
نہین سوار ہوتا بلکہ اوسنے اسکو مسافرون کو مستعار دینے کیلئے پال رکھا ہے۔ دیسا کے کمپ سے تین میل کے
قریب پہر مین بناس ندی سے پار اُترا جو بوجہ وسط مارچ ہونیکے تقریباً خشک ہوگئی تھی۔

اوس ہی کنارونکا جنگل درندون سے بھرا ہوا ہے اور زیادہ حیرت مین ڈالنے والی یہ بات ہیکہ شیر اور ببر ایک ہی
جگہ پائے جاتے ہین۔ کیونکہ یہ صحرا کے بادشاہ ایک مقام پر کم ہوتے ہین اور گویا اونکا عمل اس قدیم قول پر ہے
(کہ سلطنت کو باہم تقسیم کر لو) دامن کوہ کا بقیہ راستہ ایک ریتیلے میدان سے ہوکر گذرا ہے جسمین کہین کہین
سنئدہ اور جھیل کی جھاڑیان دکھائی دیتی ہین۔ کوہ ابو کے نیچے چار میل کے فاصلہ پر بھیلونکا ایک گانون ہے
جسکو انندورہ کہتے ہین۔ یہان مسافر قیام کرتے ہین اور اونکو دودہ وغیرہ میسر آجاتا ہے۔ اگر وہ اوس سے
اعراض کرین تو اوسکا خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے۔ کیونکہ ابو کی چوٹی تک پہونچنا کوئی آسان کام نہین ہی جسکو دیسا
کی چوٹی کہتے ہین اور میرے خیال مین اس چوٹی تک پہونچ جانے بینیگ دیسا ہے۔ جو چار ہزار فٹ کی بلندی
ہے اگر اسقدر میدان فاصلہ ہو تو اوسکی اور اسکی طے مسافت مین حیرت انگیز فرق ہوگا۔ مین اپنی سادہ لوحی سے
انندورہ سے پیدل روانہ ہوا اور جہان تک میرے پاؤن نے یاوری کی سوار ہونیکا خیال بھی نہ کیا۔ ایک رہبر جسکو
مین دیسا سے لایا تھا اور ایک گانون کا بھیل میرے ساتھ تھا جسنے اپنے دوست کا دل بہلانے کیلئے ایک اجڈ کی
کہانی شروع کی جسنے ایک غریب پہاڑی کے باشندے کی خوبصورت لڑکی کی شادی کی تھی۔ یہ راستہ بلند درختونکے نیچے
نیچے ہوکر گذرا ہے جہان بہت سی سندی گجراتی بیلون کے چر رہے تہے جو وحشت مین کسیطرح سانبر سے کم نہین تھے
جنکے ڈکارنے کی آوازین تہوڑی دور پر ہمکو سُنائی دے رہی تہین۔ جب ہم قریب پہونچے تو وہ ہماری آہٹ پاکر سب
کے سب ایک جگہ جمع ہوگئے۔ اسطور پر گویا اونکا ارادہ حملہ کرنیکا تھا۔ اور اسکا کوئی تعجب بھی نہین کیونکہ یہ جگہ شیرون کا
مسکن ہے۔ آخر کار ہمنے اوپر چڑہنا شروع کیا۔ اور اگرچہ مین ابتک بہت سی بدنما مقامات پر — چڑھ چکا تھا لیکن
ایسا کوئی مقام میرے خیال مین نہین ہے۔ اسمقام پر کوئی چکر یا کوئی ڈہال نہین ہے جس سے تھکے دلکو اس خیال سے
بہلا سکو کہ ایک پھیرے مین راستہ طے ہوجائیگا۔ ایسا نہین ہے بلکہ پیرونکو مسلسل ہنڈو کی گردش رہتی ہے اور ہر قدم پر

اتنا پیر اوٹھانا پڑتا ہے کہ گھٹنا ٹھوڈی سے ملنے کے قریب ہیجاتا ہے۔ غرضکہ اب پورے طور سے تھک گیا اور ایک چٹان کے
نیچے پڑکر بہت جلد بیخبر سوگیا۔ اس عرصہ مین جیسا میرا گمان ہی گاؤن والے بھیلون نے یہ خیال کرلیا کہ اونکی خدمت کی
ضرورت پڑیگی۔ کیونکہ جب چونکا تو مینے اپنے گرد دیکھا کہ اونکی ایک ٹکڑی بانس کی ایک ہنڈولی لئے ہوے موجود ہے
تاکہ مجھے اوسمین بٹھاکے اپنے کاندہون پر رکھکر اوپر لیجائے۔ تاہم جہانتک مجھسے ہوسکا مین اپنے پیرون چوٹی کی قریب
تک گیا مگر بالکل تھک جانیکے بعد ان خوش خلق دیہاتیون کی درخواست قبول کرنے اور ڈولی مین سوار ہونے پر
مجبور ہوا۔ اگر کوئی شخص جی بھر کے ہنسنا چاہتا ہے تو اوسے چاہئے کہ تنگ پتلون پہنکر نہار منہ ابو پر چڑہنیکی کوشش
کرے۔ الغرض جب مین چوٹی پر پہونچگیا تو یہ معلوم ہوا کہ ساری محنت کا صلہ ملگیا۔ چنانچہ اب بہی وہ خوبصورت
منظر میری آنکھون کے سامنے ہی۔ دور تک چٹیل میدان اطراف جوانب مین مختلف قسم کے درختون اور پھولون سے
بھرے ہوے ٹیلہ عجیب وغریب وضع کی دیولین اور اونکی تصویرین اور مورتین دلکو فرحت بخشنے والا تالاب جسمین ہندون
کے افسانون کے مطابق اوتارون کی روحین منڈلارہی ہین۔ یہ وہ چیزین ہین جو محض دیکھی جاسکتی ہین مگر بیان
نہین ہوسکتین۔ مین یہان دیرتک دہوپ مین جو چندان سخت نہ تھی بیٹھا ہوا سوچتا رہا اور اون بہادرون اور
شاہزادون کو یاد کرکے رونے کو جی چاہتا تہا جو یہان اپنے نام چھوڑ گئے تھے۔ چھوڑکر اس خیال کو اپنے ہمراہ لیگئے
تھے کہ اونکی بہادریون کے افسانہ ہمیشہ یادگار رہینگے۔ مگر اونکا پڑہنے والا بہی سوائے ایک اجنبی مسافر کے کوئی نہین
ہے۔ یہ لوگ اوسوقت کے قدیم مشہور خاندان کے راجپوت تھی۔ جب مسلمانون کا نام بھی نہین معلوم تہا خیر ایک نام
ایسا بہی ہے جو راجپوت اور مسلمان دونون سے بہتر ہے اور ایسا ہی اس قوم کا نام بہی کسیوقت مین ہوجائیگا۔ اسکی
ہمکو نہایت عاجزی سے امید رکھنا چاہئے اور اسپر یقین کرنا چاہئے۔ ابو قدیم سے ہندؤن کا زیارت گاہ رہا ہے
اوسکے قدرتی منافع اور اوسکے منظر کی خوشنمائیان قدیم الایام سے اسکی ساعی رہتی ہین کہ ایک ایسا مذہب جو پہاڑون
اور ندیون پر قربانی چڑہانے پر خوش ہوتا ہے۔ اور فطرت کے عجائبات سے اوسی خدا کے وجود کا ثبوت ڈہونڈہتا ہے
جسکی ہستی کی شہادت اس دنیا مین کسی غیبی آواز سے نہین مل سکتی۔ اوسکو اپنا زیارت گاہ بنائے۔ کہا جاتا ہے
کہ ہندیون کے اوتار رشیون اور منیون نے اسکو اپنا مسکن بنایا تہا۔ اسیوجہ سے اسکی سب سے اونچی چوٹی گرو سکر
لیعنے دی کی چوٹی کہلاتی ہے۔ اور یہ بھی بیان کیا جاتا ہے اور یہین اندر رودرا برہما اور وشنو نے چھتریون کی

جنگجو قوم کو دوبارہ پیدا کیا جنکو پرشرام نے اونکے گناہون کیوجہ سے نیست و نابود کر دیا تہا۔ جو دیولین فی الحال ابو کی رونق کا
باعث ہین وہ سب نئے ہین اور گذشتہ چند صدیون کے عرصہ مین زیادہ تر قوم جین کے ہاتہ سے تعمیر ہوئین ہین۔ اکثر
اونمین سے سفید سنگ مرمر کی ہین جنپر کثرت کیساتہ تصویرین اور سرکاری کی ہوی ہے۔ انکا کام اسقدر خوشنما
اور باریک ہے جس سے احتمال ہوتا ہے کہ شاید ہی ہندوستان مین کوئی دوسرے دیول انکے مقابلہ کی ہو۔ مگر افسوس
ہے کہ اب یہ ایسے مقام پر واقع ہے جہان سوائے وحشی بھیلون اور خانہ بدوش جوگیون کے کسیکا گذر نہین اور
وہ بھی بدقت وہانتک پہونچتے ہین۔ چودہوین صدی مین یہان ایک شہر آباد تہا جسکو چندراوتی کہتے تہے۔ یہ کوہ
ابو سے مشرق جانب چودہ میل کے فاصلہ پر تہا اور راجپوتون کی بستی تھی جس سے یہ گمان ہوتا ہے کہ اوس زمانہ مین
اس مقدس پہاڑ تک پہونچنا ایسا دشوار نہو گا۔ اور لوگ وہان آتے جاتے ہونگے۔ وہ تالاب جو نکھی تالاب
کہلاتا ہے۔ کیونکہ کسی جوگی نے اوسکو ناخن سے کہودا تہا سطح سمندر سے تقریبًا ۳۰۰۰ فٹ بلند ہے۔ یہ تالاب
ایک میل لمبا اور پاؤ میل چوڑا اور بار بار مقامات پر کئی سو دم گہرا ہے۔ قریب قریب اس سطح پر یہان سے
نصف میل کے فاصلہ پر قوم جینیون کی دیولین مغرب جانب ہین۔ اور سمت شمال مین گرو سکر کی عمودی چوٹی
چھ ہزار فٹ تک بلند ہوتی چلی گئی ہے۔
جو خلاصہ ضمیمہ نمبر ا مین دیا گیا ہے اوس سے اوسوقت کی آب ہوا کا اندازہ معلوم ہوگا جبکہ اطراف دلیسا کے
میدان کیحالت ناقابل برداشت ہوتی ہے۔ اس خوبصورت مقام کو پیش نظر پاکر مجھے تعجب ہوا کہ ہماری
یوروپین پلٹنین گرمیون کے ایام مین ڈلیسا مین تکلیف اوٹھائین جس حالت مین تھوڑے خرچ سے انکے لئے آرام
کیجگہ اس پہاڑی بہشت مین مہیا ہو سکتی ہے اگر قدیم رومیون کی فوج یہان ہوتی تو اونے کسقدر جلد ان پہاڑیون
کو آمد و رفت کے قابل بنا دیا ہوتا۔ اگر تھوڑی سی وہ قابلیت اور مستعدی جو فرانس والے الجیریا کے راستون مین
ظاہر کرتے ہین یہان ظاہر کیجاوے تو ہمارے آدمی بہت جلد اس آب ہوا مین رہ سکتے ہین جو انکے وطن سے کچھ ہی
کم ہے۔ سردی مین یوروپین نیچے رہتے اور قواعد کرتے اور مارچ مین وہ لوگ ایک چوڑی سڑک سے جو خود بنائی ہو پہاڑ پر چلے
جاتے اور اوس سڑک کو بطور ایک قیمتی ورثہ کے اپنے بعد والون کیلئے چھوڑ جاتے اس تھوڑے سے وقت مین جو مجھے اس سیر کیلئے
مل سکا مجھے جسقدر مقامات دیکھی جا سکے دیکھے اور اسکے بعد پھر چلتے ہوئے میدان کیجانب اوترنا شروع کیا۔ دلیسا مین پہونچکر

ایک دن تیاری سفر مین صرف ہوا اور ۱۸ مارچ کو بھیڑین وہان سے چلدیا اور اوس شب کو مقام پٹن مین جو اٹھارہ میل کا پڑاؤ ہی جاکر ٹھہرا میری راہ ایسے ملک سی ہوکر تھی جسمین وہ قابل نفرت چھوٹی چھوٹی عمارتین ہین جنھین مسافر بنگلہ کہتے ہین یہ بالعموم ایسے مقامات پر بنائے جاتے ہین جہان قرب وجوار کی تمام خاک اور مکھیان جمع ہوتی ہین اور اونکی عریض سفید دیوارون اور ظاہری ویران صورت سی ایک سخت بدنما اثر بمقابلہ اون خوشنما اور نقش و نگار سے مزین مندرون کے ہوتا ہی جو اپنے کو انہی بدصورت یوروپین ہمسایہ سے گھنے پتون کی آڑ مین چھپائے رہتے ہین۔ مین پلٹن مین ایک مکان مین ٹھہرا جو بڑے بڑے برگد کے درختون کے نیچے تہا جسمین ہزارون بندر تھے اور جنکے تماشون سے مجھے برابر لطف حاصل ہوتا رہا۔ اپنا موقع دیکھکر جسوقت پاس کے کھیتون کی حفاظت کرنیوالے لوگ نہ تھے۔ وہ یکے بعد دیگرے انکے اندر کھائی کھود کر داخل ہوے اور ایک بندر کو پہرہ دینے کیلئے باہر چھوڑ دیا۔ وہان جاکر سبھون نے بزودی تمام اناج کے پوٹ باندہے کہ اتنے مین لوگون کی آمد کی خبر انھین دیگئی۔ مگر قبل اسکے کہ وہ کھیت تک پہونچین بندر میرے سر پر تھے۔ اور اپنی لوٹ کو تقسیم کر رہے تھے۔ مقام پٹن سی مین وددان کو جو کاٹھیاوار مین ہے گیا۔ اور کوئی واقعہ پیش نہ آیا نہ کوئی اہم دلچسپ یا قابل بیان دیکھا۔ یہ ایک سو پچاس میل کا فاصلہ تھا۔ پٹن سے دوسری منزل پر مجھے بہت سی جاتری ملے جو ماتا جی گانکواڑ کے ایک تعمیر کردہ مندر مین اکٹھا ہی جسمین کوئی مورت نہ تھی۔ مگر وہ دیبی جی کا مندر ہے اور یہ جماعت اسلئے آئی تھی کہ اپنی دعا سے چیچک کے زور کو دفع کرے۔ برہمنون نے مجھے مندر کے قریب ایک چشمہ سنہر پانی کا دکھایا اور کہا کہ سال مین دوبارہ دیبی کی آمد پر وہ سرخ ہو جاتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک معدنی چشمہ ہے اور پانی کسیقدر گرم ہے جیسا جیسا مین کاٹھیاوار کے قریب پہونچتا گیا زمین اور بھی زیادہ بنجر نظر آتی گئی اور ہر موضع کے آس پاس میںنے ہڈیان بافراط پائین۔ اصل یہ ہی کہ خشک سالی اسقدر سخت ہوی تھی کہ وہان کے جملہ مویشی یا تو مرگئے تھے یا انھین ہانک کر سرحد کے پار کر دیا تھا۔ قحط نہایت زورون پر تھا والدین اپنے بچون کو بیچ رہے تھے اور ہزارون ایسے مرگئے جنکو نہ کسی نے جانا نہ خبر دی ؎

بس گرسنہ خفت و کس ندانست کہ کیست　　بس جان بلب آمد کہ برو کس نگریست

ایسے مصیبت کے موسم کاٹھیاوار اور پاس کے ملک کچھ مین اکثر ہوا کرتے ہین لیکن اگر گورنمنٹ اسطرف متوجہ ہو تو رک سکتی ہی کیونکہ اس صوبہ ہی چھ لاکھ اسی ہزار ایک سو پانچ روپیہ تحصیل ہوتا ہے اور اسکا کوئی جزو بھی تعمیرات

مین صرف نہین کیا جاتا۔ اب بڑی ضرورت اسبات کی ہے کہ بڑی بڑی ندیون کے بند باندہ دئے جائین۔
تاکہ جب بارش خفیف ہو تو پہلے وہ بہکر گھٹ نہ جائین۔ مانا کہ اس قسم کے کامون مین صرف زیادہ ہوتا ہے لیکن
چند ہی سال مین اصل مع سود کے وصول بھی ہوجاتا ہے۔ ایک موقع پر ایسے بندون کا صریح فائدہ مجھے صاف صاف
نظر آیا جب مین مقام راجکوٹ مین ٹھہرا ہوا تھا اور خشک سالی نہایت زورون پر تھی یہان تک کہ پانی صرف
سوکھی کے اندر گڑہے کہودنے سے نکلتا تھا کہ طوفان مینھ اور بجلی کے ساتھ آیا جسنے چند ہی گھنٹون کے اندر ندی کو
جسمین اوسوقت لڑکے کھیل رہے تھے اسقدر لبالب کردیا اور پانی اسقدر زور و شور سے بہنے لگا کہ پار جانا مشکل ہوگیا
اگر اس پانی کے روک لینے کی کوئی صورت ہوتی تو اسکا فائدہ حد سے زیادہ ہوتا مگر وہان یہ بات نہ تھی پانی جسقدر
جلد بڑہا تھا گھٹ گیا اور لوگ اوسی پہلی مصیبت مین گرفتار ہے۔ اس مصیبت مین جو خشک سالی مین پڑتی
ہے اسقدر اور افزائش ہوتی ہے کہ اناج کے بیوپاری ارزانی کے ایام مین اناج خرید کر زمین کے اندر کھتون
مین جمع کر رکھتے ہین اور صبر کے ساتھ اپنا ذخیرہ لئے منتظر بلکہ دعا مانگتے رہتے ہین کہ خراب موسم آئے۔ جب وہ دن
آتا ہے تو یہ لوگ اناج کی قیمت اسقدر بڑہا دیتے ہین کہ غریب لوگ خرید نہین سکتے اور لالچی بنیا اپنے ابنائے
جنس کی بربادی سے موٹا ہوتا ہے۔ ایک ایسے کمبخت نے ایک غریب خاندان کو تھوڑا غلہ اسقدر گران دیا تھا
کہ وہ لوگ اوسکے سخت مقروض ہوگئے اور آخر قیمت کم کردینے کی گفتگو اس خاندان کی ایک عورت کو بے غرت
کرنے کی شرط پر کی۔ مگر باوجود زور دینے اور نازک وقت کے اون لوگون نے اپنی بے آبروئی نہ چاہی اور میرے
پہونچنے کے تھوڑے ہی دنون کے بعد جب عدالت مین دعوے کیا تو بوجہ کسی بے ضابطگی کے دعوے خارج ہوگیا
اور اوسکی شقاوت نہ چلی۔

۲۲۔ مارچ کو مین راجکوٹ مین داخل ہوا۔ یہان ایک چھوٹا سا کیمپ اور پولیٹکل ایجنسی ہے جو پندرہ لاکھ بندگان
خدا کا انصاف کرتی ہے۔ یہی فی الحقیقت سرچشمۂ عدل ہے۔ لیکن جو انصاف اوس سے نکلتا ہے
وہ اس وسیع صوبہ کے سرون تک پہونچتے پہونچتے کسی قدر آمیزش حاصل کرلیتا ہے سچ تو یہ ہے
کہ کاٹھیاوار مین جو محکمہ سول کا ہے وہ بلحاظ اعداد کے اپنے فرائض کے ادا کرنے کیلئے کافی نہین
ہے۔ یہ ممکن ہے کہ تین یوروپین افسر انتہا درجہ کی سرگرمی اور محنت ظاہر کرین۔ لیکن ایسے خفیف

پُٹ سے کل ذخیرہ کا خمیر درست نہین ہوسکتا۔ ہزار کوشش کرین مگر یہ ممکن نہین کہ وہ لوگ کل صوبہ
کا بوجھ اپنے اوپر اوٹھائین۔ کاٹھیاوار دوسو سے زیادہ ریاستون پر منقسم ہے اور ہر ایک کا ایک
وکیل پولیٹکل ایجنٹ کے دربار مین رہتا ہے جو اسیقدر باتوفی اور اپنی نگاہ مین ویسا ہی معزز ہے جیسا کہ
کسی اول درجہ کے یوروپین سلطنت کا ویسا ہی عہدہ دار اور اسیقدر شریر بھی۔ ان مین سے ہر ایک
شخص اپنا فرض تصور کرتا ہے کہ ہر سال چند شکایتون کو پیش کرے ورنہ اسکا عہدہ قایم نہ رہے گا
اور بدقسمتی سے کاٹھیاوار مین ہمسایہ کی نسبت شکایت کرنے کی چند وجہین مثلاً جرایم اور بے ضابطگیان
اخراجات سے ہوتی بھی ہین جس سے اسکا بازار سرد ہونے کا خوف نہین ہوسکتا۔ چونکہ مین قحط کے زمانہ
مین پہونچا تھا۔ پس یہ ممکن نہ تھا کہ کام بند ہو بلکہ جسقدر رقم وجہ نزاع کی تھی اوسیقدر زیادہ نزاعین
بڑھ گئین مینے اپنے قیام کے دو مہینے کے اندر تین سو مقدمات کی تحقیقات کی اور مین اوسط درجہ
دس گھنٹہ روزانہ کام کرتا رہا جس شخص کو اسٹاف کے عہدون کا شوق ہو وہ یہ نہ خیال کرے کہ مجھی
محنت کیموافق تنخواہ ملتی تھی بلکہ اسکے عوض مین میرے اضافے گھٹا کر پلٹن کے نشان بردار سے بھی کم کر دی
گئی۔ کیونکہ میرا کمپنی کا الونس جاتا رہا اور بجاے اسکے سول ملازمت کی بابتہ پندرہ روپیہ ماہوار الونس ملنے لگے۔
اسمین اس خرچ کو جوڑ لیجیے جو مجھے ایک دور و دراز کے سفر کا اپنی گرہ سے دینا پڑا۔ پس میرے خیال
مین اسبات سے انکار نہین ہوسکتا ہے کہ میرا کالا ڈگلا ذرا زیادہ صرف کا باعث ہوا۔
یہی وجہ تھی کہ جب مینے ایک دن مارچ کے آخر مین بے پروائی سے جنرل آرڈرس کو کھولکر پڑہا
اور یہ دیکھا کہ میری خدمات گورنمنٹ بنگال کو تفویض ہوی ہین تو کوئی افسوس نہوا گو کہ تعجب بہت ہوا۔
چلئے اب افیونی اور وختر کش راجپوتون کے ملک کو اینجانب کی بندگی عرض
ہے اور محنت کے لمبے گھنٹون اور تھوڑی تنخواہ کو بھی سلام ہے۔ دیکھین اب پردہ غیب
سے بقول فارسیون کے کیا ظاہر ہوتا ہے۔ ۵۔ جون کو مین نے راجکوٹ چھوڑا اور جوریا
پہونچا یہ ایک چھوٹا سا بندرگاہ نوانگر کے جام کا ہے جو ایک راجپوت رئیس بنجواری اور بیباکانہ شہسواری
کے لیے مشہور تھا۔ اوسنے اکثر نیزہ بازی مین ہمارے بعض نہایت ہی مشہور سوروں کے شکاریوں سے بازیان

بدی تھین - شب کی ابتدا طوفان کی آمد سو شروع ہوی - آسمان کو جو موسمی ہوا کے بادلون سے چھا رہا تھا فاتحہ کش رعایا نے اس سے زیادہ مسرت کیساتھ مبارکبادی کہ انگلستان مین دھوپ نکلنے پر دیجاتی ہے. قلعہ کی دیوارون پر مین نے چند پرانی جہازی توپین انگریزی ساخت کی دیکھین دو دن کے اندر مین بھوج مین داخل ہوا جو انجار کے راستہ پر کچھ کا صدر مقام ہے - اسکی ظاہری حیثیت بہت پیاری تھی لیکن مثل بہت سی ہندوستانی قصبون کے یہان بھی بہتر قسم کی علیحدہ علیحدہ اور صاف بدبوئین آتی تھین - بھوج مین مجھ سے اور راؤ سے تقریب ہوئی جو اپنے ملک کے انتظام سے گورنمنٹ کو خوش رکھنے اور تمام پولٹیکل افسرون کو جو انکے دربار مین تعینات ہوتے ہین راضی رکھنے مین بڑی ضیافت ظاہر کرتے ہین . وہ انگریزی بخوبی بولتے ہین اور مین نے اثناے گفتگو مین معلوم کیا کہ انھین ٹھیک حال اپنے ملک کی محصولون کا اور نیز کاٹھیا وار کا بخوبی معلوم ہے . انھون نے مجھے اپنا محل دکھایا جہان اونکے چچا راؤ بھارمل جی جو ایک پہاڑی قلعہ مین قید ہین کسی زمانہ مین ظالمانہ افعال کیا کرتے تھے اور جو دنیا کو ابتک نہین بھولے حالانکہ دنیا نے اونکو فراموش کر ڈالا - انگریزون کو نہایت تعجب ہوگا اگر ایک فہرست تمام معزول راجاؤن شہزادون اور امیرون کی ترتیب دیجاے - جو اسوقت ہماری ہندوستانی سلطنت کی پہاڑی قلعہ مین مصیبت کی روٹی کھاتے ہین گو کہ بعض حالتون مین وہ اسکی قابل بھی ہین - مگر پھر بھی یہ روٹی کڑوی ہے . میرے نزدیک ایسے رجسٹر کا رکھنا بہتر ہوگا اور یقین ہے کہ اسمین بعض نام ایسے نظر آئینگے جنکی نسبت "حبس دوام" کی خوفناک عبارت نہین لکھی جا سکتی. خوب یقین کرنا چاہئے کہ گو بعضون کی تنخواہ زیادہ ہو اور انکی حالت حتی الوسع اچھی ہو . تاہم سب بالاتفاق اس سندھی امیر کے اس قول کو دہرائینگے جس نے ان فوائد کے ذکر پر کہنے والے کو جواب دیا کہ " افسوس صاحب اپنے ملک کے درخت کا سایہ بھی جلا وطنی کے محل سے بہتر ہے "

بھوج مین مجھے ایک خط سر ہنری بارٹلر کا ملا جو اسوقت کرنیل تھے جسمین انھون نے مجکو اون کو

عبور کر کے سندھ جانیسے منع کیا کیونکہ سمندر کا راستہ کچھ عرصہ کیلیے بند ہو گیا تھا۔ ہوا کنارہ ہی پر چل رہی تھی۔ چنانچہ ۱۹ کو مین بھوج سے روانہ ہوا اور ۲۳ کو لکھپت بندر مین پہونچا۔ اس سے دس کوس چلکر راستہ ویران نظر آتا ہے جسکے دونون جانب کھلے ہوے چٹانون کے سوا نہ سبزہ ہے نہ پانی۔ خود لکھپت نصف ویران اور تپتی ہوی جگہ ہے قلعہ بڑا ہے جسے وزیر محمد سابق وزیر کچھ نے تعمیر کرایا تھا۔ اس حوصلہ مند اور لایق شخص کے مرنے پر وہ جگہ جلد خراب ہوتی گئی۔ اور جسقدر آبادی اوسکے حیات مین تھی اب اسکی تہائی بھی نہین ہے۔ میرے قیام کے زمانہ مین ہیضہ بڑے زورون پر تھا اور گندے پانی کا جو ایک ہی چشمہ تھا اوسپر رات دن اسقدر لوگ جمع ہوتے تھے کہ پہرہ بٹھا دیا گیا تھا کہ آنے والے باری باری سے پانی لیئں دو نہایت میلی عورتون مین جو گفتگو ہوی اوس سے کچھ وہان کی تباہی کی کیفیت معلوم ہوگی ایک نے پوچھا "کیون بھگیا کیا خبر ہے"؟ اوسنے جواب دیا "وہی حال ہے جو پہلے تھا مصیبت اور پانی کی تکلیف"! وہی دھوتی وہی ساری جو آگے تھی سو اب بھی ہے۔

دن کے وقت طپش بہت زیادہ تھی مگر شب کو نہایت تند اور چبھتی ہوی ہوا چلتی تھی۔ جو خیمہ کے قریب شور کرتی ہوی گویا اسلئے لڑنے کو آتی تھی کہ ابتک کوئی ذی روح ایسا باقی ہے جو اس غمناک خطہ کی ہزارون تکلیفون کو برداشت کرسکتا ہے۔ یہ سمجھ مین نہین آتا کہ کوئی انسان وہان کیونکر رہ سکتا ہے جب کہ دنیا اوسکے سامنے پڑی ہے کہ جہان چاہے چلا جائے۔ بقول شخصی "ملک خدا تنگ نیست پاے مرا لنگ نیست"۔

۲۴ کی صبح کو مین سوار ہوا اور چھ بجے شام کو رن سندھ مین اترا یہ مقام ایک شاعر کے اس قول کا مصداق ہے کہ "ایک دلدل ہے جہان نہ تو سمندر ہے اور نہ خشک زمین"! کیونکہ جہان تک نگاہ جاتی تھی کوئی شئے بجز ایک بے حد وسیع میدان کے نظر نہ آتی تھی جو اس قدر سطح سمندر کے برابر تھا کہ مجھے فوراً یہ معلوم ہوگیا جیسا کہ مین سنا کرتا تھا کہ جوار بھاٹا کے ایام مین وہ پانی سے معمور ہو جاتا ہے۔ بہت

صحیح ہے وہ بقول ایک شاعر کے اس قسم کا دلدل تھا جہان فوج کی فوج غائب ہوگئی ہو۔ چونکہ مین اس امر سے واقف تھا چند روز قبل سات شخص جنھون نے رن کے عبور کرنے کی کوشش کی تھی ہلاک ہوے تھے مین اپنی کشتی کو کنارہ سے حسرت کیساتھ بڑہتا ہوا دیکھنے لگا۔ میری ساتھ چارسو بارہ اونٹ اور معمولی تعداد ملازمین کی تھی پہلے دو میل مین ذرا دقت پیش آئی کیونکہ کیچڑ اسقدر تھی کہ اونٹون کو اوسکے اندر سے لیجانے مین بڑی دقت ہوی۔ اس درمیان مین آفتاب غروب ہوگیا اور آخر کار ہم لوگ سخت ریت پر پہونچے۔ چاندنی اسوقت چمک رہی تھی اور اوسکی روشنی سے ہم لوگون کو سمندر اپنے بائین جانب جوش زن نظر آیا اور سامنے وہی ایک ویران اور لمبا کفدست میدان تھا جسے چند ہی گھنٹے کی بارش لبریز اور ہم لوگون کو جلد تہ آب کر سکتی تھی۔ یہان پہلے پہل مجھے قدرت نے اپنی نظر بندی دکھائی یعنے سراب دیکھا ہر چند کہ مین اس دہوکے کی حقیقت سے واقف تھا مگر جب خود دیکھا تو دھوکے مین آگیا۔ واقعی مینے تصور کیا کہ وہ سامنے موضع لاہ ہے کیونکہ دوسے کچھ مکانات اور ایک چھوٹا سا جنگل انکے گرد نظر آیا۔ لیکن جب قریب پہونچے تو گانون کے عوض مین اونٹون کی بوسیدہ ہڈیان نظر آئین۔ جب آخر کار ہم لوگ لاہ مین

۵۵۔ ذیل کے انتخاب سے جو مین نے سر ہنری بانجر کے خط سے کیا ہے جو اونھون نے مجھکو اسبارہ مین ۸۔ جون ۱۸۳۱ء کو لکھا تھا ظاہر ہوگا کہ رن کو اس موسم مین عبور کرنے مین جو مصائب پیش آتے ہین انہین مینے مبالغہ نہین کیا ہے۔ "میری راے مین لکھپت بندر کے اس جانب جانے کا سفر ایسے موسم مین خطرناک عزم ہوگا۔ مین نے سنا ہے کہ رن مین سیلاب آجاتا ہے اور دریا کی چھوٹی چھوٹی شاخین اور نہرین لبالب بھر جاتی ہین۔ پس مجھے شک ہے کہ اونٹ چل سکینگے یا نہین۔ دو راستہ مین ایک تو وہ جس سے ہم لوگ سپتمبر گذشتہ مین گئے تھے اور دوسرا انتھا کی جانب سے ہے دونون دشوار گذار ہین لیکن مین دوسرے کو پسند کرتا ہون جس سے لوگون کی آمد و رفت بہت رہتی ہے اور آپ کو گانون پر کشتیان ملین گی مگر پہلے راستہ پر یہ نہ میسر آئینگی۔ پہلی منزل بشمول دریا کے پچاس میل کی ہے اور ایک ہی بار طے ہونی چاہئے تمہارے لئے دو شخص امیر کے اور تین یا چار سوار بھیجے جائینگے۔ سندھ مین بغیر اس قسم کے لوگون کے سفر کرنا ناممکن ہے کیونکہ یہی لوگ رسد و رہبر و کشتیان وغیرہ مہیا کرتے ہین "

پہونچے توکسی انسان کا مسکن وہان نہ تھا بلکہ چند ٹھونٹھ درخت اور کچھ ٹیلے کٹیلے درختون سی ڈھکے ہوے تھے۔ یہ اٹھارہ میل پر کوٹرو سے تھا جہان ہم لوگ اترے تھے اور جب ہم لوگ سیر گنڈہ مین پہونچے جو ایک ذلیل سندہی موضع پنیاری ندی پر واقع ہے تو قبل ہی سے آفتاب بلند ہو چکا تھا۔ اور طپش زیادہ ہو رہی تھی۔ پس درمیان کوٹرو اور گنڈہ کے چوبیس میل کا فاصلہ ہے پانی دستیاب نہین ہوتا سواے تھوڑے سے کھارے پانی کے جولاہ مین ملتا ہے اور گنڈہ مین بھی سو سوارون کے لئے پانی مہیا کرنا اگر ناممکن نہوگا تو وقت طلب ضرور ہوگا۔ اسلئے سندھ فوج کے حق مین کچھ کے راستہ سے دشوارگذار متصور ہوسکتا ہے اور تھوڑی سی جماعت کیلیے بھی یہ راستہ خطرناک اور دقت آمیز ہے۔ میرے گذرنے کے دوسرے دن سیلاب سمندر غیر معمولی زیادتی پر تھا اور چونکہ سخت بارش بھی اوسیوقت ہوی پس کل حصہ جس سے مین گذرا تھا لاہ تک تہ آب ہوگیا تھا مین مقام سیر گنڈہ مین شام تک ٹھہرا۔ اوسوقت میرے ساتھ کے ساربانون نے جو سندھی تھے آگے چلنے سے انکار کیا چنانچہ مین اپنا سارا اسباب اور ملازمین کو چھوڑکر دو سوارون کو ساتھ لیکر ٹھٹھہ روانہ ہوا۔ غروب آفتاب کے قریب ہم لوگون نے پنیاری کو عبور کیا جو ایک چھوٹا سا کھارا نالہ ہے اور جب سندھیون سے پوچھا کہ دوسرا موضع کتنی دور ہے تو اونھون نے چار کوس یعنے آٹھ میل بتایا۔ گر سچ پوچھئے تو وہ کالے کوس تھے اور جسقدر دور ہم لوگ جاتے تھے اتنا ہی فاصلہ زیادہ ہوتا جاتا تھا۔ کیونکہ رات بھر چلکر جب پھر صبح کو پوچھا کہ گانون کتنی دور ہے تو جواب دیا کہ چھ کوس ہے گرمی اوسوقت سخت ہو رہی تھی اور ہم لوگون نے کچھ کھایا بھی نہ تھا نہ کوئی مکان نظر آتا تھا اور جن سندھیون سے ملاقات بھی ہوی اونھون نے کچھ نہ بتایا۔ شب کے قریب ہم لوگ خوب تھک کر لاڈی مین پہونچے جو اس راستہ سے جس سے ہم آئے تھے سیر گنڈہ سے پچاس میل تھا چونکہ اس خطہ مین پیشتر کبھی کوئی یوروپین نظر نہ آیا تھا پس کل گانون والے فرنگیون کے دیکھنے کو نکل آئے۔ سنئے حضرت یہ سخت برا معلوم ہوتا ہے کہ انسان چھتیس گھنٹون کا بھوکا پیاسا اور اسکے گرد گھورنے والے لوگ آکر جمع ہو جائین اور چھوٹے چھوٹے بچے ایک دوسرے

کو آوازدین کہ آؤ کافر کو دیکھو - کچھ عرصہ کے بعد گانون کا سردار آیا اور چونکہ وہ فارسی بولتا تھا مین نے اوسکو راضی کرنا چاہا تاکہ کھانے کا سامان ہو - مگر اوسنے روکھا جواب دیا کہ کچھ نہین ملسکتا - جب مین نے دیکھا کہ میری لسانی کا کچھ اثر نہوا تو مین نے کہا کہ ہم لوگ اس امر کی شکایت امیرون سے کرینگے - جسکے جواب مین اوسنے کہا کہ مین سید ہون گانون میرا ہے مین اپنا مالک آپ ہون امیر نہین ہین اور تم لوگون کو کچھ نہین ملے گا - یہ کہکر وہ چلاگیا اور ہم لوگون کو کچھ میسر نہ آیا بجز تھوڑے سی چاولون کے جو سوار اپنے ساتھ لائے تھے اور یہ تین آدمیون کے لئے بہت کم غذا تھی . دوسرے دن ہم لوگ روانہ ہوے اور بہادر پور سے گذرے جو تقریبا بارہ میل لادی سے ہے اور وہان سے چودہ میل اسدپور گئے - یہان ہم لوگ دریا کے قریب پہونچے اور کنارے کنارے چھ میل چلکر اس گھاٹ پر پہونچے جو ٹھٹھہ کے مقابل ہے - اس عرصہ مین تین تمازت آفتاب اور بھوک سے بالکل کمزور ہو گیا - اور انڈس کو بھی دیکھکر جو ایک قدیم دریا ہے اور جسکے بابت میرے دلمین عجیب و غریب خیالات تھے ذرہ بھر بھی مجھ مین جوش پیدا نہوا - بلکہ بعوض اسکے کہ مجھے اسکی جانب ایک دلچسپی ہو مین خوف زدہ دیکھتا رہا کہ قریب دو میل کے زور و شور کا چکر کھاتا ہوا پانی سامنے ہے اور عقب مین ایک لقدست جلتا ہوا ریگستان ہے - کہین کوئی کشتی یا جاندار شئے نظر نہ آتی تھی اور چونکہ ہم لوگ اوس ملک سے ناواقف تھے اور گھوڑون سمیت تھک رہے تھے ہماری حالت نہایت ہی نازک تھی شاید یہ امداد الٰہی ہوی کہ اون حکام نے جو دورہ مین تھے ایک قاصد اسوقت دریا کے پار حیدرآباد کو روانہ کیا جسکی بدولت ایک کشتی لہرون پر اچھلتی ہوی ہم تک آئی اور چند ہی منٹ کے اندر ہم پھر دریا مین اندھ کتے ہوے ٹھٹھہ کیجانب روانہ ہوے -

باب دوسرا

جب کوئی شخص کسی نئے ملک مین نیا وارد ہوتا ہے تو اوسکے کچھ خیالات بھی ہوا کرتے ہین اگر

چارلس ڈکنس یہان ہوتے تو اونکے کیا خیالات ہوتے۔ تھوڑے ہی دنون مین دنیا کے لوگون کے ہاتھون مین چارلس ڈکنس کی ایک جدید تصنیف ہوتی جسمین اونکے خیالات سندھ کے بارہ مین نظر آتے انھون نے قبل اسکے کہ کوئی کورچشم ایک باب بھی اس ملک کے جمادات یا معدوم مچھلیون کے بارہ مین کہہ سکتے تین جلدین ایسے مختلف امور کی دہر گھسیٹی ہوتین جن مین پیش پا افتادہ نمایان باتین عجیب و غریب خیالات اس طور پر مخلوط ہوتے جیسے شیشے کے ٹکڑے کسی نگارخانہ مین ہون میرا پہلا خیال یہ تھا کہ سندھیون کی آواز مین چار شخصون کی طاقت ہے وہ ایسے کرخت لہجہ مین بولتے تھے کہ پہلے مین نے خیال کیا کہ انھین کچھ رنج پہونچا مگر مجھے تھوڑے ہی عرصہ مین معلوم ہوگیا کہ یہ انکا خلقی لہجہ ہے اور ٹھٹھہ سے گذر کر میری تقریب چندہ پور کے ایک امیر سے ہوئی جسکی آواز کے مقابلہ مین اسکے ہموطنون کی آواز محض سرگوشی کا درجہ رکھتی تھی۔ جہان سب چلانے والے تھے وہ سب کا سردار تھا۔ مین نے اوس شخص سے دور رہنے کی غرض سے سفر مین بہت کچھ پھیر کھایا اور ایک مرتبہ جب مین بخار مین مبتلا تھا اوسنے بیرحمی سے مجھے آگھیرا اور میری مزاج پرسی اس زور سے کی کہ بہت دیر کے بعد مجھے ہوش آیا۔ پس آپ کہہ سکتے ہین کہ میرا پہلا خیال مسرت خیز نہ تھا اور نہ دوسرا ہی ہوا۔ جسطرح میرے کانون کو کریہ آوازون سے صدمہ پہونچا تھا اسیطرح میری آنکھونکو لگاتار باریک ریت کے جھونکون سے تکلیف ہوتی تھی جو ہماری کشتی کے ساتھ ساتھ دوسرے کنارہ تک جاتی تہی اور جون ہی زمین پر قدم رکھتے تھے اس جانب بھی ہمارے منتظر رہتے تھے جملہ مصیبت آٹھ بجے صبح سے شروع ہوتی تہی اور شام تک رہتی تھی۔ اسوقت ریت کا طوفان تھم جاتا ہے اور انسان کی ایذارسانی کا کام مچھرون اور ریت کی مکھیون کے سپرد کرتا ہے جنکے ڈنک اسوقت تک بیکار رہتے ہین جب تک وہ رہتا ہے۔ غرضکہ بقول شاعر ؎ رات کو مچھر اور دن کو دھوپ ؞ وقنا ربنا عذاب النار۔ سندھیون کے یہان ایک عجیب روایت اسکے بارہ مین مشہور ہے۔ انکا قول ہے کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام جن و بشر و حیوان پر فرمانروا تھے تو مچھرون نے اونسے ہوا کی شکایت کی کہ وہ عداوت سے

اونکے ساتھ پیش آتی ہے اور اونکو اپنے جایز کام کے کرنے سے مانع ہوتی ہے۔ حضرت سلیمانؑ نے انکی شکایت بغور سنی اور انکا انصاف کرنا چاہا مگر اونہنے یہ کہا کہ "تم لوگ جانتے ہو کہ انصاف اسکا متقاضی ہے کہ جانبین کے بیانات سنے جائین پس مدعا علیہم طلب ہون اکھٹے ہین تو اندر داخل ہوی اور بیچارے مستغیث ایک ہی لحمہ مین غائب ہوگئے۔

دریا کے کنارہ سے ٹھٹھہ کچھ بھی نظر نہین آتا یہان سے وہ تین میل کے بُعد پر ہے کسی زمانہ مین دریاے سندھ اسی قدیم شہر سے ملا ہوا تھا اور وہان دولت اور تجارت کو نفع پہونچاتا تھا مگر نہ معلوم انگریزی گورنمنٹ کیطرح اوسے زیادہ محصول کا لیا جانا ناگوار گذرا یا محض براہ تلون اوسنے شہر کو افلاس غلاظت اور عوارض کے پنجہ مین چھوڑ دیا ہے۔ مین نے اوسے اسی حالت مین پایا ہرچند کہ وہان چمکتے ہوے گنبدون اور میناروں کی لمبی قطارین اور ہماری پلٹنون کی بلند بارکین ہین جنسے دور سے آبادی اور آسایش کی شکل نظر آتی ہے۔ مجھے تھوڑے ہی عرصہ مین معلوم ہوگیا یہ تمام عمارات مقبرہ ہین ایک تو جو پرانے اور اہل قبور سے آباد ہین دوسرے نئے اور فوراً مصرف مین لانے کے لئے تیار کرئے گئے ہین۔

جب مین جولائی کے شروع مین وہان پہونچا تو سوا سو جوانون مین سے جنکی طبیعتین انگلون پر تھین نومبر کے وسط تک پچاس بھی کام کے قابل نہ رہے۔ ٹھٹھہ کے سندھی باشندے پانچہزار سے کچھ زاید ہین۔ انمین کوئی شخص صاحب رتبہ یا ذی علم نہین ہے۔ ایک سید جی جنکی نسبت بیان کیا گیا تھا کہ فارسی بولتا ہے میرے روبرو پیش کیا گیا لیکن مین نے دیکھا کہ اسکی لیاقت بجز لفظ بسیار کے جسے وہ مختلف لہجے سے کہتا تھا۔ اور زیادہ نہین ہے مقبرے کسیقدر قابل دید ہین جو اینٹون کے خوب بنے ہوے ہین اور سامنے رنگین سفالی نہایت ہی عمدہ قسم کے لگے ہین۔ واقعی امر یہ ہے کہ یہان زندہ لوگون کے مکانات مردہ سے بدتر ہین مکانات مٹی کے ہین اور چھت مسطح ہے۔ یہان ہر شخص چھت پر سوتا ہے جسکے باعث بعض اوقات عجیب تماشے نظر آتے ہین۔ ایک دفع صبح کے وقت جب مین اپنی آنکھین مل رہا اور اچھنی

کے ڈھس کو دیکھ رہا تھا کہ ایک گوری صورت میری نگاہ کے سامنے ایک پنجرے کی چھت پر آہستہ آہستہ گذری - چونکہ مین اس قسم کے دیکھنے کا عادی نہ تھا لیس مینے اپنے کو منطقی قاعدہ سے اس امر کا یقین دلایا کہ وہ ایک سندھی عورت ہی ہو اور کوئی پوشش بجز اپنی جلد کے نہین رکھتی اور وہ جلد بلحاظ اسکے کہ وہ سندھی عورت تھی نہایت گوری تھی - جون ہی مین نے یہ نتیجہ نکالا کہ مجھے کھانسی آئی جسکی آواز اوس سندھی عورت کے کانون تک پہونچی اور وہ آناً فاناً میری نگاہ سے پوشیدہ ہوگئی - وہان کے مشاہیر مین سے ایک مجرم کو ایک آہنی پنجرہ مین پھنسا دیکھا وہ سرتاپا ننگا تھا اور چونکہ برسون اس شکل میں مثل جنگلی جانورون کے قید رہ چکا تھا - اسکا چراغ عقل عرصے گل ہو گیا تھا اوسکی خوفناک حالت تھی - انسان بغیر عقل کے بہایم سے بدتر ہے - اسکی سرگذشت یون ہے - یہ شخص قوم کا سید تھا - مال و اسباب کیلیے بھائی کو مار ڈالا اور امیرون نے اوسے مجرم پاکر تاحیات قید کیا کیونکہ انکا قول تھا کہ "ہم آل رسول کو قتل نہین کرسکتے" مین ٹھٹھہ مین چند ہی روز رہا اور جسقدر وہان کے بیشمار مصائب سے آرام ملسکا حاصل کیا - اسکے سوا رن کچھ مین دھوپ مین چلنے کے باعث سے مجھے جو ایک سخت بخار آیا تھا اس سے بھی بفضلہ نجات پائی -

۱۱ - جولائی کو بندہ پھر اس نامہربان مقام سے ایک بڑی کشتی پر سوار ہوا جسپر ایک موٹا چھپر پھوس کا تھا اسکے اندر مجھے چھ ہفتہ تک رہنا پڑا کیونکہ شمالی سندھ تک پہونچنے مین اتنی ہی دن تک سفر دریائی رہا ایک دوسری اور بڑی کشتی مین مینے اپنے گھوڑون اور بہت سی نوکرون کو جو ٹھٹھہ مین میرے آنے کے کچھ دن بعد پہونچے سوار کیا - یہ وہ کشتی تھی جسپر سر الے برنس اپنی پہلی عزیمت مین دریائے سندھ کے چڑھاو پر گئے تھے - مجھے بعد کو سخت افسوس ہوا کہ مینے اوسے اپنے لئے نہین تجویز کیا کیونکہ وہ میری کشتی سے اچھی چلتی تھی جسکا مجھے تھوڑے ہی عرصہ مین ثبوت ملا - جسوقت ہم لوگ روانہ ہوے ہوا تند چلتی تھی اور لہرون نے جسطرح بقول آرین کے سکندر کی کشتیون کو اچھالا تھا اسی طرح میرے ساتھ بھی درازدستی کی

چونکہ میری کشتی شمالی سندھ کی تھی پس وہ بلحاظ ادن لہرون سکے جو یہان اٹھ رہی تھین بہت
نیچی اور پانی کے برابر تھی. چنانچہ اسمین پانی بھرنے لگا جس سے تنڈیل اور اوسکے
آدمی جو پنجابی تھے سخت گھبرائے کیونکہ انکو کسی اور شکل سے ڈوبنے کا خیال بھی نہ تھا. پتوار
کے ملاح نے کشتی کو بہاؤ سے الگ پھیرا جس سے وہ فوراً ایک چر پر بہایت زور سے چڑھ گئی.
اوسی ساعت مین تنوا پال اور رسیان اُڑا لیگئی اور چھپر بھی جابجا سے نوچ گیا مستول شکست
ہوگیا اور ظن غالب تھا کہ کشتی اُلٹ جاے. تنڈیل چر پر کود پڑا جہان چار فٹ بھی پانی نہ تھا.
اور ایک دوسرے آدمی کی مدد سے ایک میخ گاڑنے کی کوشش کی جسمین رسا بندھا ہوا تھا
تاکہ کشتی کو لنگر کرے. مگر میری سمجھ مین نہین آتا کہ اگر وہ اس کوشش مین کامیاب بھی ہوتا.
تو اس سے ہم لوگون کو کیا نفع پہونچ سکتا تھا کیونکہ ہم لوگ اسوقت دریا کے منجدھار مین تھے
یعنے کنارہ سے نصف میل پر. لیکن وہ ناکام رہا کیونکہ رسا ٹوٹ گیا. اور ہم لوگ دوسری
جانب کو بہہ گئے. ہمارے تنڈیل صاحب اور انکا ہمراہی دونون کمر تک پانی مین کھڑے منہ تکتے تھے
اور متردد تھے کہ اس زور کے بہاؤ مین کیونکر ٹھہر سکین. میرے خیال مین وہ ایسا کر سکتے اگر وہ
میخ جسے اونھون نے زمین مین گاڑ دیا تھا نہوتی. جسوقت یہ سانحے پیش آرہے تھے میری
دوسری کشتی نگاہ سے غائب ہوگئی تھی اور اوسپر کے لوگون نے یا تو ہماری تکلیف نہ دیکھی تھی.
یا دیکھکر کچھ خیال نکیا. چنانچہ ہم لوگون کو اس مصیبت مین رات کاٹنی پڑی. اور اوسوقت
کے خیال کے مطابق دو آدمی بھی ضایع ہوگئے. مگر جب صبح ہو کر ہم لوگ ٹھٹھ مین پہونچے
تو وہ دونون آکر شریک ہوے. انھین ایک دوسری کشتی نے گرداب بلا سے نجات دی
تھی ہم لوگون نے کشتی کی مرمت کی اور پھر روانہ ہوے. ہماری بہت کچھ امداد مسٹر اسکاٹ
نے کی جو انڈین نیوی کے محکمہ کے تھے. اس عہدہ دار کو امریکہ مین دریاؤن کے سفر کرنے
اور گردابون سے بچنے کا تجربہ ہوچکا تھا اور اونھون نے مجھے یقین دلایا کہ دریاے سندھ
بوقت سیلاب امریکہ کے دریاؤن سے بدتر ہے. ایسی ہمت دلانے والے فقرہ کو سنکر اوس

بہ نسبت سابق کے کسی قدر زیادہ معتدل ہوا کے ساتھ ہم لوگ پھر روانہ ہوے اور اپنی گذشتہ مصیبت کی مقام سے گذر کر ایسے ملک مین پہونچے جو گھنے جنگلون سے معمور ہے۔ یہان سے حیدرآباد کے امیرون کی شکارگاہ شروع ہوتی ہے جس سے دو مطلب حاصل ہوتے ہین ایک تو شکار محفوظ رہتا ہے دوسرے کل ملک کیلیے عمدہ لکڑی مہیا ہوتی ہے جو کشتیون اور مکانون کے بنانے مین اور جلانے اور دوسرے مفید کامون مین بھی آتی ہے۔

کہتے ہین کہ یہ جنگل دریای سفر کے لئے سدراہ ہین کیونکہ کشتیان بہاؤ پر خاصکر گن کے ذریعہ سے کھینچی جاتی ہین اور ملاح جہان باد مخالف ہوتی ہے اور کنارہ چلنے کے قابل ہوتا ہے۔ نیچے اتر کر گن کھینچتے ہین۔ تعجب ہو کہ امیر اس مضرت کو نہین دیکھتے۔ مگر کوئی تعجب نہین اگر اونہون نے دیکھا ہو اور اسکی منفعت یہ سمجھی ہو کہ اسکے باعث سی لالچی فرنگی جنکو کبھی سیری ہی نہین ہوتی ہے اونکے ملک سی دور رہین۔

ان شکارگاہون کی نسبت ہماری کارروائی قابل مضحکہ ہے۔ ہم لوگ اپنی اجنٹیان اور چھاونیان انکی لکڑی لیکر بناتے ہین اور ایک حبہ نہین دیتے بلکہ بہت سی اچھے درخت اپنے پارسی دوستون کو نذر کر دیئے اور ایک ٹکا نہ نینے دیا۔ اسکے بعد کل جنگل پر قبضہ اس حیلہ سے کر لیا کہ وہ تجارت کو سخت مضرت رسان ہے اور مذاقاً کہدیا کہ وہ لوگ قابل حکومت نہین ہین جو اپنی تفریح طبع کا بہ نسبت اپنے دشمنون کے آرام کے زیادہ خیال رکھتے ہین[ا]۔ اکوئیلا کا بیان ہی کہ "امیرون نے گاؤن کے گاؤن شکارگاہ کے پاس کے اسلئے ویران کرادئے کہ کوؤن کی آواز سے شکار بھڑکتا تھا"۔ مگر دوست اکوئیلا آپ تو کبھی سندھ مین گئے تک نہین بس آپ کیا جانین کہ دریاے سندھ کے کنارہ کے گاؤن یا صرف چند جھونپڑیان پتون کی چھپر کی ہوتی ہین اور اگر میر کرم علی نے اپنے علاقہ سے ایسی جھونپڑیان ایک جانب سے دوسری جانب ہٹوادین تو اوسنے اوسقدر سختی نہین کی جو ایک آرلینڈ یا انگریز زمیندار

[ا] پہلے شکارگاہ کی خوب مذمت کی جب اپنے قبضہ مین آگئی تو جون کا تون رہنے دیا۔

اپنی رعایا کے ساتھ کرتا ہے جس سے فاقہ زدہ کاشتکار کھیت سے بے دخل ہوکر بھیک مانگنے لگتے ہین مگر قبل از مرگ واویلا کرنا بیجا ہے۔

۱۳- جولائی ۱۸۳۹ء کو شکارگاہ امیرون ہی کے قبضہ مین تھی اور انکی سبز شاخون سے پاس ہوکر گذرتے وقت میری آنکھون کو طراوت پہونچی۔ ہوا اسقدر تازہ تھی کہ ہم لوگ فوراً تازے ہوگئے اور جہان ممکن ہوا اصل بہاؤ سے بچکر نکلے۔ آج ہم جارکھ مین پہونچے جو میرے نزدیک سندھ بھر مین فوج کی چھاونی کے لئے عمدہ جگہ ہے۔ کیونکہ وہ ٹھٹھہ اور حیدرآباد کے ناف مین اونچی جگہہ پر ہے جسکے پاس دریا ہے اور گرد و نواح مین سبزہ۔

۱۴ کو مین حیدرآباد مین پہونچکر سات دن تک ٹھہرا۔ ۱۹ تک بارش ہوا کی جو سندھ مین ایک غیر معمولی بات ہے۔ اس بارش سے کئی مکانات اور قلعہ کا ایک حصہ گر پڑا اور چونکہ یہہ واقعہ اوسیوقت ظہور پذیر ہوا جب کہ امیرون نے اپنے دستخط صلح نامہ کی تیرہ شرائط پر کئے تھے اون لوگون نے اسے شگون بد تصور کیا۔ تھرمامیٹر سو درجہ سے ۷۰ درجہ پر اوتر آیا۔ مگر پھر اپنی جگہہ پر چڑھ گیا اور بیچ بیچ مین جو خنکی ہوئی تھی اسکے عوض مین اور زائد اور سخت گرمی ہوئی۔ مینے حیدرآباد مین دو کمپنیان سپاہیون کی اور کچھ بیقاعدہ سوار ایجنٹی کے محافظ کے طور پر دیکھے۔ بخار کے باعث سے مین ایک ہفتہ تک بستر سے نہ اوٹھ سکا اور اس سے مجھے آیندہ کی چاشنی حاصل ہوگئی۔ ۲۱ کو مین پھر سوار ہوا اور سمجھا کہ اب مجھے سندھی ملاحون کے طرز روش کی کیفیت معلوم ہوگئی مجھے پختہ یقین ہے کہ یہ بڑے حرانٹ روسی کے بھی کان کاٹ سکتے ہین اور سخت گیری مین یہودیون کو مات کر سکتے ہین۔ ہمارا تنڈیل موسیٰ ناتھر ایک سنجیدہ پنبہ دہن شخص تھا جسکی مختصر گفتگو خدا کی عظمت حکمت یا رحمت کے بارہ مین ہوا کرتی تھی۔ یا بخشش کے طلب کرنے مین زبان کھلتی تھی جسکی وہ کوئی وجہ بیان کرنا مناسب نہ سمجھتا تھا۔ آج کے دن ہم لوگ بہت ہی تھوڑی دور گئے یعنے دس میل مقام پیر کا کوٹ تک اور شب کو تین ملاح بھاگ گئے جس مصیبت کو موسیٰ نے اپنے مشہور ہمام کے صبر و قناعت کے ساتھ

برداشت کیا مگر کچھ روپیہ پیشگی دوسرے لوگون کے لانے کے لئیے مانگا مینے اوسے پانچ روپیہ
یہ کہکر دیے کہ بعد سفر کے وضع کر لئیے جائینگے جسکا جواب اوسنے کچھ ندیا۔
۲۳۔ کو ہم لوگ مازندہ مین پہونچے جو قریب چالیس میل کے ہی بعد کو مجھے معلوم ہوا کہ دوسرے
نمبر کی پلٹن کے میجر لی کی کشتیون کے بیڑے نے پچیس دن مین طے کیا تھا۔ ہم لوگون نے
اصل دہارے کو چھوڑ دیا جسکا مقابلہ کرنا مشکل تھا اور کئی شاخون سے ہوکر چلے گئے۔ بعض
مقامات پر کنارے جنگل سے ڈھکے ہوے تھے اور بعض مقامات مین بجز چھوٹی چھوٹی جھاڑیون
کے اور کچھ نظر نہ آتا تھا جسکے اندر سے توغیب دہندہ آواز سیاہ تیتر کی آتی تھی۔ کبھی کبھی
ہم لوگون کو ماہی گیرون کے گانون ملتے تھے جسکے قریب بہت سی لوگ اپنے بڑے بڑے
گھڑون پر دریا مین تیر کر ایک قسم کی مچھلی جسے پلو کہتے ہین پکڑتے نظر آتے تھے یہ لوگ پانی
مین ایک لمبا ستون نصب کر دیتے ہین جس سے ایک ماہی جال لٹکا رہتا ہے۔ اس مین
مچھلیان تیر کر جاتی ہین اور ستون ہلا دیا جاتا ہے اسوقت مچھلی پھنس جاتی ہے۔ ایک
مرتبہ ایک بڑی مچھلی اوسکے اندر چلی گئی اور ماہی گیر کو پانی مین کھینچ لے چلی۔ جب
اوسنے بہت کچھ شور و غل مچایا تو دوسرون نے آکر اسے نجات دی تیلیگو زبان مین پلے واڑو
ماہی گیر کو کہتے ہین۔ آیا یہ لفظ سندہی لفظ پلو سے متعلق ہے یا نہین۔
۲۴۔ کو ہم لوگ سینا مین جو ایک مختصر سا قصبہ ہے داخل ہوے اسکی سفید چمکتی ہوئی
مسجد دور سے اچھی معلوم ہوتی ہے۔ یہان ہم لوگون کو ایک سخت دہارے نے آگھیرا
سن کی رسی ٹوٹ گئی اور ہم لوگون کو بہت عرصہ ہوگیا مین نے دیکھا کہ ملاحون کو ایک
قسم کا شک دامنگیر ہے کیونکہ وہ کتے کو کشتی پر بیٹھنے ندیتے تھے اور مجھسے کہا کہ یہ فال بد
ہے اس مقام سے سیستان کے پہاڑ اول نظر آتے ہین۔ چونکہ میدان انکی جڑ تک چلا گیا
ہے اس سے انکی بلندی زیادہ معلوم ہوتی ہے لیکن ارضین سے جو بہت اونچا پہاڑ ہے
وہ بارہ سو فٹ سے زیادہ نہین ہے۔ ہماری کشتی گانچی اور کئی چھوٹے چھوٹے موضعون سے گذری

اور سہوان سے بیس میل پر ٹھہری۔ وہان ہم جلد پہونچ جاتے مگر ہوا کے ایک جھونکے
نے روک رکھا جس سے ہم لوگ گرد و غبار مین آلودہ ہو گئے اور اسکے بعد بڑی بڑی بوندون کا
چھڑکاؤ ہوا۔ جسکے ساتھ بجلی کی چمک اور بادل کی گرج بھی تھی۔ ہم لوگون نے گہرے پانی مین
ہوا کے رخ سے ہٹ کر لنگر کیا۔ دوسری جانب اونچے اونچے ویران ٹیلے تھے جو ہالہ پہاڑ
کے سلسلے مین ہین۔ یہان دریا ساٹھ قدم عمیق اور تیرہ و تاریک ہی۔ آنکھون کو اس مقام پر
سخت دہوکا ہوتا ہے خواہ یہ دوسرے کنارہ کی اونچائی کے باعث ہو کیونکہ وہ اس قدر
قریب معلوم ہوتا ہے کہ انسان کو خیال ہو سکتا ہی کہ ایک جست مین اس پار جا سکتے ہین
حالانکہ فاصلہ دو سو گز سے قریب ہی۔ یہان کئی دریائی سور نظر آئے جنھین ہندوستانی بولن
کہتے ہین۔ یہ جانور موٹے تازے چار فٹ لمبائی مین ہوتے ہین اور جبڑے بہت بڑے۔
سفید تیز دانتون سے پر رہتے ہین۔ اس جانور کی شکل سے مجھے ایک قسم کی مچھلی کا خیال
آیا جسکے یہ بجز تھوتھنی کے بالکل ہم شبیہ ہے اور وہ لمبی اور تنگ ہی۔ انھین گھڑیال
کھاتے ہین جسطرح یہ دریائے سندھ کی پلو مچھلی کو زہر مار کرتے ہین۔ پلوا فراط سے ہوتی
ہے لیکن اور مچھلیان عمدہ ذائقہ کی بکثرت نہین ہوتین۔ دریا مین کچھوے اور گوہ بکثرت
ہین۔ ایک مرتبہ مین اپنے خدمتگار محمد جعفر سے تیراکی کا سبق لے رہا تھا جو کسیقدر مشیخت شعار
بھی تھا اور اپنا ہنر پانی مین فخریہ دکھلا رہا تھا کہ یکایک اوسنے چیخ ماری اور اوسکا سر
پانی پر ٹھہرا ہوا نظر آنے لگا گویا اوسنے یکایک لنگر ڈالدیا۔ مجھے خیال آیا کہ اوسے گھڑیال
نے پکڑ لیا مگر معلوم ہوا کہ کسی شریر کچھوے نے اوسکی حرکات سے شاید ناخوش ہوکر اسکے
انگوٹھے کو بالکل اوڑا لیا ہر چند کہ مین دریائے سندھ مین ہفتون سفر کرتا رہا ہون اور
برسون کئی دن تک کشتی کھیتا رہا ہون مگر مینے کوئی گھڑیال اسمین نہین دیکھا
اور نہ کبھی سنا کہ کسی کو گھڑیال نگل گیا۔ ایسی امر کا وہان اسقدر خطرہ کم ہے کہ دریا
کے بہاؤ کے جانب اکثر لوگ بذریعہ تری کے قاصد کے خط روانہ کرتے ہین۔ یہ شخص خط

کو اپنی بڑی پگڑی کے تہ مین رکھ لیتا ہے اور اپنے کپڑے اوتار کر ایک پھولی ہوی مشک کیساتھ پانی مین اوتر جاتا ہے۔ رانون سے دو حلقے بندھے رہتے ہین جنمین اسکے نیچے کے اعضا رہتے ہین اور مشک کو سینہ سے لگا کر وہ منزل مقصود پر روانہ ہوتا ہے۔ اوسے دیکھکر ایک ہنسی آتی ہے کہ ایک زبردست کھوپڑی بہتی چلی آتی ہے اور ہوا کی ہر ایک حرکت سے ٹھوکرین کھاتی ہے۔

۲۶۔ کو ہم لوگ سہوان سے ایک میل پر رہگئے جہان ملاحون نے ٹھہرنے اور وہان کے ولی لال شاہباز پر درود پڑھنے کے لئے اصرار کیا۔ مین کشتی سے بوجہ شدت گرمی کے نہ اوترا اسوجہ سے مین وہ پرانا کھنڈر جو سکندر کے بنائے ہوے قلعہ کا مشہور ہے نہ دیکھ سکا۔ سچ تو یہ ہے کہ آرین نے جو کچھ حالات سندھ کے لکھے ہین اس سے کوئی فائدہ نہین اوٹھا سکتا اور ظن غالب ہی کہ مقدونیہ کے مجنون کے زمانہ سے دریا کا راستہ بالکل بدل گیا ہے۔ سہوان مین ہم لوگ ایک شاخ دریا مین داخل ہوے جو آرل کہلاتا ہے اس سے ہم لوگ چند گھنٹہ کے اندر منچھر جھیل تک پہونچگئے اسی جھیل مین نارہ یعنے سانپ دریائی (جیسا کہ وہ بوجہ اپنی بہت سی پیچیدگیون کے مشہور ہے) جو دریای سندھ کی ایک شاخ ہے گرتا ہے اور اس راہ سے آنے مین ہم لوگ اصل دریا کے زور و شور سے محفوظ رہے جو اس موسم مین عنقریب بہت ہی دشوار گذار ہے۔

۲۷۔ کو ہم لوگ خوب چلے یعنے منچھر جھیل کے پار قریب بیس میل کے گئے۔ دن کو گرمی ایسی تھی حکایان نہین ہوسکتا شام کے قریب ہوا بند ہوگئی۔ مین نے چند ماہی گیرون کو ڈونگیون مین دیکھکر کشتی کو کھینچ لے چلنے کے لئے کہا۔ یہ اونھون نے تھوڑی سی رقم مین کیا مگر اونکو گویا خزانہ ملگیا۔ کیونکہ ایسے بدتر و فاقہ زدہ نیم انسان مینے کبھی نہین دیکھے۔ سب ننگے تھے صرف ایک مختصر سا کپڑا کمر سے لپٹا ہوا تھا اور شکل اس چہرہ کی ہم شبیہ تھی جو اکثر چھڑیون کی موٹھ پر بنی ہوتی ہے ایسے بدہئیت لوگون سے سوائے نحوست کے آنے کے اور کیا

ممکن تھا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ہم ایک ایسے جنگل مین پہونچے جہان گھاس بہت لمبی اور جھیل کے اندر اگی ہوئی تھی۔ یہان پر ملاحون نے کشتی کو باندہنا شروع کیا۔ مین نے تندیس سے کہا کہ اس قسم کی روکون سے کام نہین چلیگا خفیف سی ہوا بھی کشتی کو اولٹنے علیحدہ کریگی مگر موسی نے اپنی ہی بات رکھی اور رسیان بندھنے بھی نپائی تھین کہ ایک سخت جھونکا ہوا کا زور و شور کی گرج اور بجلی کی چمک کیساتھ آیا اور ہم لوگون کو اس مقام سے جہان ٹھہرے ہوے تھے دور جھیل مین نہایت تیزی کے ساتھ ساون بھادون کے اندھیرے مین پھینک دیا۔ اوسوقت جب ذرا بجلی چمکتی تھی تو پانی نظر آتا تھا اور پانی جو ابتک ٹھہرا ہوا تھا اسوقت اسقدر جوش وخروش مین تھا جسطرح کسی ساحرہ کا کڑھاؤ ابال کھارہا ہو۔ اکثر اوقات ہماری کشتی گھاس مین چلی جاتی تھی جو بعض مقامات پر اسقدر گھنی تھی کہ کشتی اولٹنے کے قریب پہونچ جاتی تھی۔ بمعمول کے مطابق ہمارے پنجابی سر بسجدہ ہوکر اللہ سے دعا مانگ رہے تھے اور جس جس ولی کا نام یاد آتا تھا رجوع کرتے تھے اور مجھے مجبور ہوکر اسکے مغائر الفاظ کہنے پڑے جس سے ایک نے پتوار کو ہاتھ مین لیا۔ کشتی کی چھت مین ہوا کا اسقدر اثر ہوتا تھا کہ گویا اولٹا ہی چاہتی ہے اور اگر ایسا ہوا ہوتا تو ملاحون کو بھی خشکی تک پہونچنے مین تردد ہوتا کیونکہ ہم لوگ بہت فاصلہ پر تھے۔ آخر کار کئی گھنٹہ دیوانہ وار جھیل کے اندر مارے پھرنے کے بعد ہوا کم ہوگئی اور صبح کو جب مین بیدار ہوا تو کشتی کو ایک گانون کیان نامی کے قریب بندھا ہوا پایا اور ہمراہی کشتی گھوڑون والی بھی نظر آرہی تھی۔

۲۰ کو ہم منچر جھیل کے اندر سے چار ڈنڈیون یعنے ڈونگیون کے ذریعہ سے نکلنے مین کامیاب ہوے جو ہم لوگون کو دو میل فی گھنٹہ کے حساب سے لے گئین مین دل سے خوش ہوا کہ اس منحوس مقام سے نجات ملی۔ اور بزور اس فارسی مثل کو اس جانب رخ کرکے پڑھا۔ اے چو منچر داشتی چرا دوزخ ساختی۔ مجھے افسوس ہے کہ انسان کو غیر زبان مین بعض قابل اعتراض باتین کہنے کی عادت ہو جاتی ہے۔ یہ مثل جو فارسی مین بھلی معلوم ہوتی ہے

کسی قدر انگریزی مین کفر کے درجہ کو پہونچی ہوی ہے لیکن اگر یہ مثل استعمال کیجاے تو اسکا پورا اطلاق منچھر پر خوب ہوتا ہے۔ اسمین ایک نفرت انگیز بدبو بوجہ بند پانی کے ہی اور بہت حصہ ایام سرما مین خشک رہتا ہی اسکے وسیع قطعون مین لمبی گھاس اورنے ہی جہان مچھر بکثرت رہتی ہین اور گندہ ہوا اور سٹری مٹی سے تمام کیڑے اتنے ہی زہریلے ہوتے ہین جتنے کہ قدیم دریاے نیل کے باشندون کا بیان ہے کہ اس ناپاک جھیل کی لمبائی پچیس میل اور چوڑائی پندرہ میل ہے۔ مغربی کنارہ کسی قدر پر فضا ہے لیکن اسکی فضا ویرانگی کی ہے۔ دور دور اونچے اونچے پہاڑ ہین درختون کے جھنڈ سے مسجد اور سفید مینار چمکتے نظر آتے ہین دوسرا کنارہ بدنما اور ہموار ہے۔ اسمین مچھلیان اور مرغابیان بکثرت ہین۔ یہ عمیق پانی مین کنول کے چوڑے پتون پر انڈے دیتی ہین۔ مین نے سیاہ رنگ کی تین انڈے قد مین مرغی کے انڈے کے تین چوتھائی کے برابر اس طور پر رکھی دیکھے۔ شب کو ہم لوگون نے نارہ دریا مین لنگر کیا جو جھیل سے چھ میل پر ہے۔ معاذ اللہ کیسی رات تھی۔ مین اون لوگون سے جو ایک شفاف وسرد انگریزی بستر کی راحت کا لطف اوٹھانے والے ہین جنکو دبے پاتھون مسہری کا پردہ اوٹھا کر فوراً اسکے اندر داخل ہوجاتا اور اوسی بند کرکے اپنے کو باریک ململ مین چھپالینا نہین پڑتا ہے درخواست کرتا ہون کہ وہ ذرا بغور سوچین کہ ہم ہندیون کو کیا تردد اوٹھانا پڑتا ہے۔ برٹوس نے کہین لکھا ہے کہ افریقہ کی اصل گرمی جسکا درجہ سب سی اعلے قرار دیا گیا ہے وہ ہی جب بغیر کوشش اور بلا حرکت کی انسان کے جسم سے بیحد عرق آئے۔ مین حقا کہتا ہون کہ یہی ہم لوگون کی حالت تھی۔ بندہ رات بھر پنکھا جھلوایا کیا جس سی دم گھٹ کر مرنے سے بچا اور بیشمار مینڈکون کی آواز اور کروڑون مچھرون کی شہنائی سنتا رہا۔ یہان ایک نئی بلا بھی مجھے نظر آئی یعنے ریت کی مکھی۔ مچھر تو ایک دراز قد دبلا پتلا آزاردہ جانور ہے جسکی غمگین اور ناصبور بھن بھناہٹ سے اسیقدر طبیعت منتشر ہوتی ہے جسقدر کہ اوسکے ڈنک مارنے سی لیکن ریت کی مکھی ایک چھوٹے پرون کا بیہودہ چیز ہے جو خوش خوش ادہر اودہر پھرتی ہے اور جس عرصہ تک آپکو ستاتی رہتی ہے

نہایت ہی شادان و فرحان معلوم ہوتی ہے

۲۹۔ کوسولہ میل چلکر ہم لوگ مقام (غلام حیدر) کے کوٹ مین پہونچے۔ سیلاب کیوجہ سے یہ جگہ ایک وسیع دلدل معلوم ہوتی تھی اکثر مقامات مین ہم کو بجز ترکٹ اور جنگل کے کچھ نظر نہ آیا لیکن کہین کہین کاشتکاری بھی دکھائی دی۔

۳۰۔ کو بیس میل طے کرکے بھاولپور مین داخل ہوے جو ایک مجموعہ ڈربون اور جھونپڑون اور ریچھون اور کتون کا ہے یہان بھی شل اور موضعون کے جو مجھے نارہ کے کنارے نظر آئے سخت بارش ہونے کا ثبوت گرے ہوے جھونپڑون سے ملتا تھا۔ بہتیرے لوگ ایسے بستر پر سوتے ہین جو اونچے ستونون سے آویزان ہین انپر چڑھنے کے لئے کسیقدر مشق درکار ہے خاصکر مستورات کو۔ خیال کیجئے کہ کوئی مسکین شوہر ایک بانس پر چڑھ رہا ہو اور دوسرے بانس پر اسکی بیوی جارہی ہو تو کسقدر مشقت پڑے گی۔ یہ خیال ہی نہایت خوب ہی گرمی اتنک برداشت کے قابل نہ تھی اور نہ مچھر برداشت کئے جاسکتے تھے اسپر طرہ یہ تھا کہ ایک مختصر گندہ کوٹھری مین بند رہنا پڑا جسمین کھیان اور مصیبت کی دوسرے لوازمات جمع تھے۔ اسوقت انسان کو مجبوری ہوتی ہے کہ ملاحون کو دق کر ڈالے اور منت اور وعدہ اور دھمکی سے جہان تک ہو کام لے۔ اسکے علاوہ یہان لوگ کسی مقام پر بکرا کہین آتا۔ کہین مچھلی مانگنے سے نہین چوکتے۔ جہان دیکھئے یہی صدا آتی ہے دیجئے دیجئے۔ اگر کسی موضع مین ٹھہریئے تو کوئی لمبی داڑھی والا فقیر آئیگا اور آپکو پیمبر کے نام پر کچھ دینے کو کہیگا۔ انکا قول ہے کہ جسنے ہمکو دیا گویا خدا کو دیا۔ اگر آپ نے اوسے کچھ دیا تو اوسنے منھ بنا کرلے لیا اور اگر ندیا تو ہزارون بد دعائین دیتا چلا گیا۔

۳۱۔ کے سفر مین ہم لوگ کئی موضعون سے گذرے مثلاً سون۔ میانی۔ کھمبریا وغیرہ اور جمبھو سیہ مین تیس میل جاکر ٹھہرے جو معمول سے کچھ اچھا موضع نظر آیا سندھ بھر مین یہی ایک جگہ ہے جہان مینے عورتون کو اجنبیون سے باتین کرتے دیکھا مگر یہان بعض نے ملاحون سے گفتگو کی جو شاید شناسا تھی۔ مین نے اپنی کوٹھری سے جونہی ایک سر نکالا تو ایک نہایت ہی

حسینہ عورت سے لگ گیا جو اپنا گھڑا پانی سے بھر رہی تھی۔ اسکا چہرہ کتابی تھا اور آنکھین ہرن کی سی تھین۔ واقعی وہ حسن کی پتلی تھی۔ اوسنے فرنگی کو خوب گھور کر دیکھا اور مجھے اوسوقت اپنے دوست مسٹر لوسٹنس کا خیال آیا کہ اگر وہ موجود ہوتے تو اسکی تصویر کھینچ لیتے۔

یکم اگست کو دس میل فتحپور اور خیرپور سے آگے گئے جو نہایت ہی دو خوشنما گانون ہین۔ یہان ملک کی حالت عمدہ معلوم ہوتی ہے کیونکہ جنگل کم ہے خشکی اسقدر نہین اور جھیل اور نارہ کے پہلے چالیس کوس کی زہریلی ہوا سے محفوظ ہے۔ ایسی جگھہ ایک دستہ ۶ سوانمبر کو ہندوستانی پلٹن کا ملا جو اسباب کے ساتھ محافظت کیلیے جاتا تھا۔ وہ اس مقام تک ٹھٹھہ سے دو مہینے اور آٹھ دن مین پہونچے تھے۔ ہم لوگون نے ایک سندھی کو قیمت دیکر دودھ خریدنا چاہا لیکن اوسنے نقد نہ لیا اور سیر بھر چانول کے بدلے دودھ دیا۔ ایک نے اپنی مرغیون کے بدلے مین ایک بوتل مانگی۔ یہ بہت سستی ہین چار چار پیسے جو قریب پانچ فارونگ کے ہوے۔ ایک روپیہ کا گیہون یہان آٹھ پائی ملتا ہے یعنے سولہ سیر چالیس پیسون کے وزن کے سیر سے۔

دوسری اگست کو ٹاٹا اور پلو سے ٹھرلی کو گئے جہان نو ملاحون کو بڑا کرا ذہن اور میرا سے پرکیو گوٹ پہونچے اور وہین مقام کیا۔ ٹھرلی ایک اچھا گانون ہے بعضے سندھیون نے دریافت کیا کہ کشتیون مین توپ بھی ہے بہت سی دوا کے لئے آئے۔ ایک ملاح ٹنڈیل کے مارنے سے بھاگ گیا۔ اوسنے پھر پیشگی مانگی اور خدا کو گواہ دیکر کہا کہ میرے پاس روپیہ نہین ہے۔ یہی جمعدار نے بھی کہا جسکو سر آے برنس نے سفارشی خط دیا تھا ان دونون نے سہوان مین ایک ایک تھیلی سو سو روپیہ کی اسوقت نکالی جبکہ وہ سمجھے کہ مین دیکھتا نہین ہون مجھے تحقیق ہے کہ جو لوگ پہلے سندھ گئے اونھون نے بڑی رقمین دیکر سخت غلطی کی کیونکہ اس سے یہ خیال ہو گیا کہ ہر ایک فرنگی کے پاس تارون کا خزانہ ہے۔

۳- کو بیس میل دریا کے بہاو پر گئے جو برابر گھومتا گیا ہے۔ نقشہ مین آپ کو سیدھا خط نظر آتا ہے

جونہایت چھوٹا اور صاف معلوم ہوتا ہے۔ اوسے آپ نے پیمانہ سے ناپا اور اسّی میل پایا اور بیس میل اور پہاڑ سے لئے رکھ لیے۔ مگر فاصلہ درحقیقت دوسو میل سے زیادہ ہے اسپرطرہ یہ ہے کہ ہوا جو پاؤ میل تک اچھی رہتی ہے ایک ہی خم کے بعد دوسرے میل تک گندہ ہو جاتی ہے اور تین یا چار فرسنگ تک محنت کرنے کے بعد جہان سے آپ روانہ ہوے تھے وہان سے سیدھی خط مین آپ پاؤ کوس ہی تک گئے۔ اب ہم لوگ دو موضعون سے جنکا نام جلیا تھا۔ میر نور محمد خان کے ایک طویلے سے گذرے جسمین بیس گھوڑون سے زیادہ نہ تھے اور جس گانون مین وہ تھی نہایت مفلوک تھا۔

۴۔ کو بیس میل اور نارہ دریا کے طے گئے کنارون پر چھوٹے چھوٹے بہت سی گانون میانیون یعنے سندہی ملاحون کے ہین۔ جن سے جہازیون کی جماعت بخوبی بھرتی ہو سکتی ہے۔ اگر دریاے سندھ کی تجارت اس درجہ کو پہونچ جاے جسکی ہم لوگون کو امید ہے۔ ایک بڑے موضع سے کچھ آگے بڑھکر جو بکرو کہلاتا ہے مقام کیا۔ کپاس کے کھیت ہر جانب تھی اور ایرانی چرخے ہر جانب چل رہے تھی گرمی کسیقدر کم ہو گئی۔

۵۔ کو پندرہ میل چلے۔ مہرپور اور مہلا سے آگے بڑھ گئے۔ آخری جگھ سرخنہ کے متوازی ہے مہرپور میں زاید ملاحون کا سردار معہ اپنے گروہ کے باوجود میرے سمجھانے کے الگ ہو گیا

۶۔ کو دس میل ایک مقام کیا لیگو مین گئے جو ایک صاف موضع تھا اور جہان بھینس گاے اور بکری کے بہت سے گلے نظر آے اس جگھ فارغ البالی کی تمام صورتے دکھائی دی اور یہان جسوقت مین کنارہ پر اپنے آہستہ چلنے پر مایوس ٹہل رہا تھا ایک قاصد خط لیکر شکارپور سے آیا۔

۷۔ کو دس میل اور نارہ دریا کے طے کئے اور بہت سے گانون سے گذرے۔ دو شخص موسیٰ کے ساتھ کے چلدیئے۔ شب کو چار پانچ میل دور گئے۔ پانی نہایت گہرا اور تیز بہہ رہا تھا جو اس امر کا ثبوت تھا کہ ہم لوگ سندھ دریا کے قریب پہونچتے جاتے ہین جسی سندہی

میٹھے پانی کا سمندر کہتے ہین یہان ہم لوگون کو ایک بیڑا کشتیون کا ملا جنمین سے بعض نے لنگر اوٹھایا اور ہمارے ساتھ دریا مین چل نکلین جس کشتی کی مسٹر وڈ نے سفارش کی تھی۔ اسکے ملاحون کی نامعقول حرکت سے ناراض ہوکر مینے چھوڑ دیا اور گھوڑ ونکی کشتی پر سوار ہوکر۔ سرخنہ کی نہر مین داخل ہوا اور ایک بڑے موضع مداجی سے گذر کر سہرابانیون کے ایک موضع مین لنگر کیا۔ طپش بشدت تھی۔

۹۔ کو دو میل مکانا نہر کے دہانہ کی جانب گئے جہان باد مخالف نے ہم لوگون کو دن بھر روک رکھا۔ نہر کے دہانہ کے سامنے ایک تیز سوتا بہتا ہے اور پانی کی قوت کسیقدر بائین کنارہ سے آگے بڑھکر کم ہوتی ہے۔ یہان اور جگہون سے توڑ زیادہ ہے۔ اور درختون کے تنے۔ اور جھاڑیان اور مردہ مویشی اسمین پڑکر سخت چکر کھاتے ہین۔ یہان ایک چھوٹا سا گانون ہے جو غلام حسین کا کوٹ کہلاتا ہے۔ یہان سے مینے ایک قاصد سکّر کو روانہ کیا۔ مین دیکھتا ہون کہ یہان کے ملاحون کو اور بھی ایک نشان دونون کے تعداد کے بتانے مین جسکے اندر انھین پہونچنا ہوتا ہے رہتا ہے وہ ٹھیک حساب نہین کرتے جسکی نسبت انکا خیال ہے کہ ایسا کرنا ہمیشہ مصیبت یا زیادہ عرصہ کا باعث ہوگا۔

۱۰۔ کو میری دوسری کشتی بھی آگئی اور جسوقت صبح ہوئی اوسنے توڑے سے گذر جانے کی کوشش کی۔ مگر پیچھے پھینک دی گئی۔ اسوقت ہم لوگ کشتی سے اتر پڑے اور اسے کھینچکر دور بہاؤ پر لے گئے تاکہ اوسے عبور کرسکین اور اوس توڑ کے صدمہ سے کسیقدر بچ نکلین چنانچہ ہم لوگون نے عبور کیا مگر جیسے ہی ٹھہرے ہوئے پانی مین پہونچے کشتیان ایک بڑی لہر کی ضرب مین زمین پر چڑھ گئین۔ آخر کار ہم لوگون نے انھین وہان سے الگ کیا اور وہ لہر کو عبور کرگئین۔ جسوقت ہم لوگ بھنور مین پہونچے جو سیاہ اور یہین سے معمور ہو رہا تھا تو ملاحون نے اپنے سرپرست ولی کا نام لینا شروع کیا۔ ”دم الحق دم الحق“۔ اور پھر جب خطرہ سے باہر نکلے تو بھی یون ہی چلائے۔ مین بابا حق کو ماننا کرنا فرض تصور کرتا ہون اور میرا خیال ہے

کہ انھون نے ہماری اتنی ہی مدد کی جو انگلستان کے دلی سینٹ جارج یا دریسے کوئی کرسکتے۔ واقعی مینے کہین ایسا سخت توڑ نہین دیکھا اور نہ اسقدر بڑی لہر دیکھی جو یہان ٹکرکھاتی ہے۔ ہم لوگ سالیانی وسونتری وجتّی سے گذر کر سید آباد مین جاکر ٹھہرے یہان سے بکر کا قلعہ صاف نظر آتا ہے۔

۱۱۔ کو مین سکّر مین اوترپڑا جہان میری قسمت مین۔ انومبر تک مصیبت جھیلنی لکھی تھی۔ مین نے پولٹیکل افسرون کو دیکھا کہ دریا کے کنارہ خیمون مین (کھجور کے درختون کے باغ کے اندر جو پست اور ویران پہاڑیون کی قطار سے گھرا ہوا تھا) ٹھہرے ہوے ہین انکی چوٹیون پر مسمار قبرون اور مسجدون کے مصالح کے تودے لگے ہوے تھے۔ اس قطار کے سرے پر صرف ایک دیوار باقی تھی جو نہایت بلند تھی اور سامنے شوخ رنگین دو چھوٹی چھوٹی محرابین تھین۔ لوگ کہتے ہین کہ وہ کسی مغلیہ شہزادی کے مقبرہ کی دیوار ہے۔ مین وہان قرب وجوار کی آلائیشون سے نکلکر پہونچا اور یہ سوچا کہ یہان میرے رہنے کی جگہ بہ نسبت نیچے کے تپتے خیمون سے بہتر ہوسکتی ہے۔ ان خیمون مین تھرمامیٹر ہر روز ایک سو پانچ درجہ پر رہتا تھا۔ اور بار بار بخار کے آنے سے مجھے خیال ہوگیا تھا کہ پناہ کی جگہ عمدہ تجویز کرنی چاہیے۔ ہر شخص کہتا تھا کہ اوپر جو انبار گندگیون کا ہے اسکا صاف ہونا مشکل ہے حالانکہ سب کو اسکی خواہش تھی کیونکہ جو ہوا کہ اس خطہ سے ہوکر آتی تھی اسمین کچھ اور بو شامل رہتی تھی۔ مین نے چند ملاحون اور ہر قسم کے بیگاریون کی مدد سے تھوڑی سی زمین صاف کرائی اور اون دونون محرابون کے درمیان مین ایک چھپر ڈالدیا اور اوس جاعت مین پہلا مکاندار مین ہوا۔ تین سال تک جب تک کہ میرا قیام سندھ مین رہا اوس عمارت مین کوئی نہ کوئی ضرور رہتا تھا۔ اور یقین ہے کہ ابتک کوئی رہتا ہو باوجود ٹپش کے سکر ایک دلچسپ جگہ ہے۔ ایک ہی نظر سے معلوم ہوسکتا ہے کہ اس مقام پر کیونکر تین قصبے آباد ہوگئے ہین۔ بکر کا جزیرہ جسکے چارون جانب عمیق اور زدر وشور کا پانی ہے ایسا ہے جیسے ایشیائی لوگ سد سکندر

تصور کرتے تھے۔ اسمین قلعہ بنایا گیا اور وہ جگہ نہایت مشہور ہوئی۔ اور سندھ اور دریاے سندھ کے جنوبی حد کی کنجی تصور کیجانے لگی۔ اوسکے دوجانب روڑی اور سکر کے قصبے بس گئے۔ اپنے تفریح کیوقت مین ان قصبون کے گرد و نواح کے ویرانون اور مسجدون مین گشت کرنے کا شایق تھا جسنے اونسے گذشتہ زمانہ کے حالات حاصل کرنا چاہے۔ لیکن کامیابی کم حاصل ہوی۔ سچ پوچھیے تو صرف سکر ہی نہین بلکہ پورا ملک سندھ کا حالات ماضیہ کے محقق کی تلاش کے لئے ایک تنگ میدان ہے اور بہت کم یادگارین ایسی ہین جو مورخ کے مصرف کی ہون۔ ہرچند کہ دریاے سندھ اس ملک مین بہتا ہے اور ہندوستان پر حملہ کرنے والے کی فوج اس ملک سے گذری ہے مگر کوئی تعمیر زمانہ گذشتہ کی ایسی نہین ہے جو سیاح کو سنین ماضیہ کی یاد دلاتی ہو یا اس تاریکی کے دفع کرنے مین اسکی مدد کرتی ہو جسمین اس ملک کی ابتدائی تاریخ پوشیدہ ہے۔ سندھ کے کسی زمانہ مین نہایت مشہور شہرون کا مقام بھی اسوقت متنازعہ فیہ ہے اور گو کہ شاید آٹھ ہی سو برس اسکو ہوے ہونگے جبکہ الور یا برہمن آباد نہایت عروج پر تھا تاہم کوئی تاریخ اسکی باشندون کی موجود نہین ہے۔ اور زبانی مہمل روایتون سے معلوم ہوتا ہے کہ جو ویرانے اسوقت نظر آتے ہین وہان ہزارہا بندگان خدا رہتے تھے اور وہ سلطنت کا پایہ تخت تھا چچ نامہ اور معصوم نامہ مین کوئی ذکر اوسوقت کا نہین ہے جو سکندر کے حملہ اور خلفاء کے جرنیلون سے سندھ کے فتح ہونے کے درمیان مین گذرا بجز اسکے کہ چند بادشاہون کے نام ہین اور بیہودہ روایتین۔ ہم لوگون کو کوئی رہنما نظر نہین آتا جو اون تغیرات کو بتاے جو اس وقفہ مین ہوے اور اگر زمانہ حال کے تبدیلات کے لحاظ سے بحث کیجاے تو معمولی عظمت و شان کی نہ ہوگی۔ بس اون قطعات کے قدیم جغرافیہ کی نسبت خیال دوڑانا (جو دریاے سندھ کے کنارہ پر تھے) اور قیاسات کو دخل دینا جو محض دنیا مین (عبث ہی رہا) الور جو کسی وقت مین سندھ کے ہندو راجاؤن کا پایہ تخت تھا۔

اسکی نسبت کسی قدر واقفیت حاصل ہوسکتی ہے اور اور باتون مین یہ بھی ممکن النظر آتا ہے کہ جسوقت دریاے سندھ نے اوس قدیم شہر کو چھوڑ دیا اور ایک نئی سوتے سے روڑی اور سکر کے بیچ ہوکر بہا اوسکی "تاریخ" کا تعین ہوسکے۔ خواجہ خضر کے چھوٹے سے جزیرہ مین روڑی کے سامنے ایک مسجد ہے جسکی صورت سے قدامت ظاہر ہے اس عمارت مین یہ کتبہ ہے جسے مینے ایک گشت لگاکر دیکھا اور لکھ لیا۔ جان لو کہ جب یہ دربار تیار ہوا آبحیات اسکے گرد و نواح مین تھا۔ خضر نے اچھی نظم مین لکھا کہ اسکی تاریخ خدا کا دربار ہے۔ سنہ ۳۴۱ ہجری" اگر یہ تین سو اکتالیس ہجری صحیح ہو تو مسجد سنہ ۹۵۲ع مین تعمیر ہوی یعنے ڈھائی سو برس ہندوستان پر مسلمانون کے حملے کے بعد۔ اگر اس تاریخ مین کوئی غلطی ہو تو اوسے دانستہ سمجھنا چاہئے کیونکہ حرفون سے مادہ تاریخ وہی نکلتا ہے جو ہندسون مین جو لوگ اسے نہ جانتے ہون وہ جان لین۔ کہ عربی کے ہر ایک حرف کیلیے ایک عدد مقرر ہے پس جب عمارت کی بنا۔ یا کسی کتاب کی اشاعت کی تاریخ کا آیندہ نسل کو جتانا منظور ہوتا ہے تو اسکا ایک ایسا نام رکھ دیا جاتا ہے کہ جسکے حرفون کے اعداد کے جمع کرنے سے اسکے اختتام کا سنہ نکل آتا ہے۔ اگر یورپ مین بھی یہ طریقہ جاری ہوجاے تو حافظہ کو بہت کچھ تکلیف سے نجات ملیگی۔ اس وقت انسان کو صرف اسقدر کرنا ہوگا کہ کسی عمارت کا نام دریافت کرلیا اور اسکا سن تعمیر معلوم ہوگیا اور کوئی شخص جو کسی مشہور نظم کا ذکر کریگا تو اوسے وہ وقت بھی فورًا یاد آجائیگا۔ جب وہ پہلے پہل تعمیر ہوئی۔ مگر کتبہ کی تصدیق روایتون سے اور دوسرے امور سے بھی ہوتی ہے جو محقق کو پیش آتے ہین مثلًا لوگون مین مشہور ہے کہ ایک گڈریہ نے جسکا نام باجی تھا اور جسکا جھونپڑا اس جگہ پر تھا جہان اب باجی کا محل ہے جو قصبہ روڑی کے محلون مین سے ہے کچھ فاصلہ پر ایک شعلہ نکلتے دیکھا اور یہ خیال کرکے کہ کسی مسافر نے آگ جلائی ہوگی اوسنے اپنی بیوی کو آگ لانے کے لئے بھیجا مگر جب وہ اسکے قریب جاتی تھی وہ (شعلہ) بجھ جاتا تھا یہ دیکھکر وہ واپس آئی اور اپنے خاوند سے اوسکا حال کہا۔

اوسکو عورت کے کہنے کا اعتبار نہوا چنانچہ وہ خود گیا اور اوسوقت اوسے یہ اعجاز نظر آیا۔
جب اوسے دیکھکر عبرت ہوی تو اوسنے ایک تکیہ وہان بنایا اور بطور فقیر کے وہان کی مجاوری
کرنے لگا۔ اسکے بعد ہی دریا سندھ نے اپنا سوت بدل دیا اور الور کے پاس سے ہٹ کر
اوس زمین کو گھیر لیا جہان باجی کا تکیہ تھا اور جسے اب جزیرہ خواجہ خضر کہتے ہین ۔
چاچ نامہ مین ایک اور قصہ ہے جسمین بیان ہے کہ الور کا راجہ چاہتا تھا کہ اپنے
شہر کے ایک تاجر کی حسینہ لڑکی کو اپنے قبضہ مین لائے۔ اسکے بدقسمت باپ نے آٹھ دن
کی مہلت لی اور وہ زمانہ صوم وصلوٰۃ مین بسر کیا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ کسی نے اوسے معہ دولت
اور اوسکی لڑکی کے جزیرۂ خضر مین پہونچا دیا اور دریا نے بھی شہر الور کو چھوڑ دیا جو بوجہ
اُسکے راجہ کے ظلم کے غضب الہٰی مین گرفتار ہوا۔ چاہے ان روائتیون کی صداقت
کیسی ہی کیون نہو انکی موجودگی سے یہ یاد رکھنے کی جگہ ہے کہ کتبہ اصلی ہے۔ یہ بھی نظر
آتا ہے کہ روڑی اور سکر کی قبرون مین گو کہ بہت سی اکبر کے عہد کی ہین بعض ایسی بھی ہیں
جنکی قدامت کتبہ کی قدامت کو پہونچتی ہے۔ بکر کے قلعہ کے نزدیک بستی کے ٹاپو مین
جسے سات پارسا عورتون کا جزیرہ بھی کہتے ہین یہ کتبہ ہے۔ سعیدالدین جو شریف خاندان
اور عقل ودانش مین کامل اور بیمثل تھے انکی روح اس خانہ خاکی سے فردوس برین
کو سدھاری۔ جب مین نے سنہ وفات دریافت کیا تو دل نے صدا دی کہ میر جو میرے
دل کا مالک تھا فردوس کا باشندہ ہوا۔
اس سے تاریخ ۳۰۲ ہجری نکلتی ہے جو اس قسم کی یادگار کے لئے بہت ہی بڑی قدامت
ہے۔ اسیوجہ سے مین نے اس معاملہ کو بار بار تحقیق کیا تاکہ اگر مین انکا ذکر کرون تو کوئی
پرانا سند ہی غلط نہ ٹھہرائے بلکہ مین نے اپنے بوڑھے مسلمان منشی اور اپنے سنجیدہ دُبلے
پتلے خزانچی کو جو حساب مین ایک کوڑی کا سوان حصہ بھی نہ چھوڑتا تھا ایک ساتھ اعداد کو
جوڑنے کے لئے کہا مگر دونون نے تاریخ مندرجہ بالا کی صحت مین مطابقت کی پس ہم ابھی

بخوبی صحیح تصور کرسکتے ہین۔
قبر کی حالت سی نہایت قدامت برستی ہے اور اسکے لحاظ سے تاریخ پر تیقن ہوسکتا ہے۔
وہ جزیرہ کے مشرقی کنارہ پر ہے اور نہایت مسمار ہے۔ اسلئے ظن غالب ہیکہ دریا سندھ نے
اپنا سوتا الور سے روڑی کو ۱۲۳۵؁ھ مین جیساکہ جزیرہ خضر کی مسجد کے کتبہ مین لکہا ہے بدلا۔
اور اوسکے بعد ہی وہان کے لوگ روڑی کو آنے لگے۔ غالبًا انہین سیدون کا خاندان بہی
یہان آیا جسمین ایک کی قبر پر خضر کی مسجد کے پندرہ سال بعد کی تاریخ لکہی ہے. اگر آٹھ سو
برس کی قدامت روڑی سکر یقین کیجاتی ہے تو یہ سمجہنا چاہئیے کہ انکی بنا کو بہت دور زمانہ
گذشتہ مین قایم کیا ہے۔ کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ کئی صدیان گذرین اور دونون مقامات
دولت اور شہرت کی لحاظ سے بڑے عروج پر تہے اسکی تصدیق اُن بہت سی قیمتی تعمیرات
سے ہوتی ہے جو قبل اور درمیان عہد سلطنت اکبر کے بنا ہوئین اور نیز سیدون کی یہان
آکر آباد ہونیسے جو اس ملک مین بہت دور کے ملکون سے آئے۔ اکبر نے سندھ کو ۱۵۷۲؁ء
مین فتح کیا اور گو کہ قریب تین صدیون کے گذر چکے ہین تاہم جو عمارتین اسکے عہد سلطنت مین
بن چکی ہین وہ ظاہرا ایسی اون تمامی عمارتون مین بہت ہی جدید معلوم ہوتی ہین جو دریا
سندھ کے دونون جانب کی پہاڑیون پر ہین۔ روڑی کی جمعہ مسجد جسمین یہ کتبہ ہے. مثال
کے طور پر بیان کیا جاتا ہے ”اپنے وقت کا خسرو اور دین کا پشت پناہ اکبر شاہ تاج کا بخشنے
والا اور ملکون کا فتح کرنے والا. ایسا بادشاہ جسکی فوج مثل ستارون کے ہے اور جسکا پایہ تخت آسمان
ہے جو شریعت کا محافظ. اور اپنے زمانہ کا پیشواہے جسکے خدام قیصر و فغفور کے برابر ہین اور جسکے امرا
خاقان تور کے مساوی ہین۔ تیرا ادنے خادم اے شاہ جمشید کا مشابہ روح کا رہنما مثل سمندر کے
فیاض سخاوت کا رکن اور فائدون کا ذخیرہ ہے۔ فتح خان نے جسکی خونریز شمشیر نے بیداد کی جڑ کہود
ڈالی اس مسجد کو آسمانی معاوضہ کے بدلے اور عمدہ مکان بہشت مین پانے کی امید مین تعمیر کرایا.
یہ وہ جگہ ہی جس سی مثل کعبہ مقدس کے دل بڑہتا ہے اور مثل باغ جنان کے روح کو فرحت ہوتی ہے

خدا کرے کہ یہ مدتوں تک جون کی تون قایم رہے۔ مینے اوسکی تاریخ کی دلمین تلاش کی تو یہ عبارت نکلی کہ خان نے
اس مسجد کو تعمیر کیا اور دنیا کو الوداع کہی"۔ ایک اور مثال ایک چھوٹی سی گنبد نما عمارت سی پائی جاتی ہے
جو اسوقت ایک جزو اجنبی کے دفتر کا سکرین ہے۔ یہ بھی اکبر کیوقت کی ہے مگر صورت سے بالکل جدید معلوم ہوتی ہے۔
اسپر اس مضمون کا کتبہ ہے" اوس بادشاہ اعظم نے خلافت کے عہد مین جو مغز شاہنشاہ و دین کی آب و تاب ہے
یعنے محمد اکبر بادشاہ جو کفار کا ہلاک کرنیوالا ہے خدا اوسکی سلطنت کو قایم رکھے اس عمارت کو عمدہ کامون کیلیے
امیر محمد معصوم بن سید صفائی رئیس بکر نے جملہ مسلمانون کے عام فائدہ کیلیے بنایا۔ جو کوئی اس عمارت کی اندر
قبر بنائے اوسپر قہر خدا و رسول و ملائکہ و حور عین کا نازل ہو۔ سنہ ۱۰۱۱" اوسکے مقابل مین ایک اور عمارت ہے
جسپر سفید ابین کے اشعار مین کندہ ہین" پیاری جگہ جس سی مثل ناجیون کے باغ کے مسرور دل کو بہشت
کی خوشی پہنچتی ہے۔ رحمت کیجگہ تیری تاریخ اجنبی یہ کہکر تلاش کرلین تو دل کا باغ ہے سنہ ہجری"۔
انکے مقابلہ مین جو قبرین اجنبی کے اوپر کی پہاڑیون پر ہین وہ بہت پرانی معلوم ہوتی ہین۔ اس سب
ویرانہ مین کوئی مقام کسی ہندو پرستش گاہ کا نہین ہے حتی کہ الور مین بھی جہان ایک ہندو خاندان
حکومت کرتا رہا کوئی نمونہ ہندو عمارت کا نظر نہین آتا۔ البتہ چند مدور برج ہین جو بہت پرانے معلوم ہوتے
ہین جنکا نقش و نگار دیوار تک نہایت ہی بھدا ہے لیکن یہ مسلمانون کے مقبرے ہین کیونکہ اندر کی
قبرون کا رخ جانب مکہ ہے۔ جسے لوگ راجاؤن کا کورٹ اور محل بتاتے ہین وہ اسوقت ایک بڑا ٹیلہ
گرے ہوے مکانات کا ہے جنکی کوئی تمیز نہین ہوسکتی۔ ایک مقام مین جسے خیرپور کے سردار میر رستم خان
نے کھدوایا تھا ایک دیوار نہایت موٹی میرے قیاس کے مطابق بارہ فٹ کی نظر آئی۔ اس محنت کا
امیر کو کوئی معاوضہ کسی چیز کے دریافت ہونیسے نہ ملا اور اس کام کو لوگون نے ضعیف الاعتقادی سے
چھوڑ دیا۔ الور روڑی سے پانچ میل کے فاصلہ پر ہے اور راستہ ایک پل سے ہوکر گیا ہے جسکو بعض لوگون
نے بیجا قدامت سے منسوب کیا ہے۔ اسکو جسقدر پرانا یعنے دو سو برس کے باشندے بیان کرتے ہین
اوس سے زیادہ قدیم تصور کرنیکی وجہ نظر نہین آتی۔ یہ ظاہر ہے کہ دریاے سندھ کی اصل سوتے پر نہ بنایا
گیا ہوگا کیونکہ بیچ کی محراب کی بلندی صرف چودہ فٹ ہے اور اسکی کل لمبائی چھ سو فٹ سے زیادہ نہین ہے۔

یہ ممکن ہے کہ اصل دریا جب الور سے ہٹ آیا تو عرصہ تک تھوڑا سا پانی پرانے سونے مین بہتا رہا ہوگا جسپر یہ
پل یا تو محمد معصوم یا اس زمانہ کے کسی اور مخیر امیر نے بنوا دیا پل کو عبور کرنیکے بعد ایک موضع ملتا ہے
جسمین سانٹھ باشندے آباد ہین انمین سے دو تہائی مسلمان اور بقیہ ہندو ہین۔ ایہ اونکے کم محصول لیتے
ہین اور وہ اپنے کھیتون کی پیداوار کو شکر گنج شاہ کی مجاورون اور مریدون کے ہاتھون فروخت کرتے
ہین۔ اس گاؤن سے ایک وسیع سلسلہ ویرانون کا شمال و مشرق کی سمت مین چلا گیا ہے اس بڑے تودہ میز
کوئی کتبہ یا قابل لحاظ شئے مل نہین سکتی بجز ایک خوشنما ویرانہ کے جسے عالمگیر کا محبس کہتے ہین اور دو
قبرین سیدون کی جنمین ایک شکر گنج شاہ کا مزار اور دوسرا خلیفہ قطب الدین شاہ کا ہے پہلے بزرگ کا
مزار ایک مشہور زیارت گاہ ہے اور گرد و نواح کے لوگ وہان مہینے مین دو بار زیارت کو جاتے ہین
اوسپر کوئی گنبد یا مکان نہین ہے بلکہ ایک سادہ سفید مزار ہے اور حاشیہ پر بیل بوٹے ایک قسم کے
پھول کے وضع کے بنے ہین جن چیزون کو اونکے ماننے والون نے بطور نمایش کے لاکر آویزان
کیا تھا۔ انمین بعض کنٹرون کے کاک بھی تھے مگر یہ اونکے مصرف کی لاعلمی کیوجہ سے کیا گیا تھا کیونکہ
جب مینے مجاور سے بیان کیا کہ یہ اشیا در اصل شراب کے برتنون کی ہین تو وہ نہایت ہی متفکر ہوا۔ اور
انھین فوراً نکال کر پھینکدیا اور اوسکا تمام الزام اپنی بیوی کے ذمہ عائد کیا۔ اور کوئی بات مجھے الور
مین نظر نہ آئی جو قابل لحاظ ہو بجز اسکے کہ دریا کے پیٹ مین دو پتھر ملے جنمین اس مضمون کا کتبہ تھا کہ
انھین محمد معصوم نے دریا کے قدیم راستہ کو جتانے کیلیے نصب کیا ہے۔ اس لایق سید نے کئی تعمیرات
روڑی کے گرد و نواح مین بنا رکھی جنمین بہت کچھ صرف ہوا۔ وہ سکر کہ مین نوے فٹ کی بلند مینار کی جڑ
مین مدفون ہین کوسون تک دور سے نظر آتا ہے۔ جو شخص اوسکے خاندان مین ہونے کا دعوی کرتا ہے اوسنے
اپنی آخری قیامگاہ اسی قبرستان مین بنائی ہے۔ روڑی کے لوگون کا بیان ہے کہ حضرت رسول خدا
کے سر کا ڈیڑھ بال جسے لوگ موئے مبارک کہتے ہین وہ ایک سونے کی نلی مین ہے جسمین بڑی بڑی یاقوت
جڑے ہین اور اسکے دکھانے مین بہت کچھ ظاہر داری صرف کیجاتی ہے۔ مجاور نے مجھ سے کیفیت ذیل اسکے
روڑی مین لائے جانے کی بیان کی تھی۔ وہ ۹۵۲ہ ہجری مین موئے مبارک کے مجاور مخدوم میان عبد الباقی

صدیقی استنبول سی سکر مین تشریف لائے اور اُن مقدس چیزون کے اصل ہونیکی اسقدر ثبوت کافی دیئے کہ ا
زمانہ کے جملہ اکابر اور دیندار لوگ مثلاً شاہ حیدر حقانی و مخدوم عبد الملک آنکی زیارت کو آئے۔ اونکی بین مجاور
کا عہدہ حاجی محمد بن عبد الستار صدیقی کو ملا جسپر وہ اسّی برس تک قایم رہے اونکے بعد شاہ حافظ محمد اسحاق
مجاور ہوے اور پھر حافظ محمد رضا اور حافظ محمد مراد حاجی محمد موصوف کے بیٹے اور اب مجاوری حافظ محمد اسحاق کے
خاندان مین ہے۔ مجھے سکر مین بہت دن رہتے نہین گذرے تھے کہ مجھے وہان کے وہ سارق فرقے نظر آنے لگے
جو ہماری گرد و نواح مین رہتے تھے۔ میری پہونچنے کے چند روز کے بعد رحمان برڈی جو ایک مشہور ڈاکو تھا آنکر حاضر
ہوا اور ہمارے یہان پچاس روپیہ ماہوار پر نوکری کی۔ وہ ایک لمبا تڑنگا تندرو شخص تھا لیکن ایک ہی ہاتھ
رکھتا تھا دوسرے ہاتھ کو سندھ کے حاکمون نے اس خیال سے کٹوا لیا تھا کہ اب وہ چوری نکرے گا
مگر رحمان نے اس عمدہ کام مین اور زیادہ سرگرمی ظاہر کی۔ جون ہی اوسکا زخم اچھا ہو گیا وہ پھر اپنے
مشکی گھوڑی پر سوار ہوا اور پہلا کام یہ کیا کہ ہمارے یہان کے ایک منشی پر حملہ کر کے اوسے مجروح کیا اور مردہ
سمجھکر چھوڑ دیا۔ اوسکے پانچ ایسے کاری زخم لگے تھے جس سی بجز ہندو کے دوسرا بچ نہین سکتا۔ اس قسم کی
بد معاشیون سے اوسنے وہ شہرت حاصل کی کہ اوسکے قتل کرنے کیلیے انعام مقرر کیا گیا۔ کچھ دنون کے
بعد شیر محمد خان برڈی جو برڈی فرقے کا سردار تھا پولیٹکل افسرون کی ملاقات کو آیا اوسوقت رحمان کی
نسبت گفتگو چھیڑی اور افسر نے اس بد معاش کی گرفتاری کی بڑی خواہش ظاہر کی۔ سردار کے لوگون
مین ایک بلوچ نے جو عمدہ پوشاک پہنے تھا اور اس گفتگو مین شریک رہ چکا تھا اوسکی گرفتاری کی
ضرورت سی اتفاق رائے کیا لیکن اپنا سر نہایت سنجیدگی اور ظاہرا بہت افسوس سی ہلا کر کہا کہ یہ کام نہایت
مشکل ہوگا کیونکہ رحمان آتنا بڑا حرام زادہ ہی کہ اوسکا گرفتار کرنا ممکن نہین۔ کچھ اور گفتگو کے بعد جلسہ ختم
ہوا اور جب رحمان نے ہماری نوکری قبول کر لی اُسوقت معلوم ہوا کہ وہ وہی بلوچی تھا جسنے اپنی گرفتاری
کے لئے اسقدر سرگرمی ظاہر کی تھی۔ لارڈ برلی کیطرح اسکا سر ہلانا اسکے بلوچی سامعین کیلیے پر معنی ہوا
ہوگا۔ اور بعد کو وہ سب ہنستی ہونگے مگر بلوچی مثل اور لوگون کے ہنسوڑ نہین ہوتے انکا طریقہ بالعموم
سنجیدہ ہی بلکہ خشک اور جب کوئی شئے انھین متعجب کرتی ہے تو انکے خیالات شاذ ہی لفظ واہ سے

زیادہ کسی اور طرح پر ظاہر ہوتے ہیں وہ عجیب غریب قصون کے سننے کے شایق ہین اور وہ کیسے ہی ناقابل اعتبار
کیون نہون وہ کبھی شک نہین ظاہر کرتے اگر اونکے بزرگون کا ذکر آجائے۔ ایک شخص نے ایک دن مجھ سے
ایک قصہ قسمت کا کہا اور بیان کیا کہ بہت عالم مین ہوا۔ قصہ یون ہے کہ ایک شخص پیارے خان بلوچی جمالی
فرقہ کا ایک نوجوان بہت بہادر سپاہی تھا اور نیز بڑا نشانہ باز سمجھے تھے۔ اور چند ہی لوگ تھے شیر بازی مین
اس سے بڑھکر تھے اسیوجہ سے وہ خلاف اپنے دوستون کی راے کے مکران گیا کیونکہ ایک پیر نے کہدیا تھا۔
کہ وہ وہان سے لوٹ کر نہ آئیگا۔ پیارے خان انکے سمجھانے پر ہنسنے لگا اور اس بات پر راضی ہوا کہ جہانتک
ہوگا مین اپنے کو صرف خطرے مین نہ ڈالونگا۔ وہ گھر کو واپس آرہا تھا کہ کھجورون کے درختون کے ایک
باغ سے گذر ہوا جو اس ملک مین افراط سے ہوتے ہین اور وہان کسی کے دردناک چلانے کی آواز سنی۔
اوسنے اوپر دیکھا تو ایک شخص نظر آیا کہ وہ ایک لمبے درخت پر عرق نکالنے کیلیے چڑھا ہے۔ وہ پاؤن
سے اس درخت کو لپٹا ہوا تھا جسکے باعث سے اپنے کو ایک بڑے سانپ سے بچا نہین سکتا تھا جو
اوسکے قریب پہونچ گیا تھا اور اوسے ڈسا ہی چاہتا تھا۔ پیارے نے اپنی بندوق ہاتھ مین لیکر
اوسکو خیال ہوا کہ وہ شخص جو سانپ کے سامنے ہے نشانہ نہو جاے۔ اس شخص نے ابتداے خوف کیحالت
مین اوسکو بندوق فیر کرنیکی آواز دی اور پیارے نے گولی اسقدر اندازے کیساتھ لگائی کہ سانپ کے
سر کے پار ہوگئی اور وہ فوراً مرگیا۔ جو شخص درخت پر تھا وہ جلد جلد نیچے اترا۔ تاکہ اپنے بچانیوالے
کا شکریہ ادا کرے۔ مگر جب نیچے آیا تو اوسے مردہ پاکر نہایت گھبرایا۔ اسکا یہ سبب تھا کہ ایک ٹکڑا سانپ کے
جبڑے کا جسمین زہریلا دانت تھا گولی سے اوڑ گیا اور پیارے کے چہرہ پر آکر گرا جس سے اوس کا
چہرہ زخمی ہوگیا اور زہر اسقدر تیز تھا کہ مکرانی کے اوترنے کے پہلے وہ قسمت کا شکار ہوا مینے اپنی منشی
سے کہا کہ یہ قصہ عجیب قسم کا ہی۔ اوسنے کہا ہان صاحب مگر یہ اوسکی قسمت مین لکھا تھا بس اور کیا
کہا جائے۔ واقعی بلوچی عجائب و غرائب کے بڑے شایق ہین اور انکو نہایت مہمل خیال تعداد وقت
و تاریخ وغیرہ کا ہے جسمین ہم انگریزون کو صحت کا بہت خیال رہتا ہی۔ ایک پولیٹکل افسر نے جو
بلوچی بولتا تھا (واقعی وہی اکیلا شخص بول سکتا تھا) ایک بوڑھے سفید بال والے بلوچی کو جو رند فرقہ کا تھا

اور اوسوقت اجنٹی کے مکان بنانے کیلئے اینٹین لئے جاتا تھا روک کر پوچھا کہ افغانستان پر انگریزون کے حملہ کرنیکے بارہ مین تمہارا کیا خیال ہے اوس بڈھے نے سر ہلا کر کہا کہ "مین خیال کرتا ہون کہ تمہاری فوج لوٹکر واپس نہ آئیگی۔ اسکے پہلے سات لاکھ آدمی ہندوستان سے کابل کے فتح کرنیکو گئے تھے مگر وہین مرکھپ گیے اسیطرح آپکی سپاہیون کا بھی حال ہوگا" جب اس سے پوچھا گیا کہ بتاؤ تمہارے نزدیک ہماری کسقدر فوج ہے تو اوسنے جواب دیا کہ تین لاکھ۔ یہ تعداد کے معاملہ مین انکی صحت کا اندازہ مشتی نمونہ از خروارے ہے ایک مرتبہ مین نے بگیتی فرقہ کے سردار بی برگ سے پوچھا کہ تمہارا کیا سن ہے۔ تو اوسنے بے تکلف کہا کہ ایک سو بیس سال حالانکہ بہت زیادہ سے زیادہ اسکا سن ستر برس کا ہوگا مگر اس سن پر بھی وہ جوان معلوم ہوتا تھا کیونکہ ابتک اسکے بال کالے اور آنکھین چمکیلی تھین۔ بلوچی اون افسرون کے پاس بہت آیا کرتے تھے جو اونسے لطف کیساتھ پیش آتے تھے۔ اور جب دوسرا کام ہوتا رہتا تھا تو گھنٹون بیٹھے ہوے صرف کارروائی دیکھا کرتے تھے۔ اسمین شک نہین کہ ہماری ہر شئے انکے لئے نئی اور دلچسپ تھی اور ہماری فوج مین فرقون اور ذاتون کی آمیزش سے انھین بڑا لطف آتا تھا۔ اسی بارہ مین ایک بلوچی نے ذیل کی کیفیت ہم لوگون کی نسبت اپنی فرقہ سے بیان کی "فرنگیون کی فوج مین کئی قسم کے شیطان ہین۔ ایک شیطان جو کالا ہے بت پرست اور قابل نفرت ہے دوسرا گورے رنگ کا ہے جسکا کوئی مذہب ہی نہین ہے اور تیسرا دیندار مسلمان ہے جو مثل ہمارے نماز ادا کرتا ہے"۔

سکر مین جس قسم کے بلوچی ملتے ہین وہ بالعموم بجز رحمان کے ایسے تھے کہ اوس قوم کی نسبت ایک عمدہ خیال پیدا ہو سکتا ہے مگر اس خیال کی اُن خبرون سے تصدیق نہین ہوتی جو روزانہ آگے کے ناکون سے انکی غارت گری لوٹ اور قتل کی آتی تھین سکر کے قریب جو فرقہ رہتا ہے اسکے خاص النخاص اوصاف بہت زائل ہوگئے تھے گو سا کے لوگ جو انکے فرقہ کا نام ہے جسکے معنی ڈاکو کے ہین اور جسکے لینے مین بدشگونی سمجھی جاتی تھی۔ لوگ اب امن وامان کیساتھ کاشتکاری کرتے تھے اور باوجودیکہ اپنے ساتھ تلوارین اور لڑائی کے سامان رکھتے تھے اور انکا مصرف مین لانا نہین بھولے تھے تاہم صرف اپنے مویشیون اور اونٹون کی حفاظت کیلئے لڑتے تھے۔ انکے سردار قادر بخش نے جو نہایت ہی وجیہ جوان تھا۔

اور جسکی صورت نہایت حسین، اور آواز باریک تھی بہت ہی کم جنگی سرگرمی ظاہر کی اور بخوشی اونہوں نے ہم لوگون کے ساتھ اپنی فرقہ سے ایک دستہ سوارون کا دینے کا وعدہ کیا جو سکر اور شکار پور کے درمیان خطوط پہونچاتے تھے اور اوس ضلع مین بطور پولیس کی سوارون کے کام دیتے تھے۔ اس زمانہ مین ان لوگون سے ہمارا بڑا کام نکلا او جو خفیف تنخواہ اونکو ملتی تھی اس سے زیادہ کے وہ مستحق تھے کیونکہ علاوہ خاص خدمت انجام دینے کے انکی مثال سے اوضلعون کے تمام والے شرارت کرنے پائے اور اونکو بھی درستی چال چلن پر تنخواہ اور ملازمت پانیکی امید ہوئی۔ اس طریقہ سے اور اس بنیاد پر کارروائی کر کے ایک دستہ پولیس کا اوس افسر نے رفتہ رفتہ تیار کیا جسکے تعلق پہلے شمالی سندھ کا پولیٹیکل انتظام تھا چونکہ اس ذریعہ سے جو لوگ زیادہ چست ہوتے تھے وہی ملازمت پاتے تھے اور مختلف حصون اور قومون کی آمد و رفت کی حفاظت ہوئی تھی۔ پس یہ امید ہوئی کہ بہت جلد قدیم کیفیت خونریزی اور لڑائی الملوکی کی جاتی رہیگی اور کل صوبہ کو امن و آسایش کی نعمت حاصل ہوگی یہ امیدین کیونکر خاک مین مل گئین یہ بات لوگون کے ذیل کے ابواب سے معلوم ہوگا۔

تیسرا باب

فارسی کی ایک مثل ہے کہ اگر ہرن کے شکار کو چلے تو شیر کا سامان کرلے مگر جن حضرات نے افغانستان کو فتح کیا تھا اونھون نے بدقسمتی سے اسکے برعکس معنی لگائے تھے یعنے شیر کے شکار کو گئے اور ہرن کا سامان کیا۔ قصہ مختصر یہ کہ ہماری فوج دشمن کو حقیر سمجھتی تھی۔ حالانکہ سعدی کا قول ہے کہ دانی کہ چہ گفت زال با رستم گرد۔ دشمن نتوان حقیر و بیچارہ شمرد۔ یہی میرے نزدیک پہلی وجہ جنگ افغانستان مین زک اوٹھانے کی ہوئی۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ کوئی ایسا سردار نہ تھا جسمین مستقل مزاجی اور قوت فیصلہ ہو اگر ہنری پاٹنجر یا سر چارلس نپیر کابل مین بطور سفیر کے ہوتے تو کبھی جنگ کی نوبت نہ آتی تیسری وجہ ہماری بے آبروئی اور شکست کی اوس وجہ سے پیدا ہوئی جسکا ذکر ابھی ہو چکا ہے کیونکہ اگر کوئی عمدہ جنرل افسر ہوتا تو اونسے کبھی اپنی فوج کو کابل مین شاہ شجاع الملک کی ماتحتی مین کام کرنے کیلیے نہ رکھا ہوتا یعنی

فوج کو ایسے شخص کی حفاظت نکرنے دی ہوتی جو انکی تباہی کی فکر مین تھا اور نہ اونکی ایسی جگہہ رکھتا جہان وہ
نہ اپنے کو بچا سکتے نہ بھاگ سکتے۔ اب ان تینون وجہون کی جانچ کرنا چاہئے اور دیکھنا چاہئے آیا وہ موجود تھین
اور وہ اس نتیجہ کیلیے کافی تھین جو ظاہر ہوا یعنی ہماری فوج کی بربادی اور ہماری بدنامی جو اسوقت تک نہوئی
تھی اب ہوئی — کوئی شخص نہ کہیگا کہ جو فوج نیپیر نے ۱۸۴۳ع کو دریائے سندھ کے پار اتری بلحاظ
تعداد قواعد دانی یا سامان حرب کے اس تمام ملک کو فتح کرنے کیلیے کافی نہ تھی جسپر شاہ شجاع نے چڑھائی
کی تھی۔ لیکن بدقسمتی سے وہ فوج دریائے سندھ سے بالا حصار تک بغیر دشمن کا مقابلہ کئے ہوئے بڑھی جو درہ
بولن اور کھوجک کی سارقون اور اس لحاظ سے بڑھکر قوی تھی جسنے غزنی کے شہر پناہ کے قریب ہمارا
مقابلہ کیا۔ خراسان کے وسیع ملک مین ایک ایسا خوف حائل تھا جسکی شرح نہین ہوسکتی اور محراب خان
اور دوست محمد کے سپاہی انگریزی فوج کے نام سے کانپتے تھے پہاڑ کے بلوچیون کی تیز تلوارین میان
مین پڑی سڑتی تھین یا صرف نہتے اور تنہا مسافر پر کھنچتی تھین۔ یہ پرانی مثل حرفاً حرفاً صحیح
تھی۔ کہ ایک شخص سیکڑون کا تعاقب کریگا اور ہزار دس کو دیکھکر بھاگین گے"۔ ایک نوجوان افسر
نے جسنے اسوقت سے بہت سی ہماری خونریز لڑائیان دیکھی ہین ایک مرتبہ کہا کہ "کوئی میرے ساتھ
ایک نائک اور تین سپاہی کردے اور مجھے جہان کہے بلوچیون کے پہاڑون مین چلا جاؤن"
ایک نے جو اوسوقت ایک ہزار آدمیون کو موت اور تباہی کے منھ مین لئے جاتا تھا یہ لکھا تھا کہ
مین صرف یہ چاہتا ہون کہ یہ حرامزادے بلوچی جمع کر ہمارا مقابلہ کرین مگر اسکا موقع ہی نہین ملتا۔
ان خیالات کے مطابق کارروائی کرکے ہمنے جو کچھ اسوقت تک کیا جب تک کہ متواتر شکستون سے
ہماری آنکھین نہین کھلی تھین وہ صرف حماقت و غفلت و بے احتیاطی تھی۔ اسے کوئی یقین نکریگا
کہ جہان قلعے موجود تھے وہان ہماری فوج میدان مین اونسے ہٹ کر ایک فاصلہ پر خیمہ زن تھی جسپر
دشمن حملہ کرسکتے تھے اور رسد اور خزانہ سے بھی وہ الگ تھی۔ بعض وقت بڑی بڑی رقمین روپیہ اور
ٹھوک چاندی کی فقط بیس سپاہیون کی محافظت مین چھوڑ دیجاتی تھین۔ کبھی کوئی کوشش اس بات
کی نہ کیگئی کہ ان بڑی بڑی ٹھورون مین دمدمے بنائین یا فوج رکھین جو خراسان کی کنجی تھی اور قندھار اور دریائے سندھ

کے درمیان جو مقام نہایت ہی ضروری تھا اسکی خبرداری کیلیے ایک ہندوستانی افسر اور قیس سپاہی کافی تصو
کئے گئے - مگر واقعی کیفیت یہ ہی تھی جو بیان کیگئی - قلات جسکے لئے بہت کچھ خونریزی ہوی تھی یون ہی
چھوڑ دیا گیا تھا - اور نو مفتوح بر ہیون کو ادن افعال قبیحہ کی سرزد ہونیکی ضرورت نہ تھی جو وہان کے
بدنصیب انگریزی اجنٹ کی نسبت بالکل ہی محض طبیعت سے گڑھ کر عائد کئے گئے ہین کہ ایسے بالکل
ہی غیر محفوظ قلعہ کو پھر چھین لیتے - یہ بیہودہ خیال دشمن کی بزدلی کا اسقدر حاوی ہوا کہ اس جنیل
نے جو بوجہ خوش قسمتی کے اور نہ اپنی زور لیاقت سے کابل مین مظفر و منصور داخل ہوا تھا پہلا کام
سندھ سے لوٹتے وقت یہ کیا کہ وہان کی فوج کے ۳/۴ حصہ افسرون کو چھانٹ دیا - شمالی سندھ
کے کل حصہ مین کوئی انجنیر باقی نہ رہا اور جو شخص کیسے ہی کچھ حیلہ سے رخصت کی درخواست کرتا تھا -
اوسے رخصت ملجاتی تھی اسی خیال سے میرے بہادر دوست بیچارہ والپول کلارک چالیس سوارون
اور ایک مختصر پیدل فوج کے ساتھ ایک بلبتھار قطار اونٹون کی محافظت مین مری کی پہاڑیون مین
گئے یعنے ایسے قلب مقامات مین جس سے گذرنے کے بعد کو پوری پلٹنون نے ناحق کوشش کی اور
اسی خیال سے ہمارے جرنیل باغ مین چھ ہزار آدمیون کیساتھ ٹھہرے اور چھ سو ہندوستانی پیدلون
کو کہجک کی قلعہ پر بھیجا جسکی محافظت میدان کے رہنے والون مین سب سے بہادر فرقے کر رہی تھی جنھون
نے مری کے پہاڑیون سے مقابلہ کیا تھا اور بہ آبرو نکل آئے تھے - پرانی مثل مشہور ہے کہ مری می نازد
بکوہ و کہجک بمیدان - یعنے مری کو اپنی پہاڑیون پر فخر ہے تو کہجک کو میدان پر - انھین خیالات سے
ہم لوگون نے شمالی دروں کے محافظون کی تنخواہ ادا کرنے مین بے ایمانی کی اور کابل کی فوج کا ایک
بڑا حصہ موسم سرما کی آمد پر واپس بلالیا اور جو لوگ باقی رہے انھین اوس مقام پر رکھا جہان وہ باسانی
سامان رسد سے محروم کئے جاسکتے تھے بالآخر انہین خیالات کی باعث ہمارے آگے کی فوج کیساتھ بال بچے بھی تھے -
کوئٹہ کے پولیٹکل افسر کو سب سے بالاتر افسر نے لکھا تھا - آپ چاہین تو بقیہ زندگی بآرام تمام شال کے سبز
وادیون مین بسر کرین ' یہ الفاظ قریب قریب صداقت کو پہونچے لیکن اوس معنی پر نہین جو مقصود تھا کیونکہ
چند ہی مہینے کے گذرنے پر ہمارے شال کی تپشوی کو گلرون کی ایک جماعت سے اپنی حفاظت پولیس کیساتھ کرنی پڑی

جنہون نے قبل حملہ کرنیکے ایک کتا اس خوش نیتی سے قربانی کیا تھا کہ کوئی دیوتا اونسے راضی ہوکر فرنگیونکی ساتھ بھی
ایسا ہی سلوک کرنیکا موقع دے۔ اسپر تکلف یہ ہوا تھا کہ جانب شمال کے دوستونسے ابھی ایک خط مین کابل کے قلعہ کی
جانب جسکا انہین گلزون نے جنکے چاقو اب انکی گلے کیلیے تیز ہو رہے تھے سخت محاصرہ کر رکھا تھا فوجی امداد روانہ کرنیکا
وعدہ کیا تھا۔ اسکے علاوہ تھوڑی ہی دن قبل مجھ سے درخواست کیگئی تھی کہ درۂ بولن کی راہ کوئی آلۂ حرب یا
فوجی امداد یا اور کوئی شئے نہین بلکہ براوڈو کا عمدہ پیانو باجا بھیجا جائے۔ معلوم ہوتا ہے کہ شاید اسوقت وہ
کسی وحشی نگر یا لمبے بالون والے بلوچی کی اسباب مین شامل ہے۔ یہ تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ ایسا طریقہ کسی
ہوشیار اور تیز افسر اعلے کی ماتحتی مین قایم نہین رہ سکتا تھا۔ کسی شخص کو جو سر ولیم میکناٹن کے انتظام
سے جو کابل مین کیا گیا واقف ہو اس امر مین شک نہین ہو سکتا کہ جب انہین پہلا وصف نہ تھا ان کی
حکومت ان اضلاع کے باہر جو اس شہر کے ماتحت تھی اسقدر کم عمل مین لائی جاتی تھی کہ انہین مشکل سے
کوئی افسر اعلے یا حاکم دریا سندھ کی پار کے ملک کا تصور کر سکتا تھا۔ جو پولیٹیکل افسر کوئٹہ اور قندہار مین
تعینات تھے وہ اگر براے نام نہین تو فی الواقع خود مختارانہ بلا انکی حکومت کی کام کرتے تھے اور شمالی سندھ
کا افسر انکی حکومت بالکل نہین تسلیم کرتا تھا۔ اسکے سوا خاص خاص فوجی افسر اور بھی زیادہ غیر مانوس
تھے اور سول اختیارات کو رشک کو اسقدر زور دیتے تھے کہ ظاہراً انکی غرض ان ہدایتون کے خلاف کرنے کی
معلوم ہوتی تھی جو کابل سے ہوتی تھین نہ انکے بموجب کرنیکی۔ یہ ایک دوسری بہت قوی وجہ برائی کی
تھی۔ اس عزیمت کا کوئی سردار نہ تھا۔ ہر مختلف مقام کے فوجی اور ملکی سردار جدا جدا تھے اور دریا سندھ
کی فوج ملک اسکاٹ لینڈ کے پہاڑی فرقون کی جماعت کی مشابہ تھی جسکا ہر ایک سردار اپنے ہمسایہ سے لڑنے پر
زیادہ آمادہ نظر آتا تھا۔ نہ یہ کہ جو مقصد دشمن کی مقابلہ مین تھا اسمین مدد دے۔ جسوقت جنرل ناٹ قندہار کی مصروف
پولیٹیکل افسرون کی خلاف خطوط تیار کر رہا تھا شمالی ہند کی ریزیڈنٹ اور جنرل سل سامان کر رہے تھے کہ اپنا اختلاف بذریعہ
کونسل کے جلد طے کرلین اور سلطان کی ضد اور خود سری کابل کے سول افسر کے مقابلہ مین ظاہر ہونے ہی والی تھی
اسوقت میانی کے ترشرو اور بڑے بہادر کیطرح کسی فوجی ساحر کے عصاے سحر آمیز کی ضرورت تھی کہ ان مخالف
عناصر کو متفق کرے۔ ایسا کوئی نہ ملا اور اس ہنگامہ مین مفتوح قوم نے سر اوٹھانا شروع کیا۔ مرکونکی تلوار

نے پہلے اس بات کو ثابت کیا کہ فرنگی ایسے نہیں ہیں کہ انپر دانہ چل سکے اسکے بعد برہولی اور گلگر قوموں نے بلوہ
کیا اور کابل تک آگ لگ گئی ذرا ہماری فوج کی حماقتوں کو تو دیکھئے کہ یہ سوچی کہ کابل والے جو اپنے بھی
لوگوں کا خون بہاتے ہیں وہ غیر لوگوں سے محبت کیساتھ پیش آئینگے۔ تعجب ہے کہ ہمارے ملکی افسروں کو یہ
خیال نہ آیا کہ وہ پرانا مغرور و ظالم کینہ ور شاہ جو اپنی نسبت کبھی بجز "ہمایوں" کے دوسرے الفاظ استعمال نہیں کرتا
تھا اپنے تخت کے قریب نامطیع اجنبیوں کو کب برداشت کر سکیگا۔ انگریزی فوج کا رہنا اسکے لیے سخت بدنامی کی
اسکے لئے یہ گویا پہلو میں خار تھا اور اسکی رعایا کیلیے داغ بے آبروئی اسکو ہر لمحہ ہر ایک بندوق سے جو چھٹتی
تھی اور ہر ایک نشان سے جو لہراتا تھا خیال ہوتا تھا کہ اجنبیوں نے اسے تخت نشین کیا ہے۔ اور جب تک
وہ وہاں خیمہ زن رہینگے خلاف انکی مرضی کے اسکا کوئی حکم موت یا زیست کا نہیں جاری ہو سکتا تھا۔
بھلا یہ ممکن تھا کہ وہ شخص جو اپنے بھائی کو اپنا ہمرتبہ سمجھکر نہ دیکھ سکا وہ کسی غیر ملک کے ایلچی کے کہنے پر چلیگا
اول ہی سے ہمنے خیال کیا کہ اسکا ہماری فوج کو کابل میں رکھنا سخت غلطی تھی۔ گو کہ اس سے ہم لوگ بجنسہ
شاہ اور اسکی رعایا کے بیچ میں بطور دیوار کے تھے۔ شجاع الملک کو جبر خان نے نہایت عقلمندی سے کہا تھا
جسپر خیال کرنا ہمارے لئے بہتر ہوتا کہ "اگر آپ بادشاہت کرنا چاہتے ہیں تو انگریزوں کی کیا ضرورت اور
اگر وہ حکومت کرتے ہیں تو آپکا یہاں کیا کام ہے"۔ لیکن اسکے سوا اس زمانہ میں بلحاظ اپنی حالت کے کابل
کوئی فوج کے ہنوز کی جگہ خیال کئے جانیکے قابل نہ تھا کیونکہ اول تو ایک جانب ہم لوگ اپنی سرحد سے دشوار
گذار دروں اور مشکوک معاونوں کے وسیع ملک کے باعث جدا تھے اور دوسری جانب لڑاکا غلزیوں کے
دشوار گذار ملک کے سبب سے اس ضعیف مدد سے بھی محروم تھے جو قندہار سے ملی ہوتی کسی دوسری جگہ کا خیال
کرنا جو اس سخت مصیبت کی پیش آنے کیلیے زیادہ موزوں ہو جو آخر میں آئے غیر ممکن ہے میر الوٹر یاسنی
جسنے دوست محمد خان اور اکرم خان کے ساتھ کام کیا تھا اکثر کہا کرتا تھا کہ "صاحب آپ لوگ
کابلیوں کو نہیں جانتے جسوقت اس کا بادہ تیز ہوتا ہو تو سمجھ لیجئے کہ بادہ ہونیوالا ہے کابل کے
بازار میں آپکی سنگینوں کا مقابلہ کرنے کیلیے تلواریں کافی ہیں"۔ اسمیں شک نہیں کہ ہماری صحیح حکمت یہ تھی
کہ شاہ کو بالا حصار میں تخت نشین کرکے اسے اسکی فوج کیساتھ چھوڑ دیتے تاکہ جیسا جی چاہے کرے اور خود قندہار کو چلے

آئے ہوتے ۔ وہان ہمنے اپنی فوج جمائی ہوتی اور قوی حصہ قلات مین تعینات کردیا ہوتا اور خوجک اور بولن درون
کی بھی قلعہ بندی کرکے تیل دیکہتے اور تیل کی دہار کیسیکو شک نہین ہوسکتا کہ کابل مین ہنگامہ ضرور ہوا ہوتا مگر
یہ بھی اغلب ہی کہ شاہ کو افغان مددگار اسقدر کافی ملگئے ہوتی کہ وہ اپنی ہی بھگت لیتا ۔ ہمارے چلے آنیسے اسکے
اعدعایلکے درمیان جو وجہ رنجش کی تھی وہ جاتی رہتی اور جب اوسے اپنا ہی بھروسا کرنا پڑتا تو اوسنے زیادہ ہوشیاری
کی ہوتی اور میتیک اس امر کی احتیاط کرتا کہ خاص خاص لوگ جنسے خدشہ تھا وہ باہستگی قبل باغی ہونیکے دفع
کردیئے جائین ۔ ایک بڑی شخص کا مقولہ ہی کہ اقوام کا مشترکہ قانون جو مہذب قومون مین قابل انحراف نہین
سمجہا جاتا تاہم وحشی قومون مین نہین برتا جاسکتا ۔ یہ مقولہ عاقلانہ ہی گو کہ اسمین کسیقدر لوٹ قدیم آئین کا
ہے اور کچھ خمیر جیسوٹ لوگون کی احوال کا ہی ۔ یہی کیفیت فرمانروائی کے قواعد کی ہی بخت انصاف رحم اور
تحمل جو انگریزی تاج مین اسقدر چمک دیتے ہین افغانی تاج مین محض بیکار کھلونے معلوم ہونگے ۔ بہرحال
یہ ظاہر ہے کہ چاہی شاہ اپنے تخت پر قایم رہی یا اوتار دیا جاتے ۔ ہمکو اس سے کوئی مطلب تھا اگر اس قوی
فوج سے قندہار پر قبضہ رہتا تو ہمارا اختیار تب بھی بہت رہتا اور خواہ کابل مین سدوزئی یا بارکزئی خاندان
فرمانروائی کرتا ہم دونون سے اپنی شرایط کی تعمیل کرا سکتے ۔ قندہار کے گرد و نواح کے ملک سے رفتہ رفتہ ہم
لوگون نے بہت کچھ مالگذاری وصول کی ہوتی اور غالباً وسط ایشیا اور ہندوستان کی تجارت اس کیسے
راہ مین ملجاتی مگر ہماری قسمت مین خراسان مین حکومت کرنا نہ تھا ۔ لیکن اگرچہ ہماری غلطیان افغانستان
مین اسقدر نمایان تھین اور سزا بھی ویسی ہی سخت دیگئی ۔ تاہم شمالی سندھ مین جو حماقتین ہم سے
ہوئین وہ بھی کچھ کم نہ تھین ہرچند کہ بوجہ اسکے کہ ملک کم دشوار گذار تھا اور ہمارے ہندوستان کی سرحد
سے ملا ہوا تھا یہان اسقدر بربادی کا نتیجہ نہوا ۔ اب ذرا اون معاملات کی جانچ کیجیے جو ہمارے اور
خیرپور کی امیرن کے درمیان پیش آئی اور اونسے چند حالات کو اخذ کیجیے جو بلوبک مین نہین ملتی اور جنھین سندھ
کے بیکس امیرن کے مقابلہ مین دانستہ چھوڑ دیا ہی ۔ خیرپور کے سردار شاہ کیطرفدار ہونیکی کوئی بڑی وجہ
نہ رکہتے تھے کیونکہ ہماری عزیمت کی چند سال قبل اونکی دو ہزار جری سپاہی اور بہت سے امیر اس سے
لڑکے ہلاک ہوئی تھے یہ لڑائی اسوجہ سے ہوی تھی کہ انسے زیادہ محصول مانگا تھا جو وہ نہ دیسکتے تھے نہ اونکو

کوئی وجہ انگریزون سی مانوس ہونے کی تھی اور رنجیت سنگھ انکا جانی دشمن تھا جب یہ تینون شخص آپسمین ملگئے
اسوقت بھی تعلقات کے رو باصلاح ہونیکی اسوجہ سی اور امید نہ تھی کہ خیرپور کے دوسرے سردار میر مبارک
سے شاہ نے کابل پر چڑہائی کرنے کیلیے سات لاکہ روپیے اور طلب کئی۔ اسپر طرہ یہ ہوا کہ شمالی سندھ مین
اسندھیون کی رائے کی مطابق بکر کا قلعہ جو سب سے قلب جگہ تھی اسکی نسبت بڈہے امیر میر رستم خان سے
کہاگیا کہ انگریزون کے حوالہ کردو۔[1]

اس بڈہے نے پہلے ہی سے جب سے ہماری سفارت سندھ مین گئی تھی انگریزون سے دوستانہ برتاؤ کرنے کا
سخت رجحان ظاہر کیا تھا۔ اوسنے فوراً اپنا قلعہ ہمارے حوالہ کیا اور اپنی تھوڑی بساط کیموافق (کیونکہ
واقعی اسکی بساط تھوڑی ہی تھی) ہماری فوج کے آگے بڑہنے مین مدددی۔ اسکی عملداری مین ہماری فوج
کے آگے بڑھنے کے زمانہ مین چوریان اور زیادتیان بیشک ہوئین۔ لیکن جو لوگ اس ملک سے واقف
ہین وہ جانتے ہین کہ وہان بگٹی اور فراری فرقون کے خونخوار بلوچیون کے گروہ زیادہ ہین جو خیرپور
کو ذرا نہین مانتے اور جو شاید خود امیر کی بھی عزت نکرتے۔ البتہ ان لوگون نے جو اس معاملہ سے
کم واقف ہین یہ بیان کیا ہے کہ پہاڑی فرقون نے کیقدر امیرون کے حکم سے ایسا کیا چنانچہ یہی
خاص الزام نصیر خان پر عاید کیا گیا تھا کہ اسنے بی برگ بگتی کو ہم لوگون پر حملہ کرنیکی ترغیب دی۔
ہرچند کہ چند سال قبل خود خیرپور کی فوج نے چند زیادتیون کا انتقام لینے کی غرض سے ان
پہاڑیون پر حملہ کیا تھا۔ جہان مری اور بگٹی فرقے والے ہین اور سخت نقصان کیا تھا ان بہادر
پہاڑیون کے ہاتھون زک دکھائی تھی۔ میرے ہی زمانہ مین حیدرآباد کے وزیر کے ایک قریبی رشتہ دار
کو بگٹی ڈاکوؤن نے شکارپور مین مار ڈالا تھا۔ پس یہ بخوبی فرض کیا جاسکتا ہے کہ امیرون کو کوئی

[1] خیرپور کیساتھ جو صلحنامہ ہوا تھا تو امیرون نے ایک جملہ خاص اسی جگہ کی نسبت بڑھوا دیا تھا کہ "ہم لوگ (یعنی انگریز)
انکا کوئی قلعہ جو دریای سندھ کے دونون کنارون پر ہے نلینگے"۔ اسپر انگریزی اجنٹ نے کیا ہی پرمعنی جملہ لکھا تھا کہ
تعجب ہے کہ چالاک لوگ خود کیسی منہ کی کھاتے ہین۔ انہون نے یہ کوئی شرط نہین لکھوائی ہے کہ ہم لوگ بکر مین
فوج نرکھین"۔ غرض یہ ہے کہ بکر دریا کے اندر ہے اس لحاظ سے دریائے سندھ کی کنارہ پر نہین۔ شاباش اچھے پھنسے گلے لا

اختیار اُن چوریون اور خونریزیون کے روکنے کا نہ تھا جو ہماری فوج کی روانگی کے درمیان واقع ہوئین لیکن جسطرح ہم لوگ اپنے ملک مین ٹھگی اور ڈکیتی کو دفع نہین کر سکتے اس لحاظ سے امرا خیرپور کے خلاف کوئی وجہ شکایت کی نہ تھی اور خاصکر میر رستم کے خلاف جب ہم لوگ پہلے شمالی سندھ مین گئے اسکے برعکس ہم لوگون کو اس سردار کی مستعدی اور امداد پر خوشنود ہونا اور شکریہ ادا کرنا چاہیئے تھا جیسا کہ ہمنے واقعی کیا۔ اب یہ دیکھنے کہ اوسے بھی ہمارے برتاؤ سے خوش ہونیکی ویسی ہی وجہ تھی۔ پہلا واقعہ جو ہوا وہ ایک ایسا امر تھا جسے ہم لوگ چاہے خفیف تصور کرین لیکن اگر اس لاعلمی کو دیکھین جو ہمارے طرز دا ملوار کی نسبت ایک نیم وحشی دربار مین ہوگی جہان ہم حال ہی مین پیش ہوئے تھے تو شاید ہمکو اوسے کسیقدر سنگین تصور کرنا ہوگا میر مبارک جسکے ساتھ ہم لوگون نے نرمی کا برتاؤ کیا تھا بیمار ہوا جسکے لئے ایک انگریز طبیب خیرپور بھیجا گیا۔ اوسنے مریض کو دیکھا اوسے نسخہ پلوایا اور اوسنے فوراً قضا کی۔ ہم لوگ صاف صاف دیکھتے ہین کہ یہ سانحہ ناگزیر وجہون سے پیش آیا مگر ظن غالب ہے کہ وہان والون نے اس عجیب اتفاق کو بدگمانی سے دیکھا۔ اسکے بعد چند کارروائیان ہوئین کیا وہ ایسی نہین جنسے وہ شک دور ہو۔ ہمارا ایجنٹ جس سے امیرون سے بہت بنتی تھی وہان سے بلا لیا گیا۔ اسکے جانشین نے اپنی آمد کو ایسے فعل سے شہرت دی جسکی نسبت اگر بہت کم کہا جاے تو یہ ہے کہ وہ غیر معمولی سختی کا تھا۔ اوسنے روڑی کے سنجی کا ولد کو حاضر ہونے کیلیے پیغام بھیجا۔ اس شخص نے جواب دیا کہ میر علی میرون کیجانب سے ایک عہدہ دار ہون اگر ایجنٹ کو ضرورت ہو تو خود آئین۔ اسپر فوراً ایک افسر معہ ایک کمپنی سپاہیون کے بھیجا گیا جو اوس بدقسمت کاردار کو گرفتار کر کے سفیر کے روبرو لے آیا اونھون نے سخت حکم دیا کہ اوسے دن بھر بھوکا دھوپ مین رکھو۔ اسکی تعمیل ہوئی اور اس غریب کو اپنی جرأت پر سخت افسوس کرنا پڑا۔ دوسرا فعل اس سے بھی بڑھکر میر رستم کے رنج کا باعث ہوا۔ واقعی کسی دوسرے فعل کا خیال کرنا جس سے زیادہ رنجیدہ ہونا غیر ممکن ہے۔ اسکا وزیر ایک بوڑھا شل اسکے سفید بال والا شخص تھا وہ اسکا پیارا تھا اور اوسے وہ اسقدر مانتا تھا کہ جب ایک مرتبہ میر رستم کے بڑے لڑکے نے اسی وزیر کو سخت سست کہا تو اوسنے نہایت رنجیدہ ہوکر وزیر سے فرمایا کہ "فتح محمد تم ناخوش نہو یہ الفاظ

تمہاری نسبت نہین ہین بلکہ میری نسبت ہین. جو تمکو برا کہتا ہے مجھے کہتا ہی. اس شخص کو جو سندھ مین اعلے
درجہ کا تھا اجنٹ کی سامنے کرسی نہ دیگئی. سندھ کا ایک اول درجہ کا سردار ہمارے عہدہ دار کے روبرو کھڑا رکھا گیا.
یا اوسکو زمین پر بیٹھنا پڑا حالانکہ انگلستان مین اگر کوئی ہندو سوداگر ملکہ کے روبرو کرسی پر بیٹھے تو کچھ خیال نہین ہوتا
یہی فتح محمد غوری ہماری پہلی سفارت کی استقبال کیلیے جو سندھ مین گئی تھی تعینات ہوا تھا اور اوسوقت اوسکو
ہمارے ہان کے لوگون سے وہی اطاعت کرائی ہوتی جو اوسوقت اوس سے کرائی گئی. جب کمرہ سے وہ باہر نکلا
تو اوسنے کہا کہ "کیا یہ شخص جبریل فرشتہ ہے. اگر میرے عہدہ کا خیال نکرتا تو مجھ بڑھے کی جو اسکے دادا کے
برابر ہے کچھ عزت کرتا". یہ ضرور تسلیم کیا جائیگا کہ یہ امر کافی تھا جس سے وہ وزیر بعد کو ہم لوگون کا مخالف ہو گیا
لیکن بہت سی باتین اور بھی اسی قسم کی ہوئین. چونکہ ہمارے اجنٹ کیساتھ بہت سے عیار ہندو محرر اور
منشی تھے تو کیا ممکن تھا کہ وہ لوگ کوئی موقع ان مسلمان سردارون کے ذلیل کرنیسے اور اوس عداوت
کو بڑھانے کا جو درمیان اجنٹ اور رئیس خیرپور کے تھی اور نیز اس ارادہ کی تحریک کرنیکا جو اجنٹ بدقسمت
امیرون کی نسبت رکھتا تھا اٹھا رکھتے. واقعی بہت کم احتیاط اس مخالفت کی پوشیدہ رکھنی کی کیجاتی
تھی. جسکے مطابق ہمارا اجنٹ کام کرتا تھا جونہی اوسے اوس نزاع کی کیفیت معلوم ہوئی جو رستم خان
اور میر نصیر خان کے مقابلہ میر علی مراد کے تھی تو اوسنے خوش ہو کر کہا کہ "اب وہ میرے قبضہ مین ہین"
اسوقت سے اسکی حکمت عملی یہ ہی تھی کہ جتنے الوسع امیر کے خاندانی جھگڑون کو ترقی دے. میر علی مراد جسنے
ہم سے پہلے اتفاق نکیا تھی جسکے پاس ایک بڑی جماعت مسلح لوگون کی تھی جو سب سے زیادہ لائق تھا اور
جسکی زیادہ خواہش ہمارے لئے دقت پیدا کرنیکی تھی یک بیک اوسکی طبیعت بدل گئی. اوسکے اور ہمارے
اجنٹ کی منشی تربنیا سلا ہی کے درمیان برابر خط و کتابت ہونے لگی. یہ وہ شخص تھا جسکو آخر مین بدفعالیون
اور نہایت ہی صاف صاف بدچلنیون کی سزا دیگئی. اندنون لوگون مین سرگوشیان ہوتی تھین کہ اوسنے دیجی
کے سردار کی طرفداری بلا وجہ نہین کی ہے کیا ضرور ہے کہ اب اسکی کیفیت اور بیان کیجاے میر رستم جو انگریزون کا
پکا دوست تھا اب سیقدر دشمن ہو گیا اس سے کہا گیا کہ اپنے پرانے نیک وزیر کو برخاست کر دے. اسکی شنوائی
انگریزی حکام کے یہان نہوتی تھی اور اسکی چھوٹے بھائی علی مراد کی چڑھی بارگاہ تھی. اسکو ایک آہنی جوا

اپنی گردن پر محسوس ہونے لگا اور یہی خواہش ہوئی کہ اوسے اُلٹ پھینکے اسکے خاندان کے تمام نوجوان اوسکے ہمخیال اور شریک تھی بجز ایک شخص کے جسنے اپنی خاندان کو تباہ کرکے عروج حاصل کیا۔ اسمین شک نہین کہ بوڑھی امیر کا غصہ اور بھی زیادہ ہوتا ہوگا جبکہ وہ خیال کرتا ہوگا کہ اوسنے انگریزون کو اپنی ملک مین ناحق بلالیا۔ جب ہماری کامیابیون کی خبر جو قندہار اور غزنی مین حاصل ہوئین خیرپور مین پہونچی تو اسکے درباریون نے اس سی کہا کہ انگریزون کو بکر کا قلعہ دیدینی اور فوج کے آگے بڑہنے مین جو اعانت کیگئی ہے اسکا صلہ بہت معقول ملیگا۔ یہ اکثر کہا جاتا تھا کہ ایک یا دونون ڈیرے ڈیرہ غازی خان و اسمٰعیل خان اوسے ملجائینگے۔ کسقدر اسکی مایوسی اسوقت ہوئی ہوگی جبکہ وہ اپنی عہدۂ ریاست یعنی سردار اعلےٰ سے تنزل کردیا گیا اور اسکا چھوٹا بھائی اسکی جگہ مقرر ہوا۔ اور اسکے وزیر کی پہلی ذلت ہوئی اور پھر اسکے یہان سی نکلوادیا گیا اور خود اوسکے سفید بالون کو بجاے اسکے کہ انکی عزت ہوتی کمزوری اور حکمرانی کی ناقابلیت کا ثبوت سمجھا۔ پہلے اوسنے بہت سی کوشش پولیٹکل افسر کے راضی کرنے کی کی مگر بے سود۔ اوسنے متواتر پیغامات اپنی دوستون کے پاس جنمین مین بھی تھا اپنی جانب سی سفارش کرنیکے بھیجے مگر ہمارے کہنے کی کچھ سماعت نہوئی اور آخر جس سختی کا برتاؤ اسکے ساتھ کیا گیا تھا اسکا ضروری نتیجہ ظاہر ہوا۔ اسمین شک نہین کہ سر چارلس نپیر کے سندھ مین جانیکے بہت عرصہ قبل سے جس خیالات سی انگریزی رزیڈنٹ اور اسکے وہ اسسٹنٹ جو اسکی تقلید کرتے تھے دیکھے جاتے تھے وہ حقارت سی کم نہ تھا[1]۔

جسوقت کپتان کینیڈی اس جگہ بطور پولیٹکل افسر مقرر ہوا اور وہی ایک ذریعہ ہمارے حکام اور امیرون کے درمیان خط وکتابت کا تھا تو سندھی سردارون کی مخالفت علانیہ ظاہر ہونے لگی۔ خیرپور مین پہونچنے کے دوسرے اور تیسرے دن اوسپر گولی چلائی گئی اور اسکا کام اسقدر عجلت کیساتھ ختم ہورہا تھا کہ مورخ کیلیے کچھ لکھنے کی بہت کم جگہ باقی رہتی ہے۔ جب چیف پولیٹکل افسر امیرون کی ملاقات کو بہمراہی جرنیل

[1] اس امر کا ظاہر کردینا قرین انصاف ہے کہ جو حالات اسوقت تھی اوسکے لحاظ سی جو طریقہ سر چارلس نپیر نے اختیار کیا وہ ایسا تھا جسپر وہ واقعات جن پر اوسکو اختیار نہ تھا اور جنکی موجودگی سے وہ لاعلم تھا اسکے رہنما ہوے مین اسقدر اسلئے لکھے دیتا ہون تاکہ کوئی مجھے یہ نہ سمجھے کہ مین اوس شخص کی کسرشان کرنا چاہتا ہون جسکا بحیثیت ہندوستان کے جرنیل ہونیکی کوئی مقابل نہین ہے۔

اور ایک بردست گارڈ کے گیا جو کسی بادشاہ کے شایان تہا۔ ایک رزیڈنٹ نے تو اوسپر گولی چلائی گئی اور اوسکے بہت سے لوگ زخمی ہوی ہر چند کہ یہ فعل بڑی ڈھٹائی کا تھا مگر اوسوقت اسمین بہت کچھ مبالغہ کیا گیا تہا۔ یہ مشہور کیا گیا کہ جرنیل کو ایک کرسی پر بٹھا مولائے تہی جسمین مینحین لگی ہوی تھین اور اسی قسم کی بیہودہ خبرین مشہور تھین۔ مگر ایسا اتفاق ہوا کہ چند روز کے بعد جب کہ ان افواہی زیادتیون کا جوش اعلے درجہ پر تھا تو مین خیبر پور مین سور کے شکار کیلیے گیا اور جنرل انگلینڈ سے ہمراہی ہونیکی درخواست کی۔ ہم لوگ بغیر کسی محافظ کے گئے دو ایک دن عمدہ طور پر امیرون کی ملاقات اور انکے ساتھ شکار کھیلنے مین بسر کیا اور پھر بغیر بداخلاقی کے محسوس ہونیکے واپس آئے۔

جرنیل نے مجھ سے کہا کہ "یہ ممکن ہے کہ یہ وہی شخص ہے جسکی نسبت ہم لوگون نے اسقدر روائتین سنی ہین"۔

ایسا انتظام شمالی ہند کا قبل کرنیل اوٹرم کے ہاتھ مین جانیکے تھا۔ نااتفاقی کا تخم بو دیا گیا تھا۔ اور آبپاشی کر دیگیی تھی اور اب خونریزی کی فصل تیار ہونیوالی تھی مگر باوجود تمام برافروختگیون اور زدلت اور خرابیون کے جو امیرون کے ہوئین۔ اُن لوگون کی عداوت علانیہ طور پر صرف اسوجہ سے ظاہر ہوی کہ وہ ہمارے مطالبون کے انتہا کیجانے سے مایوس ہو گئے۔ بیباک کو جو خط لکھا گیا تھا وہ صاف صاف جعلی تھا کیونکہ انگریزون کے ساتھ لڑنے مین اوسنے جو مدد کی ہوتی وہ کچھ وقعت نرکھتی تھی۔ وہ سو سوارون کو بھی نہ لیسکتا تھا۔ اور اسکا فرقہ کسی ترغیب سے شکار پور سے آگے نہ بڑھتا۔ مگر اس امر کے فرض کرنیکی کوئی جگہ نہین ہے کہ اوسنے امیرون کی مدد کی ہوتی جنھون نے بہت دن نہین ہوے تھے کہ اوسپر اوسکے پہاڑون مین جا کر حملہ کیا تھا اور جسکے افسرون نے ہمیشہ ہماری امداد اسکے لوگون کے گرفتار کرنے مین کی تھی۔

ایک لفظ اب امیرون کی طرز حکومت کا بھی کہتا ہون اور جس طور پر انکی رعایا اوسے خیال کرتے تھی اس امر کی نسبت جسقدر عجیب غلط بیانات ہوے ہین ویسے دوسرے کی نسبت نہوی ہونگے اور ایسے لوگون نے گئے جنکو ذرا بھی وجہ انکے کرنیکی نہ تھی۔ ان بیانات کے بعض کرنے والے اس ملک مین گئے بھی نہین جنکا اُن لوگون نے اسقدر ظاہرا واقفیت کیساتھ ذکر کیا ہے نہ اونھون نے کبھی کسی باشندہ سے گفتگو کی بلکہ وہ زبان اور عادات سے بالکل ناواقف ہین انکے مقابلہ مین ایسے شخص کی شہادت کو پیش کرتا ہون جو امیرون کے خاندان اور اونکے افسرون اور سیدون عالمون اور زمینداروں جاجنون اور خاص خاص

سوداگرون سے واقف تھا جو برابر اوس ملک مین کام سے یا شکار کیلیے سفر کیا کرتا تھا اور ہر موقع پر ضرور بلوچی اور سندہی کاشتکارون اور اونکے سردارون سی گفتگو کرتا تہا بلکہ ہمیشہ تعمیرات کی کام مین مصروف رکھا جاتا تہا اور اس طور پر ہر قسم کے کاریگرون اور مزدورون سے ادر گھرا رہتا تھا اور بالآخر جیسے ایک وسیع جیلخانہ سپرد ہونیکے باعث نہایت ہی نکمی اور ذلیل الحیثیت لوگون سی بھی واقفیت تھی۔ اسکے ساتھ اس خصوصیت کو بھی شامل کر لیجیے کہ مجھے مترجم کی ضرورت نہ تھی جو ان باتون کو کہ مجھ سے کہی جاتین بگاڑ کر کہتا یا اسطور پر کہتا جو اسکے نزدیک مجھی بھی بھلی معلوم ہوتین بلکہ مین ہر روز گھنٹون سندہی یا فارسی مین گفتگو کیا کرتا تھا۔ پھر بھی مین صحیح کہتا ہون کہ مینے کوئی امر امیرون کے خلاف اس سی بڑھکر نہین سنا جو بہت سی انگریز بھلے مانسون کی نسبت کہا جا سکتا ہے۔ میر مبارک کو لوگ کہتی تھے کہ لالچی ہے اور ہر ایک دغاباز جو کیمیا بنانے کا دعوے کرتا ہے اسپر حاوی ہوجاتا ہے۔ علی مراد کی نسبت کہا جاتا تھا کہ وہ فضول خرچ اور مغرور ہے لیکن اوس خاندان کے کسی شخص کی نسبت کوئی جرم میری دانست مین کبھی نہین عاید کیا گیا۔ بجز ایک امر کے جسکی نسبت یہ کہا جا سکتا ہے کہ امیرون کا سزا دینا اسقدر نیکنامی ظاہر کرتا ہے جتنی کہ کرنے والے کی بدنامی اس سی ثابت ہوتی ہے۔ کوئی پندرہ برس کا زمانہ ہوا کہ خیرپور کے ایک قاضی کی لڑکی بلوچی مستورات سکے یہان قرآن شریف پڑھانے اور اسی قسم کے دوسرے کامون کے لئے جایا کرتی تھی کیونکہ سب پڑھنا اور بہت سی فارسی اور عربی لکھنا جانتی ہین[1]۔ یہ لڑکی حسین اور نوجوان تھی اور ایک مرتبہ جب وہ محمد خان تالپور کے حرم کے یہان گئی تھی اوسے اوس امیر نے دیکھ لیا۔ اوسے موقع اس لڑکی سے بات چیت کرنے اور عشق جتانے کا ملا چنانچہ اسے فریفتہ کر لیا۔ یہ بات عرصہ تک اسکے باپ سی چھپی نرہی جو اس سادہ قسم کے انصاف کے مطابق جو ان ملکون مین رائج ہے مجرم کے گھر گیا اور اوسے سخت مجروح کر اور مردہ سمجھکر چھوڑ آیا۔ مگر اوس سردار نے زخمون سے شفا پائی اور امیرون سے قاضی کے سزا دینیے کی درخواست کی لیکن اون لوگون نے اسکی شکایت ذرا بھی نہ سنی اور کہا کہ نہین سزا واجب طور پر

---

[1] اس رائے کا مقابلہ اس تحریر سے کیجیے جو کتاب موسومہ فتح سندھ کے باب (۲) صفحہ ۴۵۹ مین ہے جہان یہ لکھا ہے کہ "مسلمان کم لکھنا پڑہنا جانتے ہین"۔ اور اوسوقت رائے قایم کیجیے۔ ۱۲

ملی بلکہ صاف صاف سنا دیا کہ تمہارا قصور ایسا سخت ہو کہ ہم لوگ اب تم سے راہ و رسم نرکھین گے وہ خیر پورے چلدیا اور سیھر وہان واپس نگیا۔

انصاف کے کرنیمین امیرون کی غلطی یہ ہوتی تھی کہ وہ رحم کیجانب زیادہ جھکتے تھے وہ خونریزی کے سخت مخالف تھی۔ رحمان اور دوسرے بڑے بڑے بدمعاشون کے حق مین اونھون نے صرف ایک ہاتھ کے کاٹ لینے کا حکم دیا مگر یہ گویا انکی سختی کی حد تھی۔ صرف اونکی عملداری کی سرحدون پر اور شکارپور کے جنگل کے گرد نگلیہ اور بروہی ڈاکو لوٹ مار کیا کرتے تھے اور سبزل کوٹ کے پاس کے ملک مین جہان وحشی فراری زیادہ رہتے تھے ڈاکے اور خون زیادہ ہوا کرتے تھے۔ ان پہاڑی خونخوار بلوچیون پر امیرون کو کچھ اختیار نہ تھا مگر ان کی رعایا صابر و شاکر تھی اور انکی حالت کا مقابلہ اگر ہماری عملداری کے بہت سے صوبون کی رعایا سے کیا جاتا تو اونکو سبقت رہتی۔ امیرون کے پاس ہر شخص کی رسائی ہو سکتی تھی۔ کوئی شخص جتے کہ اونٹے سے ادنے ہندو کی بھی انکے یہان سماعت ہو سکتی تھی۔ البتہ ہندو سخت ناخوش تھے کیونکہ انکی زیادہ خاطر نہ تھی لیکن انکی حالت اس سے بدتر تھی جو انگلستان مین ڈسنٹر (یعنے فقیرین) کی پچاس سال قبل تھی نہ انکی حالت انکی اس سے مقابلہ کیجا سکتی ہے جو آجکل آئرلینڈ مین ہے۔ نہرون اور جوار و نیشکر اور دوسرے اجناس کی عمدہ فصلوں اور بیشمار بن چکیون سے ثابت ہوتا تھا۔ کہ محصول اسقدر نہ لیا جاتا تھا جو رعایا پر بار ہو۔ اراضیات انعامی اور وہ جنسے برائے نام مالگذاری لیجاتی تھی بہت زیادہ تھین۔ عام معاملات مین مثلاً شاہ شجاع شاہ نواز خان اور دوسرے شہزادگان مہاجرین کیساتھ برتاؤ کرنے مین سندھ کے امیر سخاوت اور تحمل سے کام لیتے تھے وہ اس قسم کی مہمان نوازی اور حفظ مراتب کے خلاف نہ کر سکتے تھے جیسا کہ پنجاب کے فرمانروانے شاہ کیساتھ کیا تھا۔ تعلات کا معزول سردار مدتون انکی یہان مہمان رہا۔ انگریزون کیساتھ انکا برتاؤ صاف اور دوستانہ اور بھشی کا تھا۔ جو ڈاکٹر انکے عیال و اطفال کا علاج کرتے تھے وہ تحائف سے لادے کی جاتی تھے۔ اون مین سے ایک نے میرے علم مین دو ہزار پونڈ سے زیادہ چند مہینون کے اندر پیدا کئے دوسرے شخص کو جو تھوڑے دنون تک میر نصیر خان کی بیوی کا معالج تھا ایک تلوار دیگئی جسکے قبضہ کیلیے مینی سو گنی دینا چاہا مگر اونھون نے انکار کیا ایک مرتبہ جب مین میر رستم کے سب سے چھوٹے بیٹے کیساتھ شکار کھیل رہا

تھا مینے ایک توڑہ دار بندوق کی تعریف کی جسپر سنہرا کام بنا تھا اور جواہرات جڑے تھے اسوقت مجھسے کچھ نہ کہا۔ مگر جب گھر آیا تو مین نے دیکھا کہ دستکاری کی وہ خوبصورت شئی میرے مکان مین رکھی ہے مین نے اوسی فورًا اوس قاعدہ کے مطابق واپس کردیا جس سی ہندوستانیون سی تحفے[1] لینا منع ہے۔ مگر مین نے اس مہربانی کا کسیقدر شکریہ ادا کرنا مناسب سمجھا اور اسلئے مینے ایک گھوڑا جسکا چھ سو روپیہ دیا تھا ایک امیر کیلیے بطور تحفہ کے بھیجدیا مگر یہ تحفہ منحوس نکلا جیسا کہ انجام سے ظاہر ہوا کیونکہ مینے اوسے جس سردار کو دیا تھا اوسنے ایک افسر کے ہاتھ بیچ کردیا جسنے سر چارلس نپیر کے پرائیوٹ سکرٹری میجر میک مسٹروڈ کے ہاتھ فروخت کیا اور انکی ران کے نیچے وہ میانی کی لڑائی مین مارا گیا۔

چونکہ مینے اسقدر امیرون اور انکے انتظام کی تعریف کی ہے جو ملک سندھ کے شمالی حصہ مین تھا پس شاید مجھ پر اعتراض کیا جائے کہ مین ایک نیم وحشی گورنمنٹ کی تعریف کرکے گویا ان نعمتون کی تحقیر کرتا ہون جو حکام کے تبدیل ہونیسے باعث شایستگی کے حاصل ہوئین۔ لوگ کہینگے کہ اب بھی مساوی طور پر انصاف ہوتا ہے جان و مال کی حفاظت ہوتی ہے تجارت محفوظ ہے اور حملہ خطرہ غیر ملکون کے حملہ کا جاتا رہا ہے بردہ فروشی بھی مسدود ہوگئی ہے اور تمام لوگ ایک قانون کے پابند ہین۔ لیکن ایسے لوگون کی کمی نہین ہے جو اس امر سے انکار کرتے ہین کہ یہ نتائج ہمارے انتظام سے پیدا ہوے چاہے انکی نسبت اسطور پر ظہور پذیر ہونے کی کیسی ہی امید کیون نہو۔ بلکہ سندھ سے جو خبرین ملین اونسے معلوم ہوا کہ وہان فصل نہین ہوئی زمین زراعت سی محروم رہی فوجی قانون جاری کیا گیا اور تمام فرقون مین رنجش پھیل گئی جو کچھ مالگذاری امیرون نے بغیر کوشش کے پیدا کی تھی اسکا اب لوگ کہتے ہین کہ عشر عشیر بھی اس ملک سی نہین وصول ہوتا۔ مین اس امر کی تحقیقات نکرونگا کہ کہانتک یہ خبرین صحیح ہین مگر بحث کی غرض سی تسلیم کرلونگا کہ جس فائدہ کی امید تھی وہ فی الحقیقت ہماری حکومت سی منتج ہوا۔ اگر اسے بھی فرض کرلین تو کیا ہم اسکے مجاز تھے کہ اس طور کو اختیار کرلین جس سی آخرکار انگریزون کا اس ملک پر قبضہ ہوگیا۔ کیا یہ زیادہ آبرو اور انسانیت کا برتاؤ نہوتا اگر ہم لوگون نے امیرون کے خانگی جھگڑون کو شخص ثالث بنکر طے کردیا ہوتا اور اونمین باہم دشمنی اور

---

[1] یعنے رشوت۔ ۱۲

رقابت کو نہ بڑہا یا ہوتا تو کیا یہ ہمارے زیادہ فخر کی بات نہوتی اگر میر رستم کا قابل اعزاز سر اپنی زمین پر اپنے
آبا و اجداد کے مقبرے مین دفن کیا جاتا بہ نسبت اسکے کہ وہ جلا وطن ہو کر قید اور اس گھڑی کو سخت بد دعا
دیکر مرا جب کہ فرنگی کا قدم اسکے ملک مین پہلے پہل آیا۔ آیندہ نسل کے لوگ اسکا جواب دینگے اور انصاف
کرینگے حالانکہ جن لوگون کو اس بیجا لڑائی مین مصیبت جھیلنی پڑی انکے لئے اب کچھ نہین ہو سکتا۔ لیکن
ان خیالات نے مجھکو اپنی روزنامچہ کی تحریر سے علیحدہ کر دیا اب پھر ہمکو سکر اور شکارپور کیجانب متوجہ ہونا اور چند
اور خشک پتے ریگستان سے جمع کرنا چاہیے۔

باب ۴ چوتھا

چھ مہینے اس زمانہ کو ہوے تھے جبکہ ہمارا دستہ سفر کی محنت اوٹھاکر ایک لمبی قطار مین کراچی سے گذرا جس وقت اور
بیقاعدگی سے وہ منزل طی ہوی تھی وہ اون خطوط سے معلوم ہو سکتی ہے جو پیچھے کے لوگون کو وصول ہوی ایک افسر نے
نوشتہ اوسی لکھا تھا کہ "چار دن ہوی کہ ایک پلندہ خطوط کے ٹکڑون کا چھ قاصد میرے پاس لائی اور یہ
بیان کیا کہ وہ ۲۴ گذشتہ کو روانہ کئے گئے تھے۔ راستہ مین انپر حملہ ہوا لوٹ لئے گئے اور انکے لفافے ضایع کر ڈالے گئے
وہ لوگ چند خطوط کے ٹکڑے میرے پاس بطور ثبوت اپنی بیان کی صداقت کے لئے لے آئی۔ یہ ملک نہایت ہی
ابتری اور خرابی کیحالت مین ہے بمشکل سے کوئی دن گذرتا ہی جبکہ ہمارے لوگون پر حملہ نہوتا ہو اور ڈاک کے
سوارون نے سخت تکلیف اوٹھائی ہی۔ چند دن ہوی کہ ایک دفعدار اور تین سوار کپتان انڈرس کی پلٹن کے
مہیر اور اس مقام کے درمیان مارے گئے۔ ایک دفعدار کپتان کرسچی کی پلٹن کا شورن اور اس مقام کے
درمیان مارا گیا بہت سے لوگ زخمی ہوے۔ سہمی سے آتے وقت ہماری فوج پر کل صبح ہونیکے پہلے بلوچیون
کی ایک جماعت نے حملہ کیا لیکن گھوڑون کے توپخانے والے تلوار کھینچکر انپر پہونچے اور چھ کو مارا۔ میرے
کل اونٹ جنکی تعداد قریب پچیس کے تھی کل چوری گئے اور دستیاب نہو سکے۔ کل ہم لوگ دادر جائین گے
یہان ہر چیز کے ملنے مین تنگی ہی اور بالکل رسد جو دستہ ہمارے آگے گیا ہی اسکے صرف مین آگئی۔ ہمارے
ساتھ صرف چھ سات دن کا غلہ رہجائیگا۔ اور اسیقدر تھوڑی مقدار کے لئے گاڑیان بھی ہونگی۔ مگر ہمکو بہت سا

فرض ہی جہانتک ممکن ہو جو اونٹ تمکو راستہ مین ملین انھین آگے لیتے جاؤ۔ کوئی اعتبار اسکا نہین ہی کہ ورہ کے اسپار ہم لوگون کو کچھ دستیاب ہوگا یعنے ہماری ضروریات کیموافق۔ کسی اونٹ کو خالی نہ روانہ کرو۔ اگر کوئی چیز بار کرنے کیلیے موجود ہو۔ آخر تک ہمکو اناج کی ضرورت پڑیگی۔ محافظت کی گارڈ زبردست ہون کرنیل ڈیبی کے برگیڈ کے پیدل اور شاہ کا رسالہ دونون سامان رسد وغیرہ کیساتھ جانیکے لیئے درکار ہین۔ مجھو آپ تک اسکے پہونچنے کی بہت کم امید تھی مگر بھی لکھتا ہون۔ اور ٹرم جنرل ولینشایر کے ساتھ ہین تمنے اسکے اخیر سناک حادثہ کا حال تو ضرور سُنا ہوگا۔ مجھو امید ہے کہ وہ بہت جلد چلنے پھرنے لگین گے کیونکہ واقعی انکا ہونا ضرور ہے فقط کریہ کہ اونٹ اور اناج اور غلہ اور شتر روانہ کرو"!

ایک دوسرے نے لکھا تھا کہ "کل دریا بڑے زورون سی بڑھا اور کشتی کے پل کو بہا لیگیا۔ بہت سا غلہ جو بڑی پروائی سے کنارہ پر ڈالدیا گیا تھا ضایع ہوگیا" اس شخص کی متردد حالت جسپر فرض تھا کہ اس ابتری کو دور کرکے بندوبست مناسب کرے اس کیفیت سی خیال کیجا سکتی ہی جو اسنے ان الفاظ مین خود لکھی ہی "کبھی اتنی بڑی مہم اسقدر کم پیش بندی اور کم ہوشیاری سی نہین اختیار کیگئی۔ شکارپور کے گرد ونواح کا ملک ابتری کے آخری درجہ مین ہی۔ ہر شخص ہمارا گلا کاٹنا چاہتا ہی اور ہمارے پاس تھوڑے سی پیدل بہت زیادہ خزانہ اور رسد کی حفاظت اور ہماری فوجی کارروائی کے بیچ کی نگرانی کیلیے ہین عقلمندی اور معمولی فہمید کی عدم موجودگی دیکھکر نہایت افسوس ہوتا ہی اور خون ہوتے ہین اور ڈاکے پڑتے ہین۔ مین اس ملک کے لوگون کو اپنی ذمہ داری پر بھرتی کر رہا ہون یعنے ایک بیقاعدہ دستہ بلوچیون کا تا کہ چورون کا مقابلہ چوروہی کرین۔ میئنے یہان کے حاکمون کو آمادہ کیا اور اونھون نے اپنی بدمعاشون کو اکٹھا کیا ہے۔ میرے خزانہ مین قریب ایک کرور کے روپیہ ہے۔ یہ کوئی ایسی ویسی ذمہ داری نہین ہے اور میرے پاس کوئی منشی وغیرہ نہین ہے"

جب یہ خاکہ شمالی سندھ کا ۱۸۳۹ع کا ہے تو وہ اس سال کے اختتام پر روبہ اصلاح نہوا ہوگا۔ یہ صحیح ہے کہ اب خطوط اپنی منزل مقصود پر پوری آتے تھی اور ٹکڑے ٹکڑے نہین ہوتے تھی۔ اور چند کھلیان کیطرح کی عمارتین بن رہی تھین جنکا نام ریذیڈنسی رکھا تھا۔ اسکے علاوہ ایک بہت بڑی فوج سکھر مین پڑی ہوئی تھی اور مستعد پارسی اب سوڈا اور بیر وشراب ولحم خنزیر وبارود لیکر آنے لگے تھے۔

لیکن خیمہ گاہ سی پانچ میل کے فاصلہ پر کوئی محفوظ نہ تھا اور کوئی قطعی کارروائی ان مفسدون کے راضی کرنی یا تخویف
دلانے کی نہین کیگئی تھی جو دریا اور درون کے درمیان رہتے تھے۔ ایک مہینہ تک سکر مین میرا کام یہی تھا
کہ فارسی خطون کا ترجمہ کرون اور جواب لکھون۔ مین ہی ایک افسر اوس زبان سے وہان واقف تھا۔ پس
مجھے ایسے کام مین کافی شغل حاصل تھا۔ اس طور پر اور باشندون سے گفتگو کر کے سی مجھے کل حالات جو ہوتے
تھے معلوم ہوا کرتے تھے۔ لیکن میرے افسر کسی پولیٹکل مسئلہ پر مجھے رازدار نکرتے تھے اور مین کہہ سکتا ہون کہ جسوقت سے
مین سندھ مین داخل ہوا اور اسوقت تک جبکہ میجر اوٹرم نے رزیڈنسی کا چارج لیا مجھے کبھی کسی کاغذات دستاویز
نہ تھی اور نہ کسی اور طور سی مجھے معلوم ہوا تھا کہ اس ملک کے بارہ مین گورنمنٹ کی خواہش اور خیالات کیسی ہیں۔
وہ سرکیولر جسمین خبرین اس وسیع سلطنت کی ہر ایک پولیٹکل افسر کے مرسلہ ہوتی تھین نہ مجھے اور نہ کسی اور
اسسٹنٹ کو بجز ایک شخص کے دکھلایا جاتا تھا۔ اس حرکت کی بیہودگی صاف ظاہر ہے کیونکہ اس باعث
سے کہ ہم لوگ بعد کو ایک دوسرے سے مختلف مقامات پر بہت بُعد پر رہتے تھے۔ پس ہم لوگ خود مختارانہ
کارروائی کرنے کیلیے مجبور تھے۔ اور چونکہ ہم لوگون کو علم نہ تھا کہ دوسرے کیا کر رہے ہین پس ممکن ہی کہ ہم لوگ
ہمیشہ اُن تدبیرون کی تخریب کرتے ہون جنکی تائید ضرور تھی۔ ہم لوگون کی زیر نگاہ سازشین ہوئی ہونگی
اور اونکا پتہ ہم لوگون کو اس مجنونانہ طریق سے نہ معلوم ہوتا۔ بلکہ اس بارہ مین بہت کم شک ہی کہ ہم ہی
لوگون مین بہت سی قاصد سازش کرنیوالون کے آئے اور بے جانے ہوئی نکل گئے کبھی کبھی لوگ گرفتار
ہوتے تھی لیکن اس بھدی طور پر کہ انکے پاس شاذ ہی کاغذات نکلتے تھے اور چونکہ سوالات منشیون کے
ذریعہ سے ہوتی تھے جو امر صحیح کے دریافت کرنے کیلیے زیادہ خواہان نہ تھی۔ پس تحقیقات زیادہ تر فضول
ہوتی تھی۔ مفروضہ جاسوسون مین جسکو ہم لوگون نے پہلے گرفتار کیا تھا ایک ایرانی شاہ کا قریبی رشتہ دار
تھا اور اسکی نسبت کہا گیا تھا کہ وہ خان قلات اور امیرون کے نام خطوط لیکر آیا ہے۔ وہ ایک وجیہ
اودھیڑ سن کا شخص تھا جسکی سیاہ داڑھی کمر تک تھی اور معاملات کو نہایت ہی بے پروائی سے دیکھتا تھا۔ اپنی قید
کے زمانہ مین اوسنی اپنا دل شربت پینے اور نوکرون کو چابک مارنے سے خوش کیا۔ ایک چھوٹے سی غلام کو اوسنے
خاصکر اتنی عرصہ تک چابک لگانا اسقدر ظاہر اسرگرمی سو شروع کیا کہ ہم لوگون کو دخل دینا اور اس سی کہنا

پڑا کہ جب تک وہ ہمارے یہان رہے اس تعزیہ کے شغل کو چھوڑ دے۔

ستمبر کے وسط مین دریا گھٹنے لگا۔ ہم اکو ایک حسین کشتی بطور نذر کے لاہور کے مہاراج کے پاس بھیجی گئی۔ وہ رنجیت سنگھ کیلیے گئی تھی مگر چونکہ وہ قضا کر گئے تھے۔ پس اونکے جانشین کھرک سنگھ کو نذر ہوئی لفٹنٹ سنکلیر کی جنگی سپردگی مین وہ بھی بڑی تعظیم و تکریم ہوئی اور معاوضہ مین بہت سے قیمتی تحفے انکو دیے گئے جسمین سے گورنمنٹ نے انکو صرف ایک تلوار مع مرصع قبضہ کے اور ایک عمدہ بادپا حوالہ کیا۔ ہمارے افسر بالا اسوقت اُن فوجی افسرونکے خلاف اظہارات لینے مین سخت مشغول تھے جنھون نے سندھی مقبرون کی اہانت کی تھی اور انہین مکانات کیلیے کھدوا ڈالا تھا۔ واقعی ان مردہ لوگون نے بیجا طور پر عمدہ جگہین اپنے دفن کے لیے تجویز کی تھین اور اگر ہر ایک خشک ہڈی کا ادب و لحاظ کیا گیا ہوتا تو زندون کو سوراخون و بائی دلدلون یا پہاڑ کی ناہموار چوٹیون پر رہنا پڑتا۔ مگر یہ کہا گیا کہ باشندون کے مذہب کی بیحرمتی ہوئی اور قبرون کے کھودنے کے وقت لوگون نے قہقہے لگائے اور طعن کی باتین کین لوگون کا بیان ہے کہ تابوت اور اسکی گلتی ہوئی لاش کو دریا مین پھینکتے تھے تو انگریز کہتے تھے کہ "تمہارے مورث مکہ تشریف لئے جاتے ہین"۔ مگر یہ ظن غالب ہے کہ مکہ کی زیارت کی نسبت کسیکو خیال نہوا ہوتا اگر ایک سخت نزاع پولیٹکل افسر اور اصل فوجی افسر مین نہوئی ہوتی۔ اس امر سے انکار نہین ہوسکتا کہ مختلف احاطون کے لوگون کے اکٹھا ہونیکے باعث نفاق کو اور بھی ترقی ہوی۔ ان دونون امتون مین اسقدر رقابت تھی کہ جب بنگال احاطہ کی فوج کا زرپڈنٹی کا گارڈ جانے لگا اور اسکی جگہ بمبئی کے سپاہی آئے تو کئی بار امنین و ہنگامہ ہوچکی تھی۔ بنگال کا قدآور سپاہی حقارت اور شنیعت کے ساتھ کھڑا ہوکر گارڈ کے کمرہ کا سامان اپنے قایم مقام کو گنوا دینے سے کنارہ کرتا نظر آتا تھا اور بمبئی کا چھوٹا گول مرچ کی شکل کا بہادر اس توہین پر جامہ سے باہر ہوا جاتا تھا۔ ایک طور پر اس رقابت کو برا بھی کہنا چاہیے کیونکہ جب تک اسکا وجود ہے اسوقت تک مختلف احاطون کی فوجون کو بغاوت کیلیے اتفاق کرنا ناممکن ہوگا۔

۲۲ ستمبر ۱۸۳۹ء کو ایک خط قلات کے رئیس میر شاہ نواز خان کے یہان سے آیا جسمین محافظت

اور اوسکے ساتھ اون جملہ فوائد کی درخواست کی گئی تھی جو اوسکے ذیل مین حاصل ہوتے ہجھے جاتے ہین۔ مینے جب اجنٹ کیجانب سے جواب اوسکا لکھا تو خیال کیا کہ یہان بھی ہمکو شاہ شجاع کی کارروائی پھر کرنی ہوگی۔ جواب حسب دلخواہ تھا چنانچہ قلات معہ اپنے بھائی فتح خان کے بہت جلد ہمارے خیمہ گاہ مین آیا۔ دونون صورت سے بہت ذلیل اور پست قد تھے۔ لیکن اونسے ایک قسم کی راست بازی اور صفائی قلب صاف عیان تھی اونکے باپ کو محراب خان نے مار ڈالا۔ اوسکے پاس ایک قرآن شریف بھیجا گیا تھا اور قسم کھائی گئی تھی کہ تمہاری حفاظت کیجائے گی چنانچہ اوسنے اپنا خون اس وعدہ کے صلہ مین بہا دیا۔ مجھے فوراً ایک مکمل رپورٹ اوسکے بیٹے کے استحقاق کی نسبت قلات کی حکومت کی تیار کرنی پڑی اور مختلف فرقون کا نام اور قوت اور موقع وغیرہ لکھنا پڑا جسمین میری اعانت شاہ نواز نے ایک گھڑی کاغذات فارسی اور ایک ہفتہ تک چھ گھنٹہ روزانہ باتون سے کی۔ رپورٹ تیار ہوگئی اور ایک ہی بار قلم سے کام لیکر میرے افسر نے اوسے اپنا کرلیا اور اسکی برائی بھلائی اپنے ذمہ لے لی۔ اس درمیان مین ایک کارندہ علی مراد کیجانب سے دریای سندھ کے مشرقی کنارہ کے چند ضلعون کا دعوے دار ہوکر آیا جو اسوقت اوسکے برادرزادہ نصیر خان کے قبضہ مین تھے مجھسے کہا گیا کہ اوسکا اظہار لکھ لون اور مجھے نہایت تعجب ہوا کہ یہ شخص حسن علی نامے دہلی کا باشندہ اور میرے بڑے منشی کا دوست اور ہموطن نکلا۔ یہ تطابق امیر کے حق میں خوب مفید ہوا یہ بھی تعجب تھا کہ وہ ڈیجی مین عین اوسوقت ظاہر ہوا جب کہ دہلی کا زیڈنٹ شمالی ہند کا اعلے پولیٹکل افسر مقرر ہوا حسن علی کو مینے نیک روش خوش سلیقہ اور نہایت زیرک پایا۔

۱۲۔ اکتوبر کو ایک دستہ سوارون کا جسے بلوچ پلٹن کہتے تھے اپنے کمانیر لفٹنٹ امیل کے ساتھ آیا۔ حالانکہ اس پلٹن مین ایک بھی بلوچی نہ تھا۔ اور بالکل افغان و پٹھان و قاہری بھرے ہوئے تھے مگر وہ بلوچی کہلاتے تھے بعض ان مین اچھی صورت کے تھے

لیکن بالعموم وہ ناکند گھوڑون پر ذلیل حیثیت سے سوار تھے جس سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا پچھلے سال بھر اون لوگون نے ریت کھاکر زندگی بسر کی ہو۔ اونکی تنخواہ ناکافی تھی۔ کیونکہ ویرانے مقامات مین جہان اونسے کام لیا جاتا تھا گھاس گران اور کم تھی اور پھر بھی اونکا کام یہ تھا کہ پہاڑی چورون کا تعاقب کرین جو اپنے گھوڑون کی تیز رفتاری کا فخر کرتے ہین اون مین سے مینے ایمیل کے اردلی غلام حسین خان کو دیکھا جو ایک نہایت ہی حسین افغان جوان تھا۔ اوسکی بڑی بڑی ہرن کی سی آنکھین اور مثل رات کے سیاہ لمبی کاکلون اور نرم رخسارون کو جنپر اب سرخی آرہی تھی دیکھکر مجھے اوس شعر کا خیال آیا جسکا مفہوم یہ ہے "کیا یہ واقعی ہے کہ بہتیرے مرد جو حسین نظر آتے ہین وہ بھیس بدلے ہوے حسین عورتین ہوتی ہین" مجھے تصور بندھا کہ یہان بھی ایسے معاملے پیش آتے ہین جسطرح شمال کے دور دراز ملکون مین یہ مشہور ہے کہ ایک بڑا شاطر نیزہ باز جو جنگلی سور کا تعاقب وسیع میدان اور پیچیدہ پہاڑیون مین کیا کرتا تھا ایک ایسا ہی ملازم رکھتا تھا جو اپنے جری آقا کے ساتھ اون مقامات مین جاتا تھا جہان بہت سے دلیر سوار جانے کا قصد نکرتے تھے۔ ایک مرتبہ جب گھوڑا تیز جا رہا تھا نیزہ باز نے ایک بڑا خندق پھاندا اور پھر ٹھہر گیا تاکہ اوسکا ملازم بھی نکل آئے۔ لڑکا ایک عمدہ عربی گھوڑے پر سوار اوس خندق کے قریب دلیرانہ آیا مگر جست دو سے لگگئی جس سے گھوڑے کا سینہ سامنے کی مینڈ سے ٹکرا گیا۔ اور لڑکا سر کے بھل نہایت زور سے گرا۔ اوسوقت نیزہ باز جو گھبراکر اوسکے اوٹھانے کیلیے دوڑا اور امور کا خیال جاتا رہا تو یہ بھید ظاہر ہوگیا اور پھر اوس حسین لڑکی کو اپنے آقا کی خدمت گذاری کرنے یا اوسکے ساتھ گھوڑے پر مارنے پھرنے کی نوبت نہ آئی۔ مگر میرے یہ شکوک فوراً دفع ہوگئے کیونکہ ہمارا افغان درحقیقت جیسا کہ اوسکے لباس اور ہتھیارون سے ظاہر تھا ایک وجیہ لڑکا تھا اور جب مینے اوسکے باپ الف خان طہرین کو دیکھا جو شمالی ہند مین سب سے بہادر اور عمدہ شمشیر باز تھا تو مجھے پھر اوسکی خوبصورتی پر تعجب باقی نرہا۔

ٹھیک جسطرح لڑکا اسوقت جوانی مین نظر آتا تھا وہی حال باپ کا شباب مین تھا۔ بلندی مین اسکا قد چھ فٹ سے اونچا اور نہایت سجیلا تھا۔ سیاہ گھونگر والے بال اوسکے شانون پر پڑے ہوے تھے۔ آنکھین بڑی سیاہ اور چمکتی ہوی۔ ناک یونانیون کیطرح سیدہی کل شباہت نہایت اچھی تھی۔ دانت موتی کی آب و تاب رکھتے تھے۔ اپنے تصور مین ایسے شخص کا خیال کیجیے جو افغانون کے اچھے لباس مین ہو اور جسکے چہرہ سے یہ علامت ظاہر ہوتی ہو کہ نہ اسنے کسی کی اطاعت کی ہے اور نہ کبھی کرے گا تو آپ کو کچھ حال الف خان طہرین کا سمجھ مین آئے گا۔

الف خان اول زمینداروں مین تھا جو خود بخود ہم سے شرکت کرنے کیلیے آمادہ ہوے۔ اوسنے اپنے دو لڑکون کو بلوچی پلٹن مین بطور سوارون کے نوکر رکھوایا اور ڈاکوون کے مقابلہ مین جو ہمیشہ ہمارے اسباب سفر اور اونٹون پر حملہ کیا کرتے تھے اوسنے ہر ایک معرکہ مین شہرت حاصل کی۔

پانچوان باب

۱۰۔ کی صبح کو دریا مین ایک غیر معمولی ہلچل مچی ہوی تھی کشتیان ایک سمت جا رہی تھین۔ اور بندوقون کے متواتر دغنے سے معلوم ہوتا تھا کہ کوئی معرکہ درپیش ہے وجہ دریافت کرنے پر مجھے معلوم ہوا کہ چھ جنگلی سور پانی کے اندر گھس آئے تھے جنمین تین تو دریا مین مارے گئے مگر بقیہ تین تیر کر پار ہو گئے۔ باوجودیکہ دریا کا پاٹ نہایت چوڑا اور پانی زورون پر تھا اور وہ فوراً جنگل مین غائب ہوگئے۔ شیر بھی اسیطرح دریا کے پار تیر کر جاتے ہین۔ سندھ مین یہ جانور کم ہین مگر یہ نہین ہے کہ بالکل نہون۔ ایک سکر مین پنجرے مین بند ہے اور دوسرا مقام سہوان مین لال شاہ باز کے مزار پر ہے۔ دونون کو میر مبارک نے چھوٹے پن مین پکڑوایا تھا۔ تعجب ہے کہ وہ اسقدر کم ہین۔ کیونکہ جنگل بہتیرے مقامات مین نہایت ہی گھنا ہے

خاصکر امیرون کے بردیگاہ اور شکارگاہ مین اور اونکے قدرتی کھانے کے جانور ہرن اور جنگلی سور اور مویشی بھی بافراط ہین۔

۲۰۔ اکتوبر کو پولیٹکل اجنٹ سکر سے کراچی دورہ پر گئے۔ اسّی سانڈنی سوارون کا گروہ یا شتر سوار آج آئے۔ ہر ایک اونٹ پر دو شخص رہتے ہین۔ ایک ہر طرح پر مسلح دوسرا جو ہلکا سامان رکھتا ہے بطور ساربان کے کام دیتا ہے۔ تمام اونٹ ہرکارہ قسم کے تھے اور پچاس میل سے لیکر سو میل روزانہ تیز چلتے تھے۔ خیال کیا جا سکتا ہے کہ ایسی فوج سندھ میں مراسلے لیجانے اور ڈاکوؤن کا تعاقب کرنے کے لئے نہایت نایاب ہوگی مگر وہ بیکار نکلی۔ ہیضہ سے سوار مر گئے اور غفلت اور خراب طور پر رکھے جانے سے اونٹ۔ یہ سب سندھ کے پار آنا نہین چاہتے تھے۔ اور مجھے انکی تلاش مین بہت دور تک جانا اور منت اور دھمکی دونون سے کام لینا پڑا تھا۔ قبل جانے کے ہمارے افسر بالا نے ہمکو بغرض حکم دینے کے طلب کیا تھا۔ کیونکہ اس عرصہ مین سکر میری سپردگی مین رہنے والا تھا۔ مجھے امید تھی کہ وہ مجھے بہت کچھ عاقلانہ نصیحت اور اپنی رائے کا اظہار کرینگے۔ مگر میری قسمت مین ناامیدی لکھی تھی۔ وہ نہایت غور و تامل سے فرمانے لگے۔ "مینے آپ کو اسلئے بلایا ہے کہ آپ اونٹون کی ڈاک باحتیاط بٹھائین اور حتے الوسع باغ کے پھل پھلاریان خاصکر مٹر جتنی بار ممکن ہو میرے پاس بھجوایا کرین"۔

اس بڑے راز کے اظہار کے بعد خزانہ کی تھیلیان میرے روبرو شمار کی گیئن اور اوسوقت مین ہی اکیلا مالک ایک بہت بڑی مسلسل عمارت چند ذلیل الحیثیت محرر اور ایک مختصر مگر چیدہ جماعت قیدیون کا رہگیا جو باغ یا دوسرے کسی مفید کام مین جو مین اونکے لئے تجویز کرتا لگا دیے جاتے۔ ایجنسی کے متعلق دو سید تھے۔ ایک جسکی داڑھی برف جیسی سفید آنکھین چمکتی ہوئی اور قدم ثابت پڑتے تھے ستر برس کا تھا اور اسکا نام عبدالرحمن تھا۔ وہ اس زمین کا مالک تھا جسپر ریذیڈنسی بنی تھی۔ دوسرا جو ادھیڑ اور داڑھی خوب رنگے ہوئے مگر جسم کثرت عیاشی سے دُبلا ہو رہا تھا عباس علی تھا اور اپنا شجرہ محمد معصوم سے جو اکبر کے دربار کا ایک مشہور

ومعروف امیر تھا قایم کرتا تھا۔
دونون مین ایک جانی رقابت تھی اور ہر ایک جب باری باری سے میرے پاس آتا تھا تو نہایت
حقارت سی ایک دوسرے کی برائیون کا ذکر کرتا تھا۔ ایک دن بڑے سید نہایت زور وشور سے
مجھسے معمولی مضمون پر گفتگو کررہے اور کہہ رہے تھے کہ عباس علی غلام زادہ ہے اور سید نہین
ہے کہ وہ شخص جو دراصل خیمہ کے دروازہ پر کھڑا سن رہا تھا اندر داخل ہوا۔ مین نے خیال کیا
کہ اس مڈبھیڑ سے ہمارا بوڑھا دوست نہایت شرمندہ ہوگا مگر اسکے برعکس اوسنے نووارد سے
صاحب سلامت نہایت اخلاق اور اطمینان سے کی اور اوس سے کہا کہ مین ابھی صاحب سے
آپکی تعریف کررہا تھا۔ یہ تبدیلی ایرانیون کے لئے موزون ہے۔ مجھے نہین یقین آسکتا تھا کہ
کسی اور نے اس آسانی سے ایسے وقت کو دور کیا ہو۔ چند روزون کے بعد ایک وکیل بہاولپور
کا آیا جو ایک سیدھا سادہ لائق شخص تھا اور جسکے ساتھ ہمارے سپاہیون نے کچھ بدسلوکی
کی تھی۔ واقعی معاملہ نہایت سنگین تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اول نمبر گرانڈیل کی پلٹن کے
چند لوگون نے سادہ لباس مین شکارپور کے کیمپ کے قریب وکیل پر حملہ کیا اور اوسے
روک کر اسباب لوٹ لیا اوسنے کمانیر سے شکایت کی جسنے پلٹن کے پریڈ پر صف بندی کرائی۔
اور وکیل سے شناخت کے لئے کہا۔ اس سے سپاہیون کو ظاہرا بڑی ناراضی ہوی۔ مگر
جو وقت وکیل لایٹ کمپنی کے برابر آیا جسکا صوبہ دار بہادر کے خطاب سے ممتاز تھا اور تمغہ
لگائے ہوے تھا اوسنے اپنی کمپنی کو منہ پھیر لینے کے لئے کہا اور وکیل سے کہا کہ اب دیکھو۔
وہ فوراً گرفتار کرکے معہ اور سپاہیون کے جنھون نے پریڈ پر ہنگامہ بپا کیا تھا کوارٹر گارڈ میں
قید کیا گیا۔ مگر اونکے پلٹن والون نے اونھین گھیر لیا اور کہا کہ جب تک قیدی رہا نکرو دی جاینگے
ہم لوگ کام پر نہ جائینگے۔ جو یوروپین افسر ان باغیون کو سمجہانے گئے اونھون نے مار
کھائی اور بے عزت ہوے معاملات کی صورت خوفناک ہونے لگی تھی کیونکہ وہان وہ اکیلی ہی
پلٹن تھی اور ملک کی ابتر حالت مین جبکہ ہمکو دشمن گھیرے ہوے تھے برے نتایج پیدا ہوتے

مگر کمانڈنگ افسر کی مضبوطی نے اپنا اثر ظاہر کیا۔ لوگ آخر کو مطیع ہوکر کام پر گئے اور صوبہ دار سکر
بھیجدیا گیا جہان اوسکا کورٹ مارشل ہوا اور وہ ملازمت سے برخاست کیا گیا۔ یہ بغاوت کافی
ثبوت اس امر کا تھی بشرطیکہ ثبوت کی ضرورت ہو کہ ہندوستانی افسرون کا اختیار سپاہیون
پر بہت ہی۔ اسمین شک نہین ہوسکتا کہ اوس پلٹن نے اپنے صوبہ دار میجر کے گرفتار ہونے
پر زیادہ جوش ظاہر کیا بہ نسبت اوسکے جو وہ کسی یورپین افسر کی بے حرمتی پر کرتے۔ یہ
ہمارے لئے خوش قسمتی کی بات ہی کہ یہ اثر ہمیشہ قواعد کی پابندی اور گورنمنٹ کے مصرف
مین لایا جاتا ہے۔ یہ کوئی عمدہ کام نہوگا اگر ہم اون نتایج کا خیال کرین جو اوسوقت
نمایان ہونگے جب ہماری کسی بات سے عام ناراضگی ہندوستانی افسرون مین پھیل جاے
اور وہ ہمارے خلاف سازش کرین۔ لیکن یہ قیاس نہین ہوسکتا کہ کسی اور سبب سے
بجز اسکے کہ ہم لوگ آنکھ بند کرکے اونکے خیالات اور تعصبات کی نسبت حماقت اور کد کرین۔
وہ ہمارا ساتھ چھوڑ کے کسی اور کے شریک ہون۔ اول تو وہ ہماری ملازمت مین بوڈھے
ہوگئے بہتیرون کے باپ اونھین عہدون پر تھے جنپر وہ اب ہین۔ دوسرے اونکی تنخواہ
بلحاظ انکے احتیاجات کے معقول ہے اور ہندوستان کی ہزارون فوجون مین انھین
کا نمبر اول ہے ہرچند کہ اون فوجون مین سپاہیون کدرون کاریگرون وغیرہ کی ایک
بھیڑ ہے۔ سچ پوچھئے تو ان لوگون کا ایک طبقہ ہی جدا ہے اور یہ ایک نرالی امت ہے
جو زبردست اور مغرور ہے۔ مگر فرض کیجئے کہ ملکہ معظمہ کے افسرون مین سے کوئی شخص ہندوستان
کا کمانڈر انچیف مقرر ہو یعنے ایسا شخص جو قواعد کا سخت پابند اور اپنے ارادون کا سخت
پورا کرنے والا ہو جسے ہندوستانیون کے خیالات اور تعصبات سے واقفیت نہو۔ اور
انگریزی سپاہی کی مستعد اطاعت کا عادی ہو۔ فرض کیجئے کہ ایسا شخص کسی بڑی اصلاح کا
خواہشمند ہو جو خاصکر بنگال احاطہ کی فوج کے لئے واقعی ضرور ہے مثلاً سپاہیون کے
اسباب کی کمی اور ادنے بہت سے ایسے کامون کا لینا جو فوجی معرکون مین پیش آتے ہین۔

اور جنہین بنگال کی اعلے قوم کے سپاہی مزدورون کا نہ کہ سپاہی کام تصور کرتے ہین تو میری
راے مین ایسی حالت مین نہایت ہی خطرہ ہماری ہندوستانی فوج کی وفاداری مین بل آ نیکا
ہے اور دیسی افسر جیسا کہ اوپر ذکر ہوا ہے ایسے معاملہ مین اونکی راے کے مطابق پلٹن کی آبرو
پر آبنے گی ضرور پیشوائی کرینگے۔ پس اوس آلہ مین تغیر کرنے مین بڑی احتیاط کرنی چاہئے
جسکے ذریعہ سے ہم لوگون نے اوسوقت تک مشرق کے وسیع ملکون پر حکومت کی ہے
یہ نہایت ہی مناسب ہوگا اگر اور نہایت مشہور صوبہ دارون سے قبل کسی بڑی تبدیلی کی ابتدا
کے مشورہ کر لیا جاے۔ اسقدر کہنا اوس راے کی وقعت کے ظاہر کرنے کے لئے کافی ہی
جو لوگون نے ہندوستانی سارجنٹ اور اوسکے یوروپین افسر کے درمیانی عہدے کے
موقوف کردینے کی دی ہے۔ ایسی راے حقارت کے درجہ سے بھی نیچے گری ہوی ہے۔
ہماری فوجی ہلچل کے بعد ہی ایک اوس سے کمتر شور وشر ملکی طرز کا واقع ہوا یعنے ناٹک کے
بعد ایک نقل ہوی۔ اوسکی کیفیت یون ہے کہ ایک دن صبح کو ایک مخلوط جماعت زن ومرد
کی آپس مین لڑتے جھگڑتے شور وغل کرتے اجنٹی کے باغ مین داخل ہوی۔ انکی تعداد
کئی سو تھی اور ظاہرا اونچی قوم کے نہ تھے اور اونکے جوش وخروش سے خیال ہوسکتا تھا
کہ گویا دس بارہ خون ہوگئے۔ مین نے اپنے منشی کو غل غپاڑے کی وجہ دریافت کرنے
کے لئے بھیجا اور وہ بوڑھا قریب تھا کہ دب کر مر جائے۔ مین نے منشی سے جو دوڑتے
ہوے اور پیشانی سے پسینہ دور کرتے ہوے آتے تھے پوچھا کہ "منشی کیا ہنگامہ ہے"
اونھون نے کہا کہ "صاحب یہ آپکے حرامزادہ دھوبی کے کرتوت ہین جو دوسرے دھوبی
کی جورو کو نکال لایا ہے" خیر کیفیت یہ معلوم ہوی کہ ہمارا دھوبی جو لمبا اور خوبرو تھا ایک
عورت پر مفتون تھا اوسکی شادی ہوگئی تھی مگر خاوند کہین دور چلا گیا تھا اور وہ اپنی سسرال
مین رہتی تھی بدذات نے جو میرے دھوبی کا نام تھا اوس عورت کے ذہن کی تمام خیالات
اپنے پہلے خاوند کے دھو ڈالے تھے اور اوسے اپنے ساتھ رہنے پر آمادہ کر لیا تھا۔ اوسکا

خسرادے لیجانے کے لئے آیا مگر عورت نے اوسپر یہ تہمت تراشی کہ وہ دوسری قسم کی محبت کی نگاہ سے جو خسر کو نہونی چاہئے اوسے دیکھتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جانبین کے دوست اور کمبو کے تمام دھوبی اکٹھا ہو کر لڑ گئے اور میرے منشی نے اوسیوقت جاکر دخل دیا جب کہ فتح کے طلائی پلہ برابر ہو رہے تھے۔ مین نے اس پیچیدہ مسئلہ کے حل کرنیکا عمدہ طریقہ اختیار کیا۔ یعنے پنچایت مقرر کی اور جو اچھے اچھے دہوبی وہان موجود تھے اونھین یہ کام سپرد کیا اونکا فیصلہ ہر حالت مین جو قابل کے نہین ہے یہ ہوا کہ عورت بدّو کے پاس رہے اور فریق ثانی دو سو روپیہ کل برادری کے کھانے کے لئے دے اور جو زیادہ ہو وہ عورت کو ملے۔

مین نے بوڑھے سید عبدالرحمن سے سندہی سیکھنا شروع کیا تہا وہ مجھے اوس زبان مین قصے سنایا کرتے تھے اور جو میری سمجھ مین نہ آتا تھا اوسے فارسی مین بیان کر دیتے تھے۔ اونکا قول تھا کہ سکر میری یاد مین نہایت آباد جگہ تھی وہ پہلے افغان کی تھی۔ وہ مقابل کے کنارہ پر لوٹ مار کیا کرتے تھے جو اونھین ایام مین خیرپور کی تالپر امیرون نے فتح کیا تھا۔ میر رستم اوسوقت مین بیس برس کے نہایت اولوالعزم اور پرجوش تھے اونے اپنے والد سہراب سے سکر پر حملہ کرنے کی اجازت حاصل کی جو اونے بہ کامیابی کیا اور شہر کو تاراج کر ڈالا۔ تین دن تک لوٹ ہوا کی اور اوسوقت سے وہ جگہ پہ نہ سنبھلی۔ سید نے کہا کہ افسوس اب میر رستم کا حال کچھ اور ہی ہے وہ بھنگ کے اسقدر عاشق ہین کہ اونکے باعث اور بڑہاپے سے وہ بالکل سست ہو گئے۔ بھنگ جنگ اور رنگ اب خیرپور کے دربار مین حاوی ہین[۵۱]۔

---

[۵۱] بدنام کرنے والے جو تین خاص امیرون کی نسبت تین عادتون کے الزام لگاتے تھے یعنے میر رستم کا گاہ بیگاہ نشئی چیزون کا استعمال کرنا علی مراد کا جنگ پر آمادہ رہنا اور میر مبارک کا عیش مین مشغول ہونا اونکی نسبت یہ کہنا ضرور ہے کہ میر رستم پر جو الزام لگایا گیا تہا وہ بالکل جھوٹ تہا۔ اونکی کاہلی بڑہاپے کی کاہلی تھی جس سے سولغیث شاعر محض ایک سادہ لوح اور سنا نیشی سے لئے تقرر کیا جاتا تہا۔" ۱۲-

کہ اوسکا باپ سہراب خاندان مصرمین بہادر تھا۔ اوسکے کوئی فرزند اوسکے مقابل نہین ہین جب مین اوسوقت موجود تھا جب دوسری پشت کے حیدرآبادی سرداران نے اوسے جنگ کی دہمکی دی۔ سہراب نے اپنے سر سے کلاہ اوتارکر حیدرآبادی سفیر سے کہاکہ "جاؤ جب تمہارے آقا ایسا نشان دکھا سکین تو اوس شخص سے لڑنے کی گفتگو کرین جس نے اپنا ملک بزور شمشیر لیا ہے نہ یہ کہ مورثون سے بے مشقت پایا ہے۔

باب چھٹا

۵۔ نومبر کو دیوالی ہونے کے باعث کل دربار مین چراغ روشن تھے واقعی یہ تماشا نہایت لطف کا تھا اور مین عرصہ تک اپنی کشتی مین اوسے دیکہا کیا۔ مسجدون اور مسمار مقبرون سے جو ہزارون چراغون سے روشن تھے اور ایک وسیع دریا اونکے پاس سے اپنی آداس عظمت وشان سے بہہ رہا تھا اور کہجورون کے باغات اور جزیرہ بکر جو وسط دریا مین تہا ان سبکے ملجانے سے ایک عجیب تصویر پیدا ہوگئی تھی۔ کبہی کبہی کوئی شخص لکشمی دیبی کو پوجتا اور ایک چہوٹا سا بیڑا جسمین بہت سے چراغ ہوتے تھے دریا مین چہوڑتا اور پہر اوسے ٹکٹکی لگاکر دیکہا کرتا۔ اگر وہ برابر تیرتا جائے یہانتک کہ نگاہ سے غائب ہوجائے تو وہ بڑا خوش نصیب ہے کیونکہ اوسکی آیندہ حالت عمدہ ہوگی۔ لیکن اگر کسی بھنور مین آکر وہ یک نہ یک غائب ہوجاے تو اوسکی تقدیر کی کشتی بھی اسیطرح گرداب مصیبت مین پھنس کر غرق ہوجائے گی۔ انتہا کی گرمی جو پہلے تھی وہ اب کم ہوگئی تھی اور مینے سکر کے موقع ومحل کے مناسب حال اپنے کو بنا لیا تھا اور اپنے مزاج کو وہان کے لوگون کے مزاج کے موافق کرلیا تھا تاکہ سامان فکر دور ہوجاے کہ بمبئی کی جو فوج واپس آرہی تھی۔ اوسکے ساتھ شریک ہونے کے لئے مجھے شکارپور جانے کا حکم ملا مین اوسکی صبح کو گھوڑے پر سوار ہوکر روانہ ہوا اور ایک کوسا کو رہنمائی کے لئے ساتھ لیا۔ راستہ کئی موضعون سے ہوکر

گذرا تھا جنکے نام تاج آباد، نظیر آباد، جعفر آباد، سعر آباد وغیرہ تھے اور بعض جگہ بڑی زراعت تھی۔
سکر کے آگے قریب نصف راہ سے کچھ زائد جا کر جنگل گھنا ہونے لگا اور یہان بڑوی ڈاکوؤن
نے کئی خون کئے تھے کیونکہ وہ اونکی راہ پر تھا۔ کوسا گانون مین پہونچکر مجھے وہان کے
سردار رحیم خان اور اوسکے بیٹے قادر بخش سے ملاقات کرنی پڑی۔ اوسکے اقربا مین ایک ایسے
شخص سے مجھسے ملاقات ہوئی جسکا نام جہان خان تھا۔ یہ شخص نہایت بیباک اور تلوار کا
بڑا دھنی تھا جسے کچھ عرصہ قبل جب شکارپور کے پولیٹکل افسر نے کام پر دیر آنے کے لئے
جھڑکا تو فوراً جواب دیا کہ "یہ وجہ دیر کی ہے" اور ایک پوٹلی کھولکر جو اوسکے ہاتھ مین تھی
ایک بلوچی ڈاکو کا خون آلودہ سر دکھلا دیا۔ مین شام کو شکارپور پہونچا اور اجنبی کے مکان
کو ظاہرا اچھا نہ پایا۔ وہ شہر کے باہر تھا اور صرف ایک کھجور کا باغ اوسمین تھا اور کسیقدر سبزہ۔
لیکن اوسکی مسمار مٹی کی دیوار کے آگے جو اوسکی حد تھی۔ ایک تاریک جھاؤ کا جنگل تھا دیوار کے
اندر ایک بڑے مکان کا خاکہ نظر آیا جو تعمیر ہو رہا تھا۔ کچھ خیمے بیتا عدہ سوارون کے۔ چند
ذلیل جھونپڑے بلوچی قیدیون کے اور بیچ مین ایک چھوٹا سا بنگلہ تھا جسمین اوپر کے درجہ
کا کمرہ تھا اور یہی میرے رہنے کی جگہ تھی۔ چونکہ اس کمبخت جگہ کی دیوار مٹی کی تھی پس
اوسمین ہزارون چونٹیان ہر رنگ اور قد کی بافراط آباد تھین انمین وہ بڑی سیاہ چونٹی
بھی جو اپنے بڑے بڑے زنبور سے ایک ہی بار کی گرفت مین خون نکال لے سکتی ہے۔ دوسری
چھوٹی لال چونٹیان تھین جو آپکے بالون اور ٹوپی مین (بشرطیکہ وہ کسی دوسری
شئے سے جو اوس ملک مین دستیاب ہوتی ہو رنگی ہوی) ہزار درہزار گھسنا پسند کرتی ہین۔
تیسری کالی چھوٹی چونٹیان جنکی شرارت کی خواہش اونکی جسامت سے بڑھی ہوی ہوتی
ہے اور چوتھی دیمک جسکے لئے کافی بددعا نہین کہی جاسکتی اور جو تمام چیزون کو اگر
اسکا بس چلے تو خاک ہی کر ڈالے۔ واقعی چونٹیون کا مشرق کے ممالک کی مصیبتون مین
اگر سب سے اونچا نہین تو صرف اونچا درجہ ہے خاصکر سندھ مین کل زمین اونسے پٹ رہی ہے

اگر یہ صحیح ہے کہ دیمک خوردنی ہے تو تعجب ہے کہ ہندوستان مین قحط کیونکر پڑتا ہے کیونکہ
اونکا ذخیرہ تو ختم ہی نہین ہو سکتا - مجھے بہت جلد یہ بات معلوم ہوی کہ بلحاظ آب و ہوا کے
میری تبدیلی سکر سے اچھی نہوی - ہوا گرم اور گرد آلود تھی اور رات سخت تکلیف دہ - مگر بہت
کچھ کرنا اور کہنا یہ تھا جس سے ان مکروہات کا خیال نہین ہو سکتا تھا - پہونچنے کے دوسرے
دن وہان کے ولیسی حکام اور منشی اور دوسرے لوگ جو ایجنٹی کے متعلق تھے میری ملاقات
کو آئے - اونسے ایک ایک لفظ کا حکم کہنا ضرور تھا جو شخص پہلے آیا تھا وہ جیت سنگھ
ایک ہندو مالدار مہاجن اور سوداگر تہا جو انگریزون کی بڑی خوشامد کرتا تھا اور جنکے
مثل اورون کے (جنہون نے ہماری مدد افغانستان کی منحوس لڑائی مین کی تھی) اپنے
تعلق کے باعث نقصان اوٹھایا اوسوقت وہ قیمتی پوشاک پہنے تھا اور صورت اور
وضع سے معزز معلوم ہوتا تہا اسکے سوا وہ نہایت خوش سلیقہ اور زیرک تہا - اسکے برعکس
اوسکا شریک جیترومل سادہ لباس پہنے تھا اور جو کچھ تھوڑی گفتگو وہ کرتا تھا اسقدر
خشک اور بے نمک ہوتی تھی کہ گویا عمر بھر وہ لندن کے کسی بنک مین بیٹھا ہوا سود کا حساب
کرتا رہا ہو - جیت سنگھ سکار پور کے ہندوستانی انگریزون کا کچھ زیادہ نکرتا تھا -
ان مین سے خیر پور کے وکیل برج داس سے مین نہایت خوش ہوا - وہ ایک قدآور
ہنس مکھ اور سیاہ داڑھی والا سندھی تھا - حیدرآباد کے وکیل اور ہی طرز کے تھے -
ابراہیم شاہ کو فوراً مین نے سمجھ لیا کہ ایرانی ہے - اگر اوسکی طبیعت پر یقین کیا جائے تو
اوسکے امیر معاذ اللہ خدا تھے جنکے لئے وہ صرف انسان ہی سے نہین بلکہ جن و دیو سیاہ
و سفید سے بھی مقابلہ کرنے پر آمادہ تھا - اوسکے خاندان والے امیرون کے بنائے ہوے
تھے - سندھ مین وہ لوگ غریب الوطن بے یار و مددگار و مفلوس ولنڈ دہلوے تھے
مگر اب وہ متمول تھے لوگ انکی دربار داری کرتے تھے اور اپنی سرکار مین وہ اعلے عہدون پر
ممتاز تھے - ابراہیم اکثر مجھ سے کہا کرتا تھا کہ میرے سو سوار میرے ہی برابر میدان جنگ

مین آسکتے ہین۔ اور واقعی وہ ایک جوان قابل حقارت نہ تھا۔ اوسکا قد لمبا اور صورت نہایت
وجیہہ تھی اور ہتھیارون کے استعمال مین وہ دستگاہ کامل رکھتا تھا۔ مینے اوسے اکثر گھوڑا
سرپٹ بھگاتے بارہ فٹ کے نیزہ کو گھماتے اور سپر کا ایک اوس سے نیبو کو چھید کر اوٹھاتے
دیکھا ہے۔ مگر جب وقت نازک میانی کے بھیانک میدان مین آیا تو اوسکے خاندان کا صرف ایک
شخص یا اوس سردار کے ساتھ گیا جسنے اوسے عزت بخشی تھی۔ وہ زین العابدین ابراہیم کا ایک بڑا
تھا جسکا نام ہی بوجہ وفاداری کے قابل بیان ہے۔ وہ تمام بیوفاؤن مین ایک ہی وفادار
نکلا۔ دوسرا حیدرآبادی گورنر تقی شاہ ابراہیم کا بڑا بھائی تھا جو اوتنا ہی خوش سلیقہ مگر
زیادہ ریاکار تھا اوسکی نسبت مشہور تھا کہ خسیس اور مذہب کا اسقدر متعصب تھا کہ کسی اجنبی کے
ساتھ بغیر اس امر کے آہستہ دریافت کئے کھانا نہ کھاتا تھا کہ آیا کبھی مسلمان کے یہان کھایا ہے۔
محمد حسین داروغہ کا بھی یہان کچھ ذکر کرنا چاہئے۔ اوسکا عہدہ وہ تھا جو انگریزی شہرون
مین ایسی ٹنٹ مجسٹریٹ کا ہے۔ یہ ایسا عہدہ ہے جو رفتہ رفتہ ہماری انسانیت کی خیالات
کو زائل کر دیتا ہے مگر محمد حسین کی یہ کیفیت تھی جو میرے خیال مین ایک رحم دل شخص تھا۔
اور ایسا تھا کہ اپنے عہدہ کو باوجود اپنے لقب کے وفا کرتا تھا کیونکہ بدقسمتی سے داروغہ
(دروغہ) کے معنی جھوٹے کے اور پولیس کے عہدہ دار کے بھی ہین[1]۔ بیچارہ داروغہ کتون
سے بہت گھبراتا تھا کچھ تو اس سے کہ وہ اسکے مذہب مین ناپاک ہین اور کچھ اس وجہ سے
کہ اوسکے باریک پائجامون سے بہت کم حفاظت کسی کتے کے کاٹنے سے ہو سکتی تھی
پس وہ نہایت ہی خوفزدہ ہمارے اجنبی کے مکان مین بعد کو آیا کرتا تھا جبکہ وہان ایک
لیڈی جو اپنے پیارے کتے کے ساتھ رہتی تھی۔ یہ ایک چھوٹا سا جانور تھا جسے مومن کے ٹخنہ کے
ایک لقمہ گوشت کی بڑی خواہش رہتی تھی۔ اوسوقت وہ کہا کرتا تھا "از برائے خدا شفقت کنید"
یہ کیا بلا ہے جسکی میم صاحب اسقدر شایق ہین۔ بڑے لوگون کی ملاقات کے بعد چھوٹے

---

[1] دونون لفظون کے ایکسان ہجے نہین ہوتے۔ ۱۲

دریچہ والون کی مجھ [illegible] آئی۔ ایک ولائتی بازغشی نے جو سب کے پیچھے تھا میری گفتگو کے ختم ہونے پر
اپنی [illegible] بکمال [illegible] بے اطمینانی سے باواز بلند کہا کہ "اے لشکر شیرین" مجھے غیظ خان
[illegible] سخت تعجب ہوا جو دوست محمد خان کا رشتہ دار تھا اور اسمعیل کی سوارون
میں [illegible] نوکر ہو گیا تھا۔ اوسکی وضع عمدہ تھی اور الف خان ظہرین کے برابر
[illegible] ہی تصور کیا جا سکتا تھا۔

اب دلچسپ معاملات قریب تر ہی ظہور پذیر ہونے والے تھے کہ [illegible] لوگونکو معلوم
ہوا کہ اسمعیل کے بلوچی سوارون نے شکست کھائی اور ۲۰ آدمی کام آئے [illegible] شاہ پور
میں اتنیات تھا جو ریگستان کے باہر پہلا ناکہ تھا اور بگٹی پہاڑیون کی راہ پر ہے اور
جو جکرانی ڈاکوؤن کا مسکن قبل ہمارے قبضہ کرنے کے تھا۔ اس مقام سے اوسنے کئی
چھوٹے گروہ لٹیرون کے گرفتار کئے تھے۔ ایک دن خبر معلوم ہوئی کہ اونٹون کو ڈاکو
لے گئے۔ اسمعیل اسی آدمیون کے ساتھ سوار ہوا جنمین قریب دس کے پونا کے سوار تھے
جنپر وہ بھروسہ کر سکتا تھا سمجھ [illegible] دیر تک مفرور چورون کا تعاقب کرنے کے بعد وہ
[illegible] جہان جکرانی اور دگی فرقون کے کئی سو بلوچ [illegible] کمینگاہ میں چھپے
ہوئے [illegible] بجار خان جی نامی شخص تھا۔ اوسکے لوگون نے فوراً باگ پھیر دی۔
اور پیاری جان لیکر بھاگے۔ دشمن نے اونکا سخت تعاقب کیا اور اونمین سے چوتھائی
کو مار ڈالا۔ [illegible] کے ایک ہندوستانی افسر نے اوسکے گھوڑے کی باگ پکڑکر پھیر دیا
اور دسون پونا کے سوار اوسکے پاس ہی تھے چنانچہ یہ چھوٹی سی [illegible] اضطراب
کے ساتھ اور باقاعدہ طور پر بہ نسبت اورون کے پیچھے ہٹی۔ جب معرکہ ختم ہوا تو بجار
نے دریافت کیا کہ وہ شخص سفید گھوڑے پر سوار کون تھا۔ جب اوس سے کہا گیا کہ
وہ فرنگی افسر تھا تو اوسنے کہا کہ خوب ہوا کہ مجھے یہ نہ معلوم ہوا ورنہ اوسکا نقرہ جانور باوجود
اپنی تیز رفتاری کے اوسکو میرے ہاتھون سے نہ بچا لیجاتا۔ دوسرے دن بعد اس رک

کی خبر ملنے کے لفٹننٹ الپول کلارک شکارپور مین ایک سو تیس سوارون کے ساتھ پہونچا
اور چار دن کے بعد دو بقیتا عدہ سوارون کے رسالے بنگال احاطہ کے آئے ۔ کلارک
ایک پکا سپاہی تھا۔ نہ اوسکے پاس نہ اوسکے آدمیون کے پاس کوئی چیز فضول اسباب
کا تھا۔ انکی احتیاجین آسانی سے رفع ہو جاتی تھین اور بعد ایک دن کے وہ آگے بڑھتے
کیونکہ اونکو کام کا ایسا اشتیاق تھا کہ کوئی مشکل اونکو روک نہ سکتی تھی۔ جب کلارک
جنوبی سندھ سے شمال کیجانب بڑھ رہا تھا رسالہ کا ایک نہایت عمدہ گھوڑا رات کے قیام
مین ایسی جگہ سے چوری گیا جہان کوئی انسان یا مکان کا نشان تک نہ تھا صبح کو جب
یہ حال معلوم ہوا۔ کلارک نے تھوڑے سے لوگون کو ساتھ لیا اور نشان قدم پر چل نکلا
حتے کہ کئی میل نکل گیا۔ وہان پہونچکر ایک ندی ملی جہان وہ نشان ختم ہوتا نظر آتا تھا۔
مگر کچھ دور اوسکے کنارہ جاکر اوسنے پھر نشان دیکھا اور اوسکے پتہ پر روانہ ہوا یہانتک
کہ پندرہ میل جاکر وہ ایک موضع مین پہونچا۔ اوسنے وہان کے باشندون سے کہلا بھیجا
کہ اگر آدھ گھنٹہ کے اندر گھوڑا نہ حاضر لایا گیا تو اس موضع پر حملہ ہوگا چنانچہ اوسے زیادہ
عرصہ تک انتظار کرنا نہ پڑا کیونکہ گھوڑا فوراً واپس ملا اور وہ رسالہ مین آملا۔ اوسکے تمام
لوگ اپنے سردار کے پتہ لگانے اور اوسکے ہنر کے عمدہ نتیجہ سے بہت خوش ہوے۔
۲۱۔ کو چار بگٹی ڈاکو جنکو ہم لوگون نے قید کر رکھا تھا نکل بھاگے جب کو سا
لوگون نے تلاش کی۔ تلاش بے سود نکلی تو ہمنے میر رستم علی کے وکیل سے مدد چاہی
جسنے اونکو اوسوقت گرفتار کیا جب کہ وہ اپنی پہاڑیون تک پہونچ چکے تھے۔ ان غریبون
پر مجھے رحم آتا تھا ہر چند کہ وہ خونخوار تھے کیونکہ اونکی خونخواری جہالت اور مصیبت کی تھی۔
جو شخص اونکی جانب سے بطور ترجمان کے کام کرتا تھا وہ یارو خان کے ساتھ خود ڈاکو
رہ چکا تھا لیکن اب اپنے بقیہ فرقہ کے ساتھ ہماری ملازمت مین داخل ہو گیا تھا۔ وہ
چھ فٹ سے زیادہ بلند قامت تھا نہایت ہی چوڑا چکلا اور قوی اور اوسکے چوڑے سینہ اور

اعضا پر سیاہ ژولیدہ بال تھے۔ جب صاحب لوگون کے روبرو آتا تھا تو حتے الامکان وہ گربہ مسکین بننے اور اپنی خلقی گرجتی ہوی آواز کو نہایت ہی باریک لہجہ مین نکالنے کی کوشش کرتا تھا جو پیچھے کی آہستہ آواز سے نہایت ہی مشابہ تھی جیطرح سیکسپیر کے مڈسمرس نایٹ ڈریم مین بلی باٹم نے کیا تھا اسیطرح وہ بھی اوسقدر ملایم طور پر گرجنا چاہتا تھا جتنا کہ ممکن تھا۔ کہتے ہین کہ وہ اکثر دشمن کو پکڑکے دبا دیتا اور گلا گھونٹ کر مار ڈالا کرتا تھا اور دشمن کو اس طور پر مارنا بہ نسبت تلوار سے مارنے کے جو صحیح قاعدہ ہے زیادہ پسند کرتا تھا۔ اوسکی شہرت بطور سرغنا کے اسقدر تھی کہ جس لوٹ کی مہم مین وہ شریک ہوتا تھا اوسے چھٹا حصہ اسباب غنیمت کا ملتا تھا کیونکہ کراچی کے بے نشان ریگستان مین وہ اپنی جماعت کی محض ستارون کی چمک سے رہنمائی کرتا تھا مگر اوسوقت یہ سب باتین بھولی ہوی تھین اور رفورا جنٹی مین حاضر رہکر اس قدر نیک اپنے کو جتاتا چاہتا تھا جتنا کہ اوسکے حیطۂ اقتدار مین تھا لیکن ہرچند کہ اب وہ خود ملک کو نہین لوٹتا تھا مگر اون لوگون کی گرفتاری مین جو ایسا کرتے تھے بہت کم استمداد کرتا تھا۔ اون بلوچیون مین جو شکارپور کے گرد و نواح کے مسافر کے لئے خوفناک بنائے ہوے تھے ایک شخص خاصکر ایسا تھا جسکی بدذاتی کوئی نہ کوئی ہر روز سننے مین آتی تھی۔ یہ شخص بردی فرقہ کا دین محمدؐ نام تھا یا دینو تھا جب کہ بالعموم اوسے لوگ کہتے ہین۔ یہ شخص شمالی سندھ کے لئے ایک بلا تھا۔ اوسکا بھائی سولا اوس سے بھی زیادہ مشہور تھا مگر تقدیر نے اوسکا نام بار بار سنکر اوسکے کام کا خاتمہ ہی کردیا شکارپور مین میرے پہونچنے کے قبل اجنٹی مین یہ خبر آئی کہ سولا گھوڑے پر گشت کرنے کے بعد کسی موضع مین ٹھہر گیا ہے جو دس پندرہ میل کے فاصلہ پر ہے۔ ایک دستہ بے قاعدہ سوارون کا فورًا تیار ہوا اور تیز روی کے باعث اوسکے سر پر اوسے وقت پہونچا کہ وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہونے نہ پایا۔ اگر سوار ہونے پاتا تو وہ اونکی

کوشش پر ہنستا مگر اب بچنا محال دیکھکر اوسنے تلوار کھینچ لی اور نہایت ہی بیباکی سے لڑنے لگا۔ ایک سخت مقابلہ کے بعد اوسکا داہنا ہاتھ بیکار ہو گیا اور خود وہ زیر ہو کر قید کرلیا گیا اور نگر مین لایا گیا۔ اوس سے بڑھکر خونخوار صورت کا وحشی خیال کرنا ناممکن ہے۔ ایک گچھا آبنوسی بالون کا اوسکے چہرہ کو نصف چھپائے ہوئے تھا۔ اوسکی پیشانی تنگ تھی اور اوسکی جھبڑی بھوؤن کے نیچے اوسکی سیاہ آنکھین جنگلی جانورکی خونخواری کے ساتھ چمکتی تھی۔ بہت سے لوگ اوسکے دیکھنے کے لئے آئے جنمین سے بہتیرون نے اوسکے ہاتھون سے تکلیف سہی تھی اور بعض کے رشتہ دار اوسکے یا اوسکے ہمراہیون کی تلوار سے مارے گئے تھے۔ پہلے اوسکو خیال نہ تھا کہ وہ جان سے مارا جائیگا وہ سمجھتا تھا کہ فدیہ دیکر چھوٹ جائینگے۔ ایک مرتبہ اوسنے پولیٹکل افسر سے کہا کہ ”اگر مجھے آزاد کردو تو پانچ اونٹ دونگا“ جب اوسے کچھ جواب نہ ملا تو اوسنے تعداد بڑہانا شروع کی اور کہا کہ ”مین تمکو دس اونٹ دونگا۔ بلکہ بیس مین تمہین وہ بلوچی لڑکی حوالہ کردونگا جسے اپنی پچھلی لوٹ مین لے گیا تھا“ پھر بھی جواب نملا۔ تب وہ کمبخت گھبرایا۔ لوگون نے ایک رسی لاکر اوسکی گردن مین ڈالی تماشائی آپس مین لڑرہے تھے۔ اور ہر شخص اوسکا جلاد ہونا چاہتا تھا۔ ایک نے کہا اسنے میرے باپ کو مارا ہے۔ دوسرے نے کہا رسی مجھے دو اوسنے میرے بھائی کو مارا ہے۔ جب رسی اوسکی گردن مین ڈالی گئی تو وہ سمٹ گیا اور دھیمی آواز مین کہنے لگا کہ ”اے صاحب ایسا مکرو“ جس درخت پر اوسنے اپنی خونریزیون کا کفارہ دیا وہ جبتک مین سندھ مین رہا سولا کا درخت کہلاتا تھا اور غالبًا مدتون اوسکا نام یہی رہے گا۔ اس قتل کا بدلہ لینے کی غرض سے دیتو اپنے پہلے پیشہ کو دونی سرگرمی کے ساتھ کرنے لگا۔ بھائی کے مرجانے کے چندہی مہینون کے اندر دس خون اوس سے منسوب کئے گئے تھے اوسکے گرفتار کرنے کی تمام کوشش بے سود تھین اور بہت کچھ بیکار سعی کے بعد آخرکار ہم لوگون نے سنا کہ کسی وجہ سے وہ مزاریون کے پاس چلا گیا جو فرقہ ملتان کے صوبہ کی سرحد پر ہے۔

۲۳- نومبر کو ہم لوگون کو قلات کے فتح ہونے کی خبر ملی- محراب خان کا مرنا اوسکے قلعہ کا چھن جانا اور اوسکے بہادر سپاہیون کا مارا جانا شمالی سندھ کے مفسد باشندون کے لئے ایسا ہوا جیسے بجلی گری ہو- امیرون کے وزیر ہمارے پاس مبارکباد دینے آئے مگر اونکے چہرے خوف سے زرد تھے اور وہ ناحق بے پروائی ظاہر کرنا چاہتے تھے کہان تک قلات کے خان کے ساتھ ایسا سلوک روا تھا- اسمین بعض کو اعتراض ہے اسمین شک نہین کیا جا سکتا کہ اوسنے پہاڑی فرقون کو ہم پر حملہ کرنے کے لئے اوبھارا تھا جب ہم لوگ سچی اور بولن سے گزر رہے تھے- مین نے خود کئی خطوط گورمنٹ کیلیے ترجمہ کئے تھے جو اوسکی جانب سے نصیر خان حیدرآبادی کے پاس آئے تھے- اون خطوط سے اسبات کے دریافت کرنے کے لئے کہ ہمارے خلاف سازش ہو رہی ہے کسی بڑے شخص کی ضرورت نہ تھی- عبارت صاف تھی لیکن اونکی اصلیت کی نسبت مین کچھ کہہ نہین سکتا- اگر میری یاد خطا نہین کرتی تو اونپر اوسکی مہر معہ اوس مشہور علامت کے ثبت رہتی تھی- "گل گلشن محمود محراب"؛ خواہ وہ اس سلوک کا مستحق تھا یا نہین مگر اوسکے انجام سے کچھ وقت تک کے لئے اُن نمازنگریون پر زبردست اثر پڑا جو اوسکے قبل زورون پر تھین-

۲۵- کو ایک حصہ لوٹتی ہوی بمبئی کی فوج کا شکارپور پہونچا- مگر اُن مین وہ اُمنگ پائی جاتی تھی جو لوگون مین فتح حاصل کرکے واپس آنے پر ہوتی ہے- دراصل موت اونکے گروہ مین اپنا کام کر رہی تھی- وہ خوفناک بلائے ہیضہ اون مین مقام بلا ہ سے شروع ہوی تھا- پہلا شخص ڈاکٹر فورس تھا جسنے قضا کی اور جسکی بہت قدر کیجاتی تھی- اوس لمحہ سے عارضہ سخت تیزی کے ساتھ پھیلا- چار منزلون مین وہ جانی دردہ مین داخل ہوے- اوسوقت جو لوگ مرتے تھے- اون کا دفن کرنا ممکن نہ تھا جنگل اور راستون مین لاشین پڑی تھین-

۲۶- کو چوتھے ڈراگون رسالہ اور گھوڑون کا توپخانہ سنگاپور مین داخل ہوا۔ مین کچھ دور اسنے ملنے کے لئے گیا۔ ہر طرف اداسی چھارہی تھی۔ پولیٹکل اجنٹ میرے پاس سے پالکی مین گذرے۔ لوگ زور سے بھاگے جاتے تھے۔ بیقاعدہ سوارون کے ایک دستہ نے راستہ صاف کیا۔ ہر شخص بھی بیمار تھا۔ مینے چوتھے ڈراگون کے مسکوٹ مین مسٹر کلیٹہ جیکسن کے ساتھ کھانا کھایا۔ ہر شخص مین رکاوٹ پائی جاتی تھی۔ اونکی پلٹن کا مر رہا تھا۔ اوسے لوگ بہت مانتے تھے اور وہ عالم شباب مین ایک عمدہ سپاہی تھا نہایت جسیم اور قوی کل تک اوسے کچھ نہ تھا اور اسوقت مر رہا تھا۔ مین پھر دور شہر مین گیا اور خیمہ گاہ کیجانب بھی گشت کی۔ بہت سے یوروپین زمین پر مشوا لے پڑے تھے۔ ایجنسی کے سامنے کچھ لوگ ایک بڑا گڑھا کھود رہے تھے اور دوسرا دیوار کے باہر۔ مین ٹھہر گیا اور جھک کر اندر دیکھا۔ چار دن کے بعد مین نے اون جگہون کو پھر دیکھا۔ گڑھے بھر دیئے گئے تھے اور بہت سی جھاڑیان اوس تازہ برابر کی ہوی زمین پر نصب کی گئی تھین۔ اونمین سے ایک گیدڑ کے کام مین خلل ڈالا جسنے کچھ باہر کھینچ لیا تھا۔ یہ ایک سر تھا دونون لب کھلے ہوے تھے۔ جنسے ایک حسین لڑی عمدہ سفید دانتون کی نظر آتی تھی۔ جس غریب کے وہ دانت تھے وہ ظاہرا بالکل کم سن تھا۔ واقعی گڑھے خوب بھر گئے تھے جنمے ایک مین تیرہ انگریز سوارون کو ڈالدیا۔ اور دوسرے مین اتنے ہی توپخانہ والون کو۔ وہ رات نہایت خوفناک تھی۔ اجنٹی کے احاطے کے اندر اسقدر لوگ بھرے ہوے تھے کہ جو کچھ وہان ہو رہا تھا اسکو صاف صاف کامل کرنے والی آوازین سنائی دیتی تھی۔ کم سے کم دوسو آدمی اوس رات مرے۔ دوسرے دن مجھے کچی جانیکا اوسی راستہ سے حکم ہوا جہان بیماری تھی۔

مجھ مین اوس عارضہ کے بدنما آثار نمودار ہوے مگر ایک پستہ قد ڈاکٹر نے جو مثل پریت کے زرد معلوم ہوتا تھا افیون کے ست کی ایک ایسی خوراک دی جس سے مین عنقریب

دیوانہ ہوگیا۔ پُوپھٹے میری سواری کا اونٹ آیا مین سوار ہوکر خوش ہوا کہ پہلی دو منزل تک ایک شخص میرا ہمراہی ہوگا۔ ہم لوگ روانہ ہوئے۔ میرے ہمراہی کو وہ عارضہ تھا جو مین نے اکثر ایسے لوگون مین دیکھا ہے جو پہلے یا دوسری بار کسی پیچیدہ ملک مین سفر کرتے ہین۔ اوسکا خیال تھا کہ کوئی نزدیک کا راستہ مل سکتا ہے۔ چنانچہ اوسکے اس دیوانہ پن کا نتیجہ جیسا کہ معمول ہے یہ ہوا کہ ہم لوگ راستہ ہی بھول گئے۔ قبل اسکے کہ ہم لوگ جانی درہ مین پہونچے آفتاب نکل آیا اور ہم لوگون کو اس حماقت کے باعث جھلسنے لگا۔ جون جون ہم لوگ آگے بڑہتے گئے۔ راستہ مین لاشین پڑی ہوئی نظر آئین۔ مین نے ایک شخص کو دیکھا جو پرتگیز تھا اور صاف سوتی پتلون اور جاکٹ اور ٹوپی پہنے مُنہ کے بل پڑا ہوا تھا مجھے یقین نہ آیا کہ وہ مرگیا ہے لیس مین اوسکے قریب گیا اور نیچے اُترکر اوسے اوٹھانا چاہا۔ اوسوقت مین نے دیکھا کہ اوسکی لاش کے نیچے خون کا دریا بہہ رہا ہے۔ وہ اینٹھ گیا تھا اور بہت سی چیلین اوسکے پاس سے اُڑین۔ میرے ملازمون نے کہا کہ اونھون پانچ لاشین گاڑدی تھین جنہین گیدڑون نے نکال لیا تھا۔ سفر نہایت ہی بڑا تھا اور رات کو ایسے مقام پر ٹھہرنے سے جہان ایک دن قبل سیکڑون مرچکے تھے اور طبیب کے ملنے کی امید نہ تھی اشتہا بالکل زائل ہوجاتی تھی۔ دوسرے دن مین روجن گیا جہان وہی باتین پیش آئین۔ یہان مجھے معلوم ہوا کہ جنرل ولیشایر جسکے ملنے کا مجھے حکم ہوا تھا بشرطیکہ وہ برشوری کیجانب سے آتا اوس راستہ سے آنے والا نہین ہے اور چونکہ اب میری خدمات کی ضرورت نہ تھی مین بخوشی شکارپور واپس آیا۔

۱۷۔ دسمبر کو قلات سے توپخانہ او سفر مینا کی پلٹن کے لوگ شکارپور مین آئے اس فوج کے ساتھ اسباب لوٹ کا بہت تھا اور ہر قسم کی قیمتی اشیا فروخت ہوتی تھین مجھے کسی عجائب کے حاصل کرنے مین کامیابی نہوی۔

۱۸۰۱ء کو مین ابراہیم شاہ کے ساتھ باز کا شکار کھیلنے کے لئے گیا۔ باز چھوٹی قسم کے تھے۔ اونھون نے چند فاختہ مارین مگر اوس خطہ مین چھوٹی چھوٹی جھاڑیان اسقدر افراط سے تھین کہ گھوڑون کو تیز دوڑانا مشکل تھا۔ بس تمام لطف آن پرندون ہی کو حاصل ہوا۔ مگر یہ امر دارو غہ کو بلا کسی خاص وجہ کے ہر طرف بے تکے مارے پھرنے اور ساتھ ہی زور سے نعرے مارنے سے مانع نہوا گویا شکار بہت ہی لطف کا ہاتھ آیا ہو۔ اوآخر مین اوسکے شور و غل سے جوش مین آیا اور یہ خیال کیا کہ کوئی جدید اور عمدہ شکار نظر آیا ہے مگر فوراً اس بات کو یاد کرکے ایرانیون کا ایسے موقعون پر غل غپاڑا کرنے کا قاعدہ ہے مین خاموش رہا۔

اسوقت ایک مثال اوس طریقہ کی ظہور مین آئی جس سے سرکار کو اون لوگون کی غفلت سے جنکے تعلق تعمیرات کا کام ہے نقصان اوٹھانا پڑتا ہے۔ یہ مثال نہایت ہی چھوٹی حیثیت کی ہے اور اسیوجہ سے مین اسکا ذکر کرتا ہون۔ مجھے حکم ملا تھا کہ بہت سے صندوق خزانہ کے لئے تیار کراؤن اسکے لئے مضبوط لکڑی درکار تھی اور بالعموم لکڑی خاصکر جیسی مجھے درکار تھی شمالی سندھ مین بدقت دستیاب ہوتی تھی۔

ایک مرتبہ جب مین شہر مین جارہا تھا مین نے بہت سی لکڑی ایک سڑک پر پڑی دیکھی جدہر سے کم لوگ گذرتے تھے۔ جانچ کرنے پر مجھے معلوم ہوا کہ شیشم ہے جو نہایت عمدہ لکڑی ہوتی ہے اور دیمک اوسے کھا نہین سکتی۔ مین نے پوچھا کہ اسکا مالک کون ہے۔ معلوم ہوا کہ قندہار مین جو منشی ہے وہ ہے۔ مین مشکل سے گھر پہونچا تھا کہ چند لوگون نے آکر مجھسے کہا کہ وہ لکڑی سرکار نے دریای سندھ پر پل بنانے کے لئے خرید کی ہے۔ سچ پوچھئے تو وہ وہان جہان پڑی ہوئی تھی کسی پولٹیکل طریقہ سے پہونچ گئی تھی۔ اسکا کہنا فضول ہے کہ وہ فوراً اجنٹی کی زمین پر اوٹھکر چلی آئی اور وہان سے اونٹون کی پیٹھ پر خزانہ کے صندوق بنکر روانہ ہوے۔ کچھ دنون

کے بعد اوسی قسم کا بلکہ اوس سے زیادہ نمایان معاملہ پیش آیا۔ اور جسکا سندھیون کی چال وچلن کی تعریف مین لکھنا ضرور ہے۔ اون افسرون مین سے ایک نے جوانغان مہم کے پیشرو لوگون مین تھے سات ہزار روپیہ نجی کے ایک سید کو رسد کے مہیا کرنے یا فوج کی روانگی کے کسی دوسرے کام کے لئے دیا۔ ہمارا خرچ اوسوقت اسقدر کثیر اور وسیع تھا کہ یہ رقم بالکل فراموش ہوگئی۔ جس افسر نے اوسے دیا تھا وہ فوج لیکر آگے بڑھ گیا اور اپنے "قایم مقامون کے پاس کوئی یادداشت نہین چھوڑ گیا۔ اوسکو مہینون گذر گئے اور بالکل معاملہ فراموش ہوگیا۔ ایک دن ایک پولیٹکل افسر شکار پور سے چلکر اوس سید کے گانون کے قریب ٹھہرا اور اوسے نہایت تعجب ہوا۔ جبکہ سید کئی تھیلیان روپیہ سے بھری ہوی لیکر آیا۔ سید نے کہا کہ "یہ سرکار کی ہین" اور کل کیفیت اونکے دستیاب ہونے اور خود اس کام مین لانے کی نہ قابلیت رکھنے کی بیان کی۔

شکار پور مین سب موسم نہایت دل پسند تھا۔ کسیقدر بارش ہوی تھی اور اس قدر خنکی تھی کہ انسان سوار ہوکر باہر نکلے یا دن کو پیدل چل سکے۔ افسر اور گاہ بے گاہ کوئی لیڈی اوس جگہ سے برابر اپنے مقامات کو دورون کے باہر جاتے تھے اور جسوقت تک وہان ٹھہرتے تھے سب اجنٹی مین قیام کرتے تھے۔ مسافرون کے بنگلے اوسوقت تک نہ تھے اور ہم لوگ نئی صورتون کو دیکھکر نہایت خوش ہوتے تھے۔ مگر یہہ امر پوشیدہ نہین کیا جاسکتا کہ چونکہ کھانے کا خرچ گورنمنٹ سے نہ ملتا تھا پس کفایت شعاری اور مہانداری مین معاملہ ضدین کا تھا۔ اس معاملہ مین پولیٹکل اجنٹ نے ایک عمدہ مثال بذات خاص دکھلائی۔ ہر شخص جو آتا تھا اوسکی وہ مہانداری کرتے تھے۔ خود اونکے ماتحت جو قریب دس پندرہ کے تھے ہمیشہ دسترخوان پر کھانا کھاتے تھے۔ اور اسکیلئےن اخراجات مین اونکی نصف تنخواہ صرف ہو جاتی تھی گو کہ وہ زیادہ تھی۔ چودہ ہزار

بیر شراب کی بوتلین جو سالانہ اونکے میز پر کھلتی تھین وہی ایک رقم کثیر تھی اور اونھین
اور شراب سوڈا واٹر اور پینے کی چیزین قطع نظر کھانے کی چیزون کے مثلاً دانہ خوردہ بٹیر وغیرہ
شامل کر لیجئے۔ لوگ اسقدر خرچ کو بے پروائی سے دیکھتے تھے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ہر مہینے
چار ہزار روپیہ میزبان کی جیب مین آتے ہین۔ مگر اسسٹنٹون کے معاملہ مین جنکی تنخواہ
اونکے آٹھوین حصے سے زیادہ نہوتی تھی اور پھر بھی تمام وارد وصادر کی تواضع و تکریم کرتے
تھے گو کہ وہ اسقدر شان و شوکت کی نہوتی تھی جیسی کہ پولیٹکل افسر کے یہان سے حکام
کے ساتھ ایک جزو افسوس کا بھی ہوتا تھا۔ سخاوت کے ان نمونون مین لفٹنٹ ڈبلو
متعینہ ٹھٹھہ کا تھا جسکی مہمان نوازی کا مثل اورون کے مین بھی احسان مند ہون۔ مین
یقین کرتا ہون کہ وہ کبھی بغیر مہمان کے نہوتا تھا اور بعض وقت چھوٹے جانورون کے
بعد بڑا جانور (کمانڈر انچیف) وہان آکر پہنچ ٹپکتا تھا جسکی دم شیطان کی آنت کیطرح
لمبی ہوتی تھی۔ میزبانی کا کام اسقدر پسندیدہ ہے کہ بہت جلد اسکی انسان کو عادت
ہوجاتی ہے اور اوسے تنہا یا کفایت سے کھانا خوش نہین آتا —

بہرحال چاہے یہ طریقہ برا ہے یا بھلا وہان رائج تھا اور اسکی بدولت بہت سے اچھے
لوگون سے مجھ سے شناسائی ہوگئی بلکہ دوستانہ جو ابتک قایم ہے۔

۳ جنوری ۱۸۴۲ء کو کپتان آرتھر کنولی میرے پاس آیا اور دس دن تک ٹھہرا
رہا۔ یہ زمانہ نہایت ہی قلیل تھا کیونکہ کسی شخص سے اوسکے سوا مجھ سے آجتک ملاقات
نہین ہوی جسکی جانب میرا دل اسقدر جلد رجوع ہوگیا ہو۔ وہ شخص اسقدر بے غرض
نیک باطن دنیاوی قباحتون سے بے خوف اور ساتھ ہی ساتھ اوس خوف سے
پرنظر آتا تھا جس سے انسان عاقل ہوجاتا ہے۔ ہماری اوسکی ملاقات عجیب طور پر
ہوی۔ داروغہ نے مجھ سے آکر بیان کیا تھا کہ شہر مین ایک روسی جاسوس آیا ہے۔
مین جاسوسون کو کچھ بھی نہین سمجھتا تھا اور اسے محض لچر خیال کرتا تھا مگر رسم کے طور پر

کچھ سوالات کر رہا تھا کہ مجھے ایک عجیب صاحب کی اطلاع ہوی۔ کنولی نام داروغہ اور
اوسکا روسیونکا خوف میرے خیال سے دفع ہوگیا مگر اوسے متعجب پاکر اور حقیقت حال سمجھکر
مین نے اوس سے تصریح کردی۔ دراصل اوسنے کنولی کے یونانی ملازم کو روسی تصور
کیا تھا اور آقا کو بھی ایسا ہی سمجھ لیا تھا۔ کنولی ایسی شکل سے سفر کر رہا تھا جس سی ہمارے
سندھی بہادر کی طبیعت خوش ہوجائی۔ اوسپر کبھی فضول اسباب کی تہمت لگانا ناممکن
تھا۔ ایک چھوٹا سا خیمہ جس مین انسان سیدھا استادہ نہین ہوسکتا اور جسے کسی جسیم
آدمی نے موسم سرما مین بطور جبہ کے استعمال کیا ہوتا مع ایک جفت پورٹ مینٹو (چرمی
صندوق) کے اوسکا کل سامان سفر تھا۔ یہ نہین معلوم کہ درون کے اوپر جب وہ تھا تو
کیونکر برف سے گلجانے سے بچ گیا۔ اوسنے ایک نہایت ہی دلچسپ قصہ اپنے انگلستان
سے سفر کرنے کا بیان کیا ہے۔
وائینا مین اوسنے شہزادہ میٹرنک سے خوب ملاقاتین کین جسنے اوسکو ایک حسین دوربین
نذر کی۔ اوسکو حکم ملا تھا کہ وہان ایرانی ایلچی حسین خان سے ملے اور اوس سے کہدے
کہ انگلستان مین وہ قبول نہوگا۔ وہان سے وہ قسطنطنیہ گیا۔ خیوا کے سفیر نے اسے کوکن
لیجانے کو کہا۔ اوسکی خواہش تھی کہ کوکن جائے اور اسکی بابت اپنی سرکار سے دریافت
کیا مگر منظوری نہوی۔ وہان سے وہ براہ ارمنیا بغداد گیا اور خلیج فارس کی راہ بمبئی آیا۔
راستہ مین وہ بعض وقت بہت مشکل سے جان سلامت لیکر نکلا۔ ایک مرتبہ دریائے دجلہ
مین چند عربون نے اوس سے تمباکو مانگا مگر اوسکے پاس موجود نہ تھا تب وہ کمر تک پانی
کے اندر چلے آئے تاکہ اوسپر بندوق سر کرین۔ وہ کشتی کو منجدھار مین رکھنے کے لئے
مجبور ہوا۔ اور اون لوگون نے بہت دور تک اوسکا تعاقب کیا لیکن ناکامیاب رہے۔
جس عرصہ تک کنولی میرے ساتھ رہا ہم لوگون نے درون کے اوپر کی حالت پر بہت
گفتگو کی۔ اسکی اصلی غرض یہ تھی کہ خیوا مین جو روسی قیدی ہین اونکو رہا کرائے۔

اسکی جانب وہ مستعد ہوکر کام کرنے کا ارادہ رکھتا تھا مگر قسمت نے اسکی رہائی دوسرے
شخص کے ہاتھون مین رکھی تھی اور یہ تجویز کردیا تھا کہ جو دوسرون کی آزادی کے لئے
سرگرم ہو خود نہایت ہی سخت قیدون مین رہے جسکا خاتمہ موت سے ہو۔ مین نے
اوس سے اپنی دلی خواہش یہ ظاہر کی کہ وہ آگے سے ناکون تک بڑھجاے اور کابل یا ہرات
بھیجدیا جاے اور مجھے اوسکے ساتھ جاکر ملجانے کی کمال خوشی ہوگی۔ اوسنے وعدہ کیا کہ
اگر مجھسے بن پڑیگا تو مین اسکی کوشش کرونگا اور بعد کو اوسنے انگریزی سفیر متعینہ کابل
سے اسکی درخواست کی لیکن جواب ملا کہ مین اسقدر دور تھا کہ عین وقت مین اوسکا شریک
نہین ہوسکتا تھا۔ ہم لوگ بطور دوست صادق کے ایک دوسرے سے جدا ہوے۔ اوسنے
اپنے سفر کی جلدین دین اور بالیان کی لڑائی تک برابر اوسکے خطوط آیا کئے۔

۹۔ دسمبر کو میرے پاس زین العابدین شاہ ملنے آئے تھے جو تقی شاہ کے بھائی تھے
یہ شخص دبلا زرد رو اور نہایت بدرو تھا اور صورت سے ایرانی معلوم ہوتا تھا یہ کہ کوئی
سندہی امیرون مین سے ہو۔ اوسنے میری خوشامد حد سے زیادہ کی۔ رجب دینو کی ہاتون
اوسکے عزیز کے مارے جانیکا ذکر آیا تو جامہ سے باہر ہوگیا اور خیرپور کے وزیر فتح محمد
خان غوری کو الفاظ ناملایم کہنے لگا گویا اسی نے اس ڈاکو کو افعال ناشایستہ کرنے کی
اشتعال دی۔ وہ وزیر کی نسبت لفظ قرمساق بے تکلف استعمال کرتا تھا اور اور الفاظ
فارسی دشنام کے بھی کہتا تھا۔ آج چیچک قیدیون کو نکلنے لگی اور بہت ہی تھوڑے عرصہ
مین چار بگٹی راہی ملک عدم ہوے۔ کچھ دنون کے بعد خیرپور کا سردار کمال خان مجھسے
ملنے آیا۔ اس فرقہ کے لوگ شیخ ہین اور پہلے پھولاجی اور اوسکے قرب وجوار مین رہتے تھے۔
یہان اوپر ڈکی فرقہ والے بجار خان کی ماتحتی مین برابر حملے کیا کرتے تھے اور اونکے نایب
مری فرقہ والے بھی ہوتے تھے۔ ایک دلیرانہ مقابلہ کے بعد اونکی زمین چھین گئی اور وہ شکارپور
کے قرب وجوار مین بھاگ کر چلے آئے۔ وہ قلات اور حیدرآباد بے سود مدد کی تلاش مین گئے۔

جب ہم لوگ ملک مین پہونچے تو وہ حتے الوسع ہماری مدد کے لئے آکر مستعد ہوے۔ چنانچہ ہم لوگون نے اونکی دستگیری کی اور ادن سے وعدہ کیا گیا کہ پھر اون اضلاع مین وہ قایم کئے جائینگے۔ جہان سے خارج کئے گئے ہین۔ ایپل کے رسالہ مین اس فرقہ کے بہت سے لوگ تہے اور اونمین دو ایسے شخص تھے جن پر اوسکو بہت کچھ بھروسہ تھا۔ انکا نام اعتبار خان اور عبداللہ خان تھا۔ پہلا ایک قوی سرخرو شخص تھا جس سے خونخواری نمایان تھی۔ اوسکی کمر مین بیشمار پستولین لگی رہتی تھین اور اپنی گھنی سیاہ داڑہی اور سرخ پگڑی سے ڈاکو معلوم ہوتا تھا۔ اسکے افعال سے بھی اوسکی وضع کی تصدیق ہوتی تھی۔ وہ دشمن کا گلا کاٹنے کے لئے اسقدر بے پروائی سے اوترتا تھا کہ جسطرح کوئی انگریز اپنا دستانہ اوٹھانے کے لئے ایک مرتبہ جب وہ ایپل کے ساتھ باہر گیا ہوا تھا ایک مری بلوچی گولی کھاکر زمین پر گرا۔ قبل اسکے کہ ایپل دخل دے اعتبار نے اسکا سر کاٹ ڈالا اور اوسکے سر کو اوٹھاکر بے پروائی سے کہنے لگا۔ "مین اسے خوب جانتا ہون یہ فیض اللہ خان ہے کسی زمانہ مین ہم اور یہ پکے دوست تھے"۔ دوسرا مخبری عبداللہ خان ایک حسین نوجوان تھا جسکی سیاہ کاکلین شانون پر پڑی رہتی تھین اور آنکھین سرمگین تھین۔ وہ تمام دلیر ڈکوون کا دوست رہ چکا تہا۔ اونکے اڈون سے واقف تھا۔ اور اعتبار کے ساتھ مری اور بگتی پہاڑیون کے قلب مقامات مین ہماری رہنمائی کرتا تھا ان دونون خیبریون نے خود مجھ سے بیان کیا کہ نفشک کی لڑائی کے بعد وہ میدان مین گئے اور جتنے مری ملے اونکے سر کاٹ ڈالے۔ اونکا قول تھا کہ موٹے حساب سے اون لوگون نے یہ عمدہ خدمت اوس فرقہ کے ایک سو تینتیس بلوچیون کے لئے انجام دی۔ اونکو اسپر بڑا ناز تھا اور اعتبار واقعی نہایت سنجیدگی ظاہر کرتا تھا جب وہ ایک اپنے پرانے دشمن کا زخمیون مین پانے کا ذکر کرتا تھا جس سے اوسکو مدتون سے قلبی عداوت تھی۔ ایک شخص ہیبت خان ایک مشہور مری فرقہ کا سردار تھا جو نہایت سخت لڑائی کے بعد

ہماری توپون سے زخمی ہوکر گرا تھا - اعتبار خان جب اوس قریب المرگ بہادر کے
پاس گیا تو اوسکی آنکھیں خونخوار خوشی سے چمک رہی تھین - وہ اوس سے کہنے لگا -
"ہیبت خان تم مجھے پہچانتے ہو پچھلی بار ہم سے اور تم سے ملاقات پھولاجی کے پھاٹک پر
ہوی تھی اور اوسوقت تمہارا پاون میرے بھائی کے جسم پر تھا - تم نے اوسوقت وہ کیا
تھا جواب مین تمہارے ساتھ کرونگا" - علاوہ ان وحشیانہ افعال کے اعتبار اور عبداللہ
سے بیشک ہم لوگون کو بڑی مدد ملی واقعی اب وہ وقت آگیا تھا جب کہ ہماری کارروئیان
پہاڑی بلوچیون کے مقابلہ مین نہایت ہی کامیاب ہو چکی تھین - میجر ملبورس کی ماتحتی مین
سرکاری فوج بگتی پہاڑیون تک داخل ہوگئی تھی وہان کے سردار بی برک کو گرفتار
کرلیا تھا اوسکے فرقہ کو کئی خونخوار معرکون مین شکست دی تھی - اور انکے اس مشہور
زعم کا جو ہر ایک شخص کی زبان پر تھا خاتمہ کردیا تھا " (خدا بی برک کو درہ مین مضرت
نہین پہونچا سکتا ہے) - ہماری فوج کاہن بھی گئی تھی جو مریون کا قلعہ ہے جنھون نے شاید
ہمارے یک بیک پہونچ جانے سے گھبرا کر جسکی نسبت ظن غالب ہی یا کسی دوسری وجہ
سے ہمارا مقابلہ نہین کیا لیکن ان سب کامیابیون سے بڑھکر قلات کا زوال اور
محراب خان کا مارا جانا ایسا امر ہوا جس سے پہاڑی فرقے خوفناک ہوگئے - بجار
اور اوسکے فرقہ کے ڈاکو فرقون نے ہمارے سوارون کے تعاقب سے تنگ
آکر (جو علاوہ اسکے کہ ہمیشہ اوسکا تعاقب کرتے تھے جو کچھ تھوڑا گھاس بھوسہ
ان اضلاع مین ہوتا تہا جہان وہ جاتا تھا اسے بھی صرف کر ڈالتے تھے) اطاعت
کرنے کا ارادہ کرلیا - شاہ پور کے سید کے وساطت سے اوسنے اپنا ارادہ لفٹنٹ
پوسٹنس پر ظاہر کیا[1] - اوسنے صرف یہی شرط کی کہ اوسکی جان بخشی ہو -

[1] اس افسر پر یہ الزام لگایا ہے کہ اسنے اس بلوچی سردار کو دھوکا دیا گویا اوسنے پروانہ آزادی دیا
تھا جسپر بعد کو ظاہر نہین کیا گیا - یہ الزام محض بے بنیاد ہے جو کاغذ بجار کو دیا گیا تھا وہ زبان فارسی مین

۲۰ جنوری کو مشہور بجار خان اور اوسکے تالیس سردار دیکیون اور جکرانیون کے معہ بی برک بگٹی کے ہمارے قبضہ مین آ گئے۔ اب وہ وقت تھا جبکہ ریگستان کے ڈاکوون کو ہمیشہ کیلیے دفع کر سکتے تھے اور سندھ کے اس وبائی داغ کو مٹا سکتے تھے ہمکو اختیار تھا کہ دو تدبیرون مین سے چاہے سختی سے کام لین یا نرمی سے۔ ہماری غرض کے لئے انمین سے کسی علاج کا کام مین لانا یکسان مناسب تھا مگر ہمارے پولیٹکل افسر نے دونون دواؤن کو اس بیہودہ طور پر آپس مین آمیز کیا کہ ایک نے دوسرے کے اثر زائل کر دیا۔ یہان نہایت ہی مشہور ڈاکو اوس ملک کے اکٹھا تھے جنکے نام سے اونکے وطن مین اوسیقدر خوف لوگون پر طاری ہوتا تہا جسقدر ہمارے ملک مین رابن ہڈ یا راب رای کے نام سے۔ اونکے بغیر یہ امر برسون کے لئے ناممکن تھا کہ جو ڈاکو اب تک باقی تھے وہ ہماری تدبیرون کو ملک مین تسلط قایم کرنے کی کسی موثر طور سے روک دین لیکن اگر اس سے زیادہ ہم کرتے اور اونکو اپنے مخالفین مین سے علحدہ کر کے ملا لیتے اور اپنے ساتھ کارروائی کرنے پر آمادہ کرتے تو کل معاملہ فوراً طے ہو جاتا۔ مجھے یقین ہے کہ کسی سکھ گورنر نے کل جماعت کو بلا کسی زیادہ تکلف کے پھانسی دیدی ہوتی۔ مجھے یہ بھی یقین ہے کہ ہمارے یوروپین بہادرون مین سے ہیرون نے جیسے وانیسٹین یا کرانویل جنکی ہمارے دوست کارلایل پرستش کرتے ہین ایسا ہی کیا ہوتا۔ مجھے یہ بھی یقین ہے کہ اوٹرم یا ایک دوسرے شخص نے جسکا نام بتا سکتا ہون بجار اور بی برک کو پکا دوست سرکار انگریزی کا بنا دیا ہوتا اور اونکی طبیعت مین وہ اعتبار

بقیہ حاشیہ۔ مین تہا اور جسمین مینے خود اوس سے گفتگو کی ہے اوسمین صرف اسکو جان کی امان دیگئی تھی۔ پس اونکی جانب سے غلط فہمی نہین ہو سکتی تھی یہ ممکن ہے کہ باشندون مین کوئی اوڑ خبر مشہور ہو جو ہمیشہ ہماری بدنامی کی باتون کو مشتہر کرنے پر آمادہ رہتے تھے بلکہ یہ زیادہ اغلب ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ میرلون نے یہ خبر سنی تہی جنہون نے اوسکا ذکر اپنے خط مین میجر برون سے کیا جو کاہن مین کمانیدر تھا۔ ۱۲

پیدا کرلیا ہوتا جسکے ذریعہ سے ان وحشی فرقون پر حکومت کی ہوتی جو انھین سردار کہتے تھے۔ مگر اسوقت کیا کارروائی ہوئی۔ اسے سنئے وہ ان باتون مین سے ایک بھی نہین تھی بلکہ ایک نہایت عمدہ چال کی گئی جو اپنے طور پر نہایت سہل اور موثر تھی۔ یعنے ریچھ کو اچھی طرح پھنسایا اور پھر زنجیر علحدہ کردی۔ واقعی کل جماعت بجنراور لی برگ کے پابجولان ہو کر مثل معمولی مجرمون کے کشان کشان پھرائی گئی۔ انکی آرائش کی گئی۔ انکو اشتعال طبع دلایا گیا۔ وہ جانی دشمن بنائے گئے اور پھر انکے بعد ہم سے انتقام لینے کے لئے چھوڑدئے گئے۔ یہ بات حماقت مین اسقدر بڑھی چڑھی ہے کہ مشکل سے لوگون کو اعتبار ہوگا مگر یہ بالکل لفظاً وحرفاً درست ہے۔ ایک مثال اوس تدبیر کی یہان بیان کیجاتی ہے۔ جس سے ان ڈاکوؤن کی اصلاح کی کوشش کی گئی تھی۔ اونمین ایک شخص کا نام جانی اور قمبر کا لڑکا تھا۔ اپنی خونریزیون۔ بیباکانہ جرأت اور بیرحمی کے لئے نہایت مشہور تھا۔ وہ جکرانی فرقہ مین درجۂ اول رکھتا تھا۔ یہ لوگ اصل مین جکرانی سندہی تھے مگر اپنی دلیرانہ حرکتون سے بلوچیون کے برابر ہوگئے تھے۔ مین نے اوسکے حالات اسقدر سنے تھے کہ جب سردارون نے اطاعت قبول کی تو مین نے اوسکی تلاش پہلے کی۔ اوسکی شناخت مین کوئی شک ہو ہی نہین سکتا تھا اور اوسکا اوس گروہ سے منتخب کرلینا آسان تھا۔ بہت سی زیادہ بلند قد اور قوی لوگ تھے لیکن کوئی اونمین ایسا نہ تھا جسکی صورت سی بدمعاشی اسقدر عیان تھی۔ اوسکی بڑی بڑی بیباک چمکتی ہوئی آنکھین اور مضطربانہ حرکت سے معلوم ہوتا تھا کہ اپنی راے سے وہ یہان نہ آیا تھا۔ اوسکا فرقہ بجار کا مقلد تھا۔ اور اوسکو بمقابلہ اپنے سردارون دریا خان اور ترک علی کے ترجیح دی تھی۔ انکی خواہش کے مطابق جانی نے اپنے کو انگریزون کے قبضہ مین کردیا تھا۔ لیکن جو کچھ اسے اونسے نفرت تھی اوسے وہ چھپانے کی کوشش نکرتا تھا۔ اوسکی تلوار اب تک خون سے قبضہ تک سرخ

ہو رہی تھی اور اوسکے بیچ مین جو کئی دندانہ ہو گئے تھے اور اون مین انسان کے بال چمٹے ہوئے تھے اون سے ظاہر ہوتا تھا کہ کس کام مین وہ لائی گئی تھی اوسنے اسکو نہ چھپایا بلکہ مسکرا اوسے دکھادیا اور وہبہ کی کیفیت بھی بیان کی۔

دو یا ایک دن قبل سوارون کا ایک دستہ جانی کا تعاقب کر رہا تھا کہ اونمین سے ایک کا گھوڑا ریگستان مین مرگیا۔ چار شخص زین اور اسباب کے لانے کے لئے روانہ کئے گئے تھے۔ جانی جسکی مشکی مادیان اپنی تیزی کے لئے مشہور تھی اونکے سر پر تھوڑی سے بلوچیون کے ساتھ پہونچ گیا۔ ہمارے سوار بھاگے مگر تین بھاگتے مین مارے گئے اور جو تھا بچگیا۔ لیکن اوسکے گھوڑے کے پٹھے پر جو ایک کاری زخم لگا تھا اوس سوار کے خطرہ کی کیفیت ظاہر تھی۔ اس خونخوار دلیر جانی کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہئے تھا جسنے ہمارے آدمیون کے خون سے اپنے ہاتھ رنگے تھے۔ پہلے یہ تجویز ہوی کہ وہ عمر بھر قید رکھا جاے۔ چنانچہ مجھے حکم دیا گیا کہ اوسے پابزنجیر کر کے سڑک پر ان قیدیون کے ساتھ کام کرنے کے لئے جو سکارپور مین قید تھے بھیجدیا جاے۔ مینے اوسے بلاکر اوسکی سزا سنادی۔ ان لوگون کے نئے جو اوسکے پاس کھڑے تھے یہ بتھر ہوا کہ اوسکی تلوار اوس سے لے لی گئی تھی۔ اوسنے ایک زبردست کوشش دوڑ پڑنے کی کی اور مین خیال کرتا ہون کہ مجھے بھی دو ایک ضرب رسید ہوتی (ناحق کیونکہ سزا مینے نہین کی تھی) اگر تین چار آدمی اوسکو جھپٹ نہ گئے ہوتے۔ اوسے لوگ لے گئے لیکن وہ جنگلی جانور کیطرح زور کرتا جاتا تھا اور پابزنجیر تھا۔ ہر روز جانی کو مشقت کرنے کے لئے لے جاتے تھے اور ہر روز حوالدار مجھ سے آکر کہتا تھا کہ جانی کام نہین کرتا۔ بعوض کام کرنے کے ایک قیدی اوسکے لئے ایک کپڑا لیجایا کرتا تھا (کیونکہ اوسکے نام کی ہیبت ایسی ہی تھی) جسپر انسپکٹر کے رعب داب سے بیٹھا رہتا تھا اور دوسرے لوگ کام کرتے تھے مینے اوس نافرمانبردار کو بلایا اور سمجھایا۔ دیگر دل مین اس شخص کی

دلیری کی تعریف کرتا تھا) مین نے اوس سے کہا کہ اگر تم کام نکرنے مین اصرار کروگے
تو کوئی امید تمہاری سزا کے کم ہونے کی نہین ہے۔ اوسنے جواب دیا کہ "مجھے پھانسی دیدو
یا جسطرح جی چاہے مارڈالو مگر مین تمہاری غلامی مین ہاتھ نہ لگاؤنگا" یہ عجیب ہی قسم کا جواب
تھا جس سے مین سخت گھبرایا کیونکہ ایسے شخص پر سختی کرنے سے کیا ہوسکتا ہے جو کسی
شئے سے ڈرتا ہی نہو۔ ایسے کے لئے۔ دوسری تدبیر کرنی چاہئے وہ تدبیر جو مین نے
سجویز کی ہوتی اور جو بالآخر عمل مین لائی گئی مگر بے وقت۔
بہت عرصہ تک قید رہنے کے بعد میرے پاس ایک خط آیا جسکی پشت پر لکھا تھا کہ "جانی
کو رہا کردو اور جہان وہ چاہے اوسے جانے دو" ان لفظون کا لکھنا آسان تھا
مگر انکے ہر ایک حرف کے لئے ایک شخص کی جان گئی۔ اوسکی زنجیرین کاٹ دی گئین
نصیحت کردی گئی اور وہ رہا ہوگیا لیکن تین ہی دن کے اندر اوسنے ایک دفعدار اور
ہمارے آٹھ سوارون کو مار ڈالا۔ اوسکی توبہ کے یہ پہلے ثمر تھے۔ لیکن اوسکا خاتمہ بھی
قریب تھا جو اوسکے لئے نہایت موزون تھا۔ وہ ہمیشہ سے اپنے فسق و فجور کے لئے
مشہور تھا اور لہری کے سردار بلوچ خان کی بیوی سے اوس سے محبت تھی۔ ایک
مرتبہ جب وہ اوس عورت کے پاس گیا ہوا تھا بلوچ خان کو خبر اپنی بے آبروئی کی
معلوم ہوئی۔ جانی مسلح تھا اور اوسپر حملہ کرنا خطرہ کا کام تھا مگر یہ معاملہ آہستگی کے ساتھ
طے ہوا۔ مکان کے دروازے بند کردئے گئے اور چھت علیحدہ کردی گئی اور اوپر سے
پتھر اس سوتے ہوے جوڑے پر برسائے گئے جس سے وہ ہمیشہ کے لئے سوتے
رہگئے۔ لیکن جس طور پر جانی کے ساتھ ہمارے ہان سلوک کیا گیا اوس سے مجھکو
اسقدر رنج ہوا جسقدر اون تدبیرون سے جو اوسکے ہمراہی قیدیون کے ساتھ لگائی گئین
وہ ایک ظالم بیرحم بدمعاش تھا اور اوسے اپنے جرائم کی سزا ملی۔ مگر بچارے
گھرانے کے لوگ اور قسم کے شخص تھے۔ البتہ وہ ظالم اور خونریزیون کیجانب سے

بے پرواتھے اونکے مذہب نے اور اونکی سوشیل یاناسوشیل حالت نے جسمین عمدہ باتون کے اجزاتھے۔ خود بجار مین بہت سی باتین اچھی تھین اور اوسکے بھائی منڈوخان اور اوسکے بیٹے وزیر خان اور اوسکے خاندان کے اور لوگون مین بھی۔ اگر اون کے ساتھ عاقلانہ برتاؤ ہوتا تو مجھے پکا یقین ہے کہ اون لوگون نے ہمکو دہوکا ندیا ہوتا۔ مگر ایسے لوگون کے ہاتھون مین ہتکڑی ڈلوانا اونکے سلاح اور گھوڑون کو بیچ ڈالنا۔ اور تب اونھین رہا کرنا سراسر خبط تھا۔ ان قیدیون کے ہتکڑی ڈالنے کا جو حکم آیا تھا وہان پھر لکھا گیا لیکن جب تاکیدی حکم آیا تو کوئی جگہ توقف کی باقی نرہی۔ پہلے بجار سے ملازمت کے لئے کہا گیا اور تنخواہ تین ہزار روپیہ قایم کی گئی تھی۔ مگر اب زمانہ پلٹ گیا ایک دن اوسنے مجھسے کہا کہ "صاحب قسمت من چنین است"۔ بی برگ نے استعدا صرف کیا اوسکو حکم دیا گیا تھا اپنے بیٹے اسلام خان کو حاضر ہو جانے کے لئے لکھے۔ مگر اوسنے بالکل انکار کیا اور اپنی ناراضگی و شکایت بآواز بلند ظاہر کی۔ یہ بی برگ ایک عجیب ہی قسم کا بوڑھا تھا۔ مجھے جب موقع ملتا تھا تو اوس سے گفتگو کرکے اونکی عجیب و غریب جوابون سے لطف اوٹھاتا تھا۔ ضعیفی مین وہی ایک شخص تھا۔ جو میرے تجربہ مین جوان نظر آتا تھا۔ واقعی کسی پری نے اوسے شربت آبحیات پلادیا تھا جس سے وہ چالیس برس سے زیادہ سن کا نہ معلوم ہوتا تھا اوسکے بال نہایت لمبے تھے اور سیاہ تھے اور اوسکی سرمگین آنکھین مثل الماس کے درخشان تھین۔

۸ فروری کو دکی اور چکرانی قیدیون کے اسلحہ اور جانور بک گئے۔ بجر بجار اور دریاخان کے سب نہایت ہی ادنے درجہ کے جانور شکار پور مین ساتھ لائے تھے وہ سب دراصل بدر و چھوٹے چھوٹے یابو پر سوار تھے جو مضبوط اور تیز بہت تھے مگر اس قدر پستہ قد اور کمزور تھے کہ اونکے سوار ہمارے سوارون کے مدمقابل نہین ہوسکتے تھے۔

اونکے ہتھیار توڑے دار ذلیل بندوقین گینڈے کی کھال کی ڈہالین اور چوڑی چوڑی تیز تلوارین تھین۔ بلوچی تلوار کے بڑے دہنی ہوتے ہین۔ یہ مشہور ہے کہ اونکے یہان ایک معمولی کثرت یہ ہے کہ ایک وار مین بھیڑ کے دو ٹکڑے کر دئے جائین۔ بجار خان اور بجارانی سردار کی گھوڑیان بہت قوی تھین۔ چنانچہ پہلے شخص کی دو سو دس روپیہ کو فروخت ہوی اور دوسرے کی چار سو روپیہ کو بجار کی گھوڑی بڑی شائستہ تھی چنانچہ وہ بمبئی پولو بڑہانے کے لئے بھیجدی گئی۔ مگر دوسری گھوڑی نہایت ہی تیز اور شریر تھی۔ اوسے پہلے ایک افسر نے نہایت پسند کر کے مول لیا۔ لیکن کبھی اوسکی چال بیکنے کی ہمت نکر سکا۔ کچھ دنون تک اوسکے باہر نکال کر مشق کرائی جاتی تھی۔ اور جمکا کر وہ راہ پر لائی جاتی تھی مگر سب بے سود تھا۔ اوسکے خرانٹون۔ ایال کی ترچھی استادگی اور غضبناک صورت سے صاف صاف معلوم ہوتا تھا کہ گویا وہ کہہ رہی ہے کہ " مین وحشی جانور وحشی سوار کے لئے موزون ہون۔ اگر تمہین اپنی گردن شکست نکرنی ہو تو مجھ پر سوار ہونے کی کوشش نکرو" آخر کار الف خان طہرین نے جو شریر جانور کو نہایت پسند کرتا تھا اوسکی خریداری پر آمادگی ظاہر کی۔ معاملہ فوراً طے ہو گیا اور دریا خان کی گھوڑی کو پھر ایک سوار اپنی پشت پر محسوس ہوا۔ مگر بغیر ایک ضربہ اور حکمت کئے ہوے وہ بھی نہ سوار ہو سکا۔ وہ اوسے ایک تنگ گلی مین درمیان دو دیوارون کے لے گیا جہان سے وہ نکل نسکتی تھی۔ اور اسوقت اوسکی پیٹھ پر چڑھ بیٹھا۔ اوسی زیادہ وقفہ اپنی کامیابی پر ناز کرنے کا نہ ملا کیونکہ جون ہی اسے اپنی پیٹھ پر بوجھ معلوم ہوا۔ وہ الف ہو گئی اور لتیان چلانی شروع کین اور دو تین بار اچھلنے کے بعد اس زبردست شخص کو آگے پھینک دیا۔ ہرچند کہ اوسے چوٹ لگی مگر وہ فوراً اوٹھ کھڑا ہوا اور پیٹھ پر جا بیٹھا اور اس مرتبہ گھوڑی نے شاید یہ سمجھکر کہ اوسکی قوت کی آزمایش ہو چکی سکوت اختیار کیا۔ واقعی وہ جانور اصیل تھا اور الف خان اوسکی شرارتون

سے خوش ہوتا تھا اور اکثر کہتا تھا کہ "جب مین اوس گھوڑے پر سوار ہوتا ہون تو مجھ
معلوم ہوتا ہے کہ چکرانیون کا غرور میری ران کے نیچے ہے۔ مگر جب دریا خان
رہا ہوا تو وہ گھوڑی الف خان سے لیکر اوسکے حوالہ کی گئی۔ اور اوسکی قیمت گورنمنٹ
سے واپس ملی۔

ساتوان باب

انگلستان کے لوگون کو ماہ مئی کا ایک عمدہ خیال ہے اور اوس لفظ ہی سے اونکو
سبز کھیتون اور بچون کا سرخ و سفید پھولون کو جنسے دلفریب خوشبو آتی ہے جمع
کرنیکا تصور پیدا ہو جاتا ہے۔ مگر افسوس میرے دل سے ایک مدت ہوئی کہ یہ خیالات
خارج ہو گئے ہین۔ اب مجھ کو اس بات کی نصیحت کرنے کے لئے میرا مئی کا مہینا
قدیم انگلستان کے خوشنما مئی کے مہینے سے جدا ہے خود کو لرزتے ہوے پنکھے
کی ضرورت نہ تھی جسے ایک بوڑھا سیہ فام شخص پگڑی باندھے کھینچتا تھا نہ تاریک
کمرہ اور ہواے پنکھے کی لگاتار گردشون کی۔ مین سب ہی سے چھپا نوے درجہ کی گرمی
مین غرق بحرق ہو رہا تھا کہ ایک لانبا نوجوان افسر اندر داخل ہوا اور مجھ سے ہاتھ
ملایا۔ مین نے اوس سے کہا کہ "کیون کلارک تم کسلئے ایسے نامعقول موسم مین باہر نکلے
جس سے انسان کا دماغ پگھل سکتا ہے چاہے وہ فولاد یا سنگ خارا سے کیون
نہ بنا ہو۔" اوسنے جواب دیا کہ "مجھے مری کی پہاڑیون مین رسد کی حفاظت کے لئے
جانیکا حکم ہوا ہے۔ مین بالکل تندرست نہین ہون کیونکہ تین دن سے بخار آ رہا ہے
اور نہ میری باری کا کام ہے مگر مین اسکی نسبت کچھ نہ کہونگا۔" اوسنے رہنما طلب کئے۔
اور مین نے اوسکو دیئے بس وہ رخصت ہوا۔ چند روز کے بعد مین بخار مین مبتلا
اور کملون کے بوجھ سے دبا ہوا کانپ رہا تھا کہ میرے کمرہ کا پردہ ہٹا کر مجھ سے یہ کہا

کہ "خبر نہایت خراب ہے۔ کلارک اور اوسکے کل آدمی مارے گئے ایک متنفس نہیں بچا"
واقعی یہی ہوا اور وہ بہادر دل جو اسقدر زیادہ تڑپ رکھتا تھا اسوقت موت سے سرد
ہوگیا تھا۔ بہت دنون کے بعد مجھے اسکی کل کیفیت عبداللہ اور دوسرے لوگون سے
جو موجود تھے معلوم ہوی۔ اونہون نے بیان کیا کہ کلارک نے چند بلوچیون سے
کہا تھا کہ مین کاہن کو جاتا ہون اگر دو امری مجھ پر حملہ کرنا چاہتا ہو تو کرے۔ یہہ
پیغام نا عاقبت اندیشی کا تھا بشرطیکہ واقعی وہ بھیجی گیا لیکن مجھکو اس مقام پر راوی
کی صداقت کی نسبت شک ہے کیونکہ مین خوب جانتا ہون کہ کلارک کام کا آدمی تھا
اور ڈھینگ مارنا اوسکا شیوہ نہ تھا۔ بہرحال مریون نے ہماری فوج کو راہ مین کاہن
سے واپس آتے وقت روکا جسکے ساتھہ معمول کے مطابق ایک بڑی قطار اونٹون
کی تھی۔ کلارک نے آگے پیچھے کی پہاڑیون کو آدمیون سے بھرا ہوا پایا۔ وہ اپنا آخری
کھانا کھانے کے لئے بیٹھا۔ اور اوسی اطمینان کے ساتھہ کھایا۔ کہ گویا کوئی دشمن مقابلہ
مین نہین ہے اور پھر مرنے کے لئے اوٹھا۔ اوسنے اپنے لوگون کو ایک جگہ ایک ڈھلوان
چڑہائی پر اکٹھا کیا جو سرتاف کہلاتی ہے (غالبًا یہ لفظ سرآب ہے جسکے معنی پانی کے
چشمہ کے ہین) جہان سے او سنے کئی بار بلوچیون کو جو خونخواری کے ساتھہ حملہ کرتے
تھے پسپا کیا مگر آخر کار ایک گروہ اون لوگون کا اوسکے عقب مین ایک اور اونچے
مقام سے آگیا۔ بعد ایک بہادرانہ مقابلہ کے وہ زمین پر گرا دیا گیا اور اوسکا گلا اس
قسم کی ایک چھری سے کاٹا گیا جو تمام بلوچ اپنی کمر مین اسی قسم کے نیک کام ان
یا اپنے معمولی مصرفون کے لئے رکھتے ہین۔ اوسکے کمان مین جو فوج قریب ایکسو
ساٹھہ آدمیون کے تھی اون مین سے صرف بیقاعدہ سوار تیس یا چالیس کے
درمیان اور چھہ سات سپاہی جنمین سے زیادہ لوگ زخمی تھے جان سلامت لیکر
آسکے۔ مہینون کے بعد ایک سندہی میرے دوست کی کنجیان اور کچھہ اور چیزین اور

اوسکا پتلون خون آلودہ جوایک چٹان کے جوف مین تھا میرے پاس لیکر آیا۔
یہی پہلا سخت نقصان ہم لوگون کو معہ شکست کے جب سے کہ ہماری فوج سندھ
دریا کے پار اوتری تھی ہوا۔ اسکا اثر زیادہ ہوا اور مری اپنی کامیابی سے نہایت
خوش ہوئے چنانچہ اوسوقت سے کوئی دستہ بغیر خطرہ کے پہاڑیون مین نہ جا سکتا
تھا سپاہیون کو جب اوسطرف روانہ کرتے تھے تو وہ یہ تصور کرتے تھے کہ گویا
اونکو سیدہا راستہ ملک الموت کے ملک کا بتایا گیا ہے۔ پکڑ جانے کے وقت جس نام
سے وہ پہاڑیون کو پکارتے تھے وہ فوراً اپنی جمع خود کسی دوست کے پاس رکھ
دیتے تھے۔ سرتاف کے معرکہ کے ساتھ ایک اور بھی ناموزون واقعہ ہوا۔ امیل کو
یہ خبر ملی کہ جکرنگتی فرقہ والے جومری فرقہ کے ملک کے مشرق کی پہاڑیون پر آباد
اور مشہور ڈاکو ہین ڈاکہ ڈالنے کا ارادہ رکھتے ہین۔ اوسنے اونکا تعاقب کرنا چاہا۔
اور قریب اسی سوارون کو جوا رسکے اور لفٹنٹ وارڈن کے زیر کمان تھے اور یار و کوسا
کو بطور رہنما کے ساتھ لیکر شام کو اوس طرف روانہ ہوا جہان ڈاکو معہ اپنے اسباب
غنیمت کے ٹھہرے ہوے بیان کئے گئے تھے۔ وہ لوگ تمام رات چلے گئے۔
جب صبح ہوئی تو دشمن نظر نہ آئے بلکہ ایک وسیع شیطان کی آتش سا ریگستان
دکھائی دیا۔ وہان دن اسقدر آہستہ چال سے نہین چلتا جسطرح اور عمدہ ملکون مین
وہ رفتہ رفتہ آگے بڑہتا ہے۔ وہ یکبیک سرخ و خونخوار اور ناقابل برداشت
ہوکر ریگستان مین پھٹ پڑتا ہے۔ سوائے ریگستان کے ڈاکوؤن کے اور کوئی
اس آتشی آزمایش کو نہین برداشت کرسکتا۔ چونکہ وہ انہین خشک جگہون مین
پیدا ہوتا ہے۔ پس وہ طفلی ہی سے تکان اور تشنگی کے برداشت کرنے کا عادی
بنایا جاتا ہے۔ تمام لوگون مین بلوچی عرصہ تک پانی کی خواہش کو روک سکتے
ہین۔ جب بہت دور ڈاکے دیتے ہین تب وہ ایک ہی بار پانی پیتے ہین اور

دن کی طپش مین کبھی نہین پیتے[1] - دراصل وہ ایک قسم کی نہایت ہی سخت مشاقی کرتے ہین اور جو اونکا مقابلہ کرنا چاہین وہ بھی اوسے حاصل کرین - مگر کوئی یوروپین اپنی طبیعت کو اسقدر تبدیل کرنے کی امید نہین کرسکتا کہ سخت جانی مین اونکا ہم پلہ ہو بلوچی لگاتار پچاس پچاس اور ساٹھ ساٹھ بلکہ ستر میل تک بغیر کسی جگہہ ٹھہرنے کے چلے جاتے ہین اور جاندی کھلی رہتی ہے صرف ایک لمبی پٹی ڈھیلی پیشانی کے گرد لپٹی رہتی ہے سواری کے لئے زین کاٹھ کا ایسا سخت ہوتا ہے جس سے درد پیدا ہو جاے - گھوڑا وہ جو قد مین چھوٹا دبلا بدرد مگر قوی - گھوڑی ایسی جسکا قدم بجز اوسوقت کے جب وہ بگڑی ہوی ہو چھوٹا اور بھدا پڑتا ہے - ایک موقع پر جبکہ ایک مختصر جماعت سر جان کین کی فوج کے شریک ہونے کے لئے جاتی تھی اور آدھے آدمی شکار پور اور پرشوری کے درمیان اسوجہ سے ضایع ہو چکے تھے کہ بلوچی رہنما انکو ایک ہی بار بہت دور تک لے گیا تھا اوس سے یہ پوچھا گیا کہ "تو نے اُن بدنصیبون کو کیون کوئی جگہہ ٹھہرنے کی نہ دکھائی جبکہ کئی ایک راستہ پر موجود تھین "۔ تو اوسنے جواب دیا کہ "کیونکر مین کہہ سکتا تھا مین اور میرا جانور اتبک تازہ دم ہین اور مین سمجھا کہ اونکو چلنا ناگوار نہین ہے "۔ مگر وہان اونکے جان پر آبنی - المیل کے سوارون کی بھی جب دن نکل آیا تو آگے بڑھنے کی قوت جاتی رہی - ہرطرف پانی کی پکار تھی - بعض راستہ بھول گئے یا پیچھے رہگئے اور مصیبت سے مرے - غرضیکہ غرض فراموش ہوگئی - اب بھی خیال ہوا کہ کسیقدر جان لیکر واپس چلے - اسمین کوئی شک نہین ہوسکتا کہ سب لوگ یارو رہنما کے قبضہ مین تھے - اگر وہ چلا گیا ہوتا یا اوسنے دو ایک گھنٹہ تک اور لوگون کو ریگستان مین رکھا

---

[1] مگر وہ بھنگ پینے کے بڑے عادی ہین جو خون کو نہایت جوش دیتی ہے لیکن تعجب ہے کہ مثل افیون یا شراب کے نشہ اُتر جانے پر کسی قسم کی سستی نہین لاتی - ۱۲

ہوتا تو ہر شخص کی قضا آجاتی مگر گو کہ شاید یارو اپنے اگلے دوستون بگتیون کو ظاہر کرنا نہین چاہتا تھا تاہم اوسکی یہ خواہش نہ تھی کہ گورنمنٹ سے جو تنخواہ ما ہوار ملتی ہے اوسے ضایع کرے۔ وہ امیل کو ایک گندے تالاب پر لے گیا جو ریگستان کے ڈاکوؤن ہی کو معلوم تھا اور اس پانی کے ملنے سے وہ دستہ پھر اوس جگہہ واپس آسکا جہان سے روانہ ہوا تھا پانی کو دیکھکر جو سیاہ گندلا اور بدبودار تھا کل جماعت انسان اور جانور منھ کے بل دوڑکر اوسپر جا گرے اور آپس مین اوس قیمتی شئے کے لئے لڑنے لگے۔ اس طور پر یہ کوشش ناکامیاب ہوی اور چند دن کے بعد تین گھوڑے اور اونکے سوار ریگستان مین چند ہی میل پر شکارپور کی سرحد سے مُردہ اور اینٹھے ہوے پائے گئے یہ ناکامیابی کی افسوسناک یادگار تھی۔ اور لوگ جو اپنے گھوڑے سے نیچے گر پڑے تلاش کئے گئے اور مجنونانہ حالت مین لائے گئے۔ جیسا کہ ایسی حالتون مین معمول ہے تمام لوگ یارو کے خلاف شور کرتے تھے۔ وہ شکارپور مین قید کرکے بھیجدیا گیا اور اوسکے پھانسی دئے جانے کی درخواست کی گئی مین اوسکے خلاف اظہارات لینے پر تعینات ہوا اور مجھے اس امر سے خوشی بھی ہوی کہ یہ کام میرے سپرد ہوا کیونکہ مجھے اسکی نسبت کوئی تعصب نہ تھا غور کیجئے تو ہمارا یہ حد سے زیادہ امید کرنا نہین ہے کہ جو لوگ ہماری ملازمت اختیار کرین اونسے یہ درخواست کرین کہ اپنی قوم کے لوگون کو گرفتار یا ہلاک کرائین۔

جب شہادت لی گئی تو کوئی بات ایسی نہین معلوم ہوی جس سے ثابت ہو کہ یارو بالقصد ہمارے آدمیون کو راہ سے علیحدہ لے گیا تھا۔ جو کچھ اوس سے کہا جاتا تھا اسکا ایک لفظ بھی وہ سمجھ نہ سکتا تھا۔ اوسنے ڈاکوؤن کی خبر نہ دی تھی اور یہ ظن غالب ہے کہ اگر اونسے ہزار کوشش کی ہوتی تو اونکو نہ پاتا۔ اوسنے خود کہا کہ واپس کا حکم بیوقت دیا گیا اوسوقت دو تہائی بھی اوس مسافت کی طے نہ کر چکے تھے جہان

ڈاکوؤن کی موجودگی کی امید تھی۔ خلاصہ یہ کہ یارو بری ہوگیا اور بعد کو اوسنے عمدہ خدمت انجام دی۔

سنہ ۱۸۴۱ع کی گرمی کا موسم اب بخوبی آگیا تھا اور ایک بڑی تبدیلی ہماری حالت مین دریا رسندہ کے پار ہوگئی تھی۔ سال ما قبل ہمارے کابل کی غویت کی کامیابی کے ساتھ ختم ہوا تھا شاہ اپنے مورثون کے تخت پر بٹھا دیا گیا تھا قندہار کے سردار اور اونکا زبردست بھائی دوست محمدؐ بھاگ گیا تھا۔ محراب خان قلانی نے ہمارے ساتھ عداوت کرنے کا کفارہ اپنے خون سے دیا اور بالآخر ڈاکو بلوچیون کے سردارون نے سمجھکر ہماری اطاعت قبول کی تھی اور اسوقت ہماری قید مین تھے ہم لوگون نے ایک وسیع ملک کو فتح کرلیا تھا۔ مگر اوسکو قبضہ مین رکھنے کا کام جو اس سے زیادہ وقت طلب تھا وہ باقی رہگیا تھا۔ اگر ہوشیاری کی ہوتی تو بیشک ہم لوگ اوسکو قبضہ مین با آسانی رکھہ سکتے تھے۔ مگر اب ہر ایک قدم پیچھے پڑنے لگا۔ ہم لوگ پولیٹکل سیڑہی پر صرف اسی لئے چڑھ گئے تھے کہ دکھادین کہ کس پھرتی سے ہم نیچے اُتر سکتے ہین۔ اوّلاً ہمنے اپنی فوج بہت جلد ہٹالی اور جو پلٹنین رہ گئین اونمین سے خانگی کام کے حیلہ سے رخصت چاہی ملی۔ افغان اور بلوچیون نے ہماری تھوڑی تعداد کو شمار کرنا شروع کیا۔ اونکو شرم آئی کہ تھوڑے سے لوگون سے دبکر رہین۔ اسپر سرتاف مین زک ملی جس سے یہ ثابت ہوا کہ ہمارے فوجی دستے پہاڑیون کا مقابلہ نہین کرسکتے۔ کیونکہ ایک دستہ کلارک کی ماتحتی مین بالکل ضایع ہوا۔ پلٹنون کی ضرورت تھی مگر وہ سندہ مین کہان مل سکتی تھین تا وقتیکہ ہم لوگون نے سکر اور شکارپور کے ڈیپو کو چھوڑ دینا منظور نہ کیا ہوتا۔

اس درمیان مین ہمارے پولیٹکل افسر بالا شملہ کی سرد ہواؤن کا لطف معرکۂ جنگ سے کوسون دور بیٹھے ہوئے اوٹھا رہے تھے۔ مگر وہان سے مثل ایک دیوتا کے

اس دنیا کے معاملات کی نگرانی بھی کر رہے تھے جس اسسٹنٹ کو اجنبی کا چارج تھا
اوسے ہر ایک ضروری امر مین اپنے غیر حاضر افسر سے دریافت کرنا ہوتا تھا اور مہینون
مین اسکا جواب آتا تھا اسکے سوا وہ زبان سے بالکل ناواقف تھا اور ہر بات
کی اطلاع کے لئے اوسنے اپنے چلتے پرزے منشی پر بھروسہ کرنا پڑتا تھا۔ سچ ہے
کہ وہ ایک لایق افسر تھا اور اسمین عمدہ خلقی اور صاف نیتی مگر اسکی کل روش کی
بنا کچھ ایسے اصول پر تھی جس سے وہ کسی امر سے خوش ہی نہوتا تھا۔ دوسرے
جو شخص روزانہ ایک درجن سے لیکر دو درجن تک بیر شراب لنڈھاے وہ ہمیشہ
عمدہ طور پر نہایت باریک تفریق مصلحت اور خلاف مصلحت امور مین نہین کرسکتا۔
اس حالت مین اسباب کے جاننے کے لئے کہ مصیبتین سر پر آنے والی
ہین کچھ الہام کی ضرورت نہ تھی۔ لنے جو قلات مین بیس سپاہیون کے
ساتھ تھا مدد کے لئے لکھنا شروع کیا اور کاہن کو دشمن نے گھیر لیا تھا۔ مین نے
بہت سے خطوط بمبئی کے سکرٹریٹ کے دفتر مین روانہ کئے جسمین مین نے حتی الوسع
غلطیان اور انکی تدابیر دکھلائین۔ سب سے فاش غلطی ہماری یہ تھی۔ کہ ایک مشہور
دغاباز اور مرتد کو کچھی کے صوبہ کا حاکم مقرر کیا تھا۔ انگریزی حکومت انصاف کا نمونہ
ہے۔ اسمین کوئی تخصیص نہین ہے ہر کسی کی رعایت سب لوگ برابر ہین اور سب کے
حقوق یکسان ہین کسی عہدہ کے لئے کوئی ناقابلیت نہین سمجھی جاسکتی۔ تاکہ لوگ
اسے محض زبانی جمع خرچ نہ تصور کرین۔ اسکی مثال دکھا دینی چاہئے اور ایسی مثال
تجویز کرنی چاہیئے جسپر فوراً خیال رجوع ہو۔ انگریزون نے ایک نیا صوبہ کچھی کا براے
نام شاہ کے لئے فتح کیا۔ لیکن سچ پوچھئے تو اپنے لئے تھا۔ خیر اسے جانے دیجئے
کیونکہ انھین ایک نیا صوبہ ملا تھا۔ پس ایک نئے حاکم کی ضرورت تھی چنانچہ مذکورہ بالا
اصول کچھ ثابت کر دکھانے اور اس امر کے اظہار کے لئے کہ کسی شخص کا حق ترقی

نظرانداز نہ کیا جائے گا ادنھون نے ایسے شخص کو منتخب کیا جسکے حقوق کمتر ہی نہین تھے بلکہ قطعی طور پر نفی کے برابر تھے - کیا کسی نے پوچھا بھی تھا کہ محمد شریف کون شخص ہے - جسوقت وہ کچی کا حاکم مقرر کیا گیا - اگر پوچھا گیا ہوتا تو صداقت خود بول اوٹھتی کہ "وہ ہرنداور واجل کے اضلاع کا حاکم محراب خان قلاتی کی جانب سے تھا اور اونہین رنجیت سنگھ سے سازش کرکے حوالہ کر دیا - وہ ایسا شخص تھا - جس سے لوگ اسیقدر نفرت کرتے تھے جسقدر رشوت - اوسے کسی آقا کی خدمت کرنے مین عذر نہ تھا کیونکہ وہ سب کے ساتھ دغا کرتا تھا - نہ اوسے تنخواہ کی کچھ پروا تھی کیونکہ چاہے تنخواہ کم ہو یا زیادہ جنپر وہ حکومت کرتا تھا اونکے کپڑے تک اوتروا لیتا تھا وہ اپنا سلسلہ خاندانی حضرت محمدؐ سے قایم کرتا تھا اور اوسکا دعوے صحیح بھی تھا کیونکہ آنحضرتؐ کی طرح اوسنے ایک ہی معجزہ بھی دکھلایا یعنے لوگ اوسپر اعتبار کرنے لگے[1] ایسے شخص کو ضبط کے باعث لوگون نے سرکار کیجانب سے کچی کا حاکم مقرر کیا - اوسکے ساتھ کوئی یوروپین افسر اوسکی کارروائی کی نگرانی کے لئے تعینات نہین ہوا - اوسکو بذات خاص مطلق العنان کر دیا کہ من مانی عیاریان کرے اور اوسنے تھوڑے ہی دن مین اوس وسیع تجارت کی بنیاد ڈالی جس سے شاہنواز کو قلات سے مفرور ہونا پڑا - کوڑے مارا گیا اور کچی لٹ گیا - وہ اوایل مین ایک مرتبہ اجنٹی مین ملنے کے لئے آیا تھا جہان مجھ سے ملاقات ہوئی تھی - صورت سے وہ وجیہہ لمبا اور سجیلا جوان تھا اور اوسکی سیاہ داڑھی نہایت اچھی تھی - مگر وہ شاذ ہی لوگون سے نگاہ ملاکر ہم کلام ہوتا تھا اور جب ایسا کرتا تھا تو اوسکی نگاہ سے ایک بدنما اثر ظاہر ہوتا تھا البتہ اوسکے الفاظ بڑی طلاقت کے تھے جس سے گڈوار بڑ مین اوسکا رسوخ بہت جلد زیادہ ہوگیا - اوسکے اور خاص شستہ تر بنیا سہاے کے درمیان

[1] نقل کفر کفر نباشد - ۱۲ - المترجم -

لگاتار خط وکتابت جاری تھی۔ یہ ظاہر تھا کہ دونون ایک ہی کشتی پر سوار ہین اور آخر مین اسی کشتی مین دونون ڈوب مرے۔ مین نہین جانتا کہ انہین حضرات کی راے سے یہ کیا گیا کسی اور کے مشورہ پر کہ تمام جاگیرین جو لوگون کو اگلی سرکارون سے خدمات کے صلہ مین دی تھین انگریزی سرکار نے بھی لیتے ہی ضبط کر لین۔ اتفاقاً وہ زمانہ خشک سالی کا تھا پس ایسی کارروائی کی نسبت لوگون کے کیا خیالات تھے وہ تصور کئے جا سکتے ہین۔ جن لوگون کی اراضیات ضبطی مین آئین اونمین شاہ نوازخان کا بہنوئی کمال خان ایقاری ورحسیم خان منگل جسکا باپ قدرت کے واوے مین مارا گیا تھا وعیسی خان منگل وعطا خان اور براہون کے اور اور بڑے زبردست اور بارسوخ سردار تھے ان مین سے بعض شکارپور ہوکر سکر گئے تاکہ اپنے حقوق کی واپسی کے لئے درخواست کرین۔ مین اونکی آمد اور غرض سے واقف تھا۔ چنانچہ جسقدر مجھ سے ہوسکا مین نے پرزور خط اونکے حقوق کی تائید مین لکھا۔ مگر اونکو کوئی دن تک یون ہی ٹھہرا رکھا گیا اور آخر مین کج خلقی کے ساتھ انکار کر دیا گیا۔ مجھے ذرا بھی شک اس امر مین نہین ہے کہ محمد شریف کے یہ کانٹے بوئے ہوے تھے اور اسطور پر وہ ایک جماعت ناراض سردارون کی ہمارے خلاف تیار کرنا چاہتا تھا۔ اگر اوسکی یہ غرض تھی تو بخوبی پوری ہوئی۔ کیونکہ جب وہ لوگ ناامید اور افسردہ ہوکر اپنے پہاڑون کو واپس گئے اور جاگیرون کی واپسی کی درخواست کی سماعت نہوئی تو اون لوگون نے کئی ہزار بلوائی اکٹھا کر لئے لیکن ہماری حکمت عملی یہین تک نہ تھی کہ لغاوت کی آگ مشتعل کرین بلکہ اوسکے قایم رکھنے کے لئے بھی سامان بھی فراہم کر دیا۔ ان حصون مین سرکاری مالگذاری جنس کی شکل مین وصول ہوتی ہے۔ چنانچہ بہت کچھ ذخیرہ اناج کا محمد شریف نے گنڈواکوٹڑو اور دادر مین جمع کیا اور یہ مقامات بلوائیون کے

موقع کے تھے جو آگے بڑہے آتے تھے کیونکہ بعض جگہ مثل وادرنکے بالکل خروج نہ تھی یا تھی بہی تو نہایت خفیف۔ اس درمیان مین جب یہ واقعات یہان ہورہے تھے تو پولیٹکل اجنٹ لوگ کیا کررہے تھے۔ مین صرف اسقدر کہہ سکتا ہون کہ خود میری حالت نہایت افسوسناک تھی۔ یعنے مین شطرنج کا کھیل دیکھہ رہا تھا جسمین اچھی اور بُری دونون چالین چلی جاتی تھین لیکن زبان نہین ہلا سکتا تھا۔ ہمارے فرایض منصبی بہی اسقدر زیادہ اور مختلف قسم کے تھے کہ ہم لوگون کو بجز اتفاقیہ فہمایش کے اور موقع اپنے افسر بالا کو لکھنے کا نہ ملتا تھا ایک بڑے خزانہ کی نگرانی اور محبس کی حفاظت جسمین بیشمار لوگ تھے۔ اور ڈاک خانہ کا کام جس سے سیکڑون خطوط اور پارسل روزانہ روانہ ہوتے تھے۔ انسان کو زیادہ خیالات پر زور دینے کا موقع کم دیتے تھے۔ میری نگرانی کے کامون مین یہہ کام بھی تھے کہ ایک لمبی چوڑی رپورٹ شمالی سندھ کے تمام موضعون کی تیار کرون جسمین مالکان کے نام اور تعداد مالگذاری وصول شدہ کی ہو۔ اور ایک نرخنامہ سکارپور کے بازار کی اشیاء فروختنی کا بہی نتھی رہے اور ایک ڈکشنری سندہی زبان کی درست کرون جسمین چار پانچ ہزار الفاظ ہون اور کئی منشیون سے ایک ایک لفظ پر بحث کیجاے۔ لغت کے تیار کرنے مین مجھے خواہ مخواہ حرفون کو بھی سیکھنا پڑا جسمین یہ تخصیص ہے کہ صرف ابتدائی حروف شمسی باستثناے چند کے لکھے جاتے ہین پس تحریر مین سخت دقت واقع ہوتی ہے کیونکہ فقط حروف تحری ظاہر کئے جاتے ہین اور شمسی کو جیسا موقع بلحاظ معنی کے آپ دیکھین ویسا کام مین لائین۔ مثلاً لفظ پیرین جسکے معنی پیارے کے ہین ٹھیک اسیطور پر لکھا جاتا ہے جسطرح پرے جسکے معنی آگے کے ہین کیونکہ حروف (پ) اور (ر) ظاہر کئے جاتے ہین۔ اسی طور کا جسمین محذوف حروف رہین وہ نتیجہ ہوتا ہے۔

کہ خود وہان کے باشندے اون مختصر عجیب وغریب خطوط کے معنی لگاتے ہین سخت غلطیان کرتے ہین جو اونکے پاس آتے ہین - ایک سوداگر کے پاس ایک خط راجپوتانہ سے ایک دوست کے ہان سے آیا تھا جہان اوسکا لڑکا چلا گیا تھا چونکہ وہ کتابت جلد نہ پڑھ سکتا تھا پس اوسنے ایک شتاب سے خط پڑھوایا جسنے اسطور پر اوسکی تفسیر کی کہ وہ اوسکے فرزند کی موت کی خبر سمجھی گئی - بیچارہ باپ سر پر خاک اوڑانے اور زور سے چلانے لگا - اور ایک بھیڑ اسکے گرد جمع ہوگئی - وہ رو رو کر کہتا تھا کہ "افسوس وہ میرا اکلوتا لڑکا تھا" تماشائیون مین سے ایک شخص نے اوسکی حالت پر افسوس کرکے خط دیکھنے کے لئے مانگا - اوسنے کہا کہ "اسمین تو تمہارے لڑکے کے مرنے کی خبر کہین بھی نہین ہے بلکہ یہ کہ اسنے اپنا بیاہ کرلیا" باپ نے کہا کہ "اب میری حالت اور بھی خراب ہے اور نہ مین روسکتا ہون نہ ہنس سکتا ہون" ایک اور شخص کا ذکر ہے جسنے کاتب کو کچھ اجرت بھی دی تھی جب خط اپنی منزل مقصود پر پہونچا تو کوئی شخص بجز فرستندہ کے نام کے ایک حرف بھی نہ پڑھ سکا - کچھ دنون کے بعد وہ واپس آیا اور فرستندہ غصہ مین آکر لکھنے والے کے پاس لیکر گیا کہ خط نہ پڑھے جانے کی وجہ سے واپس آیا - کاتب نے کہا کہ "ہان یہ ممکن ہے کیونکہ مین خود نہین پڑھ سکتا - تمنے مجھے لکھنے کی اجرت دی تھی نہ خط کے پڑھنے کی - یہ کیفیت کچھ دھوتیا پرشاد محررون کی سی ہے اور جسے اس لطف کے دیکھنے کا شوق ہو وہ سکارپور تشریف لیجائے -

مگر چونکہ ہمارے لئے روزانہ بازار کے اصل نرخ کا جاننا نہایت ضرور تھا مین نے حرفون کے پڑھنے کی وقت پر قابو حاصل کرنیکا ارادہ کرلیا اور برابر محنت کرنے لگا حتے کہ میرا ہندوستانی محاسب مجھکو دھوکا نہ دے سکتا تھا - ایک ثمرہ اسکا یہ حاصل ہوا کہ جہان کمپنی کا نقصان دس فیصدی قندہار کی ہنڈیون پر ہوتا تھا

وہان سنگاپور کی ہنڈیون مین ایک فیصدی کا فائدہ ہونے لگا اوریہ فائدہ سال مین کئی ہزار روپیہ کا ہوا۔

آٹھوان باب

ولی کس کام کے ہوتے ہین۔ مرنے کے بعد تو اون سے کوئی مصرف نہین نکلتا۔ مگر مشرق مین ولی زندہ اور مردہ دونون قسم کے ہوتے ہین اور جو زندہ رہتے ہین۔ وہ کام کے ہوتے ہین۔

فرض کیجئے کہ کسی سوداگر کو کسی خطرناک اور دور دراز ملک مین جاتا ہے اور وہ اپنے لڑکے کو اپنے ساتھ نہین لیجاسکتا۔ اور چھوڑ جانے مین بھی خوف لگا ہوا ہے نہ راہ رفتن نہ پائے ماندن۔ ایسی حالت مین وہ فوراً کسی پیر کو تلاش کرکے اپنی لڑکی اوسکی بیویون کے سپرد کردیتا ہے۔ اور پھر بے تردد سفر کے لئے روانہ ہوتا ہے کیونکہ اوسے خوب معلوم رہتا ہے کہ کوئی پیر کے حرم سرا مین نہین جاسکتا۔ یہی کیفیت مال کی ہے کہ اگر کسی پیر کے سپرد کردیا جائے تو حفاظت سے رہیگا اور کوئی اوسے ہاتھ نہ لگائے گا۔ پس مشرقی ولی آجکل یونان کے ڈیلفی اور المپیا[1] کا حکم رکھتے ہین۔ یا جو کیفیت خانقاہون کی ہمارے آبا و اجداد کے وقت مین تھی۔ یہ سچ ہے کہ یہ لوگ ایسے مہاجن ہین جنسے کچھ سود نہین وصول ہوتا مگر وہ آپ کا اصل بھی نہین ہضم کرجاتے۔ ایک دن میرے پاس ایک حسین فارسی کتاب لائی گئی اور لانے والے نے کہا کہ سرہند کے پیر نے آپ کے لئے بھیجا ہے اور آپ سے شناسائی پیدا کرنا چاہتا ہے۔ مین نے سلام کہلا بھیجا اور وہ میری ملاقات کے لئے آئے۔ پیر صاحب جنکا نام فدائے محی الدین خلیفہ ابوبکر کی نسل

---

[1] ڈیلفی اور المپیا قدیم یونان کے دو معبد تھے۔ ۱۲

سے ہتے جو حضرت کے چار احباب مین سے تھے - اونکی روشن سے ایک ایسا وقار پایا جاتا ہے جو نمایش سے بالکل مبرا تھا اور جو خود پوپ[1] کے شایان تہا - وہ ہندوستان مین رہ چکے تھے اور ہماری طرز حکومت کے مداح تھے جسمین خوشامد کو دخل نہ تھا اور سندہیون اور افغانون کے طور طریقہ اور تاریخ کے بارہ مین بہت اچھی طرح گفتگو کرتے تھے - یہ محض تعصب ہے کہ اگر کوئی خیال کرے کہ مذہب اسلام کے یہ پیشوایان دین اکثر راست باز اور اپنے نور تہذیب و لیاقت کے مطابق ارادہ کے درست نہین ہوتے - بلکہ انکی تہذیب کی روشنی ہر چند کہ دھندلی ہوتی ہے تاہم بعض وقت زیادہ منور شعاعون کی بہ نسبت جو ہم پر پڑتی مین عمدہ ترین کام مین لائی جاتی ہے - ان پیرون مین سے ایک شخص جو مذہب کے نہایت پابند مشہور تھے - حیدر آباد کے امیرون کے پاس چند سال قبل ہمارے گئے تھے اونکے روبرو کوئی حرکت ایسی کی گئی جو قرآن شریف مین ممنوع ہے وہ فوراً اوس مکان سے چلے گئے اپنا بوریا بندھنا سنبھالا - اور اپنے وطن کو واپس روانہ ہوے امیرون نے پیغامات اور تحایف بھیجے مگر کچھ فائدہ نہوا - اونہون نے کہلا بھیجا کہ اپنے آقاؤن سے کہدو کہ مین پھر اونکے مکان مین قدم نرکہون گا - چاہیے وہ میری واپسی کے لئے اپنی تمام کائنات بخشدین " میرے پاس سے پیر صاحب کے چلے جانے کی تھوڑی ہی دیر کے بعد ایک ضعیفہ آئی - جو نہایت روتی چلاتی اور اپنے بالون کو نوچتی تھی - اور تمام نبیون اور ولیون کا نام لیتی تھی کہ میرا انصاف کیا جاوے - مین اپنا نام اوسکے شور و غل کی آواز کے ساتھ سنکر نہایت شرمندہ ہوا جبکہ وہ اسطرح لیتی تھی کہ تعریف کے بالعکس تھا - مینے اپنے جی مین کہا کہ " بہتر ہوا

[1] رومن کیتھلک عیسائیون مین پوپ پیشواے دین سمجھا جاتا ہے - جیسے امام یا مجتہد العصر تصور کرسکتے ہین - ۱۲

کہ اسوقت پیر صاحب تشریف نہین رکھتے ورنہ وہ بہت تعجب کرتے ۔ نہ معلوم مین نے ایسا کیا کیا ہے جس سے وہ بڑہی عورت اسقدر مجھسے ناخوش ہے مجھے یاد بھی نہین کہ مین نے اوسپر نظر کی ہو یا اوسکا چہرہ کبھی دیکھا ہو" جس شخص کو ہندوستان مین نالشات کے سننے کا اتفاق ہوا ہے وہ جانتا ہے کہ مستغیث سے اصل ماجرا دریافت کرنا کسقدر وقت طلب ہے ۔ دوسرے ملکون مین لوگ اسکو مناسب سمجھتے مین کہ مجرم اپنی صفائی بیان کرے مگر خود مستغیث اپنی تکلیف کو بیان نہین کرنے پاتا ۔ آخرکار مجھکو معلوم ہوا کہ ایک بڑھئی نے جو میرے یہان نوکر تھا ایک درخت اوس ضعیفہ کا کاٹ ڈالا تھا اوسکا بیان تھا کہ وہ درختون کا جدامجد تھا اور اوسے اپنی آنکھون کیطرح پیارا تھا ۔ جسکے نیچے وہ شب کو سوتی تھی اور دن کو دھوپ سے پناہ لیتی تھی ۔ اور اوسے اوسنے اپنے سینہ سے لگا لیا تھا تاکہ کاٹا نجاے ۔ مین بڑھئی پر نہایت خفا ہوا اور اوسے بلواکر سخت گھُرکا ۔ بڑھئی ہنسنے لگا اور مجھسے کہا کہ چلکر دیکھئے ۔ مین نے ضعیفہ کو روپیہ دیے اور شام کو اوسکے پیارے کو دیکھنے کے لئے گیا ۔ تو کیا دیکھتا ہون کہ وہ محض ایک خشک لٹھا ہے جسکی جان عرصہ سے نکل چکی تھی اور جو صرف اسلیئے کارآمد تھا کہ اوسکی بدولت فرنگی سے روپیہ وصول ہووے ۔ مین نے بڑھئی سے کہا کہ اچھا بڑھیا کے پاس رہنے دو کیونکہ اوسنے نقل عمدہ کی" مگر وہ تکلیف دہ بوڑھی سندھی عورت بمقابلہ اُن بلاؤن کے جو ہمارے بعض ماتحتین سے کم مصیبت تھی ۔ اگر آپکو ڈھیر کرادیجاے پھر دیکھئے تماشا ۔ مثلاً ایک ہمعصر پولیٹکل افسر نے مجھکو لکھا کہ مسٹر فلان ۔ فلان دن اپنے دفتر جانے کے لئے شکارپور سے ہوکر جائینگے ۔ آپ اونکو رہنے کی جگہہ اور جو کچھہ سفر کے لئے درکار ہو دیدین ۔ جب وہ شخص آیا تو اوسنے مجھسے ملاقات کی اور مجھے اوسکی صورت اور ظاہرداری سے اوسکی جانب عمدہ خیال پیدا ہوا ۔ اوسکا طور وطریقہ اسکے موجودہ رتبہ سے بڑھا ہوا نظر آتا تھا ۔ مین نے

اوسکی چیزین منگوا بھیجین اونسے ایک خیمہ دیا اور ایک رسالدار سے ملاقات کرائی جو ایک دستہ سواروں کا افسر اور قریب ہی خیمہ زن تھا اور جسکے کچھ لوگ دوسرے دن اس تازہ وارد شخص کو بحفاظت پہونچانے والے تھے۔

شب کو بہت کچھ شور و غل مچا اور لوگ برابر ادہر اودہر پھر رہے تھے مین نے دو تین بار وجہ دریافت کرائی۔ صبح کو رسالدار منہ بنائے آیا اور کہنے لگا کہ جو صاحب کل شب کو آئے ہین وہ بیہودہ عادتین رکھتے ہین۔ خیمہ مین جاکر اونہون نے کئی گھنٹہ تک شراب پی اور اسکے بعد برہنہ تلوار لیکر نکلے اور ملازمین کا پیچھا کرنا شروع کیا حتے کہ جب وہ خیمہ کی رسیون سے اوجھکر گر پڑے تو چند سوارون نے کسی طرح اونکے ہاتھ سے تلوار چھین لی۔ مین نے شب کی کیفیت لکھی اور خود اوس مخبوط شخص کے ہاتھ اوسکے افسر کے پاس روانہ کردی۔ میرے دوست کا خیال تھا کہ وہ سدھر جائیگا مگر وہ اصلا راہ پر نہ آیا بقول سعدی ۔ خوئے بد در طبیعتے کہ نشست الخ۔ چنانچہ اونہون نے ایک مہینے کے امتحان کے بعد مایوس ہوکر واپس بھیجدیا یعنے دست بستہ سکر روانہ کیا کیونکہ اوسنے ہندوستانی خزانچی کے بازو کو دانتون سے زخمی کردیا تھا۔ جس سے اوس عہدہ دار کا تحمل ففرو ہوا اور وہ نہایت ہی دردناکی اور غمگینی سے چلانے لگا۔

جولائی کے مہینے کی سخت گرمی اب آگئی تھی مین سوتا تھا تو پنکھا میرے سر سے کچھ ہی اونچا کھنچا کرتا تھا اور پنکھا کھینچنے والے پر کبھی نیند کا غلبہ ہوتا تھا تو میری آنکھ فوراً کھل جاتی تھی۔ ایک شب کو تھوڑی ہی دیر تک ٹھہر ٹھہر کر نیند آنے کے بعد مین اٹھ بیٹھا اور ایک ہندوستانی ملازم پر جو میرے قریب زمین پر پڑا تھا ٹھوکر کھاکر گر پڑا۔ مین نے اوس سے مایوس ہوکر پوچھا کہ کہین ہوا بھی ہے تو اوسنے جواب دیا کہ ہو مگر مجھے معلوم نہین ہوتی۔ مین باغ مین گیا کہ وہان جاکر دم لون۔ دو اگیز

افسرون مین سے جو میرے ساتھ ٹھہرے ہوئے تھے ایک بنر باغ کے اندر گھسکر بیٹھا تھا کہ اپنے کو سردی پہونچائے اور دوسرا چند درختون کے نیچے ٹہل رہا تھا ہم مین سے کوئی بقیہ رات نہین سویا۔ کرہ ہوا اسقدر گندہ ہو رہا تھا کہ چاکو سے کاٹے کٹ سکتا تھا اور میرا جی چاہتا تھا کہ محض دشمنی سے اوسے کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالون ایک پلٹن جسکو سنگار پور جانے کا حکم صرف بیس میل کچھ زیادہ فاصلہ سے ہوا تھا دو ہی شب راستہ مین برابر ہو گئی۔ چند لوگ نہرون مین جا گرے کتنے پاگل ہو گئے اور بہتیرون کو بخار نے لے ڈالا۔ اسیوقت مین ہماری اس خلاف مصلحت سلوک کا ثمرہ ملا جو ہم لوگون نے برہوئی اور پہاڑی بلوچیون کے ساتھ کیا تھا۔

۴۔ جون کو سیالکوٹ پر گکرون نے حملہ کیا مگر معہ ساٹھ آدمیون کے نقصان کے پیچھے ہٹا دیے گئے۔ ایک جماعت جسمین بیس سپاہی اور ایک حوالدار لفٹنٹ لوڈے کے منشی غلام حسین کو پہونچانے جاتے تھے۔ مقام مین حملہ ہوا اور ایک شخص بھی زندہ بچکر نہ آیا۔ قلات سے لفٹنٹ لوڈے اور دونون بھائیان شاہ نواز خان اور فتح خان کے خطوط میرے پاس اس مضمون کے آئے کہ جن سردارون کی زمین ہم لوگون نے چھین لی تھی اونکی پیشوائی مین فرقے باغی ہو گئے اور خود ہم لوگون کی جماعت مین دغابازی کا خوف ہے اور تاوقتیکہ مدد نہ کی جائے گی غالب قلات جلد دشمنون کے قبضہ مین ہوگا۔ مین تسلیم کرتا ہون کہ اس خبر سے مجھکو رنج بہت ہوا لیکن تعجب ذرا بھی نہوا۔ جسوقت سے ۳۱۔ رجمنٹ جو قلات مین تعینات کی گئی تھی کہ شاہ نواز اوس بغاوت کو نہ روک سکیگا جو بعجلت ترقی کر رہی تھی۔ میرا پہلے ہی سے خیال تھا اور اب بھی ہے کہ شاہ نواز کو مقرر کرنا اچھا ہوا باوجودے کہ اوسکی اسبارہ مین بہت کچھ مذمت کی گئی ہے۔

قلات کے لے لینے اور محراب خان کے مرجانے کے بعد اوسکے بیٹے کو تخت پر بٹھانا

کیا بڑی ڈھٹائی کا کام نہوتا۔ ایران مین یہ ہوسکتا تہا کہ کسی ظالم جج کی زندہ کھال کھچوائی
جاتی۔ اور اوسکے جانشین کے لئے اوسیمین کھال بھرواکر نشست بنائی گئی ہوتی۔ مگر مجھے
اسبات کا پکا یقین نہین ہے کہ لڑکے اور زیادہ وفادار اور خیرخواہ اسطور پر بنائے
جاسکتے ہین کہ اونکے باپ کو گولی ماردیجائے۔ تمام شہزادے اوس نیک شہزادہ ہی
ہیری کی تقلید نہین کرتے جو اپنی طفلی کی خوشی مین اس محل مین دوڑتی پھرتی تھی جس سے
اوسکا باپ ہمارے شاہ جیمس ثانی نکال دئے گئے تھے۔ عقلاً یہ تصور کیا جاسکتا ہے۔
کہ نصیرخان نے اوس تلوار کو یاد رکھا ہوتا جس سے اوسے تاج حاصل ہوا۔ نہ کسی شخص
کو اسبات پر یقین کرنا چاہیے کہ جب کہی خونریز مجادلون کے بعد ہم لوگون نے اوسکے
ملک کو چھوڑدیا تو نصیرخان ہم سے بخندہ پیشانی پیش آیا۔ البتہ وہ ہمکو دشمن نہ سمجھنے
لگا۔ لیکن شاہ نواز کے بارہ مین ہمسے یہ غلطی نہین ہوی۔ کہ اوسے تخت پر بٹھایا بلکہ
یہ کہ اسکی مدد اوسوقت نہ کی۔ اگر یہ کہا جاے کہ ایسی مدد سے ہمارا بہت صرف ہوتا اور
جب تک شاہ نواز اپنے بل سے نہ قایم رہ سکتا تو اوسکی رعایا اس سے خوش نہوتی۔
تو ہم لوگون کو مناسب تہا کہ اوسکی آزمایش عمدہ طور پر کی ہوتی اور اوسکی حکومت مین صوبہ
کچی کو علٰحدہ اور ایک اجنٹ اور تھوڑے سے سپاہی اوسکی دارالسلطنت مین تعینات
کرکے بل نہ ڈالا ہوتا۔ اسکے سبب سے وہ ہمارے ساتھ ارتباط رکھنے کے باعث بدنام ہوا۔
اور اوسکو اس ارتباط کا کوئی معقول فائدہ نہوا۔ بلکہ ہم لوگون نے اس سے بھی بدتر فعل
کیا جیسا کہ ثابت کیا گیا ہے کہ خود شاہ نواز کے خاندان مین اوسکے دشمن اوسکے بہنوئی
کمال خان الغازی کی جاگیر چھین کر پیدا کردئے۔ وراثت کے خیال سے شاہ نواز کا حق
قلات کے تخت کی نسبت نصیرخان کے مساوی تھا۔ دونون کے باپ اوسکے لئے اسطرح
جھگڑ رہے تھے جس طرح اب بیٹے لڑتے تھے اور شاہ نواز کے کو بیدردی۔ اور
دغابازی سے محراب نے مار ڈالا تھا۔ شاہ نواز کو شاہ شجاع نے بھی پسند کیا تھا جو اصل

مالک تھا اور جتنے سندھ کے امیر ہمیشہ ایسا ہی تصور کرتے تھے کیونکہ اوسکی جلا وطنی کیحالت
مین اونھون نے اوسکی کفالت کی اور بطور بادشاہ کے برتاؤ کیا۔ خیر یہ سب کچھ ہوہماری
انگریزی گورنمنٹ نے نواز خان کو قلات کا حاکم بنا دیا۔ اور اوسکو ..... مین چھوڑ دینا
اسلئے درجہ کا ..... ین تھا۔ مشرق مین جس امر سے ہماری قوت مین زیادہ زوال آگیا ہو
وہ اس اعتقاد کے باعث سے ہو۔ جو روز بروز زور پکڑتا جاتا ہے کہ انگریز دوست صادق
نہین ہین۔ اور ہمارے دشمن کو اوسسے زیادہ وصول ہوسکتا ہے بہ نسبت کسی مطیع دوست
کے۔ لارڈ النبرا نے اس امر کو دریافت کیا اور اوسنے بہاول خان کو مورد انعام کرکے
ہمارے حق مین اوس سے زیادہ بہتری کی جو بیس خونریزیون سے ہوتی۔ ہماری سلطنت
کا قیام ہندوستان مین اوسی طور پر ہوسکتا ہے جس طور پر وہ حاصل ہوی۔ اور جس طور پر
روم دنیا پر حکومت کرتا تھا یعنے انکو قوی بنانا جو ہماری امداد کرین اور انھین تمام مخالفتون
سے سلامت نکال لیجانا۔ مگر بجز بہاول خان کے اب وہ لوگ اور کہان ہین جو کچھ
عرصہ ہوا کہ ہمارے دوست تھے۔ کہان شاہ شجاع الملک ہی کدہر نواز خان ہے میر رستم
اور میر صوبہ دار کسطرف ہین اور وہ سردار کس جگہ ہین جنھون نے ہمارے شریک
ہوکر اپنے ہی قرابتون پر تلوار کھینچی تھی۔ سب مارے گئے یا جلا وطن ہوے اور ان کی جگہ
وہ لوگ ہین جو شروع ہی سے مخالف تھے۔ دراصل یہ خیال بہت دلپسند نہین معلوم ہوتا
مسلمان بھی اپنے جی مین کہہ سکتا ہے اسور ہونا بہتر ہے مگر فرنگی کا دوست ہونا اچھا
نہین۔ بیچارے لوڈے نے مجھکو لکھا تھا کہ مجھے خوب یقین ہے کہ مین اور میرے لوگ
مارے جائین گے۔ مگر مین بالقصد چاہتا ہون کہ چاہے مرجاؤن مگر اپنی جگہ سے
نہ ہٹون گا۔ مین نے اجنٹ متعینہ سکر کو لکھا اور درخواست کی کہ ایک پلٹن گندوا درہ سے
فوراً روانہ کردیجاے۔ اوسنے جواب دیا کہ بغیر چیف سی دریافت کئے جو شملہ پر ہین کوئی
شخص فوج کی نقل وحرکت کا حکم نہین دے سکتا۔ مین نے کہا کہ اسکی ذمہ داری مین اپنے

سر لونگا۔ اگر آپ میری درخواست کی تائید برگیڈیر جرنیل سے جو کمانیر ہے کرین۔ اسکا کوئی جواب نہ آیا اور موقع جو ہمارے ہاتھ سے اب نکلا جاتا تھا آخر کار نکل گیا۔ اور ناحق ہمنے پھر اوسکے روکنے کی کوشش کی۔ اسوقت مین عبداللہ خیبری جو پہاڑی مہمون مین ہماری رہنمائی کرتا تھا میرے پاس سنے آیا۔ اوسکو کاہن کے محصور ہو جانے کی خبر معلوم ہوئی تھی۔ اوسنے کہا کہ "مری فرقہ والے اوس راستہ مین لہری اور تفنگ مین سے مورچہ تیار کر رہے ہین"۔ مینے پوچھا کہ "اونکے ساتھ کچھ جماعت بہی ہے"۔ اوسنے جواب دیا کہ "انکی جماعت اسقدر کثیر ہے کہ وہ آپ کے پانسو لوگون کو شکست دے سکتے ہین۔ البتہ اگر ہزار آدمی بھیجئے تو وہ کامیاب ہو سکتے ہین مگر تب بھی سخت جنگ ہوگی"۔ اوسنے اون سردارون کے نام بتائے جنکو اوسنے سنا تھا کہ کاہن کی رہائی کے روکنے کے لئے جمع ہین۔ مین فوراً عبداللہ کو ایک دوسرے پولٹیکل افسر کے پاس لے گیا۔ اور جو الفاظ اوسنے کہے تھے اونکا اعادہ کرایا۔ مین کسی شخص کو ایسا نہ پاتا تھا جو اس خبر کا اعتبار کرے۔ ہر شخص ہنستا تھا کہ مری فرقہ والے ایک پلٹن سے کیا لڑینگے۔

۲۴۔ جولائی کو شب بارش بجلی اور گرج کے ساتھ ہوئی۔ اور اس سے کسیقدر ہوا خنک ہو گئی۔

اگست کے شروع مین مین سکر مین گیا۔ مینے برگیڈیر اپس کو اجنٹی مین سرسام سے مرتا ہوا پایا۔ بلسٹر سے کسیقدر بوجھ کم ہو گیا تھا۔ اوسے لوگون نے بستر پر بٹھا دیا تھا اوسنے کہا کہ "جب مین اچھا ہو جاؤنگا تو مجھے نہ معلوم شملہ یا کراچی جانا پڑیگا۔ کیون ڈاکٹر کون سی جگہ میرے لئے موزون ہوگی۔ ڈاکٹر نے جواب دیا کہ "شاید کراچی"۔ جب کمرہ سے ہم لوگ باہر آئے تو ڈاکٹر نے کہا کہ "وہ صبح ہونے پائے گی کہ مر جائینگے"۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ دوسرے دن شام کے وقت مین اوسکے جنازہ کے ساتھ دفن کرنے گیا۔ وہان کی کیفیت غمناک تھی کئی افسرون کی قبرین اوس مقام پر تھین جہان وہ دفن ہوا۔

گیدڑون نے اونمین سوراخ بنا دئے تہے تاکہ لاش تک پہونچ جائین - باڑہ داغنیوالون نے کسی عجیب غلطی سے بجاے تابوت کے اوپر سلامی اُتارنے کے دوسری جانب کو بندوقین فیر کردین - دعا ایک افسر نے دبی زبان سے تعجیل کے ساتھ پڑہی - اور انجیل کے فرسٹ کارنتھیس کی اوس عمدہ عبارت نے پاس کے استادہ لوگون کے دلون پر کچھہ اثر نہ پیدا کیا - مینے اپنے جی مین خیال کیا کہ خدا کرے کہ میری موت اپنے وطن مین آئے اور کفار مین نہ مرون جو حضرت عیسی سے کوئی امید نہین رکہتے -

۱۲- اگست کو مین سکارپور واپس آیا - کی فوج جسمین ایک پلٹن اول نمبر گرینیڈیرس کے ڈہائی سو سوار دویم نمبر گرینیڈیرس کی لائیٹ کمپنی اور کچھہ توپین تھلین کاہن جاتے ہوے یہان سے گذرے - تجویز کیگئی کہ اوسکے ساتھ دو کمپنی گورون کی اور ایک پورا بازو دویم نمبر گرینیڈیرس کا بھی بہیجدیا جاے - جس وقت ہم لوگ اجنٹی کے زینہ پر کہڑے تہے تو مین نے اوس سے کہا کہ بہتر ہوگا کہ آپ اونہین لیتے جائین کیونکہ لڑائی سخت ہوگی مگر اونہون نے جواب دیا کہ اسکی ضرورت مجھے نہوگی - کیونکہ بلوچی ہمارا مقابلہ نکرینگے - مین نے ایک درخواست لکھکر روانہ کی کہ مجھے اوس فوج کے ساتھ جانے کی اجازت ملے جسکا جواب آیا کہ جہان مین ہون وہین میری ضرورت ہے - میرے دل مین اوس طریقہ کو دیکھکر وہم پیدا ہوا جسکے مطابق دشمن کو لوگ حقیر تصور کرتے تہے اور فوج کے ساتھ لمبی قطار اونٹون کی جاتی تھی - افسرون مین ایک آئرلینڈ کے رہنے والے تھے جو بڑے گرانڈیل جوان چھ فیٹ پانچ انچہ لمبے اور فیلتن تہے - اونکا مزاج نہایت گرم تھا - انھین چند اونٹ درکار تھے - مین نے سکارپور کے داروغہ کو اونکے پاس دریافت حال اور اونکی احتیاجات کے رفع کردینے کے لئے بہیجا - وہ پستہ قد ایرانی میرے پاس کانپتا ہوا واپس آیا اور کہنے لگا - واہ صاحب آپنے مجھے عفریت کے پاس بہیجا تھا وہ تو دیو ہے آدمی نہین ہے - براہ مہربانی

آپ ہی اونکے لئے اونٹ منگو دیجئے۔ اور مجھے خشمگین شیر کے پنجے سے نجات بخشئے۔

۱۴-کو مجھے ایک خط لوڈے کا ملا جسمین بعد سخت مقابلہ کے قلات کے مفتوح ہو جانے کا حال درج تہا۔ اوسنے لکہا تہا کہ اگر دو سو سپاہی خان اور اوسکے بہائی کے ساتھ ہوتے تو اونہون نے ساری بلا ٹال دی ہوتی۔ مگر اونکو اونھین کے لوگون نے دغا دی"۔ شاہ نواز نے بڑی دلیری ظاہر کی تھی اور حملہ کرنے والون مین سے ایک شخص کو اپنے ہاتھون سے مار ڈالا تہا۔

اب مجھے دادر جانے اور راہ مین ہر ایک مقام پر ایک مسافر خانہ تیار کرنے اور کنوؤن کے صاف کرانے کا حکم ملا۔ تاکہ فوج کے بڑھنے پر اونکے ٹھہرنے کے مقامات پر پانی تو تیار رہے۔ چند دن کی فرصت کاریگرون کو ملی۔ جو میرے ساتھ جانے والے تہے۔ تاکہ وہ اپنا انتظام سفر کر لین۔ اور اس درمیان مین مین مقام جیب کا کوٹ گیا جہان سرہند کے پیر رہتے تہے۔ وہ ایک نہایت ہی آسایش کے مکان مین رہتے تہے جسمین ایک باغ تھا جو سندہ کے لئے نہایت حسین تھا اونہون نے مجھے چاندی کے ظروف مین بہت مزیدار کہانا کھلایا۔ مجھے خاصکر لمبے پیشاوری چاول بھلے معلوم ہوئے جو معمولی چاول سے تگنے ہوتے تہے اور جنکی اسقدر قدر کیجاتی ہے کہ رنجیت سنگھ پیشاور کے محاصل مین ایک جزو اونکا لیتا تھا اور اوسے بطور تحفون کے بہیجتا تہا۔ بعد کھانے کے ایک شخص نے صاف میٹھی آواز سے سہراب اور رستم کی جنگ کی کیفیت شاہنامہ سے بڑے شد و مد سے پڑھی۔ اوسکے بعد ہم لوگ باغ مین سیر کرنے لگے اور شکارپور مین آدھی رات کو واپس آیا۔ رات نہایت اندہیری تھی چنانچہ پھاٹک سے گذرتے وقت میری پیشانی کسی کاٹھ سے ٹکرا گئی۔ جس سے مین اونٹ کی پیٹھ پر چت ہو گیا۔ مگر قسمتون سے نہ گرا۔ اور میرے سر پر ایک انگریزی گہوڑ چڑہی ٹوپی تھی جسمین روئی خوب بھری ہوئی تھی پس اوسکی بدولت میرا سر

لوٹنے سے بچا۔ دوسرے دن مجھے حیدرآباد کے وزیر ابراہیم شاہ نے قاضی کے باغ میں ایک محفل ناچ ورنگ میں مدعو کیا۔ سندھ کی طوائفین ہندوستان کے اور مقامات کی طوائفون سے کمتر درجہ کی ہوتی ہین۔ ایک جسکا نام مہتاب تھا کسیقدر حسینہ تھی۔ مگر مفتون ہونے کا بالاجمال زیادہ خطرہ نہ تھا۔

۲۹۔ اگست کو مین آدہی رات کو شکارپور سے روانہ ہوا اور دوسرے دن صبح کو پانچ بجے ایک مقام پر جو بیس میل کے فاصلہ پر تھا پہونچا جو جانی درہ کہلاتا ہے اور جہان ایک قلعہ نیم مسمار ہے۔ اوسکے آس پاس ایک وسیع میدان ہے جو کوسون تک اس موسم مین ایک قسم کے بڑے اناج کی فصل سے ڈہکا رہتا ہے جسے جواری کہتے ہین۔ دنیا کے کسی حصہ مین یہ درخت اسقدر اونچے نہین ہوتے کہ یہان اونٹ پر سوار ہونے پر بھی مینے اوسے کئی فٹ سر سے اونچا پایا اور بہتیرے مقامات مین وہ زمین سے بیس فٹ بلند ہوگا۔ ایسی جگہ جہان سات یا آٹھ میل تک یہ درخت ہون ڈاکوؤن کی خوب کمینگاہ ہوتی ہے۔ جسکا مجھے تہوڑے ہی دنون مین ثبوت حاصل ہوا۔ جانی درہ مین صرف ایک ہی بہت بڑا درخت ہے جو ظاہرا اپنے گردونواح کی چھوٹی چیزون کو دیکھکر بڑی شان سے کہڑا ہوا نظر آتا ہے۔ اس اکیلے درخت مین سیکڑون پرند بسیرا لیتے ہین۔ مین نے اوسپر بے تکی باڑھ ماردی اور دوفیر مین قریب چوراسی بگیریون کے مارین۔ یہان بعض وقت ایک سخت بادسموم ریگستان سے آتی ہے۔ بیقاعدہ رسالہ کے کمانیر نے جو وہان تعینات تھا مجھ سے کہا کہ ایک مرتبہ اوسے دور تک کھانا نہین دستیاب ہوا کیونکہ ہوا قلعہ کے مکانات کے چھپرون کو اڑا لیگئی اور اسقدر خاک اڑرہی تھی کہ کسی چیز کا پکانا ناممکن تہا۔ کسی زمانہ مین ریگستان مین بہت دور تک جانی درہ سے آگے نہرین تھین۔ اوسوقت کاشتکاری بہت ہوتی تھی اور بہت سے گانؤن بسے تھے جنکے نام اسوقت فراموش ہوگئے ہین اور خود دہس

کے گرد ایک چھوٹا سا قصبہ تہا ۔ جسکی جگہہ پر اب مدفن ہے اور بہت سی قبرین ہین۔ مین نے
لوگون کو مسافرخانہ بنانے کے کام مین لگا دیا۔ اور دوسرے دن گیارہ میل آگے
خان گڑھ گیا جہان ایک قلعہ ہے جسمین اوسوقت جب لارڈ کین کی فوج افغانستان
گئی تھی تو دوسو آدمی خاصکر کو سافرقہ کے رہتے تھے ۔ انمین سے بعض کی نسبت مشہور تہا۔
کہ ہمارے اسباب لوٹ لیگیا مگر اور سندہیون کا بیان ہے کہ یہ لوگ بیقصور تہے ۔ اور
یہ فعل ناشایستہ حکرانیون نے کیا تہا اسکی صداقت چاہے جو کچھ ہو مگر یہ صحیح ہے۔ کہ
پانچوین نمبر کی بمبئی کی ہندوستانی پلٹن نے اوسپر حملہ کیا ۔ اونکے ساتھ توپین تھین۔
مگر ہلکی اور اسکے سوا انسے عمدہ طور پر کام نہین لیا گیا کیونکہ سننے مین آیا ہے کہ پہلا گولا
دُہس مین نہ لگا اور اوسکے محافظون نے طنز کا نعرہ مارا۔ اس درمیان مین اندر کے
لوگ غافل نہ تھے۔ ایک توڑہ دار بندوق کی گولی سے پلٹن کا صوبہ دار مارا گیا ۔ اور کچھ
لوگ بھی کام آئے ۔ اوس پلٹن کے دو نوجوان افسر جنہون نے کبھی لڑائی آنکھون نہ دیکھی
تھی دلیری کے ساتھ قلعہ کے پھاٹک تک گئے ۔ اور اوس لکڑی کو جس سے وہ مسدود ہو رہا
تہا ہٹا دینا چاہا۔ ایک زخمی ہوا مگر انکی کوشش کامیاب ہوئی ۔ اور راستہ بن گیا۔ بہت سے
بلوچیون کو سنگینون سے پہونک کر مارا جنکی تعداد ایک سو تیس بیان کی گئی ہے اور بقیہ قید
ہوکر سکّار پور بہیجے گئے جہان بعد کو اونہون نے رہائی پائی ۔ اگر واقعی کو سافرقہ والے
اوس لوٹ کے مجرم تہے جو اونسے منسوب کی گئی تھی ۔ تو اونکو سخت سزا دیگئی کیونکہ
وہ جگہہ بالکل ویران کردیگئی۔ اور آجتک ویرانہ کی شکل مین پڑی ہوئی ہے۔

معمارون کو کام مین لگا دینے کے بعد مین پھر روانہ ہوا نہ کسی تازہ کھیت اور نئی
رمنے کی تلاش مین بلکہ تازہ ریگستان کی جستجو مین جہان رمنے بہت کم بلکہ بالکل ہی
نہ تھے ۔ راستہ مین چند ہرن ہمکو دور سے نظر آئے ۔ انھین ہرنون کو مین نے دریا سندہ
کے مغرب مین دیکہا حالانکہ معلوم ہے کہ ہندوستان مین یہ جانور بھرے ہوے ہین ۔

راجکوٹ مین یہ میرا معمولی مشغلہ تھا کہ صبح کو سوار ہوکر اونکے پیچھے گھوڑا دوڑایا کرتا اور خوف زدہ ہوکر متواتر میرے گھوڑے کے سامنے سے گذرتے تھے۔ اگر وہ سیدھے جاتے تو نگاہ سے جلد غائب ہو جاتے۔ مگر اس ترکیب سے مین نے اکثر قریب قریب اونتک گھوڑا پہونچا دیا ہے۔ مگر جہان مین اسوقت تھا وہان کوئی موقع اس قسم کی مشتاقی کا نہ تھا پس وہ مخوف جانور اپنی راہ چلے گئے۔

نوان باب

اسوقت میرا رخ دادر کیجانب تھا لیکن مجھے جانی درہ واپس آنا پڑا تاکہ اپنی منزل مقصود تک پہونچون۔ میرا خیمہ کھڑا ہونے ہی پایا تھا۔ کہ میرا منشی ایک ہیبت زدہ شکل سے میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ "صاحب عجیب غریب خبرین مشہور ہو رہی ہین لوگ کہتے ہین کہ کل دن بھر توپ کی آواز سُنائی دیتی رہی۔ کلیبرن صاحب سے ایک جنگ مری فرقہ والون سے پہاڑیون مین ہوی۔ کمپنی کا ستارہ اسوقت دھندلا ہو رہا ہے اور بلوچیون کے گانون مین اون فرنگیون کے کان بھرے ہوے ہین جو لڑائی مین مارے گئے"

مین نے کہا کہ "منشی یہ آج تمکو کیا ہو گیا ہے کہ ایسی روایت پر اعتبار کرتے ہو۔ یہان مری پہاڑیون کی توپین کیونکر سُنائی دینگی۔ جو سو میل کے فاصلہ پر ہے اور کسی کو کیونکر خبر اتنے فاصلہ کی لڑائی کی جو کل ہی ہوی آج مل جا سکتی ہے۔ وہ تمہین احمق بنا رہے ہین" یہ کہکر مینے منشی کو رخصت کیا اور اوسکے ساتھ جنگ کے جملہ خیالات کو بھی۔ اور وہان سے اپنے مسافر خانہ کی تعمیر دیکھنے کے لئے چلا گیا۔

تمام سندھیون کا اصول ہے کہ انسان کام مین عجلت نکرے چنانچہ جسدن مین نہ آیا ایک کام بھی نہوا۔ جو مستری اورون کا سردار تہا اوسنے دیکھا کہ چند کاریگر بیٹھے حقہ پی رہے ہین حقے لیکر چلدئے جسپر اوسنے اورون کو جو رنگئے تھے گالیان دینی شروع کین اسوقت آپسمین جھگڑا ہونے لگا

اور عرصہ دراز تک اسوجہ سے قایم رہا کہ جھگڑنے والے اپنا وقت حقہ کے پینے اور امر تنازعہ فیہ پر غور کرنے مین صرف کرتے تھے۔ اُن حضرات کا خیال تہا کہ ایک دن کام ضایع ہونے سے کوئی نقصان اوس صورت مین نہین کیا جاسکتا۔ جبکہ ماہوار تنخواہ برابر ملتی جاتی ہو۔ اسیوجہ سے ہمارے سندہی مہربانون نے سب کچھ غور و فکر کرنے کے بعد جو بالعموم کام کے قبل ہوا کرتی ہے خود کام سے کنارہ کشی کی۔ معلوم ہوتا ہے کہ باوجود اسکے کہ اونکو مستری سے رنج تہا اون لوگون نے جی مین ٹھان لی تھی۔ کہ مکان کا بنانا جسکے لئے وہ تنخواہ پاتے تھے ایک عمدہ بات ہے اسکے بعد اونھون نے سامان پر غور کیا ہوگا جسکی نسبت بہت کچھ بحث کی گنجایش نہ تھی کیونکہ جو کچھ اسباب مہیا ہوسکتا تہا سامنے موجود تہا۔ اوسوقت اون لوگون نے ارادہ کیا ہوگا۔ لیکن ارادہ کرنا ذرا ٹیڑہی کھیر ہے۔ اگر کسی کو شک ہو تو قلعہ دیکھے۔ غرضکہ مین نے اپنے سندہی مہربانون کو اسی حیص بیص مین جسطرح بچے پہیلیان بوجھنے مین غور کرتے رہتے ہین آپس مین تجویز پایا کہ آیا اوسکی تعمیر شروع کرنی چاہئے یا نہین۔ چنانچہ مین نے فوراً یہ ارادہ کرلیا کہ دو ایک دن رہکر اونکو اپنی نگرانی اور ہمت دہی کا فائدہ بخشونگا۔ مین نے اونسے کام لینا شروع کیا اور ہرچند کہ مین اوس احتیاط پر نہایت کہبرایا جسکے ساتھ وہ لوگ ایک لکڑی بہت عرصہ مین پانچ سیر کی اوٹھاتے تھے اور دوسرا انہین رکھکر آتا تہا تاہم کام شروع ہوگیا اور ہر شخص جانتا ہے کہ یہی پہلی کارروائی غنیمت تصور کیجاتی ہے۔ ان وجہون سے مجبوراً ٹھہر جانے سے

بعد کو مین نہایت خوش ہوا کہ یہان مجھے عرصہ ہوا کیونکہ دوسرے دن میرے پاس سرکاری فوج کی شکست کی خبر مقام لفشنگ ایسے وسیلہ سے ملی کہ اب کوئی اوسکا بطلان نہین کرسکتا۔ مین نے اس خبر بد کو سکھار پور پہونچا دیا اور اوسکے جواب مین یہ ہدایت آئی کہ میجر کلیبرن کو لکھ بھیجون کہ وہ لہری یا پھولاجی مین پہاڑی کے نیچے کمک کے

نہ پہونچنے تک ٹھہر جائین۔ مگر انہون نے اپنی فوج کیحالت کو ایسی نہ خیال کیا کہ ٹھہر سکتے منجملہ چار توپون کے تین توپین اونکی جاتی رہی تھین اور اونکے چارسو اونٹ معہ کل اسباب و خزانہ کے چھن گئے تھے۔ پس ایک تو خیمہ وغیرہ نہ تھا دوسرے طبیعتین لٹوٹی ہوی تھین۔ تیسرے ایک تہائی آدمی زخمی تھے۔ پس اونہون نے جہان تک جلد ممکن تھا شکارپور پہونچ جانے کا قصد کرلیا۔ علاوہ برین ایسی فوج کو دیکھکر جو کچھ دن ہوے کہ نہایت زعم اور سرگرمی کے ساتھ روانہ ہوی تھی کہ اپنے محصور بھائیون کو جو کاہن مین تھے نجات بخشے۔ اور اب شکست کی ہر ایک علامت کے ساتھ واپس آرہے تھے۔ اون لوگون کو جنپر ہم شمالی سندھ مین حکومت کرتے تھے ہماری عمدہ حالت کا کوئی قوی خیال نہوتا۔ اس بنیاد پر پولٹیکل افسرون نے خیال کیا کہ یہ امر قرین مصلحت ہوگا اگر میجر کلیبرن اپنی شکست حتی الوسع چھپائین اور ٹھہر جائین۔ تاکہ اس درمیان مین اونکی فوج کچھ درستی پر آجاے خاصکر اسلئے کہ اس شکست کے باعث سے لہری اور شکارپور کے درمیان کا کل ملک ڈاکو بلوچیون کے لئے کھل جائیگا۔

مگر مجھے زیادہ عرصہ تک اس شبہ مین رہنا نہ پڑا کہ کس طریقہ کو خود پسندیدہ ہو یا نہین اختیار کیا جائیگا۔ جانی دیرہ مین متفرق لوگ آنے لگے جو راہ کے مارے پیٹے تھے۔ اور صورت سے وہ افسردگی برستی تھی جو شکست کی علامت ہے۔ اسکے بعد اصل فوج افسوس ایسی حالت مین آئی جو اوس سے بہت مختلف تھی جس تیاری سے وہ گئی تھی۔ ایک ہی خیمہ رہگیا تھا جس مین ہم لوگون نے کھانا کھایا۔ افسرون مین ایک تہائی لوگ مارے گئے تھے اور جو بچ گئے تھے اونمین سے کئی زخمی تھے۔ گفتگو جیسا کہ تصور ہوسکتا ہے ایسی جنگ کی تھی۔ اوسکی کیفیت یہ تھی کہ وہ لوگ لہری سے جب روانہ ہوے تو کوئی امید نہ تھی کہ دشمن مقابلہ کریگا۔ تین چار منزل تک کوئی دشمن نظر نہ آیا پھر کچھ بلوچی دکھائی دئیے

پہاڑیون کا راستہ نہایت دقت طلب تہا۔ اونٹ چھوٹنے لگے اور کچھ مرگئے۔ اونکے اسباب معمول کے مطابق دوسرون پر لاد دیئے گئے جو پہلے ہی سے اپنے بوجھ سے دب رہے تہے اسوقت ہلچل مچی کیونکہ دشمن زیادہ نظر آئے۔ اور اونہون نے حملہ کرنا اور آگے بڑھنے سے روکنا شروع کیا۔ کئی معرکہ پیش آئے جن مین سے ایک مین جو افسر پونا کے رسالہ کا کمانیر تہا دو قوی بلوچیون سے تلوار سے اکیلا لڑا اور دونون کا کام تمام کیا۔ پھر بھی دشمن زیادہ ڈہٹائی ظاہر کرتے گئے اور کچھ اسباب لیگئے۔
آفتاب کی گرمی اون دنون بھی کہ اگست کا اخیر زمانہ تھا اسقدر زیادہ تھی کہ کئی شخص مرگئے جنمین وہ قد آور افسر گرینڈیرس کی پلٹن کا تہا جسنے شکارپور مین داروغہ کو اسقدر مخوف کردیا تہا۔ پچھلی فوج کے لانے کا کام اوسکے ذمہ کیا گیا تہا۔ راستہ اسقدر بیہڑ تھا کہ آخری توپ ٹھہرنے کی جگہہ پر تین بجے کے قریب دن مین پہونچی۔ اوسدن کی محنت سے وہ قوی شخص مرگیا۔ جو کمزور تھے وہ بچگئے اور وہ شخص جسکا زبردست ہاتھہ ایسا تھا کہ سانڈ کو مار کر گرا دیتا ایک لمحہ مین مرگیا۔ اور کوئی علامت نہ معلوم ہوی کہ موت نے اوسپر کہان اثر کیا۔ دوسرے کوچ مین فوج ایک ڈھلوان اور گمراہ پہاڑی پر پہونچی۔ دراصل راستہ توڑ دیا گیا تھا۔ اوسکی چوٹی پر دشمن بہت سے جمع تھے۔ اور کچھ میل کے فاصلہ پر آگے بڑھکر کاہن تھا۔ نہ راہ رفتن نہ پاے ماندن۔ ٹھہرنا ایسی جگہہ پر جہان پانی نہ تھا ناممکن تھا۔ اور واپس چلنا جب کہ غرمیت کیغرض قریب حصول کے تھی خیال سے کوسون دور تھا۔ ایک دستہ تیار ہوا کہ پہاڑی پر دشمن کو توڑ کر نکل جاے اور اونکا راستہ صاف کرنے کے لئے توپین لگائی گئین۔ مگر گولے بہت ہی دور گرے اور جونہی چڑھائی کرنے والی فوج جسمین چالیس پیادہ سوار تھے اوپر چڑھنے لگی تو اوسپر توڑہ دار بندوقون کی تیز بوچھاڑ پڑنے لگی۔ ہر ایک جانتا ہے کہ ایسے موقعون پر توڑہ دار بندوق ٹوپی والی بندوق سے زیادہ مہلک ہے کیونکہ اول تو اسکی گولی دور تک

جاتی ہے اور دوسرے جو لوگ انکو لگاتے ہین وہ بہ نسبت ہمارے سپاہیون کے عمدہ
نشانہ کرتے ہین۔
سپاہی جلد جلد کام آنے لگے اور جو افسر انکو لئے جاتا تھا وہ بیطرح زخمی ہوا مگر پھر
بھی آگے بڑہتا گیا۔ وہ اور ایک سپاہی صرف دو ہی آدمی پہاڑی کی چوٹی تک پہونچے۔
کیونکہ جسوقت وہ دستہ قریب نصف فاصلہ کے جاچکا تہا کہ مری فرقہ والے نیچے بڑھے۔
اور جسطرح پہاڑ کا پانی زور و شور سے آتا ہے وہ بھی ہر ایک چیز کو اپنے سامنے صاف کرتے
چلے گئے۔ اوس دستہ کا ہر ایک افسر بجز ایک کے مارا گیا۔ اور اسی نے دو روز قبل دو
بلوچیون کو ایک مقابلہ مین نہین مارا تھا۔ اب اوسکے زخمی ہونیکی باری آگئی تھی۔ وہ
زخمی ہوکر گر پڑا تھا مگر اوسکی جان اوسکے ہندوستانی اردلی نے بچائی جسنے دوسرا وار
جو اوسپر ہونے والا تھا روکا اور حملہ کرنے والے کو گولی سے مار ڈالا۔ اور پھر اپنے افسر
کو کھڑا ہو جانے مین مدد دی۔ مگر اونکا خطرہ پھر بھی باقی تھا کیونکہ ایک قوی بلوچی
نے اونکا تعاقب ویسی ہی زخمی حالت مین پہاڑی کے نیچے اوس مقام تک کیا جہان
کہ پلٹن مربع شکل مین بنگئی تھی۔ اونھین اسقدر قوت باقی رہگئی تھی کہ وہ ایک توپ
کے قریب پہونچ گئے اور وہان بیہوش ہوکر گر پڑے۔ ایک گولنداز اونھین مردہ
خیال کرکے بندوق فیر کرتے وقت اونکے جسم پر کھڑا ہو گیا۔ جو لوگ پہاڑی پر حملہ
کرنے گئے تھے اونمین سے بیس آدمی بھی باقی نہ رہے اور فتح مند بلوچی ایک ہاتھ مین
ایک بڑا پتھر اور دوسرے ہاتھ مین تلوار لئے ہوئے توپ کے مہرے تک آگئے۔ اونھون
نے پتھر ہمارے لوگون کے منھ پر مارے جنکا بیان تھا کہ حملہ کرنے کا یہ طریقہ اس قدر
خوفناک ہے جسکا بیان نہین ہو سکتا۔ مریون کے ایک مشہور سردار نے واقعی
اپنی ڈھال ایک توپ کے منہ پر اسوقت لگادی جبکہ وہ عنقریب چلنے والی تھی۔ اور
اوسی کے ساتھ اوڑ گیا۔ اور لوگ سپاہیون کی بندوقین تھام لیتے تھے اور سنگینون پر

گر پڑتے تھے۔ وہ لوگ مثل پاگلون یا جنگلی جانورون کے لڑتے تھے۔ اور ہماری فوج کا خطرہ اسقدر زیادہ تھا کہ جو میجر کلبرن نے لکھا تھا کہ "آخر مین جو قیمتون سے گراپ کا گولہ مارا گیا تو اوسکے باعث سے کل پلٹن برباد ہو جانے سے بچی ورنہ اور طور پر ممکن نہ تھا" جب دشمن ہٹ گئے تو یہی خیال تھا کہ کس طور پر جسقدر جلد ممکن ہو واپس چلین لیکن لوگ پیاس سے مر رہے تھے۔ رہنماؤن نے بیان کیا کہ پانی قرب جوار مین مل سکتا ہے مگر ظن غالب ہے کہ یہ اونہون نے دروغ بیانی کی جسکی غرض کچھ معلوم نہین ہوتی کیونکہ اگر وہ دشمن کے قبضہ مین پڑتے تو وہ بھی مار ڈالے گئے ہوتے۔ مگر ایک دستہ چشمہ کی تلاش مین گیا جسپر بلوچیون نے حملہ کیا اور عنقریب تمام لوگون کو بجز رہنماؤن کے مار ڈالا۔ اعتبار خان میجر کلبرن کے ایک نقرہ گھوڑے پر سوار ہو کر گیا تھا اور اوسی پر بھاگ آیا۔ مگر اوسنے اپنے بیان کے مطابق اوس وقفہ کا جو پہلے حملہ کے بعد ہوا تھا قبل اس جماعت کے ساتھ جانے کے فائدہ اوٹھایا اور گھوم گھوم کر تمام بلوچیون کے جو گرے تھے سر کاٹ لئے تھے جنمین ہیبت خان ایک مشہور سردار تھا جس سے اوس سے جھگڑا چلا آتا تھا۔ بیچارے مرنے والون کے کپڑون مین آگ بھی لگ گئی تھی جو مثل باروت کے جلتے تھے اور اس سے انکو اور بھی تکلیف تھی۔ جب میجر کلبرن نے دیکھا کہ جو جماعت پانی کے لئے گئی تھی واپس نہ آئی تو اوسنے اگلے دن ٹھہرنے کی جگہ پر چلنے کا حکم دیا۔ اودہر جاتے وقت اور چارن لہری پہونچنے تک ہماری فوج کا تعاقب کیا گیا۔ جو لوگ چھوٹ گئے تھے وہ مار ڈالے گئے اور باقی اسباب چھین لیا گیا۔ جانی درہ مین بھی انکی جان نہ چھوٹی جسوقت ہم لوگ کھانا کھا رہے تھے ایک سپاہی اندر گھس آیا جسکا ہاتھ کاٹ ڈالا گیا تھا۔ اوسکو اسیوقت زخمی کیا تھا۔ وہ خیمہ گاہ سے دو چار سو گزون کے فاصلہ پر گیا تھا کہ دو تین بلوچی اوسکے سر پر آپہونچے وہ بھاگا اور جون ہی اوسنے اپنا سر بچانے کیلئے ہاتھ

اوٹھایا ایک نے ایسی تلوار ماری کہ ہاتھ دو ٹکڑے ہوگیا۔ تلوار کی تیزی کا یہی ثبوت کافی تہا کہ زخم مین ذرا بھی ناہمواری یا کجی نہ تھی۔ وہ بیچارہ نہایت تکلیف مین تہا اور ہم لوگ سب باہر نکل پڑے کہ دیکھین بلوچی کیا ہوے۔ کئی آدمی سوار ہوکر جواری کے کنارہ کنارہ گئے جو ہمارے آس پاس تھے۔ مگر کوئی ڈاکو نظر نہ آیا اور وہ فوراً واپس آئے۔ انسان ایک ہنسنے والا مخلوق ہے چنانچہ باوجود اس شکست کے ہم لوگ ڈاکٹر صاحب پر ہنستے تھے جنھون نے لفشک مین چند گولنداز ون کے مرجانے پر ایک توپ کے بھرنے مین نہایت مردانہ اعانت کی۔ اونھون نے نہایت زور کے ساتھ تھیلی بارود وغیرہ کی گز سے توپ مین بھردی لیکن ہزار قوت دکھائی مگر گز باہر نہ نکلا۔ یہ وقت غنیمت تھا کیونکہ بلوچی پھر حملہ کرنے والے تھے اور توپ کے قریب آچکے تھے۔ ڈاکٹر نے بے انتہا کوشش کی لیکن گز ذرا ہلا تک نہین۔ جوافسر اوسے فیر کرنے والا تھا اوسنے باآواز بلند کہا کہ "اوسے نکال لو میان"۔ ڈاکٹر نے جواب دیا کہ مین اسے نکال نہین سکتا" اوسنے کہا" تو اچھا اپنی خبر لو" اور ڈاکٹر کو ایک طرف لڑہکنے کا موقع مشکل سے ملنے پایا تھا کہ توپ چل گئی اور گز اور جو لوگ اونکے قریب آگئے تھے سب اڑ گئے۔

دوسرے دن کلبرن کی فوج جانی درہ سے شکار پور کو روانہ ہوئی۔ چند کے لوگون کو (شاید سپاہی نہ تھے) راستہ مین ایک بڑا ذخیرہ بیر شراب کا ملا۔ جو بھولاجی او نواح ریگستان کے دوسرے محرور مقامات کے متعینہ پیاسے لوگون کے لئے جارہا تھا۔ اونھون نے سدنی کے اصول کے خلاف عمل کرکے اور یہ سمجھکر کہ "میری ضرورت تیری ضرورت سے زیادہ ہے" جسقدر شراب تھی عیسائیون کے لطف اور مشکوری کے ساتھ لنڈھائی۔ قسمتون سے میرے پاس بیر نہ تھی ورنہ میری شراب بھی شایداسیطرح چلی جاتی۔ اسطور پر ہماری کوشش کا کاہن کی رہائی کے لئے

انجام ہوا۔ میجر کلبرن کی نسبت تحقیقات باضابطہ کی گئی۔ اور اونکی راے کی نسبت مجوزین نے کسیقدر نہایت مخالف فیصلہ کیا۔ اون لوگون سے دوبارہ غور کرنیکے لئے کہا گیا۔ لیکن وہ اپنی راے پر قایم رہے اور اسطرح میری راے مین سب ناانصفانہ طور پر غلطی مین پڑے۔ مین یہی کہونگا کہ خوش قسمتی سے کوئی پولیٹکل افسر ساتھ نہ تھا ورنہ طویلے کی بلا بندر کے سر ہوتی۔ اس غریب کو اس بدنامی کا بار اوٹھانے کے لئے جو اوسکی نسبت عاید کیجاتی بڑی قوت درکار ہوتی۔ برگڈ میجر فلان نے اسقدر مُنھ بناکر جس سے اوسے خود تکلیف ہوتی کہا ہوتا کہ "یہ انہین بدمعاش پولیٹکل افسرون کے باعث ہوا" اجیٹن فلان نے اسمین ہان مین ہان ملائی ہوتی اور کل فوج مین ایک ناموزون شور و غل مچا ہوتا کہ "انہین بدمعاش پولیٹکل افسرون کے باعث ہوا" واقعی مجھے تو ایک حضرت کا خیال ہوتا جو اپنے موضع کے کسی دیندار شخص کو بیمار یا پریشان حال یا کسی حادثہ مین مبتلا دیکھکر ایک ہولی فقرہ ایسے موقع پر یہ کہا کرتے تھے کہ "یہ سب اسی نامعقول مذہب کا باعث ہے"!

جانی درہ سے چلنے کے بیشتر میرے پاس رحمان ڈاکو آیا جو اسوقت لنگی پہنے تھا اور ہماری ملازمت مین عارضی طور پر نیک چلن ہو گیا تھا۔ چونکہ مین نے دیکھا کہ اسکی مشکی گھوڑی ساتھ ہے مینے دو ایک دن کے لئے عاریتاً طلب کی۔ اوسے یہ درخواست نہ بھائی مگر وہ راضی ہوا اور دوسرے مرتبہ جب مین سوار ہوا تو وہی گھوڑی میری سواری مین تھی۔ وہ ایک نہایت قوی مادیان تھی اور اسمین شک نہین کہ بہت دور تک دھاوے کر سکتی تھی لیکن اوسکے قدم اچھے نہین پڑتے تھے اور اوسمین ایک بدنما عادت رک جانے اور ایک جانب سر کر کے گویا کان لگا کر سن رہی ہے استادہ ہو جانے کی تھی اور جب تک وہ اپنی طبیعت سیر نہ لیتی تھی آگے نہ بڑھتی تھی رحمان کو ظاہرا اوسکے واپس پانے کی بڑی فکر تھی اور اوسکے غریب کرنیکی گفتگو ہی

روا نرکھتا تہا۔ پس مین سنے اسے واپس دی اور وہ فوراً ہی تعجیل کے ساتہ چلا گیا۔
بعد کو مجھے معلوم ہوا کہ دوسرا دن وہ اور دوسرے بردی ڈاکو ایک دوسرے فرقہ پر حملہ
کرنے کے لئے معین کر چکے تہے جسے اون لوگون نے انجام کو پہونچایا اور بہت سے
مویشی لے گئے۔ پس کوئی تعجب نہین کہ وہ بدمعاش اپنے جانور کے لئے اسقدر
متردد تہا۔ جن گھوڑون پر دیسی لوگ سوار ہو چکے ہون اونھین یوروپین کم پسند
کرتے ہین۔ وہ لوگ اونکے مُنھ اور قدم خراب کر ڈالتے ہین اور اونکو اُچھل کود کرنا
سکھاتے ہین۔ یہ نمایش ظاہرا تو اچھی معلوم ہوتی ہے مگر سوار کی اس سے مرن
ہے تاوقتیکہ وہ دیسی سوارون کی چوبی زین کے عادی نہو چکے ہون۔ ایک مرتبہ
مجھے اوس بیجا اُچھل کود سے جو ایک نوجوان اور وجیہ افغان سوار اپنے گھوڑے
کا دکھلا رہا تہا بہت عبرت ہوی۔ مینے چنانچہ ویسا ہی خیال کیا کہ مین بھی اسیطرح
آزمایش کرون گھوڑے پر سوار ہو کر ایڑ لگائی اور گھوڑے کی باگ کھچی ہوی رکھی۔ دو
یا تین جست کے بعد مجھے محسوس ہونے لگا کہ میری زین برگ گل یا مخمل کی نہین ہے
چنانچہ گھوڑے کو روکنا چاہا مگر اوسے یہ دلگی زیادہ پسند آئی اور جسقدر مین اوسے
روکتا تھا وہ اور زیادہ اُچھلتا تہا۔ ایک نہایت ہی باریک شب خوابی کا پاجامہ میرے
جسم اور ایسی سخت لکڑی کے بیچ مین حائل تھا جو انسان نے کبھی دوسرے انسان کی
آرام بلکہ تکلیف دہ بے آرامی کے لئے بنائی ہوگی۔ آخر کار جب مین گھوڑے سے اوترا
تو مین نے اپنے جی مین خیال کیا کہ اس سے زین سے خدا سمجھے اگر انسان اژدہات
کا بنا ہو تو اسپر بیٹھ سکے۔

جب مین روجان سے چلنے والا تھا تو میرے پاس ایک خط ورڈون نے لکھا جو رسالہ
کا ایک افسر اور بلوغ مین تعینات تھا۔ اوسکا مضمون یہ تھا کہ بربھوی فرقے والے
بڑی جماعت سی گنڈاوا اورے سے اُتر رہے ہین۔ اور اونکے ساتھ کئی ہزار سوار اور بڑی

بھیر پیدلون کی ہے۔ رُو جان (جسکا لفظ ذرا بگاڑ کر کہنے سے رو جان یعنے جان جائے
ہوسکتا ہے) مین ایک دن ٹھہرا تاکہ کنوان صاف کرادون۔ جیسا پانی اوس مین تہا۔
اوسکی گندگی پر نابدالون کے پانی کو بھی رشک ہوتا۔ جب وہ ایرانی چکر کے ذریعہ
سے باہر نکالا گیا تو اوسکی بدبو سے کوئی قریب نہ جا سکتا تھا۔ شاید کئی جانورون کی
لاش جو اسکے اندر سے برآمد ہوی اوس بدبو کا باعث تھی۔ جسکے سبب سے اوسکے
قریب جانے کی تمام کوشش بیکار جاتی تھی۔ مگر چوبیس گھنٹون تک نکالا جانے
کے بعد پانی کی بدبو اور اوسکا پہلا ہرا رنگ عنقریب دفع ہوگیا۔ مین نے کچھ باتین
جمالیون کے سردار سے کین جو رو جان مین رہتا ہے۔ اوسکا بیان تھا کہ اوسکے فرقہ
کو بیذہب طور پر چلکر بگیتیون نے ایک شبخون مین مارا اور خود اوسکو کئی زخم لگے۔
دوسری شب کو مین ریگستان سے گذرا جو بالکل سخت اور مسطح تہا اور رہنما نہوتے تو سمندر
کیطرح یہان بھی قطب نما کی ضرورت پڑتی۔ روجان سے کچھ فاصلہ پر ایک سید کا
مزار ہے وہی ایک نشان تیس میل کے مین ہے۔ جسوقت ہم لوگ قریب نصف
راہ کے ریگستان سے گذر چکے تھے ہم لوگون نے چنگاریان اوڑتی ہوی دیکھین جنسے
معلوم ہوا کہ توڑے دار بندوقین قریب ہین۔ میرے جمالی فرقہ کے رہنما آگے دیکھنے
بھالنے کیلیے گئے۔ لیکن پھر فوراً لوٹ کر آگئے اور کہا کہ دو افغان سیاح جاتے ہین۔
جب ہم لوگ اونکے پاس تک پہونچے تو دیکھا کہ اون لوگون نے اپنے اونٹون کو
بٹھا دیا ہے اور بندوقون کو اونپر ٹیکے ہوے بیٹھے ہین ان لوگون نے بیان کیا
کہ کئی بلوچی ڈاکو ہمارے قریب آگئے تھے کہ تم لوگون کے آجانے سے ہم لوگ
بچگئے۔ اور اون لوگون نے ہماری جماعت کے ساتھ چلنے کی اجازت چاہی۔ جو
مین نے بخوشی دی۔ قبل صبح ہونے کے ہم لوگ پرشوری پہونچے جو ایک نہایت ہی
ذلیل موضع ہے اسکے نام کے معنی قریب نمک کے ہین اور یہ اسم بامسمے ہے۔

کیونکہ واقعی وہان کا پانی شور ہے۔ مگر یہان بھی ایک سردار رہتا ہے جسکا اصول یہ ہونا
چاہیے کہ "دوزخ مین شاہی کرنا جنت مین خدمتگاری کرنے سے بہتر ہے" کنوؤن کا
حال دریافت کرنے پر مجھے چند ذلیل غار دکھائے گئے جنمین ایک یا دو فٹ پانی تھا۔
اور نیچے کھودنے سے اوس تہ کے پار پہونچ جاتے جسپر پانی ٹھہرا ہوا تھا۔ اور اس طور
پر وہ ذخیرہ بالکل ضائع ہو جاتا۔ مین نے ایک بنگلہ کی تیاری کا حکم دیا۔ اور ایک
جھوپڑی کے نیچے اسقدر رعب داب سے اصل سندھی پوشش سر کی پہنے ہوئے
بیٹھا جسقدر ممکن تھا۔ یہ ایک شہسواری ٹوپی تھی جسکے اندر اوپر کیجانب خوب روئی
بھری ہوئی تھی اور ململ کی ایک پگڑی تقریباً بیس گز لمبی اوسکے گرد لپٹی ہوئی تھی۔
تاہم مجھے معلوم ہوتا تھا کہ گویا میرا دماغ پک رہا ہو اور پسینا برابر ہر ایک رونگٹے کی جڑ
سے نکلتا تھا۔ دوسرے دن مجھے معلوم ہوا کہ وہ پانی دواؤن کے سفری صندوق کی
ضرورت رفع کرنے کی گنو کا ہے۔ اگر مین پہلے اسکی سبھی خاصیتون کا زیادہ عرصہ تک
تجربہ کیا ہوتا تو مین اپنے سفر سے باز رہتا۔ پس مینے چند کاریگرون کو عمارت کے
بنانے کے لئے چھوڑ دیا اور اس عمدہ جگہ کو جہان ایک گھنٹہ کا ٹھہرنا برسون معلوم ہوتا
تھا چھوڑا۔ مگر ان ویرانے مقامات مین بھی سبزہ اگ سکتا ہے بشرطیکہ دریاے سندھ
سے نہر نکال دیجاوے۔ پہلے زمانہ مین واقعی دو بڑی بڑی نہرین موجود تھین۔ ایک
جسکا نام مہرواہ تھا حیدرآباد سے علاقہ رکھتی تھی۔ اور دوسری جسکا نام مرادواہ تھا
وہ خیرپور کے امیرون کی ملک تھی۔ رفتہ رفتہ وہ بے مرمت ہو گئین اور ملک کی
ابتر حالت سے انکا از سر نو قایم ہونا موقوف رہا۔ روانہ ہونے کے پہلے مینے ایک
خط اپنے افسر بالا کو روانہ کیا جسمین ان نہرون کی حالت اور جس سمت سے وہ گذری
تھین اور اونکی مرمت کی تجویز درج تھی۔ جو بلوچی میرا خط لیجانے والے تھے اونہون
نے مجھسے روپیہ بھنگ خریدنے کے لئے مانگا کیونکہ اونکا قول تھا کہ ہم لوگ ریگستان

کا سامنا بغیر کسی نشئہ کے جو ہماری ہمت کو قایم رکھے نہین کر سکتے"۔ مین نے اونھین
نقد دیا۔ اوسوقت اون لوگون نے کہا کہ اب ہم راستہ بھر الاپتے جائینگے"۔ بخوشی
سے روانہ ہونے پر مین ریگستان مین بارہ میل چلکر میرپور پہونچا۔ مین نے راستہ
مین بجز دو انسان کی دو کھوپڑیون اور چند مسمار موضعون کے اور کچھ نہ دیکھا میرپور
قدیم اور ایک بہت بڑا گانون ہے مگر زیادہ تر ویران ہو رہا ہے۔ اوسمین ایک باغ
عمدہ درختون کا ہے جسکے سایہ مین مینے اپنا خیمہ استادہ کیا۔ جسوقت نہایت ہی
مخرورات کے گذرنے پر میری آنکھ کھلی تو مجھسے لوگون نے کہا کہ ایک گروہ سوارونکا
آرہا ہے۔ بعضون نے کہا کہ یہ برہوی فرقہ کے لوگ ہین اور اگر وہ لوگ ہوتے۔ تو
مین نے چار سپاہیون اور اسیقدر سوارون سے اونکا خفیف مقابلہ کیا ہوتا۔ مگر ظاہر
ہوا کہ باغ کا قاضی اسی آدمیون کے ساتھ درّون کا فرستادہ آرہا ہے جنسے سخت
التجا کی ہے کہ جو کچھ فوج جمع ہوسکے اوسکے ساتھ پہونچون۔ کیونکہ برہوی فرقہ والے
کئی سردارون کی ماتحتی مین باغ سے چند ہی منزل پر ہین۔ مجھے اپنی فوج کو جس مین
کل نو آدمی تھے۔ دیکھکر خواہ مخواہ ہنسی آئی۔ قاضی بھی اسقدر کمک کو دیکھکر نہایت
افسردہ ہوا۔ کیونکہ وہ یہ سمجھکر آیا تھا کہ کم سے کم میرے ہمراہ سو آدمی ہونگے۔ دراصل
ہمارے افسر بالا نے جو کبھی بغیر کئی سو سوارون اور پیدلون کے ایک بازو کے سفر
نہین کرتے تھے۔ مجھے صرف ایک حولدار کی جماعت کیساتھ محفوظ تصور کر لیا تھا۔ ہر چند کہ
میرے پاس کئی ہزار روپیہ کاریگرون کے دینے کیلیے تھے۔ مینے فوراً برہوی فرقہ کے
چڑھائی کی اطلاع سکر اور سرخانہ بھیجدی۔ اور قاضی کے ساتھ باغ کو روانہ ہوا۔ ہم لوگ
ایک موضع مین ایک گنٹہ مین پہونچے جسکا نام قاسم کا جوک[1] تھا۔ اورشاہ کی کنٹنجنٹ فوج
کے ایک افسر کاڈرنگٹن نے بہت خوب کہا کہ وہ جگہ قاسم کے لئے ایک عمدہ دلگی ہو۔

[1] انگریزی مین لفظ جوک کے معنی مذاق یا دلگی کے ہین۔ ۱۲-

تو ہو مگر میرے لئے کوئی ولگی نہین ہے کیونکہ رسد کمیاب ہی. اس گانون کا مالک
اور زمیندار قاسم خان ہم سے ملنے آیا. یہ ایک خوشرو جوان تھا جسکی سیاہ داڑھی
بہت عمدہ تھی. اسکے ساتھ محمد خان ابرا آیا جو ایک نیک مزاج شخص کسانون کی وضع
کا تھا. اوسنے اپنا خیمہ بالفعل سونپا. شب کو دو بجے ہم لوگ باغ پہونچے. اور
اس درمیان مین منجملہ ان ولیسی سوارون کے جو قاضی کے ساتھ میرپور مین آئے
تھے فقط وہی رہگیا اور بقیہ کسی نہ کسی حیلہ سے چلدئے جسوقت ہم لوگ شہر کے پھاٹک
کے قریب پہونچے تو قاضی کو خیال آیا کہ ایسے بیوقت آنے پر ایسا نہو کہ کوئی گولی
مارے اور اسوجہ سے اور بھی زیادہ خیال ہوا کہ قلعہ دار فوج بر ہوی کی جستجو مین تھے
اسلئے اونے مجھسے کہا کہ بندوق کی زد سے دن ہونے تک دور ٹھہرون اور جسوقت کہ
ہم لوگ آگے بڑھے اوسکے دانت خوف سے بجنے لگے. واقعی جون ہی مین نے پھاٹک
کھٹکھٹایا اور اندر داخل ہونے کے لئے پکارا تو دو یا تین بندوقین میرے سر کے برابر
نکلتے نظر آئین اور مجھسے کہا گیا کہ دروازہ سے دس قدم ہٹ جاؤن اگر مجھے نشانہ بننا
نہ منظور ہو. پھاٹک کے اوپر لوگون نے سر باہر نکالے اور پھر بعجلت تمام اندر کرلئے.
اور بہت عرصہ کے بعد مین نے اُن لوگون کو اس حماقت سے باز آنے اور مجھے اندر
داخل کرنے پر آمادہ کیا. جون ہی اندر داخل ہوا مین اوس مکان کیطرف گیا.
جہان ورڈن تھا اور اوسے جگاکر باہم مشورہ کیا. اوسنے بیان کیا کہ میرے پاس
نوے سوار بے قاعدہ ہین. اور اکثین سے بہتیرے نوآموز ہین. اور مین نے کئی بار
دادو سے مدد مانگی تھی. جہان پانسو آدمی اور کئی توپین ہین. مگر اُن لوگون نے صرف
ایک گولنداز کو میرے پاس بھیجدیا کہ دو یا تین جو پرانی زنگ خوردہ توپین ہین.

لہ یہ ابرالوگ کاشتکار اور نہایت صلح پسند فرقہ سندہ کے ہین مگر سرچارلس نیپیر کو جو بیجا خبر میجر کلبرن نے
دی (دیکھو صفحہ ۴۴) انکی نسبت لکھا ہی کہ وہ ہمارے مقابل مین پانچہزار آدمی لیکر آنے والے ہین. ۱۲

انھین کام مین لانا بجائے ایک کا خود اوسنے امتحان کیا اور ایک ویرانہ کو شہر کے سامنے دوسو گز کے فاصلہ پر نشانہ بنایا۔ نشانہ نے خطا کیا اور توپ دیوار کے نیچے گر پڑی۔ جہان وہ اب تک پڑی ہے۔ اوسنے کہا کہ شہر پر قابض رہنا غیر ممکن ہوگا جسمین کئی ہزار آدمی سب ہمارے مخالف رہتے ہین۔ یا ہمارے معاملہ کیجانب سی بمقابلہ قلات کے نوجوان خان کے جو درہ بولن سے اُتر رہا ہے اور کمال خان کے جو تین یا چار ہزار آدمیون سے درہ گنڈواسے آچکا ہے لا پروا ہین۔ شہر کی دیوار بہتیر مقامات مین دس فٹ سی زیادہ اونچی نہ تھی اور پانی کے لئے باہر جانا پڑتا تھا۔ اسکے سوا محمد شریف کچی کا حاکم جو اس شہر مین رہتا تھا برہیون کے ساتھ سازش رکھنے کے لئے مشہور ہو رہا تھا۔ اس معقول خبر کے سننے پر مینے یہ تجویز کی کہ ہم لوگ شہر کے خاص خاص سردارون کو بلاکر اونکی راے دریافت کرین کہ وہ کیا کہتے ہین۔ چنانچہ ہم لوگون نے ایک مجلس شوری قایم کی اور وہان کے سرغناون نے جنمین غلام نبی مغیری اور حیدر خان ابرا خاص لوگ تھی صاف صاف کہا کہ اگر ہم لوگ اوس جگہہ پر قبضہ رکھہ سکین تو بہتر ہے ورنہ وہ لوگ خان قلات سے ضرور صلح کر لینگے۔ کیونکہ انکی جائداد تلف ہو جائیگی اور خود انکی زندگی پر حرف آئیگا۔ اگر ہم لوگ اونھین نہ بچا سکین گے۔ اسمین شک نہین کہ ان لوگون کے خیالات ہماری جانب سی اچھے تھے لیکن اونہون نے ہمارے ضعف کو دیکھا اور محمد شریف کی بدذاتی کو خوب جانتے تھے کہ وہ برہیون کو دروازہ کھول کر بطور دوستون کے بلا لیگا۔

باشندون کی عداوت کا ثبوت چند روز قبل ہو چکا تھا۔ ایک حولدار اپنی جماعت کے ساتھ وہان آیا تھا جس وقت وہ شہر مین گھوم رہا تھا کسی شخص نے پیچھے سے آکر اوسکا سر کاٹ لیا جو کئی گز کے فاصلہ پر اوسکے جسم سے پڑا ہوا تھا۔ برہیون کی بغاوت کی اسقدر کم امید تھی کہ مجھے گنڈوا مین ایک کنوان اونھین ایام مین کھودنے

کا حکم ہوا تھا جسوقت کہ کمال خان کی فوج نے اوسپر قبضہ کیا - چونکہ باغ مین ہمارے
پاس بہت بڑا ذخیرہ غلہ کا تھا - پس اوس شہر کو محفوظ رکھنا مقصود تھا - اسلئے راے
ہوی کہ مین اپنے تھوڑے سے سپاہیون کو وڑون کے ساتھ چھوڑکر بھولاجی کو جو
قریب تھا جاؤن اور وہان سے کچھ مدد لانے کی کوشش کرون اور چاہے کامیاب
ہون یا نہین دو دن کے اندر باغ کو واپس آؤن - باوجودیکہ مین رات کو چلنے کی
باعث تھک رہا تھا پھر بھی ایک سانڈنی پر سوار ہوا اور بھولاجی چلا - ریگستان
کے اٹھارہ میل طے کرکے مین چاچر پہونچا یہ موضع دریاے لہری پر واقع ہے - اور
اسکے اردگرد جواری کی فصل کو سون تک لگی ہوی تھی - وہان سے مین وزیرہ گیا جو
مشہور بجر خان ڈمکی کا گاؤن ہے اور جو بعد کو اسلئے مشہور ہوا کہ اوسکا تعاقب
سر چارلس نیپر نے کیا تہا مگر اسوقت سکر مین قید تھا - چار میل اور چلکر مین خیہ مین
پہونچا - یہ ایک قلعہ ڈمکیون کا ہے جس مین بجر خان کے عیال و اطفال رہتے تھے -
مین یقین کرتا ہون کہ میرے لئے یہ اچھا ہوا کہ مین بلوچیون مین بدنام نہ تھا کیونکہ
اسوقت حسب اتفاق اوسی اونٹ پر سوار تھا جو بجر خان سے مطیع ہونے پر لیلیا
گیا تھا اور تنہا تھکا ہوا آدھی رات کو اوسکے نوقہ کے قلعہ مین پہونچا بجر خان
کا بیٹا وزیر خان اور اوسکا بھائی مبارک میرے پاس آئے - اور اونکے ساتھ ایک یا
دو درجن اونکے بلوچی آدمی تھے - اونہون نے فوراً اونٹ کو پہچان لیا اور اسکا نام
لیکر پکارا اور وہ مجھے بھی خوب جانتے تھے کیونکہ جب وہ شکار پور ہوکر گئے تھے تو مینے
کئی بار انکی دعوت کی تھی - اوسیوقت اونہون نے ایک بھیڑ اور شراب منگوائی - اور
ہم لوگ ایک عمدہ طعام کھانے لگے - یہان بھیڑیان کہلاتی ہین اور نہایت فربہ
ہوتی ہین جنکی دم بڑی ہوتی ہے - ہم لوگون مین نفشک کی لڑائی کی گفتگو ہوتی رہی
اور اون لوگون نے مجھ سے کہا کہ اوس جوار کے تمام بلوچی مریون کی مدد کے لئے

گئے ہین اور اونہون نے جنگ مین شرکت کی ہے۔ مین نے پوچھا کہ کتنے لوگ کام آئے۔ اونہون نے بیان کیا کہ دوسو انگریزی فوج کے اور اسی بلوچ۔

تقریباً ایک گھنٹہ استراحت کرنے کے بعد مین پھر روانہ ہوا اور مبارک خان میرے ساتھ جنگل کے چھ میل طے کرکے پھولاجی تک گیا۔ یہ ایک اچھا موضع مری اور بگٹی پہاڑیون کے دامن سے قریب ہی۔ یہ پہلے قاہریون کا تھا مگر بجر خان نے اونھین نکال دیا تھا ہمارے پہونچنے پر پہلے قاہریون نے ہماری ملازمت کی اور بعوض اسکے پھولاجی اور قرب وجوار کے اضلاع واپس پائے۔

باغ سے پھولاجی تک کی لمبی مسافت مین مجھے پورا وقت حالت موجودہ پر غور کرنے اور اسکے سوچنے کا ملا کہ اب کیا کرنا چاہئے۔ حالت یہ تھی۔ سکر کے حکام کو ابتک لاعلمی اوس طوفان کیجانب سے تھی جو اسقدر قریب تھا کیونکہ میرے خطوط اونکو نہین ملے تھے۔ براہوی فرقہ والے دو بڑے بڑے دستون مین کچھی پر اوتر رہے تھے۔ جو کمال خان کی ماتحتی مین تین یا ہزار کی تعداد مین تھا وہ گنڈوا مین پہونچ گیا تھا اور اوسنے اوسے لوٹ لیا تھا اور جو نصیر خان کی ماتحتی مین پانچ یا چھ ہزار کا تھا وہ اب بھی کئی منزل دادر سے تھا۔ تین منزل کے بعد کمال خان باغ مین پہونچ گیا تھا۔ اوسکے مقابلہ کے لئے کوئی فوج وہان بجز چند بیقاعدہ سوارون کے نہ تھی اور وہان کا حاکم محمد شریف خان براہوئیون سے ملا ہوا تھا۔ باغ پر قبضہ کرنے سے کمال خان سے غلہ کے ذخیرہ پر قبضہ پایا ہوتا اور دادر دونون جانب کی مار مین پڑجاتا۔ اسکے سوا اوسے کچک کے لوگون اور مری اور بگٹی پہاڑیون کے بلوچیون سے سلسلہ خط وکتابت جاری کرلیا ہوتا۔ یہ کہنا کچھ مبالغہ نہین ہے کہ اوسوقت دادر ہمارے ہاتھ سے نکل جاتا۔ اور ہماری فوج کام آجاتی۔ کیونکہ اگر اوسکو کسیقدر دقت نصیر خان کے مقابلہ مین تھی تو کیا اوسکا اسوقت سامنا کرسکتی تھی جب کہ اوسکے شریک کئی ہزار آدمی اور ہوجاتے اور اونکے ہاتھ جیسی کچھ توپین

بلاغ مین تھین وہ بھی آتین۔ پس میرے نزدیک یہ بات مناسب معلوم ہوئی کہ جس قدر
زبردست فوج ممکن ہو۔ باغ کو لے چلون اور پیدلون کو وہان چھوڑ کر جسقدر سوار ہو سکین
اونکے ساتھ برہیون پرگنڈوا مین چڑھائی کر دون۔ یہ صحیح ہے کہ اپنے افسر بالا سے
کچھ ہدایت نہین ہوئی تھی۔ لیکن اگر مین حکم کا انتظار کرتا تو قبل اسکے کہ کوئی حکم
آتا باغ لٹ جاتا۔ مجھے خاص خاص زمیندارون سے مدد کی امید تھی مثلاً حیدر خان
ابرا اور امام بخش رند و غلام حیدر مغیری یا احمد خان مغیری جو مجھے کئی سو سوارون ہی
سے مدد دیتے بلکہ دشمن کی ہر ایک نقل و حرکت سے مطلع کرتے رہتے۔ انکی وفاداری
کی ضمانت یہ کسقدر تھی کہ انکی اراضیات اور فصل استادہ اسوقت محفوظ تھی۔ لیکن
اگر کئی ہزار بلوچی سوار آپڑتے تو بالکل ضایع ہو جاتی۔ ہم لوگون نے ایک ہزار
سوار ہر قسم کے جمع کر لئے ہوتے جو کمال خان کو پہاڑیون مین بھگا دینے کے لئے
کافی ہے اور اوسوقت دادر کی فوج کو حملہ کرنے کے قابل کر دیا ہوتا بجائے اسکے
کہ وہ اپنے ذخیرہ کا نقصان کرتے جو اوسکے سامنے جلا یا گیا۔ جون ہی مین بھولاجی
پہونچا تو دو سو پیدل اور اوسیقدر سوار لہری جاتے ہوے ملے اون سے مجھے معلوم
ہوا کہ ایک بازو پیدلون کا اور دو توپین اور کچھ سوار بہت جلد دادر کو جانے والے
ہین مگر باغ ہو کر نہ جائینگے کیونکہ جو بلا اوسپر آنے والی تھی اوسکی کچھ کیفیت
لوگون کو معلوم تھی۔ مین نے لہری جانے اور وہان کے کمانیر کو باغ کیطرف سے
جانے پر آمادہ کرنے کا ارادہ کر لیا۔ وہان پہونچکر ہم لوگون کو کافی وقت برہیون
کے لئے جو گنڈوا مین تھے کسی تدبیر کے کرنے کا بہت عرصہ قبل اوسکے ملتا جبکہ
دادر مین امداد کی ضرورت ہوتی کیونکہ دراصل اٹھارہ دن گذرنے کے بعد نصیر خان
نے دادر پر حملہ کیا۔ لہری جانے کے قبل مین نے بجر خان اور بی برگ سے ملاقات
کی جو بھولاجی اسلئے لائے گئے تھے کہ وہ جلد رہا کر دئے جائین گو کہ اب بھی وہ حراست

مین تھے۔ وہ مجھے دیکھکر نہایت خوش ہوے اور دیر تک ہم لوگ تمام امور پر جو حال مین ہوے تھے گفتگو کرتے رہے۔ یہ بزرگ اپنے عرصۂ تک قید رہنے سے نہایت بیصبر ہو رہا تہا اور صاف صاف اوس گھڑی کو کوستا تہا جسدن اوسنے اطاعت کی تھی مگر بہتر جو رہا وہ تہذیب کا مردار تہا صرف اسقدر کہنے لگا کہ وہ افسوس صاحب اگر میری قسمت مین آپ کے بھائی کا مطیع ہونا ہوتا تو اونہون نے ہمارے ساتھ دوسرا برتاؤ کیا ہوتا اور ہم لوگون کو اونہون نے انگریزی سرکار کا دوست بنا لیا ہوتا۔" پیادون کے افسر مین خود میرا ایک رشتہ دار تہا۔ اور باتون کے ذکر مین کجک کے قلعہ کا بھی ذکر آگیا۔ مینے کہا کہ" وہان ایک اچھا معرکہ پیش آئیگا" وہ کہنے لگا کہ" توبہ کیجیے یہ لوگ ہماری تلوارون کے مقابل کیا کر سکتے ہین وہ کبھی لڑنے پر آمادہ نہونگے"۔ مین نے اوس سے کہا کہ" وہ ضرور لڑینگے یاد رکھو"۔ اور مین رخصت ہوا۔ دو مہینے نہین گذرے تھے کہ یہ لڑکا مارا گیا جسوقت وہ دلیری سے کجک پر حملہ کرنے والون کی پیشوائی کر رہا تھا۔ یہ حملہ گو کہ تین بار کیا گیا مگر ہر بار زک ملی۔ لہری پہونچنے پر مجھے وہان وہ فوج ملی جو اتنے عرصہ تک کاہن مین محصور رہچکی تھی اور جو کچھ اونکے ساتھ برتاؤ مری فرقہ والون نے کیا۔ اوسکے حالات سنکر مجھے نہایت لطف آیا۔ اوس عالی ظرف فرقہ نے صرف ہماری فوج کو بیروک ٹوک چلے ہی نہ آنے دیا بلکہ مہربانی کے ساتھ رحم بھی کیا۔ جب سپاہیون مین ایک شخص تھک کر گر پڑا تو مری رہنما اوسکو اپنے ٹٹو پر سوار کرکے لے آیا۔ سردار دودا نے یہ قابل یادگار پیغام وہان کے کمانیر کے پاس بھیجا تھا کہ" صاحب سے کہدو کہ جتنے لوگ مریون نے قتل کیے وہ لڑائی مین مارے گئے۔ رہا بہیر و زخمی و قیدیون کا مارا جانا اوسکے ذمہ دار بگٹی فرقہ والے ہین۔ ہمنے اپنے ہاتھ ایسے لوگون کے خون سے نہین رنگے جنھون نے مقابلہ نہین کیا۔ بہادر اور جری لوگون مین مریون کو جو اعلے درجہ کے لوگون کے برابر رتبہ ملا ہے وہ منصف مزاج

موجود نہین ہے۔ انکی عورتین بھی اس جنگ اور غرقہ کی ہمت رکھتی ہین۔ وہ زخمیون کے لیجانے مین مدد دیتی ہین اور سخت معرکون مین جہان یہ فرقہ زیادہ گھر گیا ہے انھون نے لڑائی مین شرکت کرکے اثر پیدا کیا ہے۔ جیسا کہ بلوچیون مین قاعدہ ہے ہر شخص کے ایک ہی زوجہ ہوتی ہے اور اونکی پاکدامنی ضرب المثل ہے۔ اگلے زمانہ مین جب افغان شکارپور مین حاکم تھے ایک گورنر نے متواتر کوشش ایک مری بلوچی کی بیوی کو پھنسانے کی کی۔ جسنے اوسکے یہان نوکری کرلی تھی۔ جب دیکھا کہ زر کا طمع دکھانے سے کام نہین چلتا تو اوسکے خاوند کو کہین بھیجدیا۔ اور تن تنہا اوسکے مکان پر زبردستی کی کاروائی کرنے کے لئے گیا جب شام ہوی تو گورنر کا کہین پتا نہ تھا۔ اوسکی تلاش شروع ہوی اور آخر کار اوسکے ملازمون مین سے ایک شخص جو اپنے آقا کے تعشق سے واقف تھا اوسی مکان پر گیا۔ اوسنے کنڈی ہلائی مگر صدائے برنخاست۔ آخرالامر اوسنے دروازہ توڑا تو کیا دیکھتا ہے کہ گورنر کے مُنہ مین کپڑا اٹھونسا ہوا ہے اور ہاتھ پیر بندھے ہین۔ اور اوسنے اسقدر مار کھائی ہے کہ بغیر سہارے کے کھڑا نہین ہوسکتا۔ یہ بات ٹھیک نہ معلوم ہوی کہ یہ واقع کیونکر ہوا لیکن کسی طور پر یہ سننے مین آیا کہ وہ عورت اپنے عاشق سے تنہا زبردست نکلی اور خوب زد و کوب کر چکنے کے بعد اوسنے اوسے رشتہ محبت کے بدلے دوسری رسی سے باندھ دیا اور اپنے خاوند کے پاس چلدی جو پھر شکارپور لوٹ کر نہ آیا۔ جب مین نے فوجی افسر اعلے سے یہ کیفیت بیان کی تو اوسنے میری راے کی معقولیت کو فوراً دریافت کرلیا اور باغ کیجانب روانہ ہونے پر راضی ہوا۔ ہم لوگ اوسی رات کو روانہ ہوے اور ڈھائی بجے شب کو چاچر پہونچے یہان ہم لوگون نے قیام کیا اور مین نے ایک جواری کے کھیت مین آرام کرنے کا افتخار حاصل کیا جہان گنبد سلگون میری مسہری تھی جس سے مچھر بے طرح آتے تھے اور بیر اچھے بہتر تھا۔ مین سردی سے ٹھٹھر کر اُٹھ بیٹھا اور ایک خیمہ مین مُنہ ہاتھ دھونے کے لئے تولیا لینے گیا۔ اوسکے مالک نے کہا کہ " تولیا چاہئے ہے بہت بہتر آدمی تولیا لاؤ " نوکر نے اپنے آقا

کی تلاش کیلیے بڑی جستجو کی۔ میرے دوست نے پھر پوچھا کہ "او آدمی کیا کر رہا ہے تولیا
کیون نہین لاتا" اسنے جواب دیا کہ "صاحب ایک ہی تولیا ہے اور وہ آپکے پاس ہے"!
دوسرے دن ہم لوگ باغ پہونچگئے اور چونکہ پچھلے چھتیس گھنٹہ مین مینے ایک سو بیس میل
کی مسافت سواری پر طے کی تھی مجھے آرام ملنے سے مسرت حاصل ہوئی۔ معلوم ہوا
کہ ہمارا پہونچ جانا موقع سے ہوا کیونکہ باغی گنڈواسے کچی کے جنوب مین تمام جگہ
پھیل گئے تھے اور اونکے سوارون کے گروہ باغ سے چند میل کے فاصلہ پر نظر آتے تھے۔
محمد شریف جسکا برتاؤ نہایت ہی بدنما اسوقت ہوا تھا جب مین دو روز قبل وہان گیا
تھا اسوقت بڑے اخلاق سے پیش آیا۔ مجھے ناشتہ کئے عرصہ نہین ہوا تھا کہ دور سے
بہت کچھ گرد و غبار نظر آیا۔ ہمارے سوار اسجانب دیکھنے کو گئے اور توپین فوراً کسیقدر
بلند مقام پر کھینچکر لائی گئین جہان ایک برج تھا اور ہمارے ساڑھے تین سو پیدل سپاہی
تھے۔ وہ محض جھوٹا خطرہ نکلا اور صرف اسقدر ہمارا نقصان ہوا کہ الف خان کا چھوٹا بیٹا
گھوڑے پر سے گر پڑا جس سے اوسکا ہاتھ اوکھڑ گیا۔ وہ محض لڑکا تھا اور اوسکا بازو مثل
لڑکیون کے گورا اور اوسیقدر کمزور بھی تھا۔ مگر اوسنے اپنی تکلیف دلیرانہ برداشت کی۔
اب مین نے اپنی رائے گنڈوا پر چڑھ دوڑنے کی پیش کی۔ تاکہ ہماری آمد کی خبر باغیون
تک پہونچنے کے قبل اسکا انجام ہو۔ میری تجویز کو سب نے پسند کیا اور مین نے ایمیل اور
دوسرے رسالون کے افسرون کو خط روانہ کئے جو گرد و نواح مین تھے اور ہماری شرکت
چھبیس گھنٹہ کے اندر کرسکتے تھے۔ اس درمیان مین ہم لوگون نے دروازون کو بند
رکھنے کا ارادہ کرلیا تاکہ دشمن کے پاس قاصد نہ پہونچنے پائین۔ مگر ہماری تدبیر بری ہوئی
بھلی شدنی نہ تھی۔ مین نے یہ انتظامات کئے بھی نہ تھے کہ میرے افسر بالا کے پاس سے
مجھے خط ملا کہ فوراً اونکے پاس سکر پہونچ جاؤن۔ میرے لئے بجز تعمیل کے اور کچھ باقی نہ تھا!!
اور پھر ایکبار مرتبہ مین سنگار پور کیجانب روانہ ہوا مجھے اس امر سے کسیقدر تسلی ہوئی تھی کہ

مین نے بلغ کو بچا لیا جسکی ایک یا دو دن کے اندر کنڈا اور گنڈوا کی حالت ہوئی ہوتی۔ اور جسے لوگون سے لوٹا اور ان جگہون کیطرح شاید خاک کر ڈالا ہوتا۔

دسوان باب

۱۱۔ اکتوبر کو مین بلغ سے روانہ ہوا اور چالیس میل چلکر بظاہر کا کوٹ مین پہونچا جہان سے چند گھنٹہ آرام کر کے شاہ پور کو مقام جتر سے ہو کر گیا جو ایک بڑا قصبہ قاہرون کا تھا اور مثل بھولاجی کے دکمیون نے اوسکو لے لیا تھا مگر ہم لوگون نے پھر قاہرون کو حوالہ کیا۔ مین نے شاہ پور مین ایمیل اور ایک دوسرے افسر کو پایا جنکو نہایت افسوس ہوا کہ گنڈوا پر جو حملہ ہونے والا تھا وہ موقوف رہا۔ ایمیل نے مجھ سے اپنے بہت سے قصہ ریگستان کے بیان کئے۔ بلوچیون مین جو ہماری ملازمت مین تھے کوئی شخص اسقدر مشہور نہ تھا جیسا کہ جکرانی سردار ترک علی۔ وہ ایک لمبا دبلا پتلا بوڑھا شخص تھا جسکی سفید داڑھی بہ تائید سنت نبوی سرخ رنگ سے رنگی تھی۔ کہتے ہین کہ آنحضرتؐ کی داڑھی خون کیطرح سرخ رہتی تھی۔ ترک علی انسان کی جان کی قدر اس سے بھی کم کرتا تھا جو ان ناشائستہ ملکون مین معمولی طور پر ہوتی ہے۔ ایک دن ایک ہندو دکاندار ایمیل کو کچھ خریدنے کے لئے تنگ کر رہا تھا (دیسی پھیری کرنیوالے بساطی نہایت موزون طور پر بورہ کہلاتے ہین) کہ ایمیل نے مذاقاً کہا کہ "ترک علی اس شخص کو لیجا کر اسکی زبان بند کر دو"۔ فوراً اوس خونخوار بوڑھے بلوچی نے اوس بدنصیب بساطی کو پکڑا اور جب اوسے کھینچکر لے چلا تو صرف اسقدر کہنے لگا کہ "مین اسے جلد چپ کر دیتا ہون"۔ مگر اپنے چہرے کی جانب بھی ہاتھ بڑھایا۔ ایمیل گھبرا کر دوڑ پڑا اور اوس ہندو کو ترک علی کے ہاتھ سے نجات دی۔ جس سے وہ نہایت متعجب اور ناخوش ہوا۔ جب مین نشکارپور گیا تو میرے ساتھ جکرانیون کا ایک گارد تھا۔

جو ترک علی کے آدمی تہے وہ نہ جانتے تہے کہ مین اونکی گفتگو سمجہتا ہون اور حسن طور پر اونہون نے لارڈ کین کی فوج کو لوٹا تھا اوسکا ذکر کرکے ہنس رہے تہے۔ ایکنے کہا کہ "فرنگی بڑی مروت کے لوگ ہین کیونکہ وہ اُس اونٹ کو پھر خرید لیتے ہین جسے تم نے چوری کیا تھا۔ انسے بہتر کون گاہک ہوگا" مجھے معلوم ہوا کہ پھر مجھے شکارپور کا چارج لینا پڑیگا جو سچی کے لئے آب ریگستانون سے ایک عمدہ جگہ تھی۔

اپنے واپس آنے کے تھوڑے ہی دنون کے بعد مین نے وہان کے فاضل اجل سے ملاقات کی جنکا نام عبدالخالق تھا۔ وہ سوائے کسی مسلمان کے یوروپین کے ہان کبھی نہ جاتے تہے پس چونکہ اونکا میری ملاقات کو آنا ممکن نہ تھا اسلئے مین نے اوس رئیس کو ایک خوش رو بوڑھا پایا جسکی گفتگو سے ہر معاملہ مین مذہب حق کی بو پائی جاتی تھی۔ وہ ذرا بھی کفار کی حقارت مین کمی نکرتے تھے۔ اور باتون مین اسکی بحث بھی رہی کہ مسلمان کو عیسائی کے ساتھ کھانا چاہئیے یا نہین۔ مین نے کہا کہ "یہ امر قرآن شریف مین صرف ممنوع ہی نہین ہے بلکہ جائز ہے۔ انہون نے کہا کہ "صحیح ہے مگر تم لوگ اپنے قواعد کے پابند نہین ہو۔ تمکو خوک اور غیر ذبیحہ کھانیکی ممانعت ہے۔ تم لوگ ان باتون کا کچھ خیال نہین کرتے۔ جب تم لوگ اپنے قانون کے خلاف کرتے ہو تو کیسے امید کرسکتے ہو کہ ہم تمہین سوائے کافر کے اور کچھ تصور کرین" انہون نے معمولی دلیل مسلمانون کی عیسائی مذہب کے ناتمام رہجانے کی بیان کی "خود تمہارے نبی نے ایک دوسرے نبی کے آنے کی خبر دی ہے جو خاتم النبی ہوگا۔ یہ حضرت تھے" ہم لوگون نے نجوم کے معاملہ مین گفتگو کی۔ ایک شخص نے کہا کہ "جدید تحقیقات کوئی نئے نہین ہے کیونکہ تمام خبرین پہلے ہی سے دریافت ہوچکی ہین اور قرآن شریف مین موجود ہین۔ مینے کہا کہ "مین نے قرآن شریف پڑھا ہے مگر مجھے کوئی صحیح کیفیت سیارون کی جسامت یا اونکے دورے کی زمین سے معلوم نہوئی۔ سبنے بالاتفاق

کہا ظاہر کی کہ ایمان کے نہونے سے مین اندہا ہورہا ہون اون لوگون نے کہا کہ "اگر تمکو
ایمان ہوتا تو جوکچھ جاننا چاہتے قرآن شریف سی معلوم ہوجاتا"
کوئی شخص عالم اوسوقت ہوسکتا ہے جب وہ صحیح طور پر دوسرے عالم کے سوالات کا
جواب دے - جب وہ اوسکو جواب مین بند نہین کرسکتے تو اوسکے سر پر دستار فضیلت
باندہ دیجاتی ہے اور وہ اونکے پہلو مین بیٹھتا ہے - رئیس العلمار کا خطاب بالاتفاق ایسے
شخص کو ملتا ہے جو شریعت کے معاملہ مین نہایت واقفکار او متعصب ہوتا ہے -
جس زمانہ مین مین کچی مین تھا ایک بڑی فوج سکر مین جمع ہورہی تھی - جسوقت بر ہوی
فرقہ کے لوگ ان غیر محفوظ میدانون مین اوتر رہے تھے جو ہالہ پہاڑ کے گرد درہ گنڈ وا سے
درہ بولن تک ہین ہمارے خاص خاص حکام اپنے دشمنون کیجانب سے رنجیدہ اور تیز بر سے
معمور ہوکر آیندہ جنگ کی تدبیرین سوچ رہے تھے - اور ایک ہی وقت مین اسپر بھی بحث
کرتے تھے کہ - نوجوان خان قلات کے ساتھ کیا معاملہ پیش آیگا اور دوسری فتح کیونکر
ہوگی - لگاتار پلٹنین سکر سے میدان جنگ کو روانہ ہورہی تھین - مگر پھر بھی سکر بھرا پڑا
تھا - آخر کار جب ہماری سرکار کا مکڑی کا سا جال بطرح شکست ہوا اور کئی درجن پھندے
ٹوٹ گئے جن سے جا بجا بڑے بڑے ہوگئے تو بڑی پولیٹکل مکڑی اسطرف مخاطب
ہوئی اور نہایت شان اور زہر سے پُر ہوکر باہر نکل آئی مگر اوسوقت جس ڈھیٹھ مکھیون نے
یہ سب نقصان کیا تھا وہ اڑ گئی تھین -
اس درمیان مین جن کاریگرون کو مین برشوری چھوڑ آیا تھا اونکو برہوی سوارون نے
ریگستان مین بھگا دیا تھا اور جب اونکی باری آئی اور سرکاری بیقاعدہ سوارون سی تعاقب
ہوا تو چالیسوین رجمنٹ گورون کی پلٹن کی تھی آگے بڑھ رہی تھی تو انکو سخت شکست
ہوئی اور ایک سو تیس مرد اور (اسکا نہ لکہنا بہتر ہے) تین عورتین کام آئین - جب عورتین
مردون کا لباس پہنکر اپنے خاوندون کے ساتھ رات کو حملون مین شریک ہون لوگون

تمیز کر سکتا ہے۔ یہی کنڈ مین اتفاق ہوا مگر اون غریبون کو تلوار نے زیادہ سخت تکلیفون بھوک اور پیاس اور خاوند بھائی بچون کو اپنے خون مین لوٹتے ہوئے دیکھنے سے نجات دی اسی زمانہ مین ورڈن کا جو باغ مین تھا ڈاکوون کے ایک گروہ سے مقابلہ ہوا جنکے چالیس آدمی اوسنے مارے۔ اوسنے خود دو کو اپنے ہاتھ سے ہلاک کیا ہرچند کہ وہ دیکھنے مین کچھ بڑا تلوار چلانے والا نہ تھا۔ اوسنے کہا کہ مجھے سخت تعجب اس بعمر پر آیا کہ انسان کو مار ڈالنا اسقدر امر آسان ہے۔ وہ ایک کمبخت کے پیچھے گھوڑا دوڑا کر گیا جو پیدل بھاگا جاتا تھا اور تلوار کا ہولا دیا۔ وہ اوسکی پیٹھ سے داخل ہوئی۔ اور سینہ سے نکلی۔ اوس کمبخت کی زبان سے بسم اللہ نکلا اور وہ مردہ گر پڑا۔ کسقدر طبیعت کانپ اوٹھتی ہے جب اپنے ابنائے جنس انسان کو اسقدر بے رحمی سے مار ڈالنے کا خیال آتا ہے۔ واقعی برہیون کی لڑائی محض ایک افسوسناک قصائی پن تھا۔ اس فرقہ نے بمقابلہ افغانون یا بلوچیون کے خفیف مقابلہ کیا۔ جب اونکی تعداد کئی ہزار تھی اسوقت بھی اونھیں سرکاری فوج نے دادر مین بآسانی ہٹا دیا۔ ہمارے صرف دو افسر اور بیس آدمی زخمی ہوئے تھے اور دو یا تین شخص مارے گئے۔ مگر برہیون نے اسباب لوٹ لیا اور میگزین مین آگ لگا دی۔

جب چالیسوین رجمنٹ گورون کی آگے بڑھی تو کمال خان پہاڑیون مین چلا گیا۔ اور گنڈوا مین آگ لگا دی۔ میرا دوست پوسٹنس یہان ڈوب ہی چکا تھا۔ اوسنے اپنا خیمہ رات کو ایسی جگہ نصب کیا تھا جو ظاہرا ایک غار معلوم ہوتا تھا اور گھاس اُگی ہوئی تھی۔ سفر کے تکان کے باعث وہ فوراً سو گیا اور خواب دیکھنے لگا یہ خیال نے اوسے انگلستان پہونچا دیا اور زندگی کے رجسٹر سے بیس سال قلمزد کر دیئے وہ اپنے نزدیک پھر بچہ تھا اور ریت پر سمندر کے کنارہ گھوم رہا تھا اوسے معلوم ہوا کہ سمندر بڑھتا آرہا ہے۔ اور جسقدر زیادہ وہ بھاگتا تھا اسیقدر زیادہ وہ اسکا تعاقب کرتا تھا۔ نہانے والی عورتین

اوسے تیز بھاگنے کے لئے غل مچا مچا کر کہہ رہی تھین۔ اس شخص کی حالت مین اوسکی آنکھ کھل گئی تو کیا دیکھتا ہے کہ پانون پانی کے اندر ہین اور بہت سی سپاہی اور افسر اوسکو پکار رہے اور قہقہہ لگا رہے ہین کہ وہ تیر کر نکل آئے۔ ماجرا یہ تھا کہ اوسنے اپنا خیمہ ایک پرانے پانی کے نالے پر استادہ کیا تھا۔ شب کو پہاڑیون مین سخت بارش ہوئی اور اوسوقت پانی زور و شور سے اوس نالہ مین جو چند گھنٹہ پیشتر بالکل خشک تھا بہہ رہا تھا۔

اب کہ کمال خان کے آدمی حضرت کی راہ سے الگ ہٹ گئے تھے۔ ہماری فوج دادر پر پڑی۔ چونکہ سوار انکے پاس کم تھے اور یہ لوگ سفر سے تھکے ہی تھے پس ایسے وقت پہونچے جب خان کی فوج واپس جا رہی تھی۔ بربوی قبیلہ والون نے جنکی تعداد پانچ ہزار تھی ارادہ کر لیا تھا کہ جب ہماری فوج بڑھتی ہو تو اوسپر حملہ کرین اور اونکو امید تھی کہ سفر کے باعث وہ ابتر ہو گی۔ مگر اس ارادہ کو اون لوگون نے جلد فسخ کر دیا اور چند لوگون نے اونھین تھوڑے ہی عرصہ مین بھگا دیا۔ اونکی پشت پر ایک بڑی پہاڑی تھی جسپر وہ کثرت سے جمع ہوے اور اپنا خیمہ و سامان وغیرہ سب زمین پر چھوڑ دیا۔ اوسوقت سوارون کے حملہ کرنے کا موقع تھا کہ قبل اسکے کہ دشمن پہاڑی زمین پر پہونچنے پائین اونپر زد پڑے۔ مگر سوار اسوجہ سے روک دئے گئے کہ وہ پیدلون سے بہت آگے بڑھ آئے تھے اور یہ خیال کیا گیا کہ وہ بغیر گورون کی مدد کے دشمن کا مقابلہ نہین کر سکتے۔ یہ دیر لوڈے کی باعث ہلاکت ہوئی۔ جسوقت ہماری فوج خان کے خیمہ تک پہونچی تو ایک افسوسناک کیفیت نظر آئی۔ قریب ہی برہنہ اور نہایت ہی لاغر مگر اسوقت تک گرم۔ اور خون چکان جسم اوس بہادر لڑکے کا پڑا ہوا تھا۔ اسکا بایان پاون ایک کجاوے مین زنجیر سے بندھا ہوا تھا اسکا سر مڑوڑا ہوا اوسکے داہنے کندھے کے نیچے تھا اور

ایک بڑا زخم جو اوسکی پشت گردن پر لگا ہوا تھا اوس سے بقیہ حال معلوم ہوتا تھا۔
ایک ہندوستانی افسر بھی پا بزنجیر چھوٹ کر روہا تھا جسکی سادہ حکایت نے اسکی وفاداری کا پُر اثر ثبوت دیا۔ اوسنے بیان کیا کہ جب خان مستنگ گیا تو لوڈے کو اپنے ساتھ لیتا گیا اور جب سرداروں کی یہ راے ہوی کہ انگریزوں سے مصالحت ہوجانے تو اوس سے کہا گیا کہ کپتان بین کو لکھے۔ پر اوسنے بہت تاکیدوں پر کیا۔ ایک اور یوروپین جو برہیون کے قبضہ مین گرفتار تھا اور چار سوار اس خط کو لیکر گئے۔ یہ لوگ واپس نہ آئے مگر کپتان بین کا خط آیا جس سے امیروں نے لوڈے کو مار ڈالنا اور ہم پر حملہ کرنے کا ارادہ کرلیا۔ مگر ایک مالدار ہندو سوداگر نے سرداروں کو دو ہزار روپیہ لوڈے کو زندہ چھوڑ دینے کے لئے رشوت دئے۔ اوسوقت وہ اپنے قیدی کو مستنگ مین چھوڑکر آگے چلے گئے۔ چند روزوں کے بعد اونکی فوج منتشر ہوگئی اور خان سو آدمیون کے ساتھ لوڈے کو قلات لیتا ہوا چلا گیا۔
تھوڑے ہی دنون کے بعد برہیون نے دادر پر حملہ کرنے کا قصد کیا اور اوسوقت سے لوڈے کی توہین اور ظالمانہ برتاو کرنے لگے۔ ون کو اوسے نصف عریان اونٹ پر سفر کرنا اور کھلے میدان مین سونا پڑتا تھا۔ اوسکے ہاتھ پانون مین بھاری زنجیرین ڈالدی گئی تھین اور اوسے ایسا کھانا ملتا تھا جسے کتا بھی نہ پوچھتا۔ اسطور پر اوسے مقام بی بی نانی تک لیگئے جہان خان کی فوج مین بہت سی برہوی آکر شریک ہوے جنھون نے لوڈے کو راستہ مین پتھر مارے۔ ان مین سے بعض پتھروں سے نے اوسے سخت زخمی کیا۔ جب سرداروں نے دادر کو لوٹنے کے بعد میجر باسکاوین کی فوج پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تو لوڈے کو محافظون کے ساتھ خیمہ مین چھوڑ دیا۔ تھوڑے عرصہ مین چند سوار یہ کہتے ہوے آئے کہ برا ہوا عورتین جو اوسوقت تک سر پر قرآن شریف رکھے ہوے فتح کی دعائین مانگ رہی تھین چلاکر ادہر اودہر گھبراہٹ مین دوڑنے لگین۔ ایک لمحہ کے بعد

ایک سوار اندر آیا اور اوسنے وہ مہلک زخم لگایا جس سے ہمارے بدنصیب ہموطن کے مصائب کا خاتمہ ہوگیا۔ اگر دنیا مین کوئی شخص ایسا ہو جو ایسی حکایت کو بغیر رنج کے سنے تو مین اسکے خیالات پر رشک نہین کرتا۔ البتہ بعض لوگ ایسے ہین۔ جو لاپروائی بلکہ حقارت سے اُن مصائب کو سنتے ہین جو ہماری فوج پر بالا نفراد و بالاجمال اس سال اور آیندہ سال مین پڑے۔ ایسے لوگ بہایم کے درجہ کو ابھی سے پہونچگئے ہین اور وہ چاہین تو اونکے لئے موزون بھی ہے۔ کہ اپنے نزدیک اون بیہودہ بدنامیونکا اعتبار کرلین جو اون لوگون کی نسبت گڑہی گئی ہین جنہون نے اپنے ملک کی معاملہ مین ناشدنی تکلیفات جھیلین۔

بیچارہ لوڈے کی نسبت مین بھی کہونگا کہ وہ ایک دلیر مستعد اور سرگرم افسر تھا۔ اور بعوض اسکے کہ اوسکی نسبت دیسیون کے ساتھ ظلم کرنے کا الزام عاید کیا جائے۔ وہ بلکہ سیل جول کیطرف راغب ہوکر غلطی کرتا تھا۔ کپتان پاٹنارڈنٹ مرحوم سنے مجھسے کہا تھا۔ کہ مین نے قلات مین ان بیانات کی صداقت کی نسبت تحقیقات کی تھی جو لوڈے کی نسبت مشہور تھین اور معلوم ہوا کہ وہ بالکل بے بنیاد تھین۔

شاہ نواز اور دوسرے بر ہویون نے بھی مجھسے یہی کہا اور مختصر یہ کہ بیچارہ لوڈے کی جان اوسیطرح گئی جسطرح شاہ نواز کا تخت گیا یعنے کلیتًا ہماری ملکی بدانتظامی کے باعث جو صوبہ کچھی کے بارہ مین ہوئی مجھے افسوس ہے کہ مجھے مجبورًا اون بیشمار خطوط کو چھوڑآنا پڑا جو اوس بدنصیب لڑکے نے مجھکو لکھے تھے۔ اور جن سے زیادہ وضاحت اس معاملہ کی ہوتی۔ اور اسکی کامیاب عزمیت کا حال جو میکران مین ہوئی تھی اور اوسکی دلیرانہ کیفیت جو قلات کی محافظت کی معلوم ہوتی۔

اسوقت میر نور محمد حیدر آبادی کا انتقال ۳۔ دسمبر کو ہوا۔ چاہے اونکے خیالات ہم لوگون کی نسبت اوسوقت جیسے ہون جبکہ لوگ پہلے پہل ملک مین داخل ہوئے تھے

مگر مرنے کے قبل وہ ہمارے دوست صادق ہوگئے تھے۔ جو پولیٹکل افسر اونکے دربار مین مقرر کئے گئے وہ ایسے لوگ تھے جن سے شناسائی ہونے ہی سے انسان کو انس اور خیال عزت ہوجاتا تھا۔ مرتے وقت امیر نے ہمارے ریزیڈنٹ میجر اوٹرم کو بلوایا۔ اور اپنے دونون فرزند اونکے سپرد کئے۔ خاصکر چھوٹے کو جسکے لئے سرپرستی کی زیادہ ضرورت تھی اور جو واقعی اوسکا پیار اور اسکے قابل تھا۔

۱۳۔ کو امیر کا فاتحہ شکارپور مین ہوا۔ گورنر نے مجھ سے شریک ہونے کے لئے کہا جسے مین نے قبول کیا۔ اس درمیان مین نصیر خان خان قلات جو پہاڑون مین دادر کے معرکہ کے بعد مارا پھرتا تھا۔ گنڈوا کے قریب کے میدان مین بہت سی فوج سے نمودار ہوا۔ سکر مین انگریزی حکام کے مجمع نے جو اپنے رنگ مین مصروف تھا شاید اس دخل درمعقولات سے ناخوش ہوکر اوس نوجوان خان کو راہ پر لانا چاہا اور ایک قاصد معہ مراسلہ کے ۲۵ رجمنٹ ہندوستانی پلٹن کے کمانیر کو بھیجا کہ وہ دشمن کی سرکوبی کرے۔ سکر سے گنڈوا تک اکیسو تیس میل کی مسافت ہے جسے اوس افسر نے جو حامل مراسلہ تھا طے کیا اور لڑائی مین سوارون کی کمان لی اور پھر تین دن کے اندر فتح کی خبر سکر مین لیکر آیا۔ یہ اوسنے ایسا کمال کیا جسکے مقابلہ مین کپتان برون کا اسی میل گھوڑے پر جانا جسکی ڈیوک آف ویلزلی بہت تعریف کرتے تھے کچھ بھی نہین ہے۔ علی التذکرہ یہ بھی کہدینا ضرور ہے کہ جسے لوگ بالعموم نہین جانتے کہ ۱۵۔ نمبر ہندوستانی پلٹن کا لفٹنٹ پانجرا اپنی خواہش سے کپتان برون کے ساتھ اس سفر مین گیا مگر جب لوگ اس سے اچھی طرح پیش نہ آئے تو فوراً بغیر ٹھہرے ہوے واپس آیا۔ زیادہ تکان سے بخار آگیا۔ جس سے اوس ہونہار نوجوان افسر کا رشتہ حیات منقطع ہوگیا۔ یہی کیفیت النیرون کی ہوا کرتی تھی[۱] پس اسبارہ مین اگر کوئی شخص بنگال کے سپاہیون سے اتفاق

---

[۱] انگریزی مین والنٹیر خوشی سے جانے والے کو کہتے ہین۔ ۱۲۔ المترجم۔

کرے جو کسی ایسے کام کے کرنے کے لئے جب جانے لگتے ہین اونکے مذاق کے موافق
نہین ہوتا اور اون سے پوچھا جاتا ہے کہ تم والنٹیر ہوا اور وہ جواب دیتے ہین کہ
ہان ہم بلم بلٹیر ہین۔ لیکن خوشی سے نہین جانتے تو اوس شخص کو معذور رکھنا چاہئے۔
گنڈاوا مین جو معرکہ ہوا اسمین بیان کیا گیا ہے کہ تین سو بروہی مارے گئے اور کسیو
تینتیس گرفتار ہوئے جنمین ایک مشہور سردار ہوبر خان اور اوسکا بیٹا مراد خان طہری قوم
کے تھے۔ یہ قیدی بکر کے قلعہ مین رکھے گئے۔ اور بعد کو اونمین اپنے لوگون سے
خط و کتابت رکھنے اور تحائف لینے کی اجازت دی گئی۔ تبھی اسوقت خیال آیا کہ محبت
بھی خوب شئی ہے جب مین پنیر کے اس بدنما اور سخت لڑکے کو دیکھتا تھا۔ جو ان
قیدیون کو ہمارے قلعہ مین اونکی محبت کرنے والی معشوقین اور بیبیان کچھ بھیجتی تھین۔
سوائے محبت صادق اور واثق کے اور کون شئے کسی کو ایسے ثقیل پتھرون کو کھانے
پر راغب کر سکتی ہے۔ یہ نہایت ضروری سمجھا گیا تھا کہ ان قیدیون کے پاس جسقدر
خطوط آئین وہ سب پڑھ لئے جائین اور یہ میرا ہفتہ وار کام ہوا۔ ایسی مشق کے بعد
مجھے بخوبی حق برہویون کی خط و کتابت کی نسبت رائے زنی کا حاصل ہے اور سچ
یہ ہے کہ وہ بالکل سیدہی سادہی ہوتی ہے۔ خطوں مین بالعموم نانی دادی سے
لیکر نواسی تک کی خیر و عافیت لکھی ہوتی تھی اور بعد سلام کے یہی لکھا ہوتا تھا کہ
نقد زیادہ نہونے کے باعث ہم لوگ بجز پنیر یا شیرینی یا خشک میوہ کے اور کچھ
روانہ نہین کر سکتے۔ برہویون کا خاصکر شاہی خاندان والون کا بیان ہے کہ
ہم لوگ حلب سے آئے تھے۔ اور یہ بالکل ظاہر ہے کہ وہ بلوچیون اور افغانون سے
ایک علحدہ قوم ہین۔ وہ زیادہ پستہ قد زیادہ سیہ فام اور بدصورت بہ نسبت اون
دونون قومون کے ہین اور دونون سے ذکاوت اور فوجی دبدبہ مین کمتر ہین۔
چونکہ چندروز تک کام کی کثرت اسقدر زیادہ نہ تھی۔ پس مجھے شکارگاہ مین شکار کھیلنے

کی کچھ فرصت ملی۔ ہندوستان کے شکاری اسکو ایک سہل الوصول نسخہ کہین گے۔
مین ان باتون کو زیادہ نہ جاننے کے باعث ویسیون کے ہمراہ گیا تھا اور وہان پہونچنے
پر اوہون نے مجھے قریب اوس جگہ کے کھڑا کردیا جہان سے دو تنگ راستے جنگل
کو گئے تھے۔ جب شکار کھلانے والے دوسری جانب سے آگے بڑھے تو ایک بڑا بھیڑیا
نکل کر بھاگا مگر چونکہ اوسنے مجھے کوئی اطلاع اپنی تشریف آوری کی نہ کی تھی وہ قبل میرے
فیر کرنے کے نکل گیا۔ اوسکے بعد ایک موٹا سور جو شکر کھا کھا کر پلا تھا نکلا۔ اس فربہ
ہل اچھا رہا اور گولی اوسکے سر مین لگی تسپر بھی وہ کچھ دور بھاگ کر گرا۔ دیسی لوگ بھی
ویسے ہی خوش ہوتے ہین جسطرح انگلستان مین امرا کے شکار کھلانے والے
جون ہی اپنے فیر کی وہ جانے لگتے ہین کہ "لگا لگا"۔ ہرچند کہ گولی کہین بڑے درخت
یا دریا کے کرارے مین جاکر گھس گئی ہو۔ سنگاپور کے قریب شیر شاذ ہی نظر آتے
ہین۔ گو کہ بردکھا کے جنگلون مین شمال کیجانب افراط سے ہین۔ اس اطراف مین
کپتان ہل نے جو انجنیری صیغہ کے ایک مشہور شکاری اور بہادر سپاہی تھے۔ ایک
شیر کی خبر پائی اور ایک دوسرے افسر کے ساتھ اوسکے تعاقب مین گئے۔ پہلے اون
لوگون نے اوسکا مقابلہ مردانہ وار کرنے کا معاہدہ کیا تھا جسکی ایسے مشہور شیر مارنیوالے
کے لئے جیسا کہ ہل تھا چندان ضرورت نہ تھی۔ مگر جب وہ بہت گھنے جنگل مین گئے تو
اونھین سانس لینے کی ایک بلند اور بھیانک آواز سنائی دی۔ جیسے کوئی دیو دم
کھینچ رہا ہو۔ اس آواز سے جو شیر کے نزدیک ہونے کی علامت تھی۔ ہل تو اور تیز قدم
بڑھانے لگا مگر اوسکے ہمراہی کی صورت سے آثار افسوس اور تذبذب کے نمایان ہوے
ہل نے جھک کر اور جھاڑی کو بندوق سے ہٹا کر ایک بہت بڑا شیر تھوڑے ہی فاصلہ
پر دیکھا جسکے غرانے اور دم پٹکنے سے معلوم ہوتا تھا کہ خشمگین ہو رہا ہے۔ ہل نے کہا
کہ "لب پی تم اپنی فیر روکے رہو اور مین پہلے اوسپر وار کرتا ہون"۔ مگر اس احتیاط کی ضرورت

نہ تھی کیونکہ پی سنے اپنی نیر دوسرے دن کے لئے روک رکھی تھی۔ اور کچھ مسٹ سی سخت کوشش جو پہلے سننے مین بھی نہ آئی تھی اس امر کی کررہا تھا کہ جہان تک ہو اور معرکہ کی جگہ کے درمیان فاصلہ ہوجاوے بہتر ہے۔ ایسے وقت مین کانہ ہی دینے سے چند ہی لوگ ہونگے جو متردد نہون مگر پل کے حواس فولاد کے بنے تھے اوپر اس آگ ہونے کا سے کچھ اثر نہوا۔ اوسنے بخوبی نشانہ لیکر بندوق داغی اور شیر کو زخمی کیا جو اوسکے سر پر جست کرکے جنگل مین چلا گیا۔ چند روز کے بعد علی مراد نے اس زخمی شیر کا سراغ لگایا اور اوسے مارا مگر شیر نے بھی کئی شکار کھلانے والون کو زخمی کیا اور ایک کو مار ڈالا۔

ہم لوگ اکثر اپنے گھوڑون کو جو سڑیون کے پیچھے چکر دیا کرتے تھے جو شکار پور مین بہت تھوا اور جنکو ہم لوگ تازہ کتون سے شکار کراتے تھے۔ ایک دن مین باہر گیا ہوا تھا کہ ایک تکلیف دہ حادثہ واقع ہوا۔ یہان خاک اسقدر زیادہ ہے کہ چند ہی قدمون سے ایسا غبار اوٹھتا ہے جسمین ایک چھوٹی فوج چھپ جائے گرہ ہوا کے اس غبار آلودہ حالت کا یہ نتیجہ ہوا کہ دو افسر جو زور سے گھوڑے دوڑاے آتے تھے آپس مین ٹکر کھا گئے جسطرح قدیم نمائشی جنگ آزمایون مین لوگ ایک دوسرے کو گھوڑے سے گرادیا کرتے تھے ویسا ہی یہان بھی ہوا کہ سوار اور گھوڑے ہر دو گرے۔ دونون سوارون کو چوٹ آئی اور ایک کی تو جان پر آبنی۔ اوسے اسقدر صحت حاصل ہوگئی کہ کھانا کھا سکتا تھا لیکن اوسکا طریقہ عجیب قسم کا تھا اور تھوڑی سی شراب سے وہ جامہ سے باہر ہوجاتا تھا۔ اوسے خزانہ لیکر سکر جانے کا حکم ہوا۔ راستہ مین اوسنے ایک غریب لکڑہارے کو گرفتار کرکے میرے پاس دست و پا بستہ ایک خط کے ساتھ بھیجدیا۔ جسمین لکھا تھا کہ وہ مشہور ڈاکو دینو ہے۔ دو دن کے بعد معلوم ہوا کہ وہ سکر مین پاگل ہوکر مر گیا۔ اوسکی بیماری گھوڑے پر سے گرنے کے صدمہ سے ہوئی تھی۔

گیارہوان باب ۱۱

دریاے سندھ کی جنگ سے انگریزی سلطنت مشرق مین اسقدر وسیع ملکون پر پہیل گئی تھی کہ اوسکا انتظام ہمارے زیر حکومت مستقل طور پر کرنا اور اونھین ہندوستان ساتھ مضبوطی سے نتھی کر دینا ایسا کام تھا جسکے لئے نصف صدی تک ہمارے لایق سے لایق مدبرون اور جرنیلون کی مستعدی درکار تھی۔ ہماری قوت سنے جو لارڈ لیک کے زمانہ سے مثل کسی ایسی بڑی مورت کے ساکت رہ چکی تھی جو خود اپنی جسامت سے ڈرتی ہو رہی ہو۔ یکایک ایک قدم ایسا بڑہایا جسنے ہمکو وسط ایشیا مین پہونچا دیا۔ چاہے کا بُون جسکی ولیل غلط ہوا کرتی تھی اسبارہ مین جو کچھ کہے مگر یہ ایک فخر کا کام تہا کہ ایک انگریزی ادنے عہدہ دارنے اون روسی قیدیون کو رہائی دلوائی جنھین ایک روسی فوج نہ چھوڑا سکی تھی اور ہمارے اجنٹون کی قدر وعزت ہرات۔ بخارا۔ کوکن اور خیوا مین ہوی اور اگر ہماری سرحد تین بڑی سلطنتون چین۔ روس اور ٹرکی کی ہم سرحد ہوی تو عام طور پر لوگ اسکا باعث تحمل سمجھتے تھے نہ یہ کہ ہم مین قوت اسکے بڑھانے کی نہ تھی۔ ہم اس عروج کے درجے سے اس باعث سے نیچے نگرے کہ اپنے نو مفتوحہ ملکون کو توسیع دینا مشکل کام تھا یا یہ کہ مفسد فرقے جو اپنی ہی قوم کے بادشاہ کی اطاعت نہ کرتے تھے غیر ملکون کے لوگون کے مطیع ہونے کی اور بہی کم خواہشمند تھے یا یہ کہ سردی وگرمی نے اوس جھگڑے مین شرکت کرکے ہمکو کئی کڑی ضربین رسید کین اور ہمارے سخت جلد اور دبیر کھوپڑی والے دشمن پر رعایت کی بلکہ اس باعث سے کہ ہمارے خاص خاص لوگ جو دریاے سندھ کے آگے تھے وہ نالایق تھے۔ ۱۸۴۱ء کے اختتام پر جسوقت کہ ہماری شکستون سے جو مری پہاڑیون پر ہوئین اور شال اور قلات کے بلوچون سے یہ بخوبی آئینہ ہو چکا تہا کہ ہم لوگ ایک بوسیدہ آگ پر چل رہے

ہین اور ہمارے خاص خاص پولیٹکل افسر حتے الوسع اوس باریک تہ کو دور کر رہے تھے جیسے ہمکو اوس آتشین مادہ سے علحدہ کر رکھا تھا - ہمارا سفیر متعینہ کابل اپنے موقع و محل سے مطلئن نہو کر ہرات کے فتح کرنے پر مائل تھا حالانکہ اوسکا موقع یہ تھا کہ وہ قندہار یا غزنی مین شاہ شجاع کے عہد حکومت مین لوٹ آتا۔ ایک اوس فوج کا جو اس نے جواہر کو کابل کے تاج مین جڑ دیتے تیار کیا گیا اور صرف اس بارہ مین شک باقی رہا کہ آیا لاہور کو یا ہرات کو پہلے لینا چاہیئے. سفیر ایک فارسی تمثیل کے مطابق ایک بڑا تربوز دونون ہاتھون سے لئے ہوے تھا مگر پھر بھی اوسکے منہ مین دوسرے کے لئے پانی بھر آتا تھا بلکہ تیسرے کے لئے جو ہر ایک اوس سے بھی بڑا تھا جس سے وہ ابھی گھبرا رہا تھا لیکن تقدیر نے ان خبط ارادون کو پورا نہونے دیا - اور ہمکو ایسی مصیبت سے بچایا - جو اوس سے بھی بڑھکر تھی جسکا خاتمہ ۱۸۴۲ء کے بعد ہوا کیونکہ اگر سکھ دربار سے پھوٹ ہو گئی ہوتی تو ہماری تکلیفات کا خاتمہ کہان ہوتا - مگر مجھے کابل یا مجنونانہ تجویزون سے جو وہان ہو رہی تھین کوئی غرض نہین ہے مجھے شمالی سندہ سے کام ہے جہان مساوی درجہ کی حماقت اور بدانتظامی ہوی تھی - اور وہی تخم بویا جا چکا تھا - اور چونکہ مدد قریب تھی اور مثل خیبر کے اسکی روک دروازہ اور قفل کے باعث نہ تھی ورنہ ہم لوگون کو وہی ثمرہ حاصل ہوتا - بی برگ بجرا اور دوسرے سردارون کو تنگ کرکے جانی دشمن بنا لینے کے بعد ہم لوگون نے ایک مہمل صلح اُنکے ساتہ کی اور اوسکو رہا کر دیا -

اسوقت یہ قرین مصلحت خیال کیا گیا کہ شاہ نواز کے نکال دیئے جانے اور لوڈے کے مار ڈالے جانے کی جانب سے چشم پوشی کیجاے اور پرانے دشمن محراب خان کے بیٹے سے صلح کر لیجائے . اس مجوزہ تدبیر کو مجھ سے بطور راز نہانی کے کہا گیا. ہرچند کہ ہر شخص بیک نگاہ دیکھ سکتا تھا کہ اسکے سوا دوسری سبیل نہ تھی - رہے شمالی سندہ کے امیر اونکو بہت کم وسیلہ مقابلہ کا تھا اور ہم لوگون کی آزادانہ مخالفت پہلے ہی

سے اپنے ملک مین جائز رکہنے سے گویا پولیٹکل کشتی مین خود چت ہوگئے تھے۔ اسلئے یہ قصد ہوا کہ چونکہ وہ چت ہورہے ہین اونہین ٹھوکرین رسید کیجائین اور حسب خواہ مشکلیز با ندہی جائین جو ایک عمدہ طریقہ طبیعت کی اوس برافروختگی کے دور کرنے کا ہوگا۔ جو اوسنے زیادہ قومی دشمنون نے پیدا کردی ہے۔ خیرپور کا دربار اسوقت تین حصون مین تقسیم تھا۔ اولاً میر رستم کے بیٹے باستثناے تیسرے بیٹے علی مردان کے اور نصیرخان میر مبارک کا بیٹا اور قایم مقام سب سے زبردست اور نمبر اول کی جماعت تھی جسکا عقل کل شیخ محمد خان وزیر تھا۔ دوسرے میر رستم کا سب سے چھوٹا بھائی میر مراد علی اور اوسکے لواحق دوسری جماعت کے تہے۔ تیسرے میر رستم کا تیسرا بیٹا میر علی مردان جسکی امداد پر محبت خان مری اور کمال خان جہلا بانی[۱] اور دوسرے سردار تیسری جماعت کے لوگ تھے۔ پولیٹکل اجنٹ جیسا کہ کہا جاچکا ہے علی مراد کا حامی تھا جسکا مشیر کار شیخ علی حسن رزیڈنسی کے افسر عملہ ترجمہ ہمارے کابڑا دوست تھا اور اپنا ایک وکیل امام بخش نامی ہمارے یہان تعینات رکھتا تھا۔

میر رستم کا سن علی مراد کے باپ کے برابر تھا وہ خاندان کا مقبولہ رئیس یا سردار تھا اور اوسی نے پہلے ہمارے سفیرون سے ملاقات کی اور ہمارے ساتھ دوستی قایم کی۔ مین اوس شخص سے جسمین ذرہ بھر بھی ہو یہ پوچھتا ہون کہ آیا ہم کو مناسب تھا کہ ایک ہی خاندان کے لوگون کے جھگڑے کو صرف اشتعال ہی ندین۔ بلکہ چھوٹے اور مفسد امیر کی حمایت بمقابلہ اوس بے نفس اور بوڑھے شخص کے کرین۔

---

[۱] اس سردار کو ہم لوگ بوڑہا انشاءاللہ کہا کرتے تھے کیونکہ جب اوس سے کسی امر کے کرنے کے لئے کہا جاتا تھا تو وہ دونون آنکھین اس زور سے بند کرلیتا تھا کہ دیکھنے والا گھبرا کر تصور کرے کہ شاید وہ اندھا تو نہوجاے اور اوسوقت بآواز بلند سیکڑون بار کہتا تھا "انشاءاللہ انشاءاللہ" بدقسمتی سے وہ سواے اس کلمۂ خیر کے کہنے کے اور زیادہ کچھہ کارروائی ہمارے کام کے انجام دینے کی نکرتا تھا۔ ۱۲

جسے اوسکو مثل اپنے باپ کے سمجھنا چاہئے تھا۔ اوس بوڑہے سردار کے دل مین دو باتون کا زیادہ خیال تہا۔ انمین سے ایک یہ تھی کہ اپنے فرزندون مین ملک کو مساوی تقسیم کرے تاکہ اوس ابتری کی احتیاط ہو جو اوسکے مرنے کے بعد ہوسکتی تھی کیونکہ اوسکے زیادہ سن سے موت کی بھی جلد امید تھی۔ اور دوسرا اپنے بھتیجے نصیر خان کو چند اضلاع دیئے جائین جنپر علی مراد دعوے کرتا تہا۔ پہلی غرض کی نسبت میر رستم کو زیادہ فکر تھی اور یہ حق جسکا وہ دعویدار تہا۔ ہر ایک انگریز کو میرے نزدیک واجب معلوم ہوگا۔ مگر ہمارے پولیٹکل اجنٹ نے جو سکر سے عنقریب جانے والے تھے میر رستم کی دونون خواہشون کو پوری نہونے دینے اور کوئی امید اونکی برآنے کے قابل نہ چھوڑ جانے کا ارادہ کرلیا تہا۔ ایک معاملا اور بحث طلب تھا یعنے رئیس خاندان یا سردار خاص کا تعین جسکے میر رستم علی کا بیٹا اور علی مراد دونون دعویدار تھے۔ کوئی بات اس امر مین ملی نہ پائی گوکہ قیاس سے معلوم ہوسکتا تہا کہ کس فریق کی ہم لوگ حمایت کرینگے۔ یہ ایک ایسا معاملہ تھا جسمین ہم لوگون کی دست اندازی کا کام نہ تھا اور مین صرف اسقدر کہہ سکتا ہون کہ علی مراد کا دعوے بلحاظ وراثت ناقص تھا کیونکہ نہ تو وہ دوسرا بھائی تھا اور نہ میر رستم کا وارث تہا۔ مناسب طریقہ اسکے طے کرنے کا یہ تھا کہ بلوچی سرداروں کے عام جلسہ مین راے لیگئی ہوتی۔

یہ وقت بہت مناسب اس کام کے لئے تھا کہ جرنیل اور پولیٹکل اجنٹ دونون سکر سے روانہ ہون۔ ہر شخص متعجب ہوتے ہوتے تھک گیا تھا کہ وہ لوگ جاے وقوع جنگ سے اسقدر فاصلہ پر مین مدت دراز تک غرق رہین اور وہان روزانہ دشمن کے ساتھ مغرب مین مجادلے ہوا کرین۔ قبل جانے کے میرے افسر بالا نے مجھے سکر کا چارج لینے کے لئے طلب کیا اور ایک افسر خیرپور کو روانہ کیا جسکی وساطت سے جملہ خط وکتابت امیر سے ہوتی تھی۔ جونہی مین سکارپور سے روانہ ہورہا تھا ایک افغان جسنے

ارتھر کنولی کے ساتھ سفر کیا تھا میری ملاقات کے لئے آیا۔ ہم لوگون مین کچھ گفتگو کابل کے معاملات پر ہوئی۔ اسنے بیان کیا کہ وہان رنجش جلد جلد ترقی کر رہی ہے۔ اور گو کہ وہ بذات خاص ہمارا بہی خواہ تھا۔ مگر چند باتین ہمارے طرز حکومت مین ایسی تہین جس سے وہ ناخوش تہا۔ اور باتون مین اسنے نہایت اصرار کے ساتھ کہا کہ "زن افغان چیز میکند" یعنے عورتین افغانون کی اب باوفا نہ رہین جس سے مجھے اس پرانی مثل کا خیال آیا جسکے معنی یہ ہین کہ "کابل کی عورتین تہا اپنی سٹی خراب نہین کرتین بلکہ جہان ایک سی محبت چھوٹی دوسرے سے کرلی"۔ اسے اپنے ملک کی عورتونکی بدکاری سے نہایت رنج تہا اور اوس غریب کی شکایت معقول بھی تھی۔ سکر مین پہونچکر مین نے تمام چیزون کو نہایت ہی ابتر حالت مین پایا۔ چار ہزار آدمی جانے کی گھبراہٹ مین تہے اونٹ بلبلا رہے تہے۔ ملازم شور وغل کرتے ہر جانب بے سرف سرگرمی سے دوڑ رہے تہے۔ اجنٹ کا سامان سفر ایک صوبہ دار جیسا تہا۔ کئی سو اونٹون پر شرابین اور ہر قسم کا ذخیرہ بافراط تہا۔ خاص خیمہ ایک بہت بڑا دوچوبون کا شامیانہ تہا جسمین شیشہ کے دروازے تہے اور شمرو کی بیگم تحفا۔ پانچ یا چھ اسسٹنٹ پولٹیکل افسرات یوروپین اور بیشمار ہندوستانی گرانی اس بڑے شخص کے پیچھے تہے اور رزیڈنٹ کا گارڈ جو ایک رسالہ ہندوستانی نیزہ بازون کا تہا اس کل جلوس کا محافظ تہا۔ اگر کوئی شخص اس سامان سے جو سکر مین چھوڑ دیا گیا اوسکا موازنہ کرے جو ساتہ گیا تو نامناسب معلوم ہوگا مگر میرے نزدیک دونون حساب مساوی تہا۔ اجنٹی کے گودام مین اب بہی اور چیزون کے شمول مین بارہ سو درجن بوتلین بیر شراب کی اور ایک سو بیس درجنین شامپین کی تہین۔

جب یہ جلوس عظیم روانہ ہوا اور آخری خاک کا بیدلی سے زمین پر بیٹھ گیا جس پر غلاظت بوتلون کے ٹکڑے اور ہر قسم کی فرخرافات پڑی ہوی تہین مینے اپنے کو

تنہا قایم مقام احبنت کے پہلی عظمت و شان کا پایا۔ پہلے مین بڑے رعب و داب سی بیٹھا اور بہت ہی بڑا اور کسیطرح اپنے کو تصور کرنے لگا مگر فوراً میرے حواس اپنے ٹھکانے پر آ گئے۔ ایک شخص ذلیل سیہ فام غلیظ کپڑے پہنے ہوے آیا اور کہنے لگا کہ مین پچاس ہزار روپیہ اپنے دوست دہرم چند کے پاس بنارس بھیجنا چاہتا ہون۔ اور روپیہ دکھلایا کہ یہ موجود ہے مین ہاتھ سے اشارہ کرنے اور خزانچی کو بلوانے ہی والا تھا کہ مجھے یکبیک خیال آیا کہ خزانچی معہ تمام نائب خزانچیون کی پودہ سے چلا گیا ہے اور در اصل مین ہی خزانچی ہون۔ ہر چند کہ پچاس ہزار روپیون کا اپنے حساب مین لینا کوئی بڑی بات نہین ہے اور چشم زدن مین طے ہو سکتا ہے مگر دوسرے کا لینا اور اسپر رکھنا دوسری بات ہی۔ ایک شخص کا قول تھا کہ "جان لیجئے کہ جب یہہ غرض ہو کہ دوسرے کا مال ہضم کر جاؤن تو میری پیٹھ اسقدر بوجھ اوٹھا سکتی ہے جو حضرت نوح کی کشتی پر تھا" یہ تسکین وہ خیال اسوقت بالکل جاتا رہتا ہے جب کوئی شخص محض امین کی حیثیت رکھتا ہے یعنے ایک قسم کا ذوی روح صندوق بنتا ہے۔ میرے حواس خمسہ اوسوقت بسیاٹو پر ہو رہے جب مین نے دیکھا کہ مجھے اپنے ہاتھ پاؤن سے چلکر پچاس تھیلیان زر نقد کی گننی ہین۔ روپیون مین بھی چکناہٹ اور ناپسندیدہ نمی اوس ہندو کی چکنی انگلیون کے باعث سے آگئی تھی۔ کیونکہ اوسنے اونھین بار بار بازار مین گنا تھا مشکل سے مینے اس عمدہ کام کو ختم کیا تھا کہ مجھے یاد آئی کہ اب پارسلون اور خطوط کو علیحدہ کرتا ہے۔ اسکے ایک درجن کے قریب بڑے بڑے بنڈے تھے اور ہر ایک رجسٹر مین لکھا جاتا تھا۔ قسمتون سے مجھے کام مین مدد مل گئی۔ ورنہ مین گھبرا جاتا جسطرح وہ بد قسمت کوسا گنوار جسے لیجانا پڑا اوسوقت گھبرا گیا۔ جبکہ اوسکے گھوڑے کی پیٹھ عنقریب بوجھ سے ٹوٹ گئی تھی کہ ایک لمبا سا کسی طرح پارسل اور دیا گیا جسپر بہت سے فارسی سندھی اور انگریزی مین لگے تھے۔

اور اوس سی بڑی احتیاط کے ساتھ "کوٹ مارسل جرنیل کے پاس" لیجانے وغیرہ کو کہا گیا۔ کسیوقت قریب آدہی رات کے نہایت تھک کر اور سخت پریشان ہوکر مینے نیند کی آغوش مین لیٹ کر دنیا کی تکلیفون کو فراموش کیا تھا کہ بہت سی مخلوط بہایمی آوازون نے زور سے پکار کر جگا دیا۔ "صاحب صاحب ایک تاکیدی خط بڑے صاحب کے پاس سے لاٹ صاحب (یعنے گورنر جنرل) کے نام آیا ہے"۔ اس طور پر میرے شب و روز کٹا کرتے تھے حتے کہ طبیعت پانچ آدمیون کا کام تنہا کرتے کرتے عاجز آگئی۔ اور اس مخمصہ سے نجات حاصل کی۔

جب ہمارے افسر اعلے شمال کیجانب روانہ ہوے تو امیرون کو امید تھی کہ کوئی افسر ایسا مقرر ہوگا جسپر اونکو اعتبار ہو یعنے خلاصہ یہ کہ وہ مجھے یا۔ پاسٹنس کو وہان دیکھکر بہت خوش ہوتے۔ کپتان کو وہ نہ جانتے تھے اور یہ بات عیان تھی۔ کہ اونکی موجودگی اونکی طبیعت کے خلاف تھی کیونکہ کئی بار گولی کی شکل مین اونکو نمہایش کی گئی جسنے اونھین اپنی کریہ آواز سے اونکے کان کے بہت قریب جاکر اطلاع کردی۔ اسمین شک نہین کہ اگر امیرون کی کچھ اسمین شرکت تھی۔ تو بوجہ بنائے مخاصمت اونکے خلاف تصور کیجا سکتی ہے۔ مگر کیا ہمکو یہ امور بھول جانے چاہئین کہ صلحنامہ مین کوئی شرط ایسی نہ تھی کہ اونکے دروازہ ہی پر ایک افسر تعینات کیا جائے اور یہ کہ اگر میر رستم نے بھی گورنر جنرل سے عرضداشت کی ہوتی تو کوئی سماعت نہوتی اور نیز یہ کہ جسطرح ہم لوگ دیسی سرداروں سے خط و کتابت کرنے مین اون قواعد کو بھول جاتے ہین جو سلاطین یوروپ کے دربارون مین برتے جاتے ہین تو ویسے ہی اگر دوسرے انکی پابندی نکرین جنھین ہم خود نہین لحاظ کرتے تو اون لوگون کو معذور رکہنا چاہئیے۔ اسوقت اوس بڈہے امیر کو انتہا کا صدمہ پہونچ چکا تھا اور ایسے شخص کو چاہتا تھا جس سے اپنا تمام درد دکھ کہے۔

چنانچہ اوسنے دو ایک دن کے لئے مجھے اپنے ہان بلایا۔ فصیح خان کے چھوٹے بھائی ولی محمد کی شادی درپیش تھی۔ اور اوسنے درخواست کی۔ کہ مین بھی شریک ہون۔ پس مجھے خیرپور جانے کی اجازت ملی جہان تمام سردار بجز علی مراد کے موجود تھے۔ مین نے اوس شہر کو بشرطیکہ وہ شہر کہا جاسکے بمقابلہ شکارپور کے نہایت حقیر پایا۔ امیر کے مکانات اور اوسکا کل سامان اس قسم کا تھا جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ اگر سردارون کو جو اسکے مالک تھے لینے سے محروم کردیا جائے تو ہم لوگ امیر نہو جائینگے بلکہ وہ واقعی مفلوس ہو جائینگے۔ مین ہندوستانی شادیون کے معمولی جلسون کو اور ناچ کی کیفیت جو مجھے فضل خان نے دکھلائی جسمین صرف قابل لحاظ میزبان کی خبر بھی اور اوسکی علانیہ گھبراہٹ اوسوقت کی تھی جبکہ وہ ایک اونچے اور مخوف زینے پرچڑہکر کوٹھے پر آتش بازی دکھلانے کے لئے جانے لگا قلم انداز کرتا ہون۔ مذکورہ بالا آتش بازیون کی بجز گولون کے کوئی کیفیت قابل اعادہ کے نہین ہے کیونکہ سب نکمی نکلین اور نہ مین خند کے کوزون اور شربت کی جو مجھے نذر دئے گئے اور جنسے میرے سندہی سائیس نے اپنے کو اسقدر سیراب اور مشکیزہ کی شکل بنالیا کہ زمین پر چت ہوکر مثل مردہ یا بے بس کچھوے کے لیٹ گیا۔ نہ مین خاصکر اون چمکیلے پائجامون اور کپڑون کا جو باریک اور مختلف رنگ کے تھے ذکر کرون گا۔ جو مجھے اپنی زیبایش کے لئے ہے اور جو نیلام ہوکر زر نقد کی شکل مین کمپنی کے خزانہ مین داخل ہوے۔ نہ اسکا ذکر کرنے کے قابل ہے کہ مین نے کسطرح دو فربہ اور بھولے بھالے بنڈیلون کو ایک ایک فیر مین اپنے سندہی میزبانون کی شکارگاہ مین سیر کرتے وقت موت کی آغوش مین سلا دیا جسکی اون لوگون نے بڑی تعریف کی۔ نہ یہ کہ کسطرح ایک بے احتیاط کاشتکار نے انگریزی باروت پر جو مین نے استعمال کی تھی نہایت مفتون ہوکر اپنی توڑہ دار بندوق اسقدر زیادتی کے ساتھ بھری کہ جسکی

آواز سے خود وہ اور مین سُن ہوگیا اور وہ چارون شانے چت جھاڑی مین گر پڑا۔

خاص قابل تحریر میر رستم کی ملاقات ہے یہ امیر باوجود ہمارے ایک حصہ انگریزی اخبارات کی سنگدلی کے طعن وطنز کے محبت کے قابل بلکہ لایق تعظیم کے تھا۔ مانا کہ وہ اپنے لڑکون اور اپنی قوم کا بہ نسبت اجنبیون کے زیادہ خیال رکھتا تھا۔ جو زبردستی اوسکے ملک مین داخل ہوگئے تھے اور جنھون نے اوسکے دوستانہ برتاؤ کا صلہ کم ظرفی اور دغابازی کے ظلم سے کیا تھا تو کیا ضرور ہے کہ اسکی تشنیع کیجائے وہ شخص مروت اور انسانیت سے مملو تھا۔ اور نہایت نیک سلیم الطبع صلح پسند رحیم اور متحمل حد سے زیادہ تھا۔ اوسکی صورت نہایت بزرگانہ تھی۔ اور کوئی بات اسکے طرز وروش مین ایسی نہ تھی جس سے اس روایت کی تصدیق ہوی ہو کہ وہ بھنگ پینے کا عادی تھا۔ اوسکے ہمراہ اوسکے لواحق رہتے تھے جنمین میر سہراب کا بھائی میر زنگی تھا جسکا سن اسّی سال سے بہت زیادہ تھا۔ ظاہر ہے کہ جب میر رستم نے مدتون تک سخت صدمے اٹھائے ہونگے اوسوقت اوسنے جوش وخروش کے ساتھ اپنی شکایتین مجھ سے کہین اور آخر مین کہا کہ ”آخر بلوچ ہے ستم“ یعنے ”مین نے بہت کچھ برداشت کیا مگر اسکی حد ہوچکی اور اب مین بھی سمجھتا ہون کہ آخر بلوچی ہون“ پہلے اوسنے مجھے ایک بڑے کمرہ مین بلایا جسمین اوسکے بہت سے لوگ تھے۔ یہان معمولی مزاج پرسی وغیرہ جو کبھی ساڑھے تین گھنٹہ سے کم مین ختم نہین ہوتی کیگئی۔ مجھسے پوچھا گیا کہ ”آپ اچھے ہین۔ بہت اچھے۔ خوش وخرم۔ آسایش سے۔ راضی مطمئن۔ شادان وفرحان وغیرہ وغیرہ“ یہی باتین میرے اعزا اور احباب کی نسبت دریافت ہوئین۔ اور اسکے بعد جہان تک اظہار تردد ہوسکا مین نے بھی اسکے ساتھ ایک نہایت سوالات ترین خندہ پیشانی لحیم شحیم سیاہ داڑھی والے بلوچیون سے کئے جو میرے آس پاس بیٹھے ہوے تھے۔ اسکے بعد چند اور باتین دریافت کی گئین۔

اور مین نے لوگون کو نہایت خوش کیا۔ اوسوقت میر رستم نے اپنی نہایت عمدہ جلد قرآن کی پڑہنے کے لئے طلب کی۔ علے التذکرہ یہ خیال ہوتا ہے کہ جب کوئی شخص ایک بھرے ہوے مکرہ مین ہر ایک مسلمان کو دیکھے کہ استادہ ہوکر ادب وتعظیم سے اپنے مذہب کی کتاب کو سر پر رکھ لے تو اوسے تعجب معلوم ہوتا ہے کہ ہماری مقدس انجیلین اسطور پر بے احتیاطی کے ساتھ ماری پھرتی ہین۔ جو لوگ ظاہرداری کے خلاف ہین اور گرجا مین ٹوپی[1] پہنے رہتے اور پادری سے بڑھ کر بلند آواز مین باتین کرتے ہین کہینگے کہ یہ سب ظاہرداری ہے۔ شاید ایسا ہی ہو۔ مگر ظاہر باطن کے بغیر بہتر ہے بہ نسبت اسکے کہ نہ ظاہر ہو اور نہ باطن۔

بعد کچھ دیر کے لوگ رخصت کئے گئے۔ اور تب میر رستم نے اپنی شکایتین بیان کین۔ اولاً بکر پر قبضہ کر لیا باوجودیکہ صلحنامہ کے مطابق اوس سے معاہدہ کیا گیا تھا کہ دریاے سندہ کے ہر دو جانب کے قلعے اوسکے قبضہ مین رہین گے۔ دوسرے وزیر کے ساتھ جو برتاؤ کیا گیا یعنے رزیڈنٹ نے جبراً اوسے برخاست کردیا مگر یہ برخاستگی بجز اون معاملات کے جنسے سرکار انگریزی کو تعلق ہوتا تہا۔ براے نام تھی۔ تیسرے ہر بات مین علی مراد کا ترجیح پانا۔ مین بہت سے خفیف شکایتون کو چھوڑ دیتا ہون۔ مثلاً درختون کا بلا اداے قیمت کاٹ ڈالنا اور اون قاصدونکی گستاخی جو خیرپور مین مراسلے لیکر آتے تہے اور سب بہی تصور کرتے تہے کہ اونھین خوب ویسہ ملنا چاہئے۔ ان شکایتون کا مین بجز اظہار ہمدردی کے اور کیا دیسکتا تھا اور تحمل کے لئے سمجہاتا اور کہتا تھا کہ امید ہے کہ یہ معاملے سلجھ جائینگے۔ واپسی کیوقت فتح محمد وزیر معہ بیس یا اسیقدر سواروں کے میرے پاس آیا اور باتین کرنا چاہا مگر اجنٹ کا حکم ایسا قطعی تھا کہ مین نے اوس سے ہمکلام ہونے سے انکار کیا۔

---

[1] انگریزی قاعدہ کے مطابق ٹوپی سر سے اوتارنا تعظیم کرنا ہے۔ المترجم۔۱۲

سکر مین پہونچکر مین نے حالات سیبی یعنے کچک کے قلعہ پر ناکامیاب حملہ کرنے کے سنے جسمین ہماری فوج تین بار متواتر پھاٹک سے ہٹا دی گئی۔ یہ پھاٹک بالکل کھلے ہوے تہے گر اونکی حفاظت بہادر لوگ کرتے تہے جو بات کی بات مین انکے اندر جانے والون کو راہ عدم دکھاتے تھے۔ ایک گولنداز نے جسکا ہاتھ کٹ گیا تھا۔ اور جسکے اسقدر خون جاری تھا کہ قریب المرگ تھا اپنی تکلیفون کو بھول کر اپنی آخری قوت لفٹنٹ کرینڈ کو جو حملہ آورون کی پیشوائی کر رہا تھا دشمن کے موقع کی نسبت خبردار کرکے یون ختم کی " وہ سب داہنے کو ہین حضور داہنے جانب کو مڑیے"۔ میرا دوست اور رشتہ دار فیلکز جو کرینڈ یرس کی پلٹن مین تھا اوسوقت ہلاک ہوا جب وہ سپاہیون کو جمع کرنے کی بہادرانہ کوشش کر رہا تہا۔ وہ اُن لوگون کی پیٹیان پکڑ پکڑ کر کھینچتا تھا کہ ایک گولی کھائی۔ کچھ لمحہ پہلے اوسکی تلوار ایک دشمن کے ہلاک کرنے مین ٹوٹ گئی تھی۔ ہمارے ترپن آدمی اور چار افسر کام آئے اور دشمن کے پینتالیس زخمی ہوے اور ترانوے مارے گئے اور اونکے علاوہ تین سردار مارے گئے اور تین زخمی ہوے۔ یہ معلوم نہین ہوتا کہ کیون جرنیل نے جسکے ساتھ پانچہزار آدمی تہے جنمین دو پلٹن گورون کی تھین ایک ہندوستانی دستہ کو سیبی مقام پر حملہ کرنے کو بھیجدیا تہا جسمین قلعہ دار فوج بہت عمدہ تھی۔ بدقسمتی سے دوسرے گرینڈیرس کی لائٹ کمپنی جو پہلے حملہ کرنے کو بڑہی وہی کمپنی تھی جو بیرحمی سے تفنگ مین خوب کشتہ ہوی تھی۔

جو بیہودہ طبیعتین ہم لوگون نے خیرپور مین پیدا کر رکھی تھین اون کا ظہور ایک ہنگامہ مین بمقام روڑی ہوا جسمین خونریزی ہوی۔ مین معمولی طور پر دریا کی سیر کے لئے شام کو گیا ہوا تہا کہ سکر کیطرف ایک بھیڑ اجنٹی کے قریب جمع ہوتی نظر آئی کشتیان بھی بیشمار روڑی سے آرہی تھین۔ جب وہ کشتی جسپر مین سوار تھا۔

قریب پہونچی تو مینے اپنا نام لوگون کو بآواز بلند لیتے ہوئے سُنا۔
کشتی سے اُترنے پر مین نے میجر کلبرن کو سوار معہ کئی افسرون کے پایا جو نہایت ہی برافروختہ اسلئے ہو رہے تھے کہ سپاہیون کی ایک جماعت پر جو روڑی میلہ دیکھنے گئی تھی حملہ ہوا تھا۔
کشتیان سپاہیون اور بھیڑ کے لوگون جنمین سے کچھ زخمی تھے اور ایک سپاہی کا ہاتھ کٹ گیا تھا واپس لا رہی تھین۔ کلبرن کی راے تھی کہ توپین فوراً لگا دیجائین اور کل شہر اُڑا دیا جاے۔ ہر شخص شور مچا رہا تھا اور مشکل سے سمجھ مین آسکتا تھا کہ کس وجہ سے ہمارے آدمیون پر حملہ ہوا۔ اوسیوقت ایک کشتی امیرون کی آئی جنمین روڑی کے حکام تھے اور اونھون نے بھی سماعت کی درخواست کی۔ بڑی دقت سے مین نے افسراعلے اور روڑی کے حکام کو اجنٹی کے کمرہ مین جاکر سہولت سے گفتگو کرنے پر راضی کیا۔ اوسوقت معلوم ہوا کہ سپاہی ناچنے والی عورتون کو مسجد مین لیگئے۔ اور وہان نچوایا اور جو بلوچی موجود تھے۔ اونھون نے کہلا بھیجا کہ یہان سے تم لوگ چلے جاؤ اور ہماری عبادت گاہ کی توہین مت کرو۔ اسکا سخت جواب دیا گیا جسپر دنگا مشتی ہوئی۔ اور چونکہ سندہی ہمارے سپاہیون سے زیادہ مسلح تھے اون لوگون کی جیت ہوئی۔ اور اونھون نے کشتی تک سپاہیون کا تعاقب کیا۔ مین نے کلبرن سے کہا کہ یہ معاملہ مجسٹریٹ کے قابل ہے اور اسکے لئے ضرور نہین ہے کہ توپ اور بندوق سے فیصل ہو اور آخر کار شور وغل کے فرو کرنیمین کامیاب ہوا۔ جب دونون جانب کے گواہان کے بیانات گورنمنٹ کے پاس روانہ کئے گئے۔ تو یہ فیصل ہوا۔ کہ سپاہیون کا قصور تھا۔ کیونکہ اونھون نے اشتعال پہلے دیا اور اسطور پر یہ معاملہ بغیر سکر کی بربادی کے طے پایا۔
منجملہ بہت سے مہمانون کے جو اسوقت اجنٹی مین ٹھہرتے تھے جنرل وینچیورا تھے۔

جو چند روز میرے یہان ٹھہرے - اونکی داڑہی سیاہ لمبی اور بالکل مشرقی طرز کی تھی - سپاہی وہ مختصر سی کچی ٹھٹھری ہوی زردی مائل بکرون جیسی داڑہی نہین - جو بعض لوگون کی ٹھڈیون پر نظر آتی ہے - داڑہیان بھی ویسی ہی مختلف قماش کی ہوتی ہین جسطرح لوگون کی رائین مختلف ہوتی ہین - سکار پور مین مجھسے اور ایک افغان سے ملاقات ہوی - جو اوسط اندام تہا - مگر اوسکی ریش مبارک اسقدر لمبی تھی کہ وہ اوسکے قدمون تک پہونچتی تھی مگر اوسکا ایک جاب ایک دشمن کے مقابلہ مین بہت کچھ کم ہوگیا تھا جسنے اس مسطول حصہ کو ہاتھ مین لپیٹ کر داڑہی والے کو گھوڑے سے نیچے کھینچ لیا اور اوسے مع داڑہی کے ہلاک کر ڈالا ہوتا کہ ایک دوست کے نیزہ نے اوسکا کام تمام کیا - مسلمانون مین دوسرے کی داڑہی پر ہاتھ لگانا سخت توہین کرنا ہے مگر داد خواہ عورتین ہمیشہ داڑہی پکڑ لیا کرتی ہین - اور اونھون نے مجھسے بیان کیا کہ ملایم انگلیون سے انکی گرفت کرنا ہمدردی کے خیالات پیدا کرنے کا باعث ہوتا ہے مگر یہ سب کچھ نسبت اصل شخص کے ہے - مین نے دیکھا کہ جنرل ونچیورا کو تمام حالات سے افغانستان کی لڑائی کے متعلق واقفیت ہے اور نیز وہ جملہ ریاستون کے حالات کو جانتا ہے جو دریاے سندہ کے کنارون پر واقع ہین - اوسنے مجھسے کہا کہ میری تنخواہ چار ہزار آٹھسو روپیہ ماہوار لاہور کے دربار کے ذریعہ سے بھیجدیا کرو اور اوسنے اپنے اخبار نویس کو اجازت دی کہ اپنے اخبارات میری وساطت سے روانہ کیا کرے - اسطور پر مجھے ہر تیسرے دن ایک قسم کا فارسی اخبار ملا کرتا تھا جسمین بعوض اسکے کہ آج حضور ملکہ معظمہ ٹٹوے کے فٹن مین سوار ہوکر تشریف فرما ہوئین - یا ہز رائل ہائنس پرنس البرٹ نے کل تازی کتون سے شکار کیا - ایسی خبرین پڑہنے مین آتی تھین کہ مہاراج پنجاب ہاتھی پر سوار ہوکر ہوا کھانے نکلے اور دو گھنٹہ ڈائمنڈ گارڈن مین رہے اور ہزارون اسی کی قسم کے واقعات ہوتے تھے -

غرضکہ بادشاہ چاہے مغرب مین ہو یا مشرق مین اپنے کی باریک بینی سے محفوظ نہین رہ سکتا۔ گاہ بیگاہ کوئی خبر لینے زیادہ ضروری آجاتی تھی۔

.... سب سے زیادہ تکلیف وہ کام منجملہ اور کامون کے جو پولیٹکل افسرون کو کرنا پڑتا ہے جنمین ہر قسم کی خدمات لیجاتی ہین۔ فوج کے فراریون کی گرفتاری اور ان کا تجسس کرنا تہا۔ چونکہ اسوقت ایک فوج کثیر میدان جنگ مین تھی۔ پس یہ خدمت بے انتہا بڑھ گئی تھی۔ ساربان کے گروہ کے گروہ باورچی آبدار کہار بھاگ جاتے تھے اور یہ نہین کہ صرف خالی ہاتھ بلکہ بالکل صفائی کرکے چلدیتے تھے۔

ایک دن ایک خوشنر و لڑکا میرے پاس نوکری کرنے کے لئے آیا۔ میرے لئے چار ہرکارون کی منظوری تھی جنمین سے ایک کی جگہ خالی تھی۔ مین نہایت خوش ہوا۔ کہ ایسے شخص کو اوس جگہ پر مقرر کرونگا چنانچہ مین نے اوسے فوراً مقرر کردیا۔ دو دن تک وہ بخوبی کام کرتا رہا مگر تیسرے دن آکر اوسنے استعفا دینا چاہا۔ مین نے وجہ پوچھی اوسنے بیان کیا کہ "مین بیمار ہون اور میرا بھائی مرگیا ہے پس میرا گھر جانا ضرور ہے" اور اور بہت سی وجہین بیان کردین چنانچہ اوسنے اپنی چپراس حوالہ کی اور اس تیزی سے چلتا ہوا کہ مجھے اوسکی نسبت شک گذرا۔ مگر یہ بھی نہین سننے مین آیا کہ کوئی شے گم ہوگئی ہے اور کوئی وجہ اوسکے روکنے کی بھی نہ تھی۔ کئی دن تک اوسکا یکایک چلا جانا راز سربستہ رہا۔ آخر کار ایک گروہ ایک بیقاعدہ رسالہ کے سوارون کا آیا اور افسر نے مجھ سے گفتگو کرنا چاہا۔ اوسنے دریافت کیا کہ کوئی شخص غلام خان نامی ایجنسی مین آیا تھا یا نہین۔ جو حلیہ اوسنے بیان کیا اوس سے مجھے کوئی شک نہ باقی رہا کہ وہ میرے مفرور ہرکارہ کا نام ہے مینے پوچھا کہ "تم لوگ کیون اوسکی جستجو مین ہو" اوسنے کہا کہ "اوسکی سپردگی مین ہم لوگون کی تنخواہ تھی اور وہ لیکر روپوش ہوگیا" کسی کو خیال ہوسکتا ہے کہ دریاے سندھ سے جسکا پاٹ بڑا

اور پانی نیز کا تھا۔ ایسے وقوعون کی روک ہوتی گئی۔ مگر دس دس کوس پر کشتیان
پار اوترنے کی بھتین اور ان مقامات پر نگرانی نہو سکتی تھی۔ جو لوگ پاس دیکھنے کیلئے
تعینات تھے وہ رشوت لے لیا کرتے تھے اور صرف خطا وارون ہی کو بے روک ٹوک
نکل جانے دیتے تھے بلکہ بے خطاؤن سے رشوت لیتے تھے۔ ہندوستان بھی مثل
ایران اور ترکی کے رشوتون کا ملک ہے۔ رشوت ستانی سلسلہ بسلسلہ ادنی سے
اعلے تک جاری ہے حتے کہ وہ یوروپین حکام پہونچکر قطع ہوجاتی ہے مگر افسوس کہ
یہ ہمیشہ نہین ہوتا جبکہ حال کے کئی قابل تاسف معاملون سے ثابت ہوچکا ہے۔
تاہم کون اوس تبدیلی پر تعجب نہین ہوتا جو اسوقت سے ہوی ہے جبکہ کمپنی
کے حکام ایک یا دو سال تک اپنے عہدہ پر رہنے کے بعد لندن کے مالدار لوگون
کے طبقہ مین شریک ہوتے تھے۔ اور اپنے سابق مالکون کو اپنے ساز و سامان سے
حیرت مین ڈالتے تھے۔ کچھ یہ امر پاس کے جانچنے والون ہی پر موقوف نہ تھا۔
کہ اونکی رپورٹ پر وثوق نہو سکتا تھا بلکہ دیسی عہدہ دارون مین میرے نزدیک
کوئی ایسا نہ تھا جسکے بیان کو صادق تصور کر سکین۔
ہندوستان کے باشندون کی نسبت بہت کچھ مخالف و موافق کہا جاچکا ہے۔ مگر
شاید یہ معاملہ عمدہ طور پر یون کہا جاسکتا ہے کہ جہان احسان اور پاس و لحاظ کا
دخل ہوتا ہے وہان تو کسی ہندوستانی کی بات کا حد درجہ کا اختیار کیا جاسکتا
ہے اور اور حالتون مین صداقت کے خلاف امید کیجا سکتی ہے۔ اس بارہ مین
ذرا اُن سے کم نہین ہین بلکہ تعجب انگیز سرگرمی کے ساتھ جھوٹ بولتے
ہین۔ اسکے برخلاف بلوچی راستباز ہین کیونکہ وہ اسقدر بہادر اور باہمت ہین کہ
جھوٹ بول ہی نہین سکتے۔
جس زمانہ مین مری پہاڑیون مین ہمکو شکست ہوی۔ ہمارے ہان لشکر مین ایک ایرانی

قید تھا۔ وہ قریب پانچ فٹ تین انچ کے اونچا۔ ہاتھ پاؤن چھوٹے۔ لاغر اندام اور بالکل ذلیل الحیثیت جانور تھا۔ جب اوسے اوس واقعہ کا حال معلوم ہوا۔ تو اوسنے ایک پولیٹکل افسر سے ہمکلام ہوکر کہا "حضرت سنئیے کہ مین موجود ہون مجھے پہاڑون میں بھیجدیجئے اور بلوچیون سے میری روانگی نہ ظاہر کیجئے ورنہ وہ ٹھہر نہ سکین گے اور میرے ساتھ چند سوار کردیجئے پھر دیکھئے کہ یہ ہاتھ وہان کیا کرتے ہین" اس بہادر پستہ قد شخص نے جب قریب رہائی کے تھا اپنے ہر ایک محافظ سے ملاقات کی۔ اوسنے مجھ سے کچھ اسطور پر گفتگو کی تھی "آغای جان آپ ہزار سال زندہ رہین اور آپکے رحم اور عنایت کا دریا جو میرے گرد بہ رہا ہے   بنگر خدا کے جانب سے آپکے پاس آئے" پھر کمرہ کے چار طرف حسرت آلودہ نگاہون سے دیکھکر کہا کہ "مین بغیر آپکی عنایت کے کوئی نشانی لئے ہوے نہین جاسکتا جسے مین اپنے ساتھ رکھونگا" اوسنے پہلے سب سے زیادہ قیمتی اشیا سے ابتدا کی اور جس چیز کو دیکھا اوسے پہلے بعد دیگرے مانگتا گیا اور میرے انکار کو (کیونکہ مین دھوکا نہ کھا سکتا تھا) نہایت انکسار سے برداشت کرتا گیا آخرکار اوسنے ایک انگریزی سفوف کی ڈبیہ اور پیٹی پر دانت لگایا۔ اسکے لینے کا اُسنے پکا ارادہ کرلیا تھا۔ چنانچہ اوسنے منت وسماجت وخوشامد بہت کچھ کی مگر بندہ نے ذرا بھی خیال نکیا۔ آخرالامر جب اوسنے دیکھا کہ ناکامیاب رہا تو سخت غصہ ہوکر ایسی صلواتین سنانی شروع کین کہ مجھے اسکے جلد رخصت کرنے کے لئے سپاہیون کو اشارہ کرنا پڑا جو موجود رہتے تھے۔ جب موسم گرما قریب آنے لگا۔ تو دریاے سندھ جو نہرون اور جھیلون سے سمٹ کر کئی مہینون سے اپنے پیٹے کے اندر ہورہا تھا بڑھنے لگا اگر یہ بڑا دریا نہوتا تو سندھ سے بڑھکر خوفناک ویرانہ کا خیال کرنا ناممکن تھا۔ اوس دریا کو اگر صنعت ذرا مدد دے تو وہ تمام ملک مین جو درمیان گجرات اور بالہ پہاڑون کی ہی شادابی اور سبزہ پھیلا سکتا ہے۔

مثلاً اسکی کافی علامتین موجود ہین کہ فلان جگہ اگر خاص چشمہ نہین تو ایک بڑا
چشمہ کسی زمانہ مین کسیقدر الور کے مشرق درمیان سندہ اور راجپوتانہ کے خلیج کچھ
مین بہتا تھا اوسوقت بعوض کے جو اسوقت ان دونون ملکون کے درمیان
حد فاصل ہو رہا ہے ایک زرخیز ضلع تھا جسمین ہر قسم کے ناج کے لمبے لمبے درخت
ہوتے تھے۔ یہ ابھی لوگون کو یاد ہے کہ آخری باقی ماندہ حصہ اوس بڑے دریا کا
کسیقدر بذریعہ زلزلہ کے اور کچھ انسان کے ہاتھون سے بند کر دیا گیا۔ ہماری سرکار
اور کونسا سلوک سندہ پر اس سے بڑھ کر کرسکتی ہے کہ شادابی کے اس وسیلہ
کو از سر نو قایم کر دے اور اسمین کچھ زیادہ صرف بھی نہین ہے۔ ہر سال ثابت
کرتا جاتا ہے کہ دریا کس آسانی سے اپنا راستہ بدلتا ہے۔ امیرون نے بہتیری
حالتون مین تھوڑے سے مین وہ بات پیدا کی ہے جسکے لئے اب زیادہ ہونا درکار
ہے اور دیکھا جاے تو اونکے خفیف کامون کا مجموعہ اس بڑے کام سے بڑھجایگا۔
چین مین ایسے عہدہ دار ہین جنکا یہی کام ہے کہ نہرون کی نگرانی کرین اور
اونکی تعداد اور وسعت کو ترقی دین۔ ایسی ہی نگرانی نہرون کی سندہ مین بھی درکار ہے
جون جون ہر ایک نئی نہر سے ایک ایک ضلع ریگستان سے علحدہ ہوتا جاے گا
اصل دریا کی جہاز رانی بڑھجاے گی۔ اسوقت جو مقدار پانی کے نکاس کے قابل
ہے وہ اسقدر زیادہ ہے کہ گہری نہرون مین کوئی کشتی بہاؤ کے زور کے سامنے
نہین ٹھہر سکتی اور جہان کنارے نیچے ہین دریا پھیل کر جھیل کی قطع بن جاتا ہے
جہان کشتی کے چلنے کے قابل مشکل سے کوئی چشمہ نظر آتا ہے یا اگر ہوتا بھی ہے
تو معلوم نہین ہو سکتا۔ اگر ایران کے بادشاہ کی فوج ایک
مہینے کے اندر بہت سی شاخین زور و شور کے دریا
سے نکال سکی کہ اوسے انسان عبور کرسکا اور گھٹنا

تک نہ تر ہوا تو بہت برسون کے اندر تھوڑے سے خرچ مین رعایا کی اعانت سے جو اونسے معقول درجہ تک بلا اجرت لیجا سکتی ہے کیا کچھ نہو سکتا ہے۔

جب دریا کو بڑہتے ہوے دیکھتا تھا تو اس طور پر مین سوچا کرتا تھا کہ سندھ کے لئے کیا ہو سکتا ہے اور کیا کسی زمانہ آیندہ مین ہوگا۔ ایجنسی دریا کے اسقدر قریب بنی تھی۔ کہ انسان کھڑکی پر بیٹھکر مچھلیان پکڑ سکتا تھا۔ اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ مین نے کوئی عمدہ مچھلی پکڑی۔ عام طور کی مچھلیان وہ تھین جنہین ہم لوگ بلیان کہتے تھے۔ کیونکہ پکڑنے پر وہ ایک قسم کا شور بلی کے بچون کی آواز کیطرح کرتی تھین اور کھانے کے بہت قابل نہوتی تھین۔ جون جون دریا کے قریب کے سوراخ اور دریا بھرتے جاتا تھا۔ بعض ناقص کیڑے ہم لوگون کے مکانات مین رینگ کر آ جاتے تھے۔ بچھوؤن اور کنکھجورون کی قسمون مین ایک ایسا کیڑا آیا جسے میرا باورچی اور اوسکے ہمراہی دیکھکر بہت گھبرائے دن کے کھانے کیوقت ایک دن میرے باورچی خانہ مین لوگون نے شور مچانا شروع کیا اور اوسکے بعد میرا خانساماں جعفر آکر کہنے لگا کہ آپ بندوق لیچلیں اور ایک بڑے کالے سانپ کو دیکھا جو سات یا آٹھ فٹ لمبا اور انسان کے ہاتھ کے برابر موٹا نیچے چھت کے شہتیرون مین ایک طور پر کلیل کر رہا تھا۔ گویا کھانے سے دلگی کر رہا ہو۔ یہ ٹھیک اوس مقام پر تھا جسکے نیچے ملازم کھانا کھایا کرتے تھے مین نے فورًا دونون نالین بندوق کی اوس جانور کے پیٹ پر جھونک دین جس سے وہ عنقریب دو ٹکڑے ہوگیا اور زیادہ کی ضرورت باقی نرہی

سنہ ۱۵ بھلا کون اس بیہودہ وجہ کو یقین کرے گا جو اسکے بنانے کی دی گئی ہے۔ کیا یہ زیادہ قرین قیاس نہین ہے کہ اوسکی اصل غرض یہ تھی کہ جہان پانی کمیاب تھا ذریعہ کاشت حاصل ہو۔ ۱۲

ایک موٹا چوہا جسے اوسنے زہر مار کیا تھا اوسکے پیٹ سے نیچے گر پڑا۔

جنرل وینچیورا کے بعد میرے پاس دوسرا شخص جو آیا وہ صمد خان ایک افغان تھا جو کپتان ریباٹ کے ساتھ خیوا سے سینٹ پٹرس برگ گیا تھا۔ اور وہان سے انگلستان۔ اپنی قوم کا وہ ایک ہی شخص ہے جو انگلستان گیا اور وہ اپنی قوم والون کو تمام عجائب وغرائب کا حال کہکر خود دیکھ آیا تھا متعجب کرنے والا تھا۔ وہ ایک پستہ قد ظاہر خشک مزاج بوڑھا شخص تھا۔ اور کوئی زیادہ استحقاق خوبصورت تصور کئے جانے کا نہ رکھتا تھا مگر اوسنے کہا کہ انگلستان مین مجھے سخت ترغیب ہوئی تھین۔ اسکا بیان تھا کہ انگریزی لیڈیان فرشتہ کو بھی تسخیر کرلے سکتی ہین تو انسان کی کیا اصل ہے۔ مگر اوسنے نہایت سنجیدگی سے مجھکو اطمینان کرایا کہ مغرب کی حورون سے جسقدر اپنے ناز وکرشمون سے اوسپر حملہ کیا اوسنے سب کو روکا۔ مین نے اوس سے پوچھا کہ جسقدر چیزین دیکھین اونمین کون قابل دید تھین۔ اوسنے بیان کیا کہ شہنشاہ روس جسکا ثانی جوان رعنا دیکھنے مین نہ آیا وہی اصل بادشاہ ہے اور سب کچھ نہین ہین۔ اپنے سفر مین جو کچھ کیفیتین اوسنے دیکھی تھین۔ اونکا بیان کرنے کے بعد اوس غریب نے اپنی مصیبت کا ذکر کیا جو اس درمیان مین اوسپر گذری تھی۔ اوسکے لڑکے بالے ہرات مین تھے اور وہان کے حاکم یار محمد خان نے اونھین ازبکون کے ہاتھ بطور غلامون کے فروخت کر ڈالا تھا۔ اوسکا قول تھا کہ جب تک وہ نہ ملین گے اونکی تلاش کرنے سے باز نہ آویگا مجھے یہ خیال آیا کہ جہان یار محمد خان نے عیال واطفال کو بیچ کر دیا ہے وہان باوا کو بھی سستا بیچ ڈالیگا۔ - - - - - - -

جب موسم گرما زورون پر پہونچا تو میری تندرستی مین متواتر بخار آنے سے فرق آگیا مجھے سندہی پھوڑے سے جو پیر مین تھا تکلیف ہو چکی تھی۔ چھ ہفتہ تک

مین چلنے پھرنے سے معذور تھا اور زخم ہڈیون تک پہونچگیا تھا - ایک ڈاکٹر نے کپیپلی
میرے پیرون مین مل دیا تھا اور خواہ وہ اوس وجہ سے یا بطور پر وہ بہت آماس
کرگئے تھے -

سندہ مین میرے قیام کا تیسرا سال شروع ہوگیا تھا جو لوگ اوسوقت اوس
ملک مین داخل ہوے تھے جب مین آیا تھا اون مین سے صرف چند ہی شخص باقی
بعض مرگئے تھے اور کچھ بیمار ہوکر زیر رخصت تھے وہان کی آب وہوا سے ناقص
ہونے کی کیفیت خاصکر تازہ واردون کے لئے (جو کسیقدر عرصہ تک وہان
مین مجبورا رہنے کی باعث تھی) اسی سے سمجھی جاسکتی ہے کہ اصلی پولیٹکل افسرون
کا اسٹاف سندہ اور شمال مین جو تھا اوسمین ستر افسر تھے - ان مین سے
دس مرگئے تھے چارکو بوجہ بیمار رہنے کے پنشن لینی پڑی تھی - اور صرف تین سندہ ہی
مین رہ گئے تھے - میرے افسر بالا واقف تھے کہ میری تندرستی زائل ہوتی جاتی ہے
چنانچہ اونہون نے مجھکو لکہا تھا کہ اونکا ارادہ بیماری کی سرٹیفکٹ پر انگلستان
رخصت لیکر جانے کا ہے - اور مجھے صلاح دی تھی کہ مین بھی بھیجی جانے کی رخصت
مانگون جس حالت مین وہ بخوشی مجھے ہمراہ لیتے جائینگے - افسوس کہ تقدیر
کا حال کسیکو معلوم نہین رہتا - قبل اسکے کہ وہ خط میرے پاس تک پہونچے
اوسکا کاتب قضا کرگیا - کیونکہ وہ ابھی نوجوان شخص اور مردانہ قوت اور خوبروئی
کا نمونہ تھا اور آیندہ کی بہت کچھ تدبیرین کررہا تھا اسکو یہ نہ خیال ہوا کہ زندگی
کی کتاب اوس زمانہ مین قریب الاختتام ہورہی تھی - اور مہر خاتمہ اوسپر ہونے
والی تھی - اس امر سے مجھے بڑا صدمہ ہوا - کون ایسا ہے جسے اوس خط کو پڑھ کر
افسوس نہوگا جسمین اپنے پیارے وطن کے جانے کی امیدین ہون - اور پھر
چند روز کے بعد معلوم ہو کہ لکھنے والا قضا کرگیا - ہرچند کہ ایسے واقعات ہندوستان

تین دائم ہین مگر جب انسان عرصہ تک رہ لیتا ہے تو اوسکا اثر جاتا رہتا ہے۔ خیال ہی ہوتا ہو کہ کم خوفناک نہین ہوتا۔ اپنے افسر بالا کی پولیٹکل افسری کے زمانہ کی حالت کی بابت مین بہت کم تعریف کر سکتا ہون۔ وہ نہایت ہمت اور لیاقت کا شخص تھا اور سخت محنت کشی کے ساتھ بروقت ضرورت کام کر سکتا تھا اسمین شک نہین کہ وہ زیادہ تر ان ہندوستانیون کے باعث دھوکا کھاتا تھا جو اوسکے ہمراہ اور میر رستم کے مخالف تھے۔ چاہے جو وجہ اوس حکمت عملی کی ہو۔ جو اوسنے اختیار کی تھی نتیجہ خراب ہوا۔ بشرطیکہ اس امر کو لوگ خراب سمجھین کہ جو لوگ کسی زمانہ مین انگریزی سرکار کی توقیر کرتے ہون وہ پھر حقارت کرنے لگین۔ اور عرصہ تک بے انصافی اور سختی سے ایک خونریز لڑائی پیدا ہو جائے۔ مانا کہ اوس لڑائی مین فتح نصیب ہوی اور جرنیل نے ایک نئی چمک اوس نام مین پیدا کی۔ جو تاریخ مین پہلے ہی سے بہت چمکیلا تھا مگر اس سے کیا۔ کیا قیصر و ایلفنسٹن اور نپیر کی تمام فتحین نیز ان مین کسی ایک ناشایستہ اور جاہل مگر وفادار اور راست باطن شخص کے خون کے برابر ہونگی جو اپنے سردار کو قید سے محفوظ رکھے اور اپنے ملک کو غارتگری سے بچانے کے لئے مارا گیا۔ ہرگز نہین۔

جب میجر اوٹرم کو شمالی سندہ کا چارج ملا تو بے اعتباری اور عداوت کا زخم جو اتنے عرصہ تک بکوشش قایم رکھا گیا تھا فورًا بند ہوگیا اور خیرپور کے سردارون نے جو عرصے شمشیر برہنہ ہو جاتے مگر جلد قوت مین دب جانے کے باعث رک رہے تھے۔ اب انگریزی سرکار سے پہلا دوستانہ تعلق از سرنو قایم کرنے کا خیال کیا۔ جو طوفان کہ جوش مین آرہا تھا۔ وہ ایک لمحہ مین ٹل گیا۔ اور ہرچند کہ ہمارے ضعف کا زمانہ یعنے کابل کا واقعہ قریب تھا۔ تاہم ہمارے خلاف سندہ مین جو پہلے اسقدر مخالف تھا ایک نیزہ بھی کسی نے نہ اوٹھایا۔ یہ قصہ اب

پرانا ہوگیا ہے اور پولیٹکل معاملات کو از سر نو زندہ کرنے والے کیساتھ ویسی ہی
سختی کیجاتی ہے جیسی کہ اوسکے ساتھ جو گڑے مردے اوکھاڑے۔ مگر امرحق انسان
کو خاموش نہین رہنے دیتا۔ جب کسی شخص نے اپنی آنکھون دیکھا ہو کہ صحیح علم
کیا جاتا ہے وہ انصاف کے ہاتھ محض جرس کیطرح ہوجاتا ہے جو خواہ مخواہ جیسیا
کہ مسٹر ویلز نے تشبیہاً بیان کیا ہے اوس سے وقت دریافت کرلیگی۔ پس مین
کہتا ہون کہ میانی نے صاف صاف جتا دیا کہ بلوچی کیا کر سکتے ہین یعنے وہ بہادری
سے لڑ سکتے اور مردانہ وار کر سکتے ہین اور اونکے اختیار مین یہ امر تھا کہ جس وقت
ہمارے نشان کی کابل مین دھجیان اوڑائی گئین اور وہ روندا گیا اوسوقت وہ ہمکو ایک
سخت ضرب رسید کر سکتے تھے جس سے اسوقت جبکہ ہم لوگ لڑکھڑا رہے تھے
بالکل چت ہوجاتے۔ جب وہ اوسوقت خاموش رہے تو ہمکو مناسب تھا کہ اُن
کے ساتھ تحمل کرتے جبکہ وہ کمزور اور ہم قوی تھے۔

مین سکر مین اسقدر عرصہ تک رہا کہ مینے اوس تغیر کو دیکھا جو امیرون کے
مزاج مین اونکے دربار کے رزیڈنٹون کی تبدیلی سے آگیا تھا۔ اوسکے بعد سخت
بیمار ہونے پر مجھے نئی آب و ہوا کی تلاش مین بعجلت تمام سدھارنا پڑا۔

۵۔ اگست ۱۸۵۱ء کو مین نے چارج دوسرے کو دیا اور دریا کی راہ تیزی سے
روانہ ہوا۔ اسمین میری امداد دریا کے بہاؤ نے کی جو چڑھاؤ پر جانے والے کی۔ سرعت
بحساب سات میل فی گھنٹہ روکتا ہے۔ واقعی گویا دریا لوگون کو شمالی سندہ کے
اون خراب ملکون مین آنے سے منع کرتا ہے۔ یعنے اگر وہان جانا چاہئے تو وہ آپکو
سختی سے پیچھے ہٹا دیتا ہے اور اگر وہان سے آئیے تو بعجلت تمام نکال دیتا ہے۔
جب میری کشتی میجر کلبرن کے مکان کے نیچے ہوکر گذری تو وہ کھڑکی پر آکر صاحب
سلامت کرنے لگے۔ مین نے کہا کہ مین صرف ایک ماہ کے لئے جاتا ہون۔ اور جلد

واپس آؤنگا۔ اونھون نے جواب دیا کہ "تم کبھی نہ آؤگے" اور نیچے جاکر کھڑکی بند کرلی۔ مین نے پھر کبھی اوسکو نہ دیکھا۔ دریا نہایت زورون پر تھا اور بعض مقامات پر وہ اسقدر جوش کھاتا تھا جیسے کسی ڈائن کی کڑہائی ہو۔ وہ پرانی اسکینڈنیوب کی قد آور ڈائنین نہ میکبتھ والی چھوٹی قد کی۔ اوسی مقام کے قریب جہان کسی زمانہ مین کلیرن کا مکان تھا دریا نہایت ہی عمیق ہے اور ایک بھنور اوس رکاوٹ کے باعث بنجاتا ہے جو پرانی عمارت کے کسی باقی ماندہ حصہ سے تیز بہتے ہوے پانی کی ہوتی ہے۔ جب دریا گھٹا ہوا ہوتا ہے تو یہ عمارت صاف نظر آتی ہے۔ اور ایک اور زیادہ قطعی ثبوت بہ نسبت خواجہ خضر کے کتبہ کے اس امر کا ہے کہ دریا الور سے یہان ہٹ کر آگیا۔

اس جگہ گویا ایک محافظ کی طور پر روزانہ ایک بڑا گھڑیال نظر آتا تھا۔ مین نے خود کبھی نہ دیکھا مگر اور افسرون نے مجھسے کہا کہ اکثر اون لوگون نے اوسپر گولیان چلائین اور اوسکی لمبائی بیس فٹ سے کم نہوگی۔ موضع کلورا مین جو قریب ششم میل کے سکر سے ہے مین دخانی جہاز سٹیلائٹ کے پاس سے ہوکر گذرا جو چر پر چڑہگیا تھا۔ مین نے میجر اوٹرم کو رائے دی تھی کہ یہ جہاز دیرہ اسمٰعیل خان کو بھیجا جائے یا جہان تک جاسکے وہان دریافت حال کے لئے بھیجا جائے کہ آیا دریا کہان تک قابل جہاز رانی ہے اور درجات کے ساتھ تجارت کرنے کا کہان تک موقع ہے۔ مجھے یہ نہین معلوم کہ آیا وہ جہاز بھیجا گیا یا نہین۔

۶۔ کو مین سہوان سے گذرا اور ۷۔ کو ایک موضع مین پہونچا جو گوتم کہلاتا ہے اور ایک سید کا ہے۔ مین اپنی تفریح طبع کے لئے ٹاسٹس کی تاریخ پڑہتا جاتا تھا کبھی کبھی بڑی مرغابیون پر جو دریا کے منجدھار مین بھنور پر منڈلاتی اور چکر لگاتی تھین بندوق فیر کرتا تھا۔

سے کہ مجھے ایک وقت پیش آئی - ہم لوگ ایک ایسے مقام پر پہونچے جہان
موج اسقدر بلند تھی کہ کشتی کا سنبھالنا ٹھہرنا قطعی بربادی بیان کیا - ہوا تند اور
مخالف تھی - اور اوسنے چاہا کہ جب تک اللہ کی مہربانی سے کوئی عمدہ سامان نہو کشتی
لنگر کیجائے - حسب اتفاق ہم لوگ ایک چھوٹے سے نالے کے قریب پہنچے جسمین پانی
منجدھارکے جوش و خروش سے تھک کر آرام کر رہا تھا - یہان ہم لوگ ٹھہر گئے
اور جو چاول اور شوربہ دار گوشت کے کھانے کا سامان کرنے لگے - اوسوقت ٹنڈل
نے خیال کیا کہ یہ بہتر ہوا اگر کوئی ملاح نالہ کے اوس پار تیر کر جائے - اور دیکھے کہ
آگے پانی کی کیا کیفیت ہے آیا ویسا ہی جوش و خروش ہے یا کم - جون ہی یہ
کہا گیا ایک ملاح فوراً جس طور پر تیار تھا دریا مین کود پڑا - (واقعی اوسکے جسم پر بہت کم
کپڑا تھا جو دھونے سے کچھ صاف ہو جاتا) اور دوسرے کنارہ کیطرف مردانہ وار چل نکلا
قبل اسکے غوطہ لگانے کے مین نے اوس سے کہا تھا کہ میرے خیال مین وہ اصل
دھارے کے بہت قریب ہے اور اسکے مین کھنچ جانے کا خطرہ ہے لیکن
اوسنے ہنسکر اپنی رائے پر کام کیا - نالے کے آدہی دور نکیا ہوگا کہ ہمنے اسکو دیکھا
کہ وہ اوس کے دہانے کیجانب کھچا چلا جاتا ہے اور چند ہی لمحہ کے اندر وہ ایک بھنور
مین آگیا اور بہکر دریا مین چلا گیا - اوسکا سر پانی کے نیچے کئی بار گیا - اور باوجود
اپنی مشاقی کے (کیونکہ یہ لوگ گویا خشکی و تری دونون کے کیڑے ہوتے ہین) -
یہ ظاہر تھا کہ وہ ڈوب جائیگا - کشتی سے یہ حال دیکھکر مجھے بہت کچھ حیرانی ہوئی -
اور اس وجہ سے اور بھی کہ مین خود تیراکی نہ جاننے کے باعث اوسکی مدد نکر سکتا تھا -
اور اگر مین عمدہ تیراک بھی ہوتا تو اوسے خطرہ کیحالت مین نہ نجات دلسکتا تھا -
قسمتون سے میرے پاس ایک بڑا کدو تھا جسمین رسی بندھی ہوئی تھی جسکے وسیلہ
سے ہندوستانی مشاق ایک کنارہ سے دوسرے کنارہ پر تیر کر جاتے ہین - اوسے

مین نے تھوڑی سی کے ہاتھ میں دیا اور دریا کے اندر دھکا دیکر بھیجا کہ ملاح کی مدد کرے۔ ایک لمحہ قبل وہ ایک پانی سے تھوڑا بھرا تھا اور ظاہرا اسکی صورت سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ اگر تمام بنی نوع انسان بھی پانی میں غرق ہو جاتے تو اسے کچھ پروا نہوتی۔ لیکن غوطہ لگانے سے تمام کاہلی ایک منٹ میں دور ہوگئی۔ اور سرد پانی سے اوسکا نشہ اوتار دیا۔ چند بار زور سے ہاتھ پاؤن مارنے کے بعد وہ ڈوبنے کے قریب پہونچا اور دونون گرداب بلا سے بذریعہ اوس کدو کے نکل آئے۔

دوسرے دن چونکہ ہوا تھمی نظر آتی تھی سواے اسکے کچھ نہ سوجھی کہ قسمت آزمائی کرین اور آگے چلین۔ ہماری کشتی اگرچہ بڑی نہ تھی تو بڑی کشتیون مین سے تھی۔ مگر دریا کی لہرین اوسے ڈبائی ہوئی نظر آتی تھین۔ اوسکا پچھلا حصہ بہت ٹوٹ گیا مگر اوسیقدر نقصان کے ساتھ ہم لوگ بچ نکلے۔ دو کشتیون کے پرزے جو نالہ کے پیچھے آگے پڑے ہوے تھے اونسے معلوم ہوتا تھا کہ کس خطرہ مین ہم لوگ آگئے تھے مجھے بعد کو معلوم ہوا کہ ایک کشتی جسمین دو افسر حیدرآباد کو جارہے تھے۔ اسی مقام پر تباہ ہوگئی تھی۔

ایسے نا ملایم حملون سے حتے الوسع بچنے کے لئے مین نے حیدرآباد سے پچیس میل اوپر جاکر دریاے سندھ کو چھوڑا اور وہان پھلیلی کی راہ گیا۔ موسم سرما مین پھلیلی عنقریب خشک رہتا ہے مگر سیلاب آنے پر وہ بہت تیز بہتا ہے اور قریب سو گز کے چوڑا آٹھ یا دس فٹ گہرا ہو جاتا ہے۔ کنارون پر باغات اور مواضع واقع ہین اور وہ ضلع جسمین ہوکر دریا بہتا ہے۔ بظاہر بہت آباد ہے۔ جہان دریاے سندھ سے ملا ہے وہان ایک عمدہ شکارگاہ ہے جو اوسوقت حیدرآباد کے امیرون مین سے ایک شخص نور محمد خان کے پاس تھی۔ آگے بڑھکر مین ایک دوسری شکارگاہ سے گذرا جو محمد خان لوراکی تھی۔ تمام شب اور دن بند ہوا چلتی رہی۔

صبح کو اسقدر کم چلنے سے پریشان ہوکر میں نے ایک ظاہر اعضر بلوچی کو جو کنارہ پر تھا آواز دی اور اوس سے کہا کہ اپنا گھوڑا جنبئی تک جانے کے لئے عاریت دے وہ نہایت اخلاق سے ٹھہر گیا اور میری خشک درخواست کو قبول کیا۔ جب کنارہ پر پہونچا تو میرا بیا ہمراہی تھوڑا سا دودھ لایا اور ہم لوگ بیٹھکر باتین کرنے لگے۔ اوسنے بیان کیا کہ بارہ روپیہ مجھے تنخواہ ملتی ہے اور مشکل سے اپنے بال بچون کو پال سکتا ہون۔ قومیت کے لحاظ سے وہ مغری اور احمد خان کے فرقہ سے تھا جسکے فرقہ کے پندرہ شخص حیدر آباد مین ہونگے۔ جسوقت ہم لوگ گفتگو کر رہے تھے ابراہیم شاہ آیا۔ مین اوسکے ایک آدمی کے گہوڑے پر سوار ہوا اور ہم لوگ دس میل چلکر قلعہ اور شہر حیدر آباد سے آگے جنبئی مین قریب دوپہر کے پہونچے۔ یہان مجھسے میجر اوٹرم سے ملاقات ہوی۔ اور مجھے فوراً معلوم ہو گیا کہ جس طرح نزیڈنٹون کے تبدیل ہو جانے سے امیر خوش تھے اس سے کم مین بھی نہین ہون۔ میجر اوٹرم برتاؤ کے صاف اور مہربان تھے اور نہ اپنے اسسٹنٹون سے کوئی بھید پوشیدہ رکھتے تھے اور نہ اونکے ماتحت منشیون کو راز دار بناتے تھے۔ ہر چند کہ اونکی محنت شاقہ کی برابری کرنی کسی سے ممکن نہ تھی لیکن وہ ہمیشہ اپنے ماتحتون کی جانفشانی کی داد دیتے تھے۔ اور چونکہ خود اونکے کام عمدہ ہوتے تھے پس وہ دوسرون کے اچھے کامون کا فخر اپنے حصہ مین نکر لیتے تھے۔

بارہوان باب

مجھے معلوم ہوا کہ بہت جلد دربار حیدر آباد سے شتاب ہونے کا موقع ملے گا۔ پولیٹیکل اجنٹ کا ارادہ تھا کہ چند ضروری امور صبح کو امیرون سے طے کرے۔ چنانچہ اوسنے مجھے بھی موجود رہنے کے لئے کہا۔ میر نور محمد اپنا ملک اپنے دونون فرزندون

شاہ داد اور حسین علی کو چھوڑ کر مرا ستا کہ ان مین یہ حصہ مساوی تقسیم کر دیا جاوے مگر بڑا بھائی شاہ داد جو ایک عیاش نوجوان تھا اسبات پر آمادہ تھا کہ اپنے بھائی کو اوسکے واجب حق سے محروم رکھے - اوسکی تائید مرزا باقر اور اسمعیل شاہ کے خاندان والے جو خود ایک فوج کی فوج تھے - اور اور بہت سے زبردست بلوچ سردار کرتے تھے مگر حسین علی کی حمایت پر نواب احمد خان - تھا - جو ایک بہادر اور کارآزمودہ سپاہی تھا - میجر اوبرم جو ہمارے افسر قوم کے برتاؤ سے ایک عمدہ اور مختلف برتاؤ کرنا اور خاندانی جھگڑے کو طے کرنا چاہتے تھے - دوسرے دن دربار اسی قصد سے جانے والے تھے -

ہم لوگ صبح پانچ بجے اجنٹی سے روانہ ہوسے جو چار یا پانچ میل حیدرآباد سے ہے - اجنٹ نے ایک افسر سے جو اونکے پاس ٹھہرے ہوسے تھے گھوڑا عاریتا لے لیا تھا - وہ جانور نہایت بد تھا اور اوسکے مالک نے کوڑے سے کام نہ لیکر اوسے خراب کر رکھا تھا - ہم لوگ مشکل سے سو گز گئے ہونگے کہ اوسنے بڑی شرارت کی - مگر اوسے معلوم ہو گیا کہ دوسرا شہسوار اوسکی پشت پر ہے - چند سخت سیکاروں اور فولادی رانوں مین سخت دبانے سے اوسے صاف ظاہر ہو گیا کہ اطاعت ہی اسوقت مصلحت ہے - ایک یا دو بار چابک چلانے کے بعد اوسنے شرارت موقوف کی اور جلوس روانہ ہوا -

جب ہم لوگ دو میل کے قریب گئے ہونگے کہ ہم لوگوں کا استقبال سخت گرد و غبار نے کیا جس سے بہت جلد تقریبًا سوا سو بلوچی سواروں کے نظر آئے جو ہمارے لینے کے لئے آرہے تھے - اس قسم کا اخلاق ذرا تکلیف دہ ہے جس سے گرد و غبار حد سے زیادہ پیدا ہو جائے خاصکر اوسوقت اور بھی تکلیف ہوتی ہے جب آپ کسی عمدہ اصیل جانور پر سوار ہوں جو اپنے

پیچھے چند بدرو ٹٹوون کا آنا ناپسند کرتا ہو۔ مین اقرار کرتا ہون کہ چونکہ اپنے
پاؤن کی حالت کے باعث مجھے ذرا ڈھیلے جوتے پہننے پڑتے ہتے۔ پس پہلے ہی
حملہ مین ایک پیر سے نکلکر کھو گیا مگر مین نے نشئے الوسع جہان تک ممکن ہوا اپنے
نقصان کو چھپایا اور اخلاق کو برتا اور اوسی حالت سے اوترنے کی جگہہ پر پہونچا۔
مگر جب خراب ہوا چلتی ہے تو سب پر یکسان اثر ڈالتی ہے۔ راہ مین
ایک پاؤن کے جوتے کے گرجانے سے مین گویا اوس رسم کے ادا کرنے کیلئے
جو دربار مین جاتے وقت کرنی پڑتی ہے۔ نصف آمادہ ہو رہا تھا۔ ایرون نے
ابتدا ہی سے ہمارے ایجنٹون سے دربار مین جوتے اوتار کر جاتے کا قاعدہ رکھا
تھا اور یہ رسم اون لوگون مین ہمارے ہان کی ٹوپی اوتار لے کے برابر ہے۔
جب ہم لوگ بیٹھے یعنے ہم لوگ کرسیون پر خاص خاص امیر دنگلون پر اور
اونکے متعلقین قالین پر تو جس غرض سے ہم لوگ گئے تھے وہ بیان کیگئی۔
مین اوس انتہا کے شور و غل کو جو سیکڑون فولادی گلو والے بلوچی
سردارون نے بپا کیا اور یک بیک دونون نوجوان امیرون کے حقوق کی
نسبت سخت بحث کرنے لگے بیان نہین کرسکتا۔ میرا کام ترجمان کا تھا۔
اور یہ کام نہایت مشکل تھا۔ مجھے احمد خان کا طرز پسند آیا جو زبان سے کم کہتا
تھا لیکن صورت سے اوسکی کیفیت ظاہر تھی۔ نصیر خان جسے اب لوگ رئیس
خاندان تصور کرتے تھے ظاہرا شاہ داد کا معاون معلوم ہوتا تھا۔ آخر کار ایجنٹ
کی خواہش کارگر ہوی۔ اور یہ رائے قرار پائی کہ دونون بھائی ایک معاہدہ صلح
بروے قرآن کرین۔ کہ آپس مین میل جول رکھین گے اور اپنی ریاست کے
جھگڑے کو۔ سے طے کرینگے۔ مین نوجوان حسین علی اور دوسرا شاہ داد
کے بلوے کے لئے بھیجے گئے۔ اور اونکو جلسہ عام مین بغلگیر کرایا گیا۔ مین بہت

خوش ہوا کہ مجھے آخر الذکر شخص سے کام نہین پڑا۔ کیونکہ اوسکی صورت اچھی تھی
اسکے برعکس میر ارادہ ایک حسین جوان تھا جسکے جھنڈلے گھونگروالے سیاہ
بالون اور بڑی بڑی درخشان سرمگین انکھڑیون نے کسی انگریزی ناچ کے جلسہ
مین بہت سی لیڈیون کو گھائل کیا ہوتا۔ مجھے حسین علی اپنے چچا میر صوبہ دار کے
مکان پر ملا جسکا بڑا بیٹا فتح علیخان ہم لوگون کے ساتھ دربار مین آیا۔ لوگون کی کثرت
اسقدر تھی کہ جاے تنگ است و مردمان بسیار کی مصداق ہو رہی تھی۔ اور ہم لوگون
کو بعوض اپنے بل چلنے کے بدلے کشان کشان چلنا پڑا اور بعض تنگ راستون
مین دب جانے سے بچے۔

جب یہ معاملہ طے ہوگیا تو دوسری گفتگو یہ شروع ہوی کہ بعوض اوس
زرنقد کے جو ہماری گورنمنٹ کو امیرون نے بذریعہ صلحنامہ کے دینے کا وعدہ
کیا تھا شکارپور حوالہ کر دیا جائے۔ تمام امیر اس حوالگی کے خلاف تھے۔ خاصکر
نصیر خان جسنے کہا کہ "صاحب سردار کے لئے زمین کا دیدینا بے عزتی ہے"
یہ امر اوسوقت ناتمام رہا۔

گیارہ بجے ہم لوگ اجنٹی کو واپس آئے اور ہمارے افسر بالا نے مجھ سے
اوس دن کی کارروائی کی رپورٹ تیار کرنے کی درخواست کی انتظار بخشا۔ چونکہ
کئی فارسی کاغذات کا مقابلہ کرنا اور جانچ کرنا تھا۔ مین نے اس کام کو دوسرے
دن ختم کیا اور وہ رپورٹ گورنر جنرل کے پاس روانہ کی گئی۔ جس طور پر ہم لوگ
اون دنون کام کرتے تھے اوسکی مثال اس سے سمجھنی چاہئے کہ باوجودیکہ
مین بیمار ہو رہا تھا تاہم مین شب کو تین بجے اپنی رپورٹ کے تیار کرنے کیلئے
اوٹھا تھا اور ساڑھے تین بجے مین نے اپنے کمرہ مین کسی کے قدم کی چاپ سنی۔
دروازہ کھل گیا۔ اور میجر اوٹرم اندر داخل ہوئے۔ وہ مجھے کام کرتا پاکر متعجب

ہوے اور کہنے لگے کہ مین تمکو جگانے کے لئے آیا تھا کہ رپورٹ لکھنا وقت سے
شروع کر دو لیکن مین دیکھتا ہون کہ تم پہلے ہی سے کام کر رہے ہو۔
مین وسس دن تک حیدرآباد مین ٹھہرا رہا اور وہان کی ٹھنک آب وہوا کا مقابلہ
سکار وکچی کے لطف اوٹھاتا رہا تاہم میرا خیال ہے کہ چند ہی لوگ جو جنوبی سندھ
مین رہ چکے ہون حیدرآباد کو لطف کا مقام تصور کرینگے مگر میرے لئے وہ بعد
اوس گرمی کے جہان سے مین آیا تھا فرحت کی جگہ تھی۔ چنانچہ سعدی کا قول
یہ صحیح ہے کہ "از دوزخیان پرس کہ اعراف بہشت است" سمندر کی ہوا جسکا آخری
جھونکا سہوان پہنچنے تک جاتا رہتا ہے حیدرآباد مین محسوس ہوتی ہے۔ ایجنٹی
کا مکان جو بعد کو اوٹرم کے مشہور محافظت کے بعد مشہور ہو گئی واقعی قابل حفاظت
کم معلوم ہوتی تھی۔ یہ ایک بڑا وصلی کی شکل کا مکان دریاے سندھ سے سو گز کے
فاصلہ پر تھا اور ایک وسیع کھلا ہوا میدان اوسکے مشرق مین حیدرآباد تک
اور مغرب مین دریا اور ایک پائین باغ اور بلند درختون کا ایک باغ جانب جنوب تھا۔
ایک مختصر سے احاطہ مین جو اوس عمارت کے قریب تھا کچھ پالتو ہرن ہر قسم
کے چھوٹے قد کے کو سے لیکر سانبھر تک تھے۔ ایک بارہ سنگھا بوجہ خوبصورتی
کے پیار کرنے پر انسان کو مائل کرتا تھا مگر ہاتھ پھیرنے پر وہ خشمگین ہوکر سینگ مارتا
تھا جو مثل خنجر کے تیز تھے۔ اور اگر وہ حملہ بخوبی کرتا تو ایک لمحہ مین جان نکال
لیتے۔ رہا شہر وہ بمقابلہ جنوبی سندھ کے اور شہرون کے آباد اور وسیع بھی
ہے ہر چند کہ عمارات بجز قلعہ کے ان سے بڑھکر نہین ہین جو اور جگہ نظر آتی
ہین۔ مکانات بالعموم مٹی کے ہین اور اسلئے اونمین خاص گھونسلے نہین تصور
کر سکتے۔ اونکی دیوارین دبیز وسیع مکانیت اکثر کہی درجہ بلند ایک قسم کے
چھوٹے محلون جیسی ہوتی ہے۔ قلعہ ایک بد قطع پانچ جوانب کی عمارت ہے جسکے

گرد پختہ اینٹون کی دیوارین بغیر خندق یا کسی بیرونی تعمیر کے ہین اور جا بجا وہ
بے مرمت و مسمار ہین - اوسکے اندر صرف امیرون کے عیال و اطفال رہتے ہین -
بیچ مین ایک وسیع تودہ مٹی کا ہے جسمین اسوقت لوگ امیرون کا خزانہ گڑا ہوا
سمجھتے تھے - مشہور تھا کہ دولت بیحد ہے مگر تجربہ نے اکثر مرتبہ ایسے حالات
مشرقی بادشاہون کی دولت کے دروغ ثابت کئے ہین - کہ یہ تعجب ہی کہ امیرون
کی دولت کی نسبت لوگون کو اسقدر اعتقاد ہوگیا تھا جب تالپور خاندان والون
نے ۱۷۸۲ء مین کلہورا خاندان کو پامال کیا تو اسمین شک نہین کہ ان لوگون کا
خزانہ اونکے ہاتھہ آیا - مگر جیسا کہ الفنسٹن صاحب کی تاریخ کابل سے معلوم ہوگا - کہ
جب افغان بادشاہ شاہ زمان نے ۱۷۹۳ء و ۱۷۹۷ء مین اپنے جنوبی صوبون
کا بندوبست بذات خاص کیا اوسوقت اوسنے سندہ کے امیرون کو چار کرور
چالیس لاکھ روپیہ خراج کے طور پر دینے کے لئے مجبور کیا - اگر واقعی اسقدر زر خطیر
کا نصف بھی وصول ہوا - تو ظاہر ہے کہ کلہورا خاندان والون کا خزانہ کس طور صرف
ہوا - یہ صحیح ہے کہ اوسوقت سے سندہ کے خزانے سے کچھ زیادہ رقم نہ نکلی - البتہ
دو مرتبہ پھر کچھ رقمین لی گئین ایک تو ۱۸۰۳ء مین شاہ شجاع نے ستر لاکھ روپیہ
وصول کیا اور دوسرے اوسی بادشاہ نے ۱۸۰۹ء مین کچھ لیا - مگر ٹھیک نہین معلوم
ہوتا کہ کسقدر - اسکے علاوہ سندہ کا کل محاصل برسون قبل ہمارے حملے کے
ستاون لاکھ سے کبھی زیادہ نہوا تھا جسمین سے بیس لاکھ تو شمالی سندہ کے
امیر وصول کرتے تھے - اور سات لاکھ میرپور کے سردار شیر محمد کو ملتا تھا - بقیہ
تیس لاکھ حیدرآباد کے پانچ خاص خاص امیرون مین تقسیم ہوجاتا تھا - پس
ہر ایک کی آمدنی انگلستان کے درجہ دوم کے امیر سے زیادہ نہ تھی - اور سبھون
کی یکجائی آمدنی ہمارے سدرلینڈ اور بکلیو کے ڈیوکون اور لارڈ ویسٹمنسٹر کے برابر تھی

اس قسم مین سے ہزارون متعلقین کو دینا ہوتا تھا۔ بادشاہون کا سامان رکھنا ہوتا تھا اور ہر قسم کی سرکاری تعمیرات کا خرچ دیا جاتا تھا۔ اسمین اس امر کو بھی شامل کر لیجیے کہ مالگزاری کا دو تہائی جنس کی شکل مین وصول ہوتا تھا پس یہ امر حیرت انگیز ہے کہ جب خزینہ جسکے سب عرصہ سے خواہان تھے۔ آخر تقسیم ہوا۔ تو اوسیقدر نکلا جتنا کہ وہ تھا۔ اسکے سوا تالپر خاندان مین بعض بہت ہی فضول خرچ سردار تھے۔ مثلاً میر کرم علی اپنی داد و دہش کے لیے مشہور تھا۔ اور نصیر خان کسی زمانہ مین اپنے خرچ مین نہایت مُسرف تھا جسکے باعث وہ اپنے بھائی نور محمد خان کا اوسکے قضا کرنے کے چند برسون تک محتاج تھا۔ اسی وجہ سے وہ ہماری ملاقات کے وقت شاہ داد کا حامی نظر آتا تھا ورنہ چچا کی طبیعت اپنے طماع اور حریص بھتیجے سے میل نہ کھاتی تھی۔ نہ نور محمد نہ صوبہ دار کے پاس کچھ دولت تھی۔

جو مدارات امیرون نے ہم لوگون کی کی وہ ایسی نہ تھی جس سے ہمکو اون کے دربار کی عظمت و شان کا خیال ہوتا یا کہ کسی طور پر اونکے درباریون کی تہذیب کا تصور ہوتا۔ قلعہ کے اندر جانے کا راستہ ایک لمبی تنگ گندی سڑک سے ہے۔ جسپر تماشائیون کی بھیڑ تھی اور ان مین بہت سے شیدی یعنے حبشی تھے۔ دربار یا دیوانخانہ چھوٹا بغیر کسی شان و شوکت کے تھا۔ لیکن گو کہ امیرون کی عمدہ فہم اور سادہ روش نے اونکو نمایش کرنے سے باز رکھا تاہم اونکے تمام مکانات کی نسبت اوس ذلیل الحیثیت دیوانخانہ سے جہان اون لوگون نے رزیڈنٹ سے ملاقات کی رائے نہ قایم کرنی چاہیے۔ ایک مرتبہ نصیر خان نے ہم لوگون کو اپنے خاص مکانات دکھلائے اونمین بہت سے عمدہ کمرے تھے اور ایک نہایت بلند اور شاندار تھا۔ جو دیوانخانہ کے قابل اوس کمرہ سے زیادہ تھا جیسے لوگون نے اس مصرف مین رکھا تھا۔ اوسمین ایک عمدہ ایرانی قالین بچھا ہوا تھا۔ اور دیوارون

پر ایران کے بادشاہون کی تصویرین لٹک رہی تہین - مگر اس موقع پر اندازے
زیادہ سادگی برتی گئی. جو نقص کے درجہ کو پہونچگئی - ایک گوشہ مین ایک جھروکے
کے قریب جو ایک سادہ بڑے تختہ سے نصف بند تھا ایک معمولی ڈھنگی بچھا ہوا تھا.
ملاقات کی کوئی ترتیب باقاعدہ نہ تھا. لوگ برابر آتے جاتے باتین کرتے یا خموش
رہتے تھے. جس طرح انکاجی چاہتا تھا. لیکن بعض امیرون کے طریقے اور روش
مثلاً نصیر خان کی نہایت دلفریب تھی. وہ ایک بہت ہی جسیم شخص تھا. مگر صورت
سے نہایت خوشرو اور اوسکی بات چیت مین ایک صفائی اور کشادگی ایسی تھی جس
سے انسان کا دل اسکی جانب مائل ہوتا تھا. خلاصہ یہ کہ اوسکے طریقون سے
انسان کو ایک نہایت ہی شایستہ انگریز امیر کا خیال ہوتا تھا - اوسے بلوچی بہ نسبت
اوسکے بڑے بھائی نور محمد مرحوم کے زیادہ جانتے تھے - مین نے نور محمد کو کبھی نہین
دیکھا جیسے لوگون سے نہایت طباع اور صورت مین بالکل نصیر خان برعکس بیان
کیا ہے یعنے شباہت نہایت - اور عیاری آمیز تھی اور آنکھین سرعت کے
ساتھ پھرتی تھین جس سے شک اور بے اعتباری پائی جاتی تھی. غرضکہ وہ لڑی
اوسکا بیٹا شاہ داد طرز مین اوسکا ہم شبیہ تھا اور شریر سے بران ایک
پستہ قامت و عیاش نوجوان پچیس سال کے سن کا تھا - ان دونون کے
علاوہ امیر کے خاندان کے لوگ زیادہ خوشرو تھے بہ نسبت اسیقدر لور و بنیون
کے جو لون ہی منتخب کرسکے جائین - میر صوبہ دار جو میانی کی لڑائی کے بعد
اپنے خاندان کی عام تباہی مین شریک تھا ایک سادہ طبیعت. زیرک. متحمل
مزاج اور شریفانہ طرز و روش کا شخص تھا - وہ کئی سال تک اپنے حق سے
محروم رہا - باوجودیکہ وہ اون چارون امیرون مین سے سب سے بڑے امیر
کا بیٹا تھا جو کلہورا خاندان کے بعد سندھ کے مالک ہوے تھے - مگر وہ ١٨٢٨ع

مین دارالامارت سے نکل بھاگا اور ایک بڑی جماعت بلوچیون کی اوسکی شریک ہوی۔ سنتے کہ اوسکے ساتھ پندرہ ہزار آدمیون کی فوج ہوگئی جب سے اوسنے امیرون کو مجبور کیا کہ وہ اوسکے باپ نصیر خان کے ملک کو اوسکے حوالہ کرین۔ اس جھگڑے کے باعث سے اور وجہون سے وہ ہمیشہ بقیہ خاندان کے لوگون سے علحدہ رہتا تھا۔ جسوقت لارڈکین وہان جاکر اوترے تو اس مین کوئی شک نہین ہے کہ اور امیرون نے اونکی فوج پر حملہ کیا ہوتا۔ لیکن صوبہ دار نے اونکی شرکت سے بالکل انکار کیا۔ پس اوسکی وفاداری مین انگریزون کی نسبت کیونکر شک پیدا ہوگیا ایک ایسا سوال ہے جسکا جواب دینا آسان نہین ہے۔ لوگ بیان کرتے ہین کہ اوسکی فوج میانی کے میدان مین موجود تھی۔ لیکن اس امر کی کبھی تحقیقات نہین ہوی ہے کہ آیا واقعی وہ وہان تھی۔ اور اگر تھی تو کل فوج تھی یا صرف ایک جزو اور نیز یہ کہ صوبہ دار نے کہان تک باز رکھنا چاہا۔

بعض لوگ امیرون کو جاہل وحشی تصور کرنا مناسب سمجھتے ہین۔ مگر اکثر اونکی گفتگو مین اوس سے زیادہ معنی ہوتے تھے جسقدر ہم انگریز اپنے نزدیک اونکے شایان سمجھتے ہین۔ مثلاً ایک مرتبہ جب ہمارے رزیڈنٹ اور نور محمدؐ مین گفتگو ہو رہی تھی۔ رزیڈنٹ اپنی سرکار کی ایمان داری اور بے غرضی کا بہت ذکر رہے تھے۔ نور محمدؐ کچھ اس طور پر خاموش سن رہا تھا جس سے نیم رضا اور نیم غیر حاضری طبیعت پائی جاتی تھی۔ اور اسکے بعد گویا دوسرا ذکر کرنا شروع کرنا چاہتا ہو پوچھا کہ "آپ لوگ یورولین بہادر شاہ کے عہد سلطنت مین ہندوستان مین آئے تھے"! رزیڈنٹ نے جواب دیا کہ "نہین پہلا انگریزی کارخانہ مقام سورت مین جہانگیر کے وقت مین

قایم ہوا تھا۔ پس اوسوقت اوسکی گفتگو کا کچھ خیال نہوا مگر جب تفتیش سے دریافت ہوا تو معلوم ہوا کہ فارسی قلمی کتابون مین جو امیرون کے پاس ہین ایک تاریخ گجرات کی قبل اسکے کہ وہ اکبر کی سلطنت کا صوبہ ہوا موجود ہے۔ اسمین ایک نہایت مفصل کیفیت بہادر شاہ بادشاہ گجرات کے پرتگیزون کے ہاتھون دغا سے مارے جانے کی ہے پس نور محمد کا اپنی گفتگو سے یہ اشارہ تھا کہ مشرق کے تمام معاملون جو یورپین لوگون سے پیش آئے ہین نیک نیتی جسپر رزیڈنٹ بہت کچھ زور دے رہے تھے نمایان نہین ہے۔

اوائل ہی سے حیدرآباد کے امیر اوس بربادی سے آگاہ تھے جو اونکے ملک مین ہمارے جانے سے اونکے خاندان کے لئے ہونے والی تھی۔ یہ عین مکاری ہے اگر اب ہم حیلہ کرین کہ ہم نے جو صلحین اونسے کین اونکا مقصود ذرا بھی یہ تھا کہ امیرون کے فائدہ کا کچھ خیال کیا جائے۔ اونہون نے ہرچند کہا کہ "ہمکو صلح کی کوئی ضرورت نہین ہے" ارتباط کی۔ ہمارے ہان کے ایلچی تعینات کرنے سے ہمکو معاف رکھئے اور اگر ہمارے ہان کسی افسر کو خواہ مخواہ بہیجنا ہی چاہتے ہو تو ڈاکٹر کو بہیجو"۔ مگر باوجود اونکی نفرت کے ہم لوگون کا ارادہ اونسے محبت بڑھانے کا تھا۔ دریا سندھ کی جہازرانی سے بیحد منفعت کے حاصل ہونے کی امید تھی۔ جن لوگون کی غرض متعلق تھی وہ زمین کی زرخیزی کا ذکر کرتے تھے۔ اونکا قول تھا کہ "سندھ ایک نہایت عمدہ ملک ہی لیکن ان بلوچی ظالمون کے سخت حکومت سے دب رہا ہے۔ حیدرآباد کے قریب کی زمین نیل تمباکو اور شکر کی کاشت کرنے کے قابل ہے۔ کراچی مین موتی دستیاب ہوتے ہین۔ اور اونکے نکالنے سے اور زیادہ منفعت ہوسکتی ہے لیکن امیرون کی جہالت اور حماقت نے اوسکو خراب کر رکھا ہے۔ اوس ملک کی کل دولت اونکے ہاتھون اور

چند اونکے خاص لوگون کے ہاتھون مین ہے - اور کسی قسم کے لوگ اپنی دولت
کو ظاہر نہین کر سکتے - بلوچی ہر قسم کے کاروبار کو حقیر تصور کرتے ہین - اور سوداگرون
کو لوٹ لینا جائز سمجھتے ہین - ہندوؤن کو جو اوس ملک کی جملہ تجارت اور کاروبار
کرتے ہین لوگ ذلیل اور حقیر قوم تصور کرتے ہین اور ہر موقع پر اونکے ساتہ بڑی
بے انصافی ہوتی ہے اور اس طریقہ سے اصلاح پذیر ہونے کی کوئی امید بھی نہین ہے
ایسے الزامات حملہ کرنے والون کے حریص کانون مین کہے جاتے تھے - اگر یہ سب
سچ بھی ہوتے تو بھی ہمکو کوئی حق نہ تھا کہ ملک کو اپنے قبضہ مین کرلین تاوقتیکہ
یہ ثابت نہولے کہ ہم کو دوسرے کا کپڑا اسلئے اوتار لینا چاہئے کہ وہ اوسکے کسی
سوراخ کی مرمت نہین کرتا -

رزیڈنٹ اور اوسکے اسسٹنٹون کی ملاقات مین امیر ہمیشہ اخلاق اور انسانیت
سے پیش آتے تھے بلکہ بعض اوقات اونکے طرز وروش علامت مردانہ ہمت کی
پائی جاتی تھی - ایک موقع پر جب نصیر خان اجنٹی مین آیا ہوا تھا - اور یہ نہ جانتا
تھا کہ وہان لیڈیان بھی رہتی ہین - ایک کمرہ مین داخل ہوا - جہان ایک لیڈی
بیٹھی ہوی تھی - وہ فوراً اوس سے اولٹے پاؤن پلٹ گیا اور سوار ہوکر حیدرآباد
واپس گیا - تھوڑی ہی دیر مین اوسکے پاس سے آدمی ایک خط معافی کا کہ نادانستہ
حالت مین ایسا ہوا - معہ سو اشرفیون کے لیکر آئے - واقعی اوسے نہایت
صدمہ ہوا کہ وہ عورت کے کمرہ مین اوسکے خاوند کی غیر حاضری مین چلا گیا - اوسی
امیر کا میانی کی مہاک لڑائی سے قبل ارادہ تھا کہ چاہے جو کچھ انگریزی گورنمنٹ
سے بگاڑ نکرے - بلوچی سرداروں نے بے سود اوسپر دباؤ ڈالنا شروع
کیا - آخر کار اونھون نے اوسکے پاس عورتون کا لباس بھیجدیا - اوسوقت اوسنے
کہا کہ "چونکہ وہ تصور کرتے ہین کہ مین خوف سے نہین آمادہ جنگ ہوتا تو مین

اونکو دکھائی دیتا ہون کہ انکا خیال غلط ہے"۔ چنانچہ وہ اپنے تحمل سے فوراً فوج کا
شریک ہونے کے لئے گیا۔

تالپر لوگون نے سندہ کو بزور شمشیر لیا تھا اور چونکہ اونکی قوت کی بنا بلوچی
سپاہیون کی جوانمردی پر تھی۔ پس یہ ضرور تھا کہ وہ اون لوگون کے ساتھ بہت
کچھ مراعات کرین۔ فرقون کے بڑے بڑے سردار عنقریب مطلق العنان تصور کئے
جا سکتے ہین۔ شاہ داد نے ہمارے ایک افسر سے کہا تھا کہ جان خان سے
جو ایک بلوچی سردار ہے۔ دوبار مجھے زہر دینے کی کوشش کی لیکن اوسکا فرقہ
ایسا زبردست ہے کہ مین اوسکو سزا دینے کے ناقابل ہون لیکن ایسی کوششین
شاذ ہی ہوا کرتی تھین۔ کیونکہ ساٹھ برس کی تالپر لوگون کی حکومت مین اونمین سے
ایک شخص کے بھی قتل ہونے کی کیفیت نہین سننے مین آئی ہے۔

کوئی اونکی حکومت کی تاریخ کو لاہور کی ایک سال کی خونریز تاریخ سے مقابلہ
کرے تو حقیقت معلوم ہو۔ خالصہ گورنمنٹ کی حکومت مین ایک سال کے اندر
زیادہ جرایم درج رجسٹر کئے آئین گے بہ نسبت اونکے جو امیرون اور اونکے مورثون
کے کل عہد حکومت ہوے۔ جب ہم اوس سہولت پر خیال کرتے ہین جس سے
یوروپین بادشاہ معزول کردے جاتے ہین اور جسقدر کم اظہار وفاداری
اونکے ارکین اور افواج کرتے ہین۔ تو امیرون کے حق مین یہ ایک عمدہ ثبوت ہے کہ اونکی
متعلقین مین سے کسی نے ضرورت کے وقت اونکو ساتھ نہ چھوڑا۔ بجز اسمعیل شاہ
کے سادات لوگون کے جو غیر ملک کے رہنے والے اور دراصل ایرانی تھے اور
سندہ نادر شاہ کے زمانہ مین آکر آباد ہوے تھے کوئی کہہ سکتا ہے کہ لوگون کی
وفاداری محض خود غرضی کے باعث تھی اور چونکہ بلوچی اپنے وسیع ملکیون کے
کے نکل جانے کا خوف کرتے تھے وہ امیرون کے وفادار رہے اور اپنے

مراعات کے ضایع ہو جانے کے ڈر سے اون لوگون نے انگریزون کے خلاف
اتفاق کیا۔ مگر اسی طور پر تمام وفاداری بلکہ طبیعت کا ہر ایک خیال خود غرضی پر مبنی
ثابت ہو سکتا ہے۔ اسقدر تو ضرور ہی تسلیم کیا جائیگا کہ بلوچی فرقون کے حقوق
کا یعنے سندہ کی آبادی کی ایک تہائی لوگون کا امیر بیجا ناکرتے تھے اور بلوچی موجودہ
گورنمنٹ سے خوش تھے۔ لیکن خالص سندھیون مین مثلاً جو کہیا جات کلہنی
وغیرہ وغیرہ کتنے ایسے تھے جو ناراض تھے۔ کیا انمین سے کسی نے حملہ آورون
کی شرکت پر میل کیا۔ ہرگز نہین۔ پس ہمکو مناسب ہے کہ قبل اسکے کہ ہم اون
روایتون کو جو تالپر لوگون کے ظلم و بدسلوکی کے بیان کئے گئے ہین یقین کر لین۔
ذرا ٹھہر جائین۔ اب رہے ہندو اونپر تو ضرور ظلم ہوتا تھا اونسے جبرًا روپیہ وصول
کیا جاتا تھا اونکی توہین کیجاتی تھی۔ اور تقریبًا وہ نہایت ذلیل تھے۔ اگر یہ کیفیت
تھی تو قرب و جوار کے ملکون مین کیون نہ چلے گئے جو انگریزی حکومت مین تھے
مثلاً کچھ گجرات اور راجپوتانہ۔ پھر یہ امر کیونکر نظر آیا۔ کہ جب ہم لوگ شکارپور اور
حیدرآباد مین پہونچے تو ہندو سوداگرون کو اوسیقدر مالدار اور بکثرت پایا جسطرح
ہماری عملداری کے بڑے بڑے سرسبز شہرون مین تھے۔ یہ ایک عجیب معاملہ
ہے۔ انگریزی پبلک اسکا انصاف کرے۔ ایک جانب کو بطور شہادت کے
اوس ملک کے باشندے اور اوسکی پچاس سال کی تاریخ اندرونی جھگڑون
سے پاک اور تمام پولیٹکل افسرون کی شہادت ہے جو سندہ مین تعینات کئے
گئے تھے باستثناے دو شخصون کے جنمین سے ایک بھی سندہی زبان نہ جانتا
تھا اور کبھی سوار عیار رشوت خوار منشیون کی وساطت کے وہان کے باشندون
سے گفتگو کرتا تھا اور دوسری جانب چند فوجی لوگون کی شہادت ہے۔ جو
بیشک میل کرانے کے حد سے زیادہ شایق ہونگے اور اونھین کچھ بھی پچاس لاکھ روپیہ

جیسے "دلیل الغام کا خیال نہوا ہوگا" اور چند منتی ہین جنہون نے مدتون تک دروغ گوئی کر کے اسی مرتبہ بقول شخصے کہ نو سو چوہے کھا کر بلی حج کو چلی. راست گفتاری اختیار کی - مگر شہادت کو دفع کیجئے اصل تو یہ ہے کہ زور کے سامنے حق کیا بلا ہے - کیا ہمارے انتقام کی کوئی حد نہین ہے کیا اون لوگون سے انگلستان ایک ہی لفظ کہنا چاہتا ہے جو تجربے اوسکے قدمون پر سر رکھکر التجا کر رہے ہین (وہ لوگ جو دولتمند آسودہ اور امن کے ساتھ اوسوقت تھے جب تک کہ انگلستان نے اونکو جبریہ اپنا دوست نہ بنایا تھا اور صلح نہ کی تھی) اور وہ لفظ یہ ہے کہ "ہم فاتح" ہین -

۲۳ - اگست کو مین حیدر آباد سے سیلائٹ جہاز پر روانہ ہوا اور پانچ گھنٹہ کے اندر ایک زور و شور کے سمندر سے ہوکر ٹھٹھہ پہونچا - ہماری رفتار بہت آہستہ نہ تھی - کیونکہ بہاؤ ہمکو منجدہار مین سات میل فی گھنٹہ کے حساب سے لئے جاتا تھا اور ہماری اپنی رفتار آٹھ میل یا نو میل فی گھنٹہ کی تھی - ایک مقام پر مگر قسمتون سے وہان نہین جہان پانی زورون پر تھا جہاز بالو کی چر پر چڑھگیا - ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جہاز وہین گڑ جائیگا - اور مجھے خوف معلوم ہونے لگا کہ ایسا نہو اگلے زمانہ مین جب دریا نے اپنا راستہ الگ اختیار کیا تو لوگ ایک جہاز کو معہ جہازیون کے زمین کی سطح سے بیس فیٹ نیچے پتھر بنا ہوا پائین - آخر کار وہ نیچے دھنسنے سے رکا مگر بیس منٹ اوسکے نکالنے مین صرف ہوے - جب ہم لوگ قریب جرک کے گئے تو جنگل زیادہ گھنا بلکہ دشوار گذار معلوم ہونے لگا اسی مقام پر جب ہم لوگ پہلے اوترے تھے - تو تین افسر حضور ملکہ معظمہ کی فوج کے جلکر مر گئے تھے - اوسوقت لوگ اونکا مرنا کسی کے باعث سے تصور کرتے تھے مگر وہ امر اتفاقیہ تھا جو بدقسمتی سے ہندوستان مین اکثر ہوا کرتا ہے جیسے

ایک دوست موجود تھے۔ جب ایک بدنصیب بیرا اوسیصورت سے مر گیا تھا بہت دور تک چند ہڈیلون کے نکالنے کے لئے گھاس مین آگ لگا دی گئی تھی۔ جو بجلی کیطرح دوڑ گئی۔ وہ شخص جو اسوقت گھاس مین تھا ایک درخت پر دوڑ کر چڑھ گیا۔ شعلہ نے اوسکو گھیر لیا اور وہ دھوئین سے اندھا ہوکر زمین پر گر پڑا اور مصیبت سے مرا۔ ٹھٹھہ مین ہم لوگ جہاز سے اوتر گئے اور مین نے خشکی کی راہ کراچی تک جانے کا سامان کیا۔ دو افسر جو بیماری کی رخصت لیکر بمبئی جاتے تھے۔ جو میرے ساتھ چلنے پر آمادہ ہوے۔ اونمین ایک اسقدر بیمار تھا کہ مجھے اوسکے راستہ مین مرجانے کا خدشہ تھا وہ اسقدر لاغر ہوگیا تھا۔ کہ گو کہ چھ فیٹ چار انچھ بلندی مین اور تندرستی مین اسیقدر توانا تھا۔ مگر اسوقت مین بآسانی اوسے لے چل سکتا تھا۔ وہ کچھی کے صوبہ مین مقام کوٹرہ مین تعینات تھا اور جو حالات وہ وہان کی بیماری کے بیان کرتا تھا وہ خوفناک تھے۔ اوس مقام پر جو جماعت افسرون کی تعینات تھی۔ پہلے اسکی تعداد گیارہ آدمی تھی۔ اور چار سو سپاہی تھے۔ اونمین بخار شروع ہوگیا اور اونکی تکلیفین گرمی سے اور زیادہ بڑھ گیئن۔ جو قابل برداشت نہ تھی۔ خیمہ مین تھرما میٹر ایک سو تینس درجہ پر تھا۔ پانچ افسر جو نوجوان پچیس سال سے کم عمر کے تھے۔ جلد مرے اور آدھے سپاہی کام آئے خود ڈاکٹر اسقدر لوگون کو مرتا دیکھکر مخبوط ہوگیا۔ میرے دوست بھی جیسا کہ مین کہہ چکا ہون کہ بڑے قد آور اور قوی تھے بخار مین مبتلا ہوے اور اونکے بچانے کی یہی فکر کی گئی۔ کہ وہ ایک پالکی مین سکر بھیجدیے گئے۔ تین کہار بارہ مین سے راستہ مین تکان سے مر گئے۔

کراچی تک ہمکو اتنی منزلین طے کرنی تھین۔ اول گوجر چودہ میل دوسرے غارا چودہ میل۔ تیسرے پیری بارہ میل۔ چوتھے جمعدارجی لانٹی تیرہ میل۔ تیسری منزل

مین ہم ایک بڑے ویران قصبہ سے گذرے جو کم بجارٹا کہلاتا ہے اور چھ میل آگے بہت سی قبرین اور منتشر گاؤن ملے جس سے معلوم ہوتا تھا کہ یہ حصہ کسی زمانہ مین بہ نسبت اسوقت کے زیادہ آباد تھا۔ جب ہم لوگ کراچی مین داخل ہوے تو ہلوگون کو بہت سی جاتری ہینگ لاج سے واپس آتے ہوے ملے۔ یہ مقام ہندو جاتریون کے اجماع کے لئے مشہور ہے یہان تباہی کی دیبی درگا جی کی پرستش ہوتی ہے اور مغرب مین بھی انتہا ہے جہانتک ہندوستان کا بیٹھا ردیوتاؤن کا مذہب جاری ہے۔ سندہ سے چلنے کے تھوڑے ہی دن قبل ایک اولوالعزم افسر کپتان ہارٹ اوس مندر تک جانے مین کامیاب ہوے تھے۔ چنانچہ اونہون نے ایک دلچسپ کیفیت اپنے سفر کی الیشیائل سوسائٹی کے رسالہ مین درج کی ہے۔ اوسی راستہ سے جانے کی کوشش سر ولیم ہیرس مرحوم نے ہندوستانی کے بھیس مین کی تھی۔ مگر دوسرے یا تیسرے منزل پر معلوم ہوا کہ وہ یوروپین ہین اور اوسنے ایسے تخویف آمیز علامات میکرنیون مین دیکھے کہ باوجودیکہ وہ ایک تجربہ کار سیاح تھے۔ اور جنہون نے افریقہ کے موسیاکائٹس اور دوسری نیم وحشی قومون کے ملک مین جانے کی جرآت کی تھی۔ تاہم اونہون نے یہ قرین مصلحت سمجھا کہ گھوڑا بھگا کر چھاونی کو بھاگ آئیں۔ واقعی جو سفر سر ہنری پاٹنجر نے ان ملکون مین ۱۸۰۹ء مین ایک ایرانی گھوڑون کے سوداگر کے بھیس مین کیا تھا۔ وہ نہایت ہی اولوالعزمی کا اور خلاف معمول سفر تھا۔ ہرچند کہ لوگون نے اوس دلیری مستقلی اور لیاقت کو جو اس کوشش کو انجام پہونچانے کے لئے عمل مین لائی گئی۔ لوگون نے بہت کم سمجھا اور اوسکی قدر کی ہے۔

کراچی پہونچکر میری پہلی عزیمت مگر تالاب کے دیکھنے کی ہوی۔ یہ عجیب جگہ قریب آٹھ میل کے کراچی سے ہے اور اون لوگون کے قابل دید ہے جو عجائب و

غرائب اور مہیب چیزون کے دیکھنے کے شایق ہین۔ انسان ایک اپیل اور بجر راستہ کی تھوڑی سی مسافت طے کرکے جسپاین کہین جنگل ہے۔ اوس کے ایک باغ مین پہونچتا ہے جسکے سایہ مین وہ مہیب جانور با فراط رہتے ہین۔ جو شخص اوس جگہ سے نہ واقف ہو یہ ہرگز شک نکریگا کہ اوس ہرے بھرے جنگل مین چھوٹے سے تالاب مین جسکی نصف دور تک کوئی پھرتیلا شخص جست کرکے جا سکتا ہو ایسے مہیب جانور رہتے ہین۔ مین نے حقارت سے اپنے رہنما سے کہا کہ "لو یہ تالاب آگیا لیکن اسمین مگر کہان ہین!!" یہ کہکر مین اکڑتا ہوا بڑے شان سے چل رہا اور کل معاملہ کو سمجھنے پر آمادہ تھا۔ کہ ایک اتفاقیہ غرانے کی آواز سے جو میرے قدمون ہی کے نیچے معلوم ہوئی مین یک بیک نہایت پھرتی سے اچھل گیا جس سے شاید چستی بہ نسبت عمدگی کے زیادہ ظاہر تھی۔ اسکی وجہ یہ تھی کہ مین نے عنقریب ایک چھوٹے سے مگر کچل دیا تھا جو قریب تین فٹ کے لمبا تھا مگر باوجود چھوٹائی کے اوسکے کاٹنے سے آرام کے بالعکس اثر پیدا ہوتا۔ اوسوقت اوس مقام کا جن ایک ایک بوڑھے جادوگر فقیر کی شکل مین ظاہر ہوا اور جب مین نے دو روپیہ نذر کیے تو اوسنے اپنے جادو کی چھڑی سے ایک سونٹا نکالا اور بآواز بلند دو تین بار پکارا "آؤ آؤ" اوسوقت پانی مہیب جانورون سے بھر گیا۔ کم سے کم ساٹھ مگر جنمین سے بعض پندرہ فٹ لمبے تھے نکلے اور ایک جماعت کی شکل مین کنارہ پر آ گئے۔ کل کیفیت اوسوقت کی مجھے پریون کے قصص کی یاد دلاتی تھی۔ وہ سناٹے کا جنگل وہ تالاب جسمین عجیب وغریب جانور رہتے تھے وہ فقیر کا جھونپڑا جو پہاڑی پر بنا ہوا تھا۔ خود وہ فقیر جو بلند قامت سیاہ فام اور لاغر اندام تھا اور میرے قریب وہ ڈاکو کی صورت کا بلوچی یہ سب ملکر ایک عجب مرقع بنگیا تھا۔ یہ بھی تعجب تھا کہ اوس فقیر کو اون جانورون پر قدرت تھی چنانچہ جب اوسنے اپنے سونٹے سے اشارہ کیا تو

وہ ٹھہر گئے۔ کیونکہ واقعی وہ اسقدر قریب آگئے تھے کہ خوف ہوتا تھا۔ اور جب اوسنے
کہا کہ بیٹھو تو وہ پیٹ کے بل بیٹھ گئے۔ اور اپنے خوفناک کشادہ اور امیدوار جبڑون
سے عجیب اطاعت ظاہر کرتے تھے۔ کچھ بڑے بڑے ٹکڑے گوشت کے اونکے
قریب پھینک دیئے جسکے لئے وہ آپس مین لڑتے جھگڑتے تھے۔ مین نے چھوٹون
کو بڑون کی تعظیم کرتے دیکھکر سخت تعجب کیا۔ ایک جو دس فٹ لمبا تھا پانی سے
کھانے کی جگہ پر آرہا تھا کہ اوسنے اپنے سے ایک بہت بڑے مگر کو اپنے عقب مین
آتے دیکھا۔ اوسوقت ایک عجیب کیفیت معلوم ہوتی تھی۔ کہ کس خوف زدہ صورت
سے وہ راستہ سے وہ الگ ہٹ گیا گویا اوسے یہ خیال تہا کہ ہٹنے کے قبل اوسکی
نصف گز دُم نہ جاتی رہے پہلے تالاب سے تھوڑے فاصلہ پر قریب نصف میل کے
مین نے ایک تالاب اور دیکھا جسمین پانی اسقدر گرم تھا کہ کوئی شخص پورا غوطہ لگانا
برداشت نکر سکتا تھا مگر یہان بھی مجھے چند مگر نظر آئے۔ فقیرون نے بیان کیا کہ
یہ جانور دریا مین جو پندرہ یا بیس میل مغرب کو ہے بہت ہین۔ وہان کا بادشاہ
ایک بڑا مگر جسکا نام فقیرنے مُر[۱] رکھا تھا۔ کبھی بلانے سے باہر نہ آتا تھا۔ جب مین
تالاب کے گرد گھوما تو مجھے وہ جگہ دکھائی گئی۔ جہان وہ مثل شہتیر کے پڑا ہوا بیحرکت
تھا اور اوسکا سر پانی پر تھما ہوا تھا مین نے اوسے شہتیر ہی تصور کیا ہوتا۔ اگر اوسکی
چھوٹی چھوٹی وحشیانہ آنکھین نہ نظر آتین۔ جو اسقدر چمکتی تھین کہ اونسے چنگاری
چھوٹتی معلوم ہوتی تھی۔ فقیر نے کہا کہ وہ نہایت ہی خونخوار اور خوفناک ہے۔
اور کم سے کم بیس فٹ لمبا ہے۔

سندہ مین کراچی سب سے زیادہ فرحت انگیز مقام ہے بلکہ وہ بمبئی کے کسی جگہ سے
اچھی طرح مقابلہ کیا جاسکتا ہے۔ مگر کہین اسقدر ہیضہ سے لوگ نہین ہلاک ہوتے

[۱] مُر اوس پانچ سر والے راکشس کا نام ہے جسے کرشن جی نے ہلاک کیا تھا۔ ۱۲

ہماری یوروپین پلٹنین قریب قریب وہان بالکل ضایع ہوگئین۔ اصل یہ ہے کہ جو علامتین پہلے ظاہر ہوتی ہین اونپر لحاظ نہین ہوتا اور ہر پلٹن مین بہت سے ایسے لوگ ہوتے ہین جنکے جسم میخواری سے ضعیف ہوتے رہتے ہین اور وہ بیماری کے نمایان ہوتے ہی تشریف لیجاتے ہین۔ جسقدر ہندوستان مین یوروپین سپاہی شراب خواری کرتے ہین وہ اسقدر خوفناک ہے کہ قابل بیان نہین۔ واقعی جو لوگ اعلے عہدون پر ہین وہ دن رات اس مسئلہ عظیم کے حل کرنے مین صرف کرین یعنے ہماری فوج کی اخلاقی اصلاح۔ اس قسم کے پیش پا افتادہ امور کو قطع نظر کرکے جیسے انگریزی پلٹنون کے لئے عمدہ مقامات کا منتخب کرنا اور اونکے لئے تفریح کی جگہون کا مثل ریڈنگ روم وغسل خانے وکثرت گاہ وغیرہ کے بنانے جس سے وہ حتے الوسع دہوپ سے بچین (اور موسم سرما مین اون مکانات کو خود سپاہی بنا سکتے ہین) اور لایق لوگون کی ہمت بڑہانے کے لئے ہر پلٹن مین تین یا چار عہدون کا سپاہیون کو دینا ہے۔ اس شراب خواری کی اصل وجہ کیجانب متوجہ ہونا چاہیئے یعنے انسان کب دیندار ہوسکتا ہے۔ (اگر وہ دیندار نہوگا تو نیک چلن باشندہ اور پھر آسودہ نہین ہوسکتا) جبکہ اوسے شادی کرنے سے محروم رکھین۔ ہر شخص کو شادی کرنے کی ہمت دلانی چاہیئے۔ چاہے معترضین اسپر مضحکہ کیون نہ کرین۔ اور عورتون اور بچون کی تعداد سے فوج کی نقل وحرکت مین کوئی فرق نہین آسکتا۔ جب پلٹنین لڑائی پر جائین تو اوسوقت البتہ اونکے ساتھہ یہ سب بکھیڑے نہون۔ مگر جب لڑائی ختم ہوجائے (ہندوستان کی لڑائیان تو عرصہ تک قایم نہین رہتین) تو اوسوقت یوروپین سپاہی اپنے بال بچون مین کیون مثل ہندوستانی سپاہی کے واپس نہ آئے بعوض اسکے کہ کوئی اوسکا پروا کرنے والا نہو اور وہ بھی مرنے جینے کی پروا نکرتا ہو۔ لیکن اعتراض کرنے والون کا قول ہے کہ بیوہ اور یتیم بچے

سرکار پر بوجھ ہونگے۔ بیوہ عورتون کے لئے کیا کیا جائے سب کو پنشن تھوڑا ہی ہو سکتی ہے۔ مانا کہ یہ سچ ہے مگر کیا اثاث علازمین کی لاگت نہین ہے کیا گورون کی بیویون اورلڑکیون کو کوئی کاروبار مثلاً سلائی نہین سکھائی جاسکتی ہے یا کوئی خدمت اونکو ہمارے پادریون کے اسکولون اور سرکاری عمارتون مین مثل شفاخانون مسافرون کے بنگلون وغیرہ کے نہین مل سکتی۔ دوسرے ہر ایک افسر جو ایک کمپنی کے چارج مین ہو وہ کچھ وقت اس کام مین ضرور صرف کرے کہ گورون سے اونکے مشاغل اور پڑھنے کی بابت دریافت کرے۔ اونکے مطالعہ کے لئے مفید کتابین بتائے اونکو تحصیل علم کیجانب تحریر دلائے اور اونکی ترقی تعلیم مین امداد کرے۔ لوگ ان باتون کو خیال خام تصور کرینگے۔ مگر دنیا مین ایسے لوگ ہین بھی جو ہر قسم کی ترقی کو خیال خام تصور کرتے ہین۔

کراچی کو بندرگاہ کہنے کی کوئی وجہ نہین معلوم ہوتی تری کا راستہ نہایت ہی خطرناک ہے۔ اور صرف چھوٹی چھوٹی کشتیان اس نالہ مین جاسکتی ہین۔ جو نشیب تک گیا ہے۔ انکے لئے بھی تند ہوا کے وقت گذرنا خطرناک ہے۔ واقعی سندہ مین کوئی بندرگاہ نہین ہے۔ دریا سندہ کے حجامری شاخ کے اندر داخل ہونا نہایت ہی دقت طلب اور پر از خطر ہے۔ کنارہ نیچا ہے اور دور سے بمشکل نظر آتا ہے کوئی شئے وہان ایسی نہین ہے جس سے جہازی کو راستہ ملنے مین سہولت ہو۔ بجز رچل دہانہ کے شمالی راس کے جہان گھنا جنگل ہے اور اسی کیجانب کچھ کے ملاح کشتی کو لیجاتے ہین۔ پانی یک بیک سات یا آٹھ فادم سے یہان دو فادم رہجاتا ہے۔ حجامری کے دہانے کے پاس ایک رکاوٹ ہے جسکے گرد ہر جانب بڑے بڑے بھنور نظر آتے ہین۔ اگر یہان کوئی جہاز ٹکر کھائے تو پرزہ پرزہ ہوجائیگا اور جہازیون کے بچنے کی کوئی صورت نہوگی۔ حجامری کا دہانہ نفل کیطرح ہے یعنے

اولاً کئی سو گز چوڑا ہے۔ اور رفتہ رفتہ ایک نہایت ہی تنگ چشمہ کی شکل مین ہو گیا۔
دوسری جگہ وہ ایک ذلیل اگرچہ الگ چھوٹا سا گانون ہے جسکے مکانات مٹی
اور گھاس کے بنے ہین تاہم وہ نہایت تجارت کی جگہ ہے۔ قصبہ کے مقابل
مین دریا تقریباً ڈیڑھ سو گز چوڑا ہے کنارہ کے قریب پانی نہایت عمیق ہے
اور بڑی بڑی کشتیان بھی بہت قریب ٹھہر سکتی ہین۔ جس سے اسباب کے بار
کرنے اور اوتارنے مین بڑی سہولت ہوتی ہے۔
مجھے کراچی مین تفتیش و تحقیق کا کم وقت میسر آیا۔ مجھے ہدایت کی گئی تھی۔
کہ وہان کے پولیٹکل کامون کو جیسے سمجھ کہ ہون اوسوقت انجام دیتا رہون۔ جبتک
کہ میری تندرستی ایسی نہو جائے کہ حیدرآباد یا شمالی سندھ کو واپس جاسکون۔ لیکن
بخار متواتر آنے سے مجھے ... کہ مین اور تبدیل جا کرون۔ ۱۴ ستمبر کو مین آکلینڈ
دخانی جہاز پر بمبئی روانہ ہوا۔ یہ جہاز بہت سی عورتون اور بچون کو کراچی کی یورپین پلٹن
کے لئے لیکر آیا تھا۔ سمندر بہت زورون پر تہا۔ اور جہاز اس طور پر تہ و بالا ہو رہا
تھا کہ اوسپر سوار ہونا یا اوسپر سے کشتیون پر آنا خطرناک تھا۔ غریب عورتون کو
ایک منجنیق کے ذریعہ سے کمر مین باندہ کر اوٹھاتے تھے اور ایک شخص کشتی مین اونکے
پیر پکڑ کر جسطرح بن پڑتا تھا اونھین اوتار لیتا تھا۔ مگر موج کے زور کے باعث یہ
کام ایسے تمسخر آمیز طور پر انجام پاتا تھا کہ جہازی برابر قہقہہ لگا رہے تھے۔ کبھی کبھی
کوئی عورت اس سرعت کے ساتھ اوترتی تھی۔ کہ وہ شخص جو اوسکے سنبھالنے
کے لئے کھڑا رہتا تھا گر پڑتا تھا۔ غرضکہ کل واقعہ کو لوگ تصور کر سکتے ہین۔ لیکن
بخوبی بیان نہین کیا جا سکتا۔
آخر کار ہم لوگون نے تمام بوجہ علیحدہ کیا توپ داغی گئی اور ہم لوگ بمبئی کو
روانہ ہوے۔ اس طور پر مین سندھ سے ڈھائی سال تک لگاتار محنت اور بیماری

کے بعد چھوڑا۔ میرے قوے بالکل ضعیف ہوگئے اور زندگی کا موسم بہار جاتا رہا تھا۔ بہار ڈون؛ پر کئی ماہ تک رہنے پر بھی جب گرمی کا موسم آتا تھا تو بخار آنے لگتا تھا۔ آخر مجھے مجبور ہو کر عرصہ تک بحری سفر اختیار کرنا پڑا۔ لیکن اوس سے بھی گو کہ کچھ دنون کے لئے نفع ہوا لیکن نقصان پورا نہو سکا۔ جو میری تندرستی کا ہوا تھا۔ اوسوقت بعد سوار ہونے کے مجھے بیمار پڑنے کی سزا ملی۔ یعنے مین اپنے عہدہ سے برخاست کردیا گیا۔ اور مقامات مین جہان پولیٹکل افسر رہتے ہین جنکے سندہ مین بھی اسوقت تک یہ قاعدہ تھا کہ جو لوگ بوجہ بیماری کے کچھ عرصہ اپنے فرایض سے دست کش ہونے پر مجبور ہوتے تھے۔ اونکا عہدہ قایم رہتا تھا۔ اور نصف تنخواہ اسٹاف کی ملتی تھی۔ ایسی رعایت کی نسبت کسیقدر اعتراض ہوسکتا ہے۔ لیکن دلائل سے اسکا قرین انصاف و مصلحت آمیز ہونا ثابت ہوسکتا ہے۔ خیر اسے جانے دیجئے پہلے پہل مجھ ہی پر چھری تیز کی گئی۔ مجھ سے لیکر پھر جو افسر بیمار ہوے وہ اپنی پلٹنون کو واپس بھیجے گئے۔ ایسے قاعدہ کو لوگ سخت تصور کرینگے جسکے مطابق کوئی شخص نکمی جگہ مین دو یا تین سال تک بہ جانفشانی کام کرکے جہان اوسنے اپنی پلٹن کے ساتھ عمدہ جگہ پر کام کیا ہوتا اپنی پلٹن مین اسلئے واپس بھیجا جاے کہ بوجہ ناتندرستی کے وہ انجام کار سے قاصر رہا۔ اور نہ بھی تو اوسکی خدمات کے صلہ مین چند الفاظ تعریفی کہہ دئے جاسکتے تھے۔ اور پرانے زمانہ مین تو کسی عمدہ جگہ پر بدل جانا کوئی بڑی بات نہ تھی۔ لیکن تمام سرگرمی پر تو اوسوقت اوس پڑجاتی ہے جبکہ کوئی شخص گزٹ مین اپنا نام لکھا دیکھے کہ "فلان کی خدمات کمانڈر انچیف کے متعلق کی گئین"۔ اصل بات یہ ہے کہ ایک نئے فرعون پیدا ہوے تھے۔ اور جسوقت وہ یعنے لارڈ النبرا ہندوستان مین پہونچے کابل کی مصیبت کا وقوع ہوچکا تھا۔ نئے گورنر جنرل کو ظاہرا یہ خیال تھا کہ تمام

پولیٹکل افسر بڑے یا چھوٹے قصوروار ہین چنانچہ اونھون نے اونکو سخت ضربین رسید کرنی شروع کین۔ اور ایک آدھ ضرب بعض وقت بے قصور لوگون پر جواورون کے اختیار مین سمجھے پڑتی تھی۔ فی الواقع اونے پولیٹکل افسرون کا جو شمالی سندہ مین پولیٹکل ایجنٹ کی ماتحتی مین یا سفیر کی ماتحتی مین کام کرتے تھے۔ یہ لوگ کٹھ پتلیون کی طرح تماشہ کرنے والے کے اشارہ پر چلتے تھے مگر پولیٹکل افسرون کے نام ہی کے نسبت ایک مجنونانہ شور وغوغا مچ رہا تھا۔ جہان کوئی خطا سرزد ہوتی تھی۔ تو پرانے پرانے بزرگوار اپنے سر ہلا ہلا کر یہی کہتے تھے۔ کہ "بس انھین لونڈی پولیٹکل افسرون کا بہت ہے"۔ اونسے کوئی پوچھے کہ لونڈون اور مردون مین کہان آپ کی مرضی حد فاصل قایم کرنے کی ہے۔ اون لونڈے پولیٹکل افسرون مین کیا تنے مردون کی نہین ہے۔ اوس شکوک سن مین جو جوان کو پورے مرد سے علحدہ کرتا ہے وہ لوگ جو مرد کہلانا چاہتے ہین۔ کل مچھون پر استدلال کرتے ہین بعض داڑہی پر اور بعض اپنی مختصر موچھون پر۔ اب کوئی شخص اون چہرون کو دیکھے جن پر گھنی داڑہیان اور چھریان نظر آتی ہین۔ اور اون داڑہیون کو ملاحظہ فرمائیے جو کمر تک لٹکی ہوی ہین۔ اور کہئے کہ یہ لونڈے ہین۔ واقعی یہ نہایت تمسخر آمیز خیال بلکہ ایک بہت اچھا مذاق ہے کہ ایسے مدت کے کار کردہ اور فرسودہ لوگون کو محض لونڈا کہا جائے۔

لیکن قطع نظر مذاق کے ہم یہ پوچھنا چاہتے ہین کہ پولیٹکل افسرون کی نسبت یہ لچر بیان کیون کیا جاتا ہے۔ کیونکہ کسی جماعت کی خدمت یا تعریف لچر امر ہے۔ کوئی ملٹری افسر جو ہندوستانیون کے طرز وروش سے زیادہ واقفکار نظر آیا اور اوسنے ہندوستانی زبانون کو سیکھ لیا یا اوسنے اور طور پر قابلیت ظاہر کی تو اوسے ملکی معاملات کے صیغہ کے لئے منتخب کر لیتے ہین۔ پس پولیٹکل افسر فوجیون سے

علیحدہ نہین ہوتے۔ بلکہ اونھین مین سے ہوتے ہین اور اونھین کے ساتھہ جلد یا دیر مین جاکر ملجاتے ہین۔ کم لوگ ایسے خوش قسمت ہوتے ہین جو اس خدمت پر مقرر کیے جائین تا وقتیکہ وہ دس بارہ سال تک ہندوستان مین نہ رہ لین اور اونچے درجے رزیڈنٹ یا پولیٹکل افسر کے بیس یا تیس سال کی ملازمت کے بعد ملتے ہین یعنے چالیس سال کے سن کے قریب۔ چنانچہ میرے ایک شناسا افسر سے جنھون نے پندرہ سال تک کام کیا تھا اور بطور فرسٹ اسسٹنٹ کے نہایت شہرت حاصل کی تھی۔ جب رزیڈنٹ کا عہدہ خالی ہوا کہا گیا کہ ہر چند کہ اونکی خدمات قابل قدر ہین تاہم بوجہ انکے کمی عہد ملازمت کے باعث اونکی ترقی غیر ممکن ہے۔ پولیٹکل افسر کی خدمات بہ نسبت اوس عہدہ کے فوجی افسر کے زیادہ سخت اور اوسکی ذمہ واریان زیادہ عظیم ہوتی ہین بجز اون چند گھنٹون کے جب وقت جنگ آزمائی کا آجاتا ہے۔ لیکن اگر چند پولیٹکل افسر ناکامیاب ہوے اور انکی غلط تدبیرون سے ہمارے سر پر بدنامی اور نقصان آیا تو یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ہندوستان کے ملکی معاملات کے صیغہ مین ایسے لوگ ہوے ہین جیسے میلکم و الفنسٹن و منرو و کلوز و پاٹنجر و اوٹرم و لارنس۔

لارڈ النبرا نے جو ایک خط پولیٹکل اجنٹ متعینہ سندہ کو الہ آباد سے ۲۲ مئی سنہ ۱۸۴۲ء کو لکھا تھا وہ قابل لحاظ ہے کیونکہ اوس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اونھون نے کیون اوٹرم کرنیل ٹیلر اور دوسرون کو برطرف کیا۔ وہ لکھتے ہین کہ "انگریزی افسر چاہے اوسکا چال چلن جو کچھہ ہو جب کسی چھوٹے سے ہندوستانی دربار مین کام کرنے لگتا ہے تو اس سے بمشکل امید ہوسکتی ہے کہ عرصہ تک اپنے اہل ملک سے جدا رہکر اپنے گرد و پیش کے لوگون کے خیالات اور تعصبات کو نہ حاصل کرنے لگا۔ اور کسیقدر وہ ناطرفداری اور کام مین مضبوطی اوسکی طبیعت سے نہ چلی جاے گی جو

گورنمنٹ کے قایم مقام مین ہونی چاہیئے"۔ لارڈ موصوف کی اس تحریر مین کسیقدر
دانشمندی کے آثار بھی ہین گوکہ لارڈ البنرا جیسے تجربہ کار مباحثہ کرنے والے کے لئے
یہ فی الجملہ غلط ہے۔ لارڈ موصوف کی اس سے کیا غرض ہے کہ کسی چھوٹے سے ہندوستانی
دربار مین رہنے سے انگریزی سفیر اپنے گرد وپیش کے لوگون کے خیالات اور
تعصبات کو حاصل کر لیتا ہے۔ کیا اسکے یہ معنی ہین کہ اگر کوئی شخص جن لوگون
مین ہو تو رفتہ رفتہ وہ اپنے ملک کی عورتون سے نافر ہونے لگے گا۔ اور وہان
کی مستورات سے ملوث یا یہ کہ بارہ سال تک سر کے بل سپاری کے بل ن کے اندر
کھڑا رہکر اعلے درجہ کی عبادت کرے گا یا یہ کہ حیدر آباد مین رہکر دل رفتہ رفتہ جیبکیون
اور تپسیون سے انس کرنے لگیگا۔ اور دماغ کثرت ازدواج یا پردہ نشینی عورات کو
فی الجملہ عمدہ تصور کرنے اور انگریزی زین لحم خنزیر اور شراب کہنہ کو ناقص سمجھنے لگیگا
اسی اصول پر اہل پولیس لوگون کی جیب کترلے سکتے ہین۔ اور بہت جلد خود اس
اصول کے مصداق ہو سکتے ہین کہ "جنکو چورون سے کام رہتا ہے وہ خود چوری
کرتے ہین"۔ اور یہ چھوٹے ہی دیسی دربارون مین بیچارے پولیٹکل افسرون کی
خرابی متصور ہے اور اون پر یہ مثل راست آتی ہے کہ "میرا زخم اس وجہ بڑا ہے
کہ وہ بہت چھوٹا ہے"۔ اور جس سے آگے چلکر یہ لچر نتیجہ نکل سکتا ہے کہ "اگر
نہو تو اور بھی بڑا ہوگا ۔ ملنا جو اگر نہین آسان تو سہل ہے ۔ دشوار تو یہی ہے
کہ دشوار بھی نہین"۔ اور دیسی دربار کے کیا معنی سمجھنے چاہئین یعنے غیر ملک کے
دربار نہین تا وقتیکہ دیسی کے معنی غیر ملک کے نہون۔ یا یہ عجب خاصہ صرف چھوٹے
چھوٹے ہندوستانی دربارون کو حاصل ہے۔ اس سے لازم آتا ہے کہ فرانس
یا روس کے دربار مین یہ اثر سفیر پر ذرا نہین ہو سکتا۔ وہان ہم او سپر سنجوبی
بھروسہ کر سکتے ہین اور یہ صرف بعض خطون کا اثر ہے کہ ہمارے سفیرون پر یہ عجیب

تغیر واقع ہوتا ہے۔ مگر مین بھول گیا شرط یہ ہے کہ "ہمارا سفیر عرصہ تک اپنے ہموطنون کی محبت سے محروم رہا ہو"۔ افسوس کی بات ہے کہ لارڈ ممدوح نے کوئی مین ذہن بتائی یا یہ کہ اس "عرصۂ تک" کی عبارت سے اونکا کیا مقصود ذہنی ہے۔ انسان کی زندگی مین دس سال بھی ایک مدت مدید ہے اور اسکے برعکس لمبی تعطیل (طلبا اسپر افسوس کرتے ہین) صرف چند مہینون کی ہوتی ہے۔ مین اس عبارت کے معنی نہین لگا سکتا۔ بعض گورنمنٹ کے لئے تین سال تک رہنا ایک مدت ہے اور بعض کے لئے پانچ سال بھی کم ہین۔ سندہ کی سخت حرارت مین ایک دن بھی بہت بڑا ہے اور شملہ کی سرد پہاڑی پر بہت چھوٹا۔ کوئی اس مہمل لفظ کے معنی نہین لگائے جا سکتے جو ہندوستانی زہر کی طرح موقع پر استعمال کیا جاتا ہے اسقدر کہنا کافی ہے کہ شمالی سندہ مین پولیٹیکل افسر یورپین لوگون کی صحبت سے عرصہ تک کبھی محروم نرہتے تھے اور ہمارے رہنے کے مقامات چھوٹے چھوٹے دیسی دربار ہوتے تھے۔ بلکہ بڑے بڑے کمپوشل شکارپور اور سکر کے۔ تاہم ہملوگون کو خواہ مخواہ اون شخصون سے ہمدردی ہوتی تھی جنپر ظلم کیا جاتا تھا اور جنکو ناحق برا بھلا کہا جاتا تھا۔ سچ تو یہ ہے کہ وہی امور جنکے باعث لارڈ النبرا کی راے مین ہندوستان کے پولیٹیکل افسر اپنے ملک کی خدمت ادا کرنے کے قابل نہین ہوتے ایسے اسباب ہین جنسے بہ نسبت اور باتون کے وہ اوس غرض کے قابل ہوتے ہین۔ یہ صرف ہندوستانی ریاستون مین عرصہ تک رہنے کا سبب ہے کہ لوگ ہندوستانیون کے خیالات اور تعصبات کو سمجھنے اون خیالات کی رعایتین کرنے اور ناحق اونکو صدمہ پہونچانے سے محترز رہتے ہین۔ اور اس ذریعہ لارڈ النبرا خوب سمجھ لین کہ ہندوستانیون کو راضی رکھتے اور تمام ملک کو باز رکھتے ہین کہ وہ ہم لوگون کو مورد حقارت و نفرین سمجھکر یکسر باغی ہوکر یہان سے خارج نکردے۔

وہ زمانہ آنے دیں جب کہ کروڑوں باشندگان ہندوستان کے خیالات اور تعصبات کو پامال کرنے کی کوشش کیجائیگی تو لوگوں کو کیفیت معلوم ہوگی -

خیر جب ہوگا دیکھا جائیگا میری بدقسمتی کو دیکھئے کہ میں جب سوار ہوا. تو مجھے اس مصیبت کا علم نہ تھا جو مجھپر آنے والی تھی. دراصل مجھے نو ماہ تک معلوم نہوا تھا کہ مجھپر کیا گذری. پس کفایت سے مگر اوس تنخواہ کے اندر خرچ کرکے جو میں ہر طرح اپنے تصور کرنے کا مستحق تھا. بحری سفر سے واپس آنے پر مجھے معلوم ہوا کہ میں نے اپنی اگلی بچت کے دو ہزار روپیہ صرف کر ڈالے مگر مجھے لازم نہیں ہے کہ بیچارے امیروں کی بڑی بڑی تکلیفوں کا ذکر کرکے اپنی چھوٹی چھوٹی شکایتوں کو بیچ لیکر بیٹھوں. اونکے بارہ میں میں کوئی بات ایسی نہیں کہوں گا. جواونکے معاملہ پر نوئی نئی روشنی ڈالی یا ظاہر کوئی نئی دلیل معلوم ہو. کیونکہ میں خود اوسوقت موجود نہ تھا جب تالپر خاندان کے ساتھ رسم موافقت ختم ہوا اور نہ مجھکو اسقدر تحمل ہے کہ سرکاری کتاب (بلوبک) کی تمام غلط بیانیوں کی ایک فہرست بنا دوں. مجھے صرف اسقدر خفیف طور پر ثابت کرنے پر قناعت کرلی چاہیئے کہ ہمارے تعلقات خیرپور کے امیروں کے ساتھ اس طور پر انجام پانے تھے کہ کوئی موقع اسکا نہ تھا کہ میر علی مراد کے اور امیر شمالی سندہ کے ہم سے خوشنود رہیں - چاہے لوگ مجھے بار بار اعادہ کرنے کا الزام دیں. مگر میں پھر کہونگا. صلحنامہ کی اس شرط کے معنی میں الٹ پھیر کرکے جس سے میر رستم کو دریا سندہ کے ہر دو جانب کے قلعہ جات کی - دی گئی تھی. ہم لوگوں نے کافی حیلہ قلعہ بکر پر قبضہ کرنے اور پھر اوسے ہمیشہ اپنے پاس رکہنے کا نکالا - میں اسے پھر مکرر کہونگا - کہ ہمارا یہ حیلہ کہ ہمنے خراج کے وصول کرنے کے حقوق جو شاہ شجاع کو حاصل تھے خرید لئے ہیں اور اس بنیاد پر امیروں سے اٹھائیس لاکھ کا مطالبہ کرنا بالکل ہمارے شایان نہ تھا کیونکہ شاہ

عرصہ سے کابل کی بادشاہت سے معزول ہو چکا تھا اور ہم لوگون نے خوددوست محمد
کو تسلیم کر لیا ہوتا اگر اوسنے ہماری شرطین قبول کی ہوتین، اور خوددوست محمد نے
کبھی سندہ سے خراج وصول کرنے کا دعوے نہین کیا اور جب کہ خود سرکاری کتاب
سے ظاہر ہے کہ اس اٹھائیس لاکھ کا وہ حصہ جو میر مبارک سے یافتنی تھا اتنی
عرصہ تک یون ہی پڑا رہا حتے کہ ہمنے اوسکا مناسب وقت تجویز کرکے وصول کیا
اور اس درمیان مین میر مبارک مفروضہ مدیون اور شاہ شجاع مفروضہ دعویدار
دونون رحلت کر گئے تھے ۔ اسپر طرہ یہ تھا کہ میر مبارک کا بیٹا نصیر خان جس سے
پھر دعوے کیا گیا وہ ایسی رقم کے ادا کرنے کے بالکل ناقابل تھا جو اوسکی کل آمدنی
سے کئی حصہ زیادہ تھی ۔ مبارک خود نہ ادا کر سکتا نہ کہ اب اوسکی جائداد پانچ
فرزندون پر تقسیم کی گئی تھی ۔ اسکے علاوہ اوس سلوک پر بھی خیال کرنا چاہیے
جو ابتدا ہی سے میر رستم کے ساتھ ہمارے پولیٹکل افسر نے روڑی کے کاروائی فتح محمد
غوری وزیر کے معاملہ مین کیا ۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ دریاے سندہ کے ایک
جانب ایک جماعت عیار اور راشی منشیون کی محمد شریف کی حمایت پر تھی ۔ اور دوسری
جانب علی مراد کی اور انکے بیانات کی صداقت کی جانچ جو میر رستم اور اوسکے وزیر
کے بارہ مین کی گئی اون قابل مضحکہ بیانات سے کیجیے جو سرکاری کتاب مین مندرج
ہین مثلاً جیسا کہ نمبر ۱۸۴ مین فتح محمد کو میر رستم کا خانہ زاد غلام کہا ہے ۔ حالانکہ وہ اون
اطراف کا ایک نہایت ہی شریف زادہ تھا اور اوسط سن کے گذر جانے پر سندہ مین
بہاولپور سے آیا تھا ۔ یہ خوب یاد رکھنا چاہیے کہ جو منشیون سے امیرون کے معاملہ
مین خدمت لیجاتی تھی اون مین سے کسی ایک نے دغابازی رشوت ستانی کے
جرم مین سزا پائی تھی ۔ اور اون مین سے ایک کے کاغذات مین ایک خط دستیاب
ہوا تھا جسکی نسبت بیان تھا کہ نصیر خان حیدرآبادی نے کسی دربار ـــ کو لکھا

تھا اور گو کہ ہم لوگوں نے اوسے اصلی تصور کیا اور یہ خیال کیا کہ منشی نے اپنی غرض مخفی کے لئے اوسے چھپا رکھا۔ ہم لوگ یہ بھی قیاس کر سکتے تھے کہ وہ جعلی تھا۔ اور اس غرض سے بنایا گیا تھا کہ اگر امیر منشی پر رشوت طلب کرنے کی تہمت لگائین تو اوسوقت وہ کام مین لایا جاوے اور بعد کو اوسی قسم کے کاغذات سندھ ہستانیوں کے ذریعہ سے امیرون کے خلاف پیش کئے گئے۔ اور بالتصریح اون لوگون نے اوسنے انکار کیا مگر ہم لوگون نے اوسکین اصل کچھ ایسے افسرون کے بیان پر تصور کیا جو اوس زبان کو کچھ نہ سکتے تھے[۵۱]

بی برگ کے مظہرہ خط کی نسبت (قطع نظر اوروں کے) یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ صاف صاف جعلی تین وجہون سے ہے۔ اوّل یہ کہ امیرون نے ایک مرتبہ بی برگ کے فرقہ کے بعض لوگون کے گرفتار کرنے مین جو ہمارے قبضہ سے نکل بھاگے تھے ہماری مدد کی تھی جس سے ظاہر ہے کہ وہ اوس سے تعلق نہ رکھتے تھے۔ دوسرے یہ کہ ہمارے سندھ مین داخل ہونے کے کچھ عرصہ قبل امیرون نے بگٹیون کی پہاڑی مین شکست فاش کھائی تھی جسمین اونکے ایک خاص سردار کا بازو کٹ گیا۔ اور کئی چھوٹے چھوٹے سردار اور آدمی کام آئے۔ تیسرے اگر امیرون کو پہاڑی بلوچیون کی مدد کی ضرورت ہوتی تو اونھون نے بی برگ کو نہین بلکہ بجر خان ڈمکی کو لکھا ہوتا۔ کیونکہ اوسنے بجاے امیرون کے بی برگ پر زیادہ دباؤ ڈالا ہوتا۔ اور وہ صرف شمالی سندھ مین ایک قوی سردار نہین تھا بلکہ اوسی

---

۵۱ اسمین سے ایک افسر کپتان برون پر سر چارلس نیپر اپنا استدلال کرتے ہین ایک سوداگر کے لئے پروانہ پر دستخط کیا تھا کہ وہ سندھ سے اپنا مال کابل بلاادا ے محصول لیجاوے جب سر ولیم میکناٹن نے اوسکی بابت بازپرس کی تو معلوم ہوا کہ افسر مذکور کو معلوم بھی نہ تھا کہ اونھون نے کسی شئے پر دستخط کیا تھا۔ ۱۲

صرف ہرزہ کا تھا جبکے سندھ کے تالپر امیر تھے۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ ہم نے
جسقدر حملے بین کیں وہ اوسکے بعد ہوئین جب کہ امیرون نے بار بار کہا بھیجا تھا
کہ وہ اس اعزاز سے معاف رکھے جائین۔ (بخشو بی بلی چوہا لنڈورا ہی رہیگا) اور
صرف اسی امر سے کہ کسی خود مختار ملک سے اسکے فرمان روالون کے ظاہر خواہش
کے خلاف فوج ہوکر جائے۔ درخت کاٹ ڈالے جائین۔ محصول موقوف کردیے
جائین قلعون مین فوج تعینات کردی جائے۔ اور ناج اور لدو جانور خریدے
جائین۔ یوروپ مین قانون قومی کی شکست سمجھی جائے گی۔ اوسکے خیال مین
اسقدر باتین یاد رہین گی جس سے سندھ کے معاملہ کو چاہے جسقدر لوگ شیرین
بیانی کریں انصاف اوسے ہضم نکر سکیگا۔ مگر اس سے کیا اب معاملہ زیر تجویز
تھوڑا ہی ہے جو کچھ ہونا تھا ہوچکا۔ خاص خاص امیر سب مرکھپ گئے اور
اونکی جایداد بک گئی اور تقسیم ہوگئی۔ اسکے علاوہ انگریز بالعموم خوش ہین۔
اخبار ٹائمس خوش ہے جس سے تصور کر لیجیے کہ انگریز عوام الناس بھی خوش
ہین۔ مگر یہ تو کہیئے کہ ہندوستان والے بھی خوش ہین۔ کچھ ہندوستان کے
کروڑہا باشندون اور مسلمان سردارون کو بھی پرواہ کہ ٹائمس کیا بکتا ہے وہ
بھی راضی ہین۔ کسی لایق ہندوستانی کو ہندوستان کے بڑے شہرون
مین منتخب کرکے اس سوال کا جواب پوچھیے۔ اب بھی انصاف کا مجسم
مرقع ہے مثلاً میر صوبہ دار کو دیکھیے۔ اگر اون تمام لوگون کی تحریرات کو جانچیے
جنھون نے سندھ کی کیفیت لکھی ہے تو ایک حرف ایسا نہ ملیگا جس سے
ثابت ہو کہ یہ رئیس انگریزون کے دوست صادق ہونے کے سوا کچھ اور تھا
اونکے مفید ایک بڑی کتاب انتخابات کی تیار کرنی فضول ہے مگر سرکاری
کتاب مین میانی کی حسرت خیز جنگ کے وقت ہی پر کیا لکھا ہے۔ صفحہ ۲۳۰ کو

ملاحظہ کیجیے: "بہت سی باتون مین جہان میر نصیر نے ایک طریقہ اختیار کیا ہے تو میر صوبہ دار نے اوسکے خلاف بجز اون امور کے جنمین سرکار انگریزی کا نقصان ہو۔ کیونکہ انگریزی گورنمنٹ کا میر صوبہ دار ہمیشہ طرفدار رہا ہے چاہے دوسرے دربار کا جو کچھ ارادہ ہو" اور پھر صفحہ ۱۵۱ مین "مین نے میر صوبہ دار اور دوسرے امیرون مین ایک صریح فرق پایا۔ اوسنے پوشیدہ طور پر ایک ہندوستانی ایجنٹ ہمارے پاس روانہ کیا تھا کہ وہ ہمارے خلاف کسی صورت سے نہ لڑیگا" اور صفحہ ۱۷۸ مین مندرج ہے کہ "اس قسم کی مخالفانہ کارروائی سے میر صوبہ دار نے اپنے کو علیحدہ رکھا ہے" اب پھر صفحہ ۲۶۵ کو ملاحظہ فرمایے۔ لارڈ النبرا کے خط مین لکھا ہے کہ "میرا خیال ہے کہ میر صوبہ دار کو مجبوراً حیدرآباد کے اور سردارون سے ظاہر ساز کرنا پڑا ہے اور جون ہی موقع ہوگا۔ وہ علیحدہ ہو جائے گا۔ اب یہ بھی خیال کیجیے کہ ۲۷ جنوری تک یعنی میانی کی لڑائی کے کسیقدر دو ہفتہ قبل جو خود سر چارلس نیپیر نے میر صوبہ دار کا شکریہ (تتمہ کتاب سرکاری نمبر ۳۵) سرکار انگریزی کیسے ساتھ وفاداری اور عمدہ برتاؤ کرنے" کا شکریہ ادا کیا تھا اور کپتان برون نے بہی ۱۰ فروری کو یعنے لڑائی کے چھ دن قبل (تتمہ کتاب سرکاری نمبر ۱۷۸) تسلیم کیا تہا۔ کہ "صوبہ دار انگریزون کا دوست ہے" اور ایک گواہ سے دریافت کیا تہا کہ میر صوبہ دار نے پہلے کب مخالفت کا اظہار کیا جسکا اسنے یہی جواب دیا کہ مجھے معلوم نہین ہے یہ بھی تصور کرنا چاہیے کہ ۱۴ فروری کو یعنے لڑائی کے دو دن قبل میر صوبہ دار نے انگریزی کمشنر کو آگاہ کر دیا تہا کہ چونکہ مین بلوچیون کو روکنے کی کوشش کرتا ہون: پس میری جان معرض خطر مین ہے اور اگر میرے بلوچی ہمراہی سرکار انگریزی کی مخالفت کرین تو مین بے قصور سمجھا جاؤن۔ ان سب باتون پر غور کرکے یہ فرمایئے کہ سر ڈبلو نیپیر کا یہ بیان (فتح سندہ کا صفحہ ۳۳۲) کہ میر صوبہ دار

سبھی مثل اون امیرون کے بلکہ زیادہ خطاوار تھا عقل کے خلاف نہین ہے - یہہ
شخص جسکی زندگی انگریزون کے ساتھہ سلوک کرتے گذری مرگیا یعنے ہمارے
قیدی کے طور پر اور اوسکی مان اور اوسکے بڑے بیٹے نے جو ایک عمدہ جوان تھا
شکستہ دل ہوکر قضا کی - اب ایک ہی بیٹا باقی ہے - پس کیا یہ ترحم نہوگا - اگر وہ
نوجوان سردار اپنے ملک مین بحال کیا جاے جو تالپر خاندان کے باقی فتح علی
خان کا اکیلا وارث رہگیا ہے[1] اوسے وہ ضلع جو اوسکے باپ کے تھے دے
دیے جائین - اس تدبیر سے بلوچی فرقے جو ہمیشہ میر صوبہ دار کو اپنی قوم کا خلقی
سردار تصور کرتے تھے ہمارے دوست ہوجائینگے - اسکے سوا میر صوبہ دار کے
بیٹے کے ساتھ اوس خاندان کے بوڑھے اور ضعیف لوگون کو اپنے ملک جانے
کی اجازت دیدیجاے تاکہ اپنے وطن مین جاکر مرین - بڑے میر محمد کی جانب سے
کیا کھٹکا ہوسکتا ہے جو ایک نیک اور آرام طلب شخص ہے اور جسے سواے
اپنی تفریح اور شکارگاہ کے کسی اور بات کا کبھی خیال نہوا - یہ ایک پولیٹیکل افسر
سابق کی دلی دعا ہے کہ بیچارے قیدیون پر رحم کیا جاے اور سندہ کے معزول
امیرون کے اطفال اوس کمپنی کو دعا دین جسکے انتظام کی بدولت ہندوستان
ہم لوگون کے قبضہ مین ہے -

تیرہوان باب[۱۳]

ہیور تھہ ڈکس نے بہت صحیح کہا ہے کہ والٹر الکاٹ کے بعد میکالے
ہے سب سے عمدہ مورخ ہے - یہی راے اور بھی ایک مشہور مورخ کی نسبت ظاہر

---

[1] اگر کسیکی صورت اپنی کیفیت بزبان حال کہتی ہو تو میر محمد خورد کی صورت کہتی ہے - اوسکی
تصویر ناظرین ملاحظہ کرلین - ۱۲

لیجا سکتی ہے جسکی تصنیف مین تمام خوبیان جدت کی اون لڑکون کے لئے بھی ہین جو اون تاجرون مین جنکا اوسنے ذکر کیا ہے شریک تھے۔ جادوگر کے عصا کیطرح اوسنے سندہ کی مٹی کا اور ریت کو مس کردیا جس سے ایک نئی قوم پیدا ہوگئی۔ پرانے مہربان (۱) امیر اور سردار جو اکثر ہمارا خیر مقدم کیا کرتے تھے سب گذر گئے اور اون کی جگہہ دوزخی ظالم جو اپنے بچون کے قتل سے خوش ہوتے اپنی بیکس بیویون کو بے رحمی چابکون سے زدوکوب کرتے اور اپنی رعایا کو ظلم کی آہنی ایڑیون سے پامال کرتے ہین نکل آئے ہین۔ اون غول بیابانی کی صورتون کو حیرت آلودہ نگاہ سے دیکھکر جو ہمارے گروہ پیش نظر آتے ہین۔ ہم ناحق کسی زمانہ کے صورت آشنا لوگون کے متلاشی ہوتے ہین کیا یہ وہی ملک ہے جسمین ہم اکثر تن تنہا یا دو سوارون کو ساتھ لیکر سفر کرتے تھے۔ مگر اب خاک میانی کا جری سپاہی چلتے ہوے راستون سے بغیر پچاس سوارون کی محافظت (۲) کے چلنا حماقت تصور کرتا ہے۔ کیا یہ وہی رئیس ہین جنسے ہمنے ہمیشہ دوستانہ پیش آنے کے لئے حلف اُٹھایا تھا۔ یہ جانور جو بجز ظاہری صورت کے اور کچھہ نہین رکھتے کیا وہی حاکم ہین جنسے ہم وقت ضرورت اکثر امداد طلب کیا کرتے ہین۔ مگر کیون ہم قیمتی اوقات اون زیادتیون پر غور کرکے ضایع کرین جنکی نظیر بجز اوس معاملہ کے ضعف کے اور کچھہ نظر نہین آتی جنکی صفائی اونکے ذریعہ سے کیجاتی ہے۔ ہم اس بات کو نہ یقین کرینگے وغور کرنے والے عیسائی پبلک محض جھلون کی آب وتاب سے واقعات کو نظر انداز کریگی یا وہ چند سال کے گذر جانے کو اسقدر موثر ہونے دیگی۔ جسکی وجہ سے سندہ کے ظلم وبیداد وغارتگری وسفاکی کو فراموش کرڈالے گی۔ وقت اور منصف خدا نے اون واقعات کو ہویدا کردیا ہے جنکو اب زیادہ عرصہ تک

(۱) فتح سندہ حصہ دوم صفحہ ۳۴۸ - ۱۲ — (۲) منہ حصہ اول صفحہ ۲۰ - ۱۲

پوشیدہ نہین کر سکتے - اب وہ لوگ جنکا خون آجتک اسٹریا والون کے ظلم اور
ہنگری والون کے مصائب پر داستان سنکر ایک جوش مین آجاتے ہے
یہان آکر اوسنے بہی زیادہ ظلم اور اتنی ہی زیادہ تکلیفون کے حالات پڑہین جو ایک
خود مختار قوم پر جائز ہوئین جسکے وہ مستحق نہ تھے اور جو انگریزون کے باعث
ہوئین - یہ ہرگز ممکن نہین کہ جو لوگ اور دوسری داستان غم و الم سے گرکتے
ہین وہ اس سے نہ رنجیدہ ہون جو سب سے زیادہ حسرت آلودہ داستان ہے - کبہی
عیسائیون نے رنج و غلبہ سے سنا ہوگا - کیا وحشی ڈاکیون اور اونسے بھی زیادہ
وحشیون کے جو انسان اور حیوان کے درمیان برزخ کے طور پر ہین - جا ی نکل
آئینگے اور کوئی ایک کلمہ ہمارے خاص دوستون کے حق مین نہ کہے گا -
یا ہاتھ پاؤن نہ لائیگا - جنکی حفاظت کا ہمنے متواتر صلحنامہ سے معاہدہ صالح
کیا تہا اور جو ایسے مظلوم شخص تھے جنکے گرد عیاری اور بدمعاشی کا جال پھیلایا
گیا تھا اور جو ایسی دروغگوئیون سے پہانسے گئے تہے جنکے - سے روشنی
بھی اندہیری معلوم ہوتی تھی - انگلستان کے باشندو ذرا اپنی فخریہ آزادی کیجانب
غور کرو اور اپنی نبض کو اور زیادہ حرارت مین اُن لوگون کا خیال کرکے لاؤ جو
تمہارے ہاتھون سے اپنی آزادی اور مسکن کی محافظت کے لئے مارے گئے
اور اوس چھوٹے مگر زیادہ بدنصیب گروہ کے لئے اظہار ہمدردی کرو جو ایک
زمانہ مین تمہارے دوست بلکہ محسن تھے اور اب ایک دور دراز ملک مین جلا وطنی
کی مصیبت مین مبتلا ہین اور جنکے قید رکھنے والون کو تم لوگ تنخواہین دیتے ہو
اور جنکی اعانت اور مدد کے تم ایک وقت مین متلاشی ہوئے تھے - اے
انگلستان کی عورات ذرا اون شہزادون کی مان بہنون کا خیال کرو جن کے
زیورات اوتار لئے گئے ہین - گھر سے نکال دی گئی ہین اور ویران جنگلون اور بدنگاہ

کے سم اور ولدلوان مین آوارہ بے مونس وغمخوار مارے پھرتے ہین۔ لیکن اگر تم
مخاطب ہوگے تو یہ نہ خیال کرو کہ تمام سلطنتون کے گوشش ان زیادتیون کیجانب
سے بند ہین۔ افریقہ کا ملک بھی جو دور ہے اور صحرا کا ریگستان بھی آواز بازگشت
پیدا کرتا ہے۔ حال مین ایک مسافر جو اون ویرانون مین گشت کرتا تھا کیا کہتا ہے
اوسے سنو۔" ہماری گفتگو یک بیک ایک نامی شخص کے آجانے سے رک جو بن
کا بمنزلہ سلطان کے ہے۔ یہ شخص مشہور و مالدار و طاقت ور — بن موسی عطانی
کہلاتا ہے۔ اوسکا سن بہت زیادہ ہے اور عنقریب اندھا ہے اور کا سردار
ہے جو بہت زیادہ اور سر برآوردہ ہین۔ جب اوسنے یہ سنا کہ مین موجود ہون تو
تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد اوسنے پوچھا کہ اے نصاری تم سندھ سے
واقف ہو۔ مین نے جواب دیا۔ ہان۔ اوسنے پھر پوچھا کہ وہان انگریز ہین۔ مینے
کہا۔ ہان۔ اوسوقت اوسنے منھ پھیر کر لوگون سے کچھ عذامی زبان مین کہا۔ مجھے
بعد کو معلوم ہوا کہ اوسنے یہ کہا کہ یہ نصاری تمام مسلمان ملکون کو ہضم کرتے جاتے
ہین۔ اوسکے بعد اوسنے یک بیک مجھ سے سوال کیا کہ انگریز وہان جاکر کیون مسلمانون
کو ہضم کرتے چلے جاتے ہین بعد کو وہ یہان آئینگے۔ مین نے جواب دیا۔
کہ سندھ کے امیرون نے بیوقوفی کی کہ انگریزون کے خلاف سازش کی لیکن
سندھ کے مسلمانون کو وہی حقوق اور استحقاق حاصل ہین جو خود انگریزون کو
ہین۔ اوسنے کہا کہ یہ تو تم کہتے ہو اور پوچھنے لگا کہ تم لوگ گھر سے نکلکر دور مقامات
پر اور لوگون کے ملک چھین لینے کے لئے کیون جاتے ہو۔ مینے جواب دیا
کہ ترک بھی ایسا ہی کرتے ہین۔ اوسنے کہا کہ ہاے تم لوگ بھی ویسے ہی ظالم ہونا
چاہتے ہو جیسے کہ ترک ہین اور مجھ سے کہا کہ بس اب خاموش
رہو۔ حاضرین مین سے کوئی ایک کلمہ منھ سے نہ نکال سکتا تھا۔

یہ سکوت کچھ عرصہ تک رہا۔[۱]
ایسی عمدہ رائے جنہے سندھ کی فتح حاصل کی ہین۔ اور کیا یہ خیال کیا جا سکتا ہے کہ جہان اوس ملک کے ظلم و ستم کا حال افریقہ کے ویرانون تک پہونچ گیا ہے اونکا کوئی اثر انگریزون کے ہندوستانی رعایا پر نہین ہوا ہے اور اونہون نے اوسپر مطلق خیال نہین کیا ہے۔ آپ ایسے شخص کے بیان کا اعتبار کیجیے۔ جسکو سچ کے بگاڑنے مین کوئی غرض متعلق نہین ہے جو ہندوستان کے باشندون کو خوب جانتا ہے جسنے اونسے برادرانہ طور پر گفتگو کی ہے اور اونکی طبیعتون کو پہچانا ہے جو بڑے اور متکبر لوگون سے پنہان ہین کہ سندہ کے ظلم و ستم کی کیفیت لوح دل پر منقش ہے گو کہ اونکے لئے جو کچھ صدمہ اور رنجا ہے وہ پوشیدہ۔ بہاولپور کے خان نے سمجھی جسے سندہ کے فاتح اور گورنر جنرل نے اوس بے ایمانی سے حاصل کی ہوی زمین کا حصہ دیکر عزت بخشی تھی۔ اوس شخص کی آزادی کے لئے فدیہ دیا جسے انگریزی جرنیل نے نہایت ستایا تھا۔ مگر یہ بیان قبل از وقت ہے۔ اس معاملہ کو صاف طور پر سمجھنے کے لئے یہ ضرور ہے کہ سندہ کا قصہ جیسا کہ اسوقت ہے لکھا جائے۔ ایک مختصر بیان واقعات کا یعنے محض سچے حالات جنمین مبالغہ ہو اون جھوٹی روایتون کی تردید کرینگے جو دنیا کے روبرو بیان کیگئی ہین۔

اس بحث غلط کی تردید کے لئے کہ تالپر خاندان والون نے زبردستی ملک لیا تھا اور اسوجہ سے اور مناسب طور پر اوس سے محروم کئے جا سکتے ہین۔ جو اونھون نے ناجائز طریقہ سے حاصل کی تھی یہ ضرور ہوگا کہ چند کلمے اون اختیارات کے ابتدا کے بارہ مین کہے جائین۔ سنہ ۱۷۷۲ع مین سرفراز خان کلورا نے جو متلون

---

[۱] جیمس رچرڈسن کی تصنیف موسومہ صحراے اعظم کا سفرنامہ جلد اول صفحہ ۲۳۲۔ ۱۲

پیدا کر سکتا تھا تالپورون کے سردار بہرام کو جو سندھ کے نامی سردارون مین تھا معہ اوسکے ایک فرزند کے مروا ڈالا۔ اس ظالمانہ حرکت سے وہ تخت سے علٰحدہ کیا گیا لیکن اوسکے جانشینون مین سے ایک شخص غلام نبی نے اوس سزا کا خوف نکر کے جو اوسکی نازیبا کی ملی تھی مقتول سردار کے باقیماندہ فرزند کو قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ اس سے ایک جنگ ہوئی جسمین غلام نبی ہار گیا اور مارا گیا فاتح نے جسکا نام بجر خان ہے نہایت نرمی سے مفتوح ظالم کے بھائی عبد النبی کی اطاعت قبول کی۔ حالانکہ[1] کل سندھ اوسکے قبضہ مین آسکتا تھا اور وہ پہلا شخص تھا جسنے خلاف اطاعت کرنیکا لیا۔ مگر کسی تجربہ سے کلہورا خاندان کے بدنصیبون کو عقل نہ آئی۔ عبد النبی نے محسن یعنے اوس تالپر سردار کو قتل کر ڈالا[2]۔ تمام سندھ کے لوگ اس سے برافروختہ ہوے اور اوس ظالم اور دغاباز کلہورا کو ملک سے نکال دیا اوس تاریخ سے یعنے ۱۷۸۳ء سے سندھ کی حکومت تالپر لوگون کے سپرد ہوئی۔ سندھ کے لوگون نے بالاتفاق اوسکو اپنا حاکم تجویز کیا اور ہمارے پاس تحریری شہادت اون لوگون کی ہے جو اوس ملک مین گئے ہین کہ اوسوقت سے اوسنے فارغ البالی مین ترقی شروع کی۔ میجر رینل کی شہادت موجود ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ کلہورا لوگون مین بہت سے سندھی دوسرے ملکون مین اپنے حاکمون کے ظلم سے بھاگ جاتے تھے۔ اسکا مقابلہ امیرون کے عہد کی حالت سے کرنا چاہیے جیسا کہ مسٹر ہڈل کی رپورٹ مین اونھون نے بمبئی کی گورنمنٹ کو کی تھی ظاہر ہے وہ لکھتے ہین کہ سندھ کے تاجر ہوشیار اور تیز ہین اونکی حفاظت بخوبی ہوتی ہے

---

[1] میر نصیر خان مرحوم نے کسیقدر اس سے مختلف روایت اون معاملات کی جو یہان مذکور ہین بیان کی ہے اور یہان ہمنے یورپین سندون کے مطابق بیان کیا ہے۔ بیشک امیر کا بیان زیادہ مستند ہے اور ضمیمہ مین دیا ہوا ہے۔ ۱۲

[2] کتاب موسومہ امیران سندھ صفحہ ۲۳۔ ۱۲

گو کہ ٹکس کا اونپر زیادہ بار ہے مگر اسقدر نہین ہے کہ جس سے غیر ملک کے تجار اپنا وطن چھوڑ کر امیرون کی عملداری مین رہنے کے لئے نہ آئین [۵۱]۔ بمقابلہ کسی ملک کے جو درمیان دریا رسندہ اور فرات کے ہے سندہ کی نسبت کہا جا سکتا ہے کہ ایسا ملک ہے جو شائستگی مین بہت بڑھا ہوا ہے گورنمنٹ گو کہ سخت ہو مگر نگران اور با ترتیب ہے اور اپنے فوائد کا اسقدر خیال رکھتی ہے کہ تجارت یا ملک کی زراعت کو خراب نہین کرسکتی۔ رعایا مطیع اور بے شر ہین اور قوانین کا لحاظ کیا جاتا ہے۔

مسٹر الفنسٹن سنے بھی ثابت کیا ہے کہ تالپر لوگون کے پہلے حکومت پانے پر افغانون کی تباہی خیز حملون کا مقابلہ کرنا پڑا جنمین ایک مرتبہ مدد خان نے ملک کو اسقدر ویران کیا تھا کہ وہ بیس سال بخوبی نہ سنبھلا۔ باوجود ان سب باتون کے امیرون سنے حملہ آورون کے ہٹانے مین آخر کار کامیابی حاصل کی اور اپنی رعایا کو مطمئن کیا۔ اونکے قدمون کے نیچے حیدرآباد مالدار اور آباد ہو گیا اور یہ سچ طور پر کہا جا سکتا ہے کہ جہان افغانستان مین خونریزی اور خوف کی عملداری تھی اور خود ہمارے ہندوستان کی عملداری مین خونریزی اور غارتگری ہو رہی تھی۔ سندہ مین امن و امان تھا۔ امیرون کو متہم کرنے والے صرف اسبات کا جواب دین کہ اگر امیر ویسے منصف اور نیک بادشاہ نہ تھے جیسا کہ وہ یہان بیان کئے گئے ہین تو ساٹھ برس تک اون لوگون نے بلا کسی باہمی نزاع [۵۲] یا رعایا کی کسی بغاوت کے اوس سلطنت پر حکمران رہے۔

---

۵۱ کتاب موسومہ "امیران سندہ" صفحہ ۱۶ ۔۔ ۱۲

۵۲ صوبہ دار نے بغیر لڑائی کے اپنی ریاست پائی گو کہ اوسنے اپنے آدمی اکٹھا کئے تھے میر رستم اور علی مراد مین نوبت کی لڑائی اسوقت تک نہوئی جب تک کہ میر رستم بالکل حکومت سے خارج نہوا تھا ورنہ کبھی نہوئی ہوتی اگر ہم لوگون سنے علی مراد کی تائید اپنے آقائے نعمت سے باغی ہو جانے مین نہ کی ہوتی ۔۔ ۱۲

ایک وقت مین نہایت مفسدہ رہتا تھا - اتہام عائد کرنے والے اس بات کا جواب دین اور اگر ہوسکے تو اسکی کیفیت بیان کرین کہ سندہ کے لوگ اپنے بادشاہون کو بالاتفاق چاریار کے لقب سے کیون پکارتے تھے۔

اب ہم اپنے تعلقات کی تاریخ پر غور کرتے ہین جو سندہ کے ساتھ ۱۸۰۷ء سے شروع ہوے - جب وہان ایک سفیر بمبئی سے گیا اور انگریزون کیجانب سے ایک معاہدہ اتحاد کیا[1] جو اپنی حفاظت اور دوسرون پر حملہ کرنے کی شرائط پر میر غلام علی میر کرم علی اور میر مراد علی موجودہ وقت فرمانروایان سندہ سے طے پایا - جون ہی یہ اتحاد قایم ہوا ہم اوس بدقولی اور خلاف معاہدگی کے ساتھ جو ہمارے جملہ معاملات مین امیرون کے ساتھ نظر آتے ہین - ایک سفارت ۱۸۰۹ء اسکی منسوخی کے لئے بھیجا گیا[2] - مسٹر ہنکی اسمتھ کو جنھین یہ کام سپرد ہوا تھا - ہدایت کی گئی تھی کہ پہلے معاہدہ کو منسوخ کرین سندہ مین فرانسیسیون کے قیام کو روکین اور انگریزی اور سندہی گورمنٹ کے مناسب باہمی درجون کو قایم کرین جو ایک عجیب اور مذبذب جملہ تھا - ناظرین مین کوئی لاپروا شخص اون شکایتون کو سنکر ہنسے گا جو اوس وقت امیرون کی رقابت اور شکوک کی کیجاتی تھین جب اوسے یہ معلوم ہوگا کہ جس وقت ہم لوگ ایک ایلچی سندہ کے دربار مین پیامات اتحاد اور خلوص لیکر بھیج رہے تھے - ہمارا سفیر متعینہ کابل گورنر جنرل کو رائے دے رہا تھا - کہ ملک کو فتح کرکے اوسکے محاصل کا ایک بڑا جزو اوسکے خلقی اور جانی دشمن کے حوالہ کیا جاے - اور ملک سرکاری مقبوضات مین شامل کردیا جائے - مگر اوس لایق افسر کی نسبت انصافاً یہ کہا جاسکتا ہے اوسنے اپنی تجویز اس غلط خبر کے پانے پر پیش کی کہ امیرون نے ہمارے دشمن

---

[1] اسکا کوئی ذکر سرکاری کتاب مین نہین ہے اور نہ صلحنامہ شایع ہوا ہے - ۱۲

[2] سرکاری کتاب کے صفحہ اول مین صلحنامہ کو دیکھو جسکی ابتدا الفاظ "وا امیر اتحاد" سے - واہ کیا کہنا - ۱۲

فرانسیسیون سے سازش کرلی ہے یا اونکے ساتھہ اتحاد قایم کرنا چاہتے ہین۔
گورنر جنرل لارڈ منٹو نے اس راے کو اوس وقار اور خیال خوش معاملگی سے
نامنظور کیا جو ایک انگریز فرمانروا کے شایان ہے اور ساتھہ ہی ساتھہ سندہ کے
امیرون کو مطلق العنان بادشاہ تسلیم کیا اور افغان بادشاہ کے دعوی خراجگیری
جو اونکی نسبت کیا گیا تھا۔ متروک قرار دیا۔ سفیر نے اوس غلطی کو تسلیم کیا۔ جو
اوس سے سرزد ہوی تھی اور اپنی ناواقف کاری کا عذر ایسی تجویز کی نسبت پیش کیا
جو نامنصفانہ اور خلاف مصلحت ملک گیری تھی مگر کوئی ایماندار شخص نکہیگا کہ امیرون
کے شبہے بالکل بے بنیاد تھے انکا وعید اوس حملہ سے نہوسکتا تھا جو ہم نے
کچھہ پر ۱۸۱۶ع مین کیا اور آخرکار اوسپر ۱۸۱۹ع مین قبضہ کرلیا۔ یہ ملک سندہ کے
ہم سرحد ہے۔ ایک زمانہ مین تقریبًا اوسکے ساتھہ غلام شاہ کلورا نے ملحق کرلیا
تھا۔ کچھہ پر فتح حاصل کرنے سے سندہ کے ساتھہ ۱۸۲۰ع[۱] مین تجدید صلح نامجات
ہوی۔ یعنے ہم لوگون نے — اتحاد کا حلف اسوقت تک کے لئے لیا جبتک
کہ موقع مناسب ملک پر قبضہ کرنے اور اپنے دوستون کو برباد اور قید کرنے کا
نہ ملا۔ ۱۸۱۸ع مین امیرون نے ایک انگریزی افسر کو ملاقات کرنے کے لئے طلب
کیا۔ یعنے اوس قسم کے افسر کو جسکے وہ اپنے ملک مین آنے کے روادار تھے اور
وہ طبیب تھا۔ وہ[۲] افسر قسمتون سے امر حق کے لئے لایق اور غیر متعصب تھا یعنے
ایسا شخص تھا جسکی نیک مزاجی اور بہت سے اوصاف امیرون کو غالبًا ہمارے ہموطنون

[۱] سرکاری کتاب کا صفحہ اول ملاحظہ کرو۔ کیونکہ صلحنامہ تمام یوروپین اور امریکن کو سندہ مین
داخل ہونے سے منع کرتا ہے اور امیرون کو پابند کرتا ہے کہ چند ڈاکو فرقون کو کچھہ کے ہم سرحد تھے
غارت گری سے باز رکھین — ۱۲

[۲] ڈاکٹر جیمس برنس آف اوالس مشہور سیاح سر الکزنڈر برنس کے بھائی — ۱۲

کی نسبت پہلے سے عمدہ راے قایم کرنے کے لئے موزون تھی۔ اوسکی شہادت
کافی طور پر اون اتہامات مین سے بہتیرون کی تردید کرتی ہے جو امیرون کے خلاف
اونکی معزولی کو جائز کرنے کے لئے کہی گئی ہین۔ جب ہم کتاب موسومہ "فتح ہند"
امیرون کے دائمی نشئی حالت کا ذکر پڑہتے ہین تو ہمکو نہایت تعجب ہوتا ہے کہ
ایک طبیب جو اونکے ہان مہینون تعینات رہا ذیل کی کیفیت انکی بیان کرتا ہے[۱]
سندہ کے امیر عیش و عشرت مین معمولی مسلمان بادشاہون سے کم غرق ہو رہے
ہین۔ میر مراد علی نے ایک مرتبہ مجھسے دریافت کیا کہ آیا مجھے کوئی اعتراض اوسکے
دارو پینے پر ہے جسکے معنی مینے معمولی طور پر فقط شراب کے سمجھے اور مینے کہنا شروع
کیا کہ تمام محرک عرقون بالخصوص شراب سے اجتناب بہتر ہوگا کہ اسنے مجھکو روک کر کہا
کہ آپکے روبرو اوس ممنوع شئے کا نام نہ لین مجھے بعد کو معلوم ہوا کہ اونکی غرض انار سے
تھی اور گو کہ اس حکایت سے لوگ ظاہرداری کا اظہار بہت سے لوگون کے روبرو تصور
کرین تاہم مجھے یقین ہے کہ یہ امر محقق ہے کہ امیر نشئی اشیا کا استعمال نہین کرتے
اونہون نے بیغیرتی کے ساتھ اون لوگون کو بدر کر دیا ہے جو شراب پیکر گئے ہین۔
اعد میر علی مراد کی ملازمت ایک بلوچی عالی نژاد سردار بہادر خان بہت عرصہ تک ایک بار نشہ
مین پائے جانیکے باعث معطل رہا۔ امیر بالعموم تنکھرون کی قسم کی ادویہ کے استعمال سے متعرض
اسی لئے ہوتے تھے کہ انمین شراب تھی۔ انکی دربار مین حقہ تک نہین نظر آتا اور نہ خاندان مین کوئی افیم کھاتا ہے[۲]

---

[۱] کتاب "امیران سندہ" صفحہ ۲۷ — ۱۲

[۲] متواتر بیانات جو امیرون کے نشئی ہونیکے "فتح سندہ" مین دئے ہوے ہین وہ اوسی قسم کے ہین جو اونکے پڑھنے
یا لکھنے کے ناقابل ہونیکے بارہ مین ہین۔ اسکا مقابلہ اس سے کیجئے جو ڈاکٹر برنس نے نصیر خان کی نسبت لکھا ہے:
"میرے پیروانہ روانگی مین حیدرآباد کیجانب ہز ہائنس کی پارسائی اور شاعری کی ہمیشہ تعریف ہوا کرتی تھی۔ بنیمہ ایک مرتبہ انسنے
درخواست کی کہ وہ ایک جلد اپنی تصنیفات موسومہ دیوان جعفر عنایت کرکے افتخار بخشین" — ۱۲

امیرون سندہ کے وزیر اور مشیر معتمد الیہ کی نسبت وہ ہمیشہ بہت قابل لحاظ کیفیت بیان کرتا ہے"

اوسی روز دن بھر جبکہ مین بستر لگا رہا تہا وہی چھوٹا مرزا جو میرے ساتھ اسوجہ سے خوش اعتقادی تہی کہ مین اوسکے بچون پر زیادہ توجہ کرتا تہا اور اوسکے ساتھ ہمکلام ہوا کرتا تہا میرے پلنگ کے پاس سے نہ ہٹا اور جسوقت میرے حواس درست ہوے تو پہلے میری نگاہ اوس بوڑھے شخص پر پڑی کہ میری صحت کے لئے مستعد ہے۔ ایسی ہمدردی بہتیرے لوگون کے شایان اور قابل تقلید ہے جو زیادہ طبیب فریب اور عمدہ تر تعلیم یافتہ سمجھتے ہین" ڈاکٹر برنس لکہتے ہین کہ "مذہب کی پابندی مین امیرون کا کل خاندان نہایت ثابت تہا اور دربار نے اون مین سے بہتیرون کو دربار عام مین نماز پڑہتے دیکہا ہے"

جب سے ڈاکٹر برنس حیدرآباد گئے کوئی امر قابل لحاظ ہمارے سندہ کی آمد ورفت مین سنہ ۱۸۳۱ع تک واقع نہوا۔ اوسوقت سر الکزانڈر برنس جو اوسوقت لفٹنٹ برنس تہے وہان رنجیت سنگہ کے لئے تحایف لیکر آئے اور اونکو پوشیدہ احکامات دریار سندہ کی راہ کی تجسس کے دئے گئے تہے۔ تعجب ہے کہ امیر غیر ملک والون کیساتہ رقابت مین اصرار کرتے تہے اور ایک سندہی سپاہی نے دلیرانہ زیرکی سے بجواب ہمارے سفیر کے اس کلام کے کہ مین تنہا آیا ہون کہا کہ "برا ہوچکی کیونکہ تمنے ہمارا ملک دیکہ لیا[1]۔ جب لفٹنٹ برنس دریا کے چڑہاو پر روانہ ہوے تو ایک سندہی نے اپنے ہمراہی سے مخاطب ہوکر کہا" افسوس اب سندہ جاتا رہا کیونکہ انگریزون نے دریا کو دیکہ لیا جو اوسکی فتح کا رستہ ہے۔" گوکہ امیرون نے صاف صاف ثابت کردیا کہ وہ اصل غرض ہماری آمد کی سمجہ گئے تاہم وہ ہمارے سفیر کے ساتہ باخلاق پیش آئے اور گورنمنٹ کی خواہشون کو جب وہ اونسے ظاہر کی گئی فوراً منظور کرلیا[2]۔ خیرپور کے

[1] برنس کے سفرنامہ "جلد تیسری" صفحہ ۱۸ — ۱۲

[2] سفرنامہ برنس صفحہ ۲۷۰ — ۱۲

حاکم میر رستم نے اور بھی زیادہ خواہش خوشی کرنے کی ظاہر کی۔ اوسنے ایک معتمد افسر محمد گوہر کو اسی میل آگے ہمارے سفیر کے استقبال اور انگریزی گورمنٹ کی کامل اطاعت کے اظہار کے لئے روانہ کیا۔[1] سفارت کے ساتھ بہت سا سامان بھیڑ آٹا اور میوہ و مصالح و شکر و گھی و مکھن و تنباکو و افیم وغیرہ کا جسپر ہمارے لوگون نے خوب ہاتھ مارے۔ بھیڑیان ذبح ہوکر پکائی جاتی تھین، چانول اور گھی کا فر بدار طعام پکتا تھا اور مین یقین کرتا ہون کہ تمام لوگ میر رستم کا اوسیطرح شکریہ ادا کرتے تھے جسطرح ہم لوگ کرتے تھے اور مین نے یہ خیال کیا تھا کہ یہ تحفہ ابتدا ایک ایسی ضیافت کی تھی مبور وزانہ اوس عرصہ تک ہوا کی۔ جب تک ہم لوگ اوسکے ملک مین رہے یعنے تین ہفتہ۔ تھوڑے ہی دنون کے بعد میر رستم کا وزیر شیخ محمد خان غوری ہمارے سفیر سے ملنے آیا۔ اوسکو ایک بوڑھے شخص نے بیان کیا ہے جو نیک اور خلیق تھا۔ لفٹنٹ برنس لکھتے ہین کہ ”ہماری مدارات لطف و کرم کے ساتھ کی گئی۔ وزیر نے ہمکو اطمینان دلایا کہ اوسکے آقا کو ہماری آمد کی خبر سنکر نہایت خوشی ہوی کیونکہ اسے عرصہ سے خواہش تھی کہ انگریزون سے زیادہ خلوص پیدا ہو اور اتبک گورمنٹ کے کسی سفیر سے ملاقات نہوئی تھی۔ اوسنے کہا کہ میر رستم کو اس بات کا زعم نہین ہے کہ وہ اپنے کو ایسی بڑی اور طاقت ور قوم کے ہم پلہ تصور کرے۔ لیکن یہ امید ہے کہ اوسکے بہی خواہون مین اوسکا شمار کیا جائے اور ایسا شخص خیال کیا جاے جو ہر حالت مین خدمت کرنے پر آمادہ ہے“۔ اوسکے بعد لفٹنٹ برنس نے خیرپور مین میر رستم سے ملاقات کی۔ کسقدر استعجاب کے ساتھ ہم اوس شخص کی تقریر پر نگاہ کرتے ہین جسنے ”فتح سندھ“ مین شرابی اور عیاش شخص لکھا ہے۔ ناظرین ذرا اس شبہہ کا انصاف کرین۔ جو کچھ امیر کہتا تھا اوسمین اسقدر ملایمت تھی کہ ہم لوگ یقین نہ کرسکتے تھے کہ ہم بلوچی

[1] سفرنامہ برنس صفحہ ۲۰ — ۱۲

دربار مین اسوقت موجود ہین۔ اسنے افسوس ظاہر کیا کہ ہم لوگ ایک ماہ تک اوسکے
ہان قیام نکر سکے اور چونکہ ہم لوگ رخصت ہونے پر آمادہ سنتے۔ ہمکو اوسنے اپنا
خاص بجرا دیا اور سرحد تک اپنے وزیرزادہ کو ساتھ کر دیا۔ اور کہا کہ جب تک خیرپور
کی عملداری مین رہین ایک بلوچی سپاہی (اپنی جانب اشارہ کرکے) کی مہمانداری
کو قبول کرین۔ مین بیان کرنا چاہتا ہون کہ جس مہمانداری کا اوسنے اسقدر انکسار
کے ساتھ بیان کیا وہ یہ تھی کہ روزانہ آٹھ یا دس بھیڑ اور ہر قسم کا سامان ڈیڑھ سو
آدمیون کے لئے ملا کرتا تھا اور جب تک خیرپور مین رہے وہ ہر روز ہمارے استعمال
خاص کے لئے بہتر قابین کھانے کی بھیجا کرتا تھا۔ قبل روانگی امیر اور اوسکے خاندان
والون نے دو خنجر بھیجے اور دو تلوارین جنکے قبضون پر طلائی کام زیادتی سے ساتھ تہا
ایک کا قبضہ اسی پونڈ مالیت کا قرار پایا تھا۔ انکے ساتھ بہت سے کپڑے ریشمی اور
سوتی آئے تھے اور ایک تھیلی ہزار روپیون کی تھی جسے مین نے یہ لکہکر واپس کیا
کہ اب کوئی شئے زیادہ میر رستم خان کی عنایت کے یاد رکھنے کے لئے مجھے
درکار نہین ہے "

برنس کے سفرنامہ کی تیسری جلد کے دیکھنے سے بہت سی سندین اسی قسم
کی میر رستم کی عمدہ خلیق اور اعتبار کرنے والی طبیعت کی ملینگی۔ اور واقعی ایک
لفظ بھی اوس شخص کی زبان سے جو اوس سے ذاتی واقفیت رکھتا تھا اور جسکو کسی
غرض سے کام نہ تھا اون تمام لوگون کے حاسدانہ الزامات سے زیادہ وزن رکھتا
ہے جنھون نے سندہ مین کبھی قدم نہین رکھا نہ وہان کے کسی باشندے سے گفتگو
کی اور جنکی غرض بالکل ظاہر ہے۔

اب انگریز کئی سال سے اپنا موقع ڈھونڈھ رہے تھے یہ بات تحقیق ہو چکی
تھی کہ دریائے سندہ قابل جہازرانی ہے اور امیرون کے جواہرات و تحائف جو

وہ یورپ میں لوگوں کو جو اونکے پاس جاتے تھے دیتے تھے ثابت کرتے تھے کہ وہ مالدار ہیں۔ انگریزی گورنمنٹ سے اون لوگون کو رفتہ رفتہ الفت ہوتی جاتی تھی۔ یہ مناسب سمجھا گیا۔ کہ اون سردارون سے زیادہ اتحاد بڑہایا جاوے جنکے دار السلطنت میں سپاہی اسقدر آسان تھی ۔اور جو اپنے محافظین کے اخراجات کو ادا کر سکتے ہیں ۱۸۳۲ء و ۱۸۳۳ء کے صلحنامون سے ہمنے دریاے سندہ کی جہازرانی کو قایم کیا۔ امیرون کو ایک نئے زمانہ کیجانب متوجہ ہونے کی تعلیم دی گئی۔ انکو گیا کہ تجارت اپنے طلائی بازون سے اسقدر دولت لائیگی۔ جو ختم نہوگی۔ دولت اور شایستگی ملک میں پھیلائی جاے گی۔ اور امیر خود باطمینان انگریزی جھنڈے کے سایۂ حمایت مین رہین گے۔ یہ خیالات آیندہ کے تو خوب ہیں مگر بالفعل امیرون کی آمدنی جو دریاے سندہ سے ہوتی ہے رفتہ رفتہ کم ہوجانیوالی ہے۔

اس امر کا بالکل ناپسندیدہ شبہہ دفع کرنے کے لئے جیسے ناممکن واقعات کہہ سکتے ہین دونون معاہد سلطنتون نے باہم اقرار کیا کہ ایک دوسرے کے مقبوضات پر نسلاً بعد نسل نگاہ طمع نلائے۔ یہ شرط گو کہ عبارت سے بدرجہ مساوی فریقین پر عائد ہوتی ہے تاہم خاص امیرون پر واجب التعظیم تصور کی گئی ہے جنکی فوج مین کئی ہزار بے قاعدہ سپاہیون کے ہونے سے جو کمتر او مطیع ہین یہ زیادہ غالب تھا کہ وہ ہندوستان کے فتح کا قصد کرین بہ نسبت اسکے کہ ہماری گورنمنٹ جسکے پاس پانچ لاکھ یا کے قریب سپاہی زیادہ تر قواعددان ہین سندہ کے فتح کا قصد کرنے۔ مگر اس بات کو ہم درگذر کرتے ہین اور اس مشہور اتحاد ثلاثہ کا ذکر کرتے ہین جو ۱۸۳۸ء مین مابین کابل کے مسلمان بادشاہ و لاہور کے سکھ فرمانروا اور انگریزی گورنمنٹ کے طے پایا۔ انگریزون کو ایک سخت خوف روسیون کا ہندوستان پر حملہ کرنے کا ہوگیا تھا۔ اسلئے اونکی خواہش تھی کہ اس خیالی

خطرے کے روک کے لئے افغانستان مین ایک دیوار قایم کرین۔ اسباب کے حاصل کرنے کے لئے سندہ سے ہوکر گذرنا اور اوس ملک مین یک بنائی کارروائی جنگی قایم کرنا تھا روپیہ ہی بادشاہ سازی کے برباد کے خرچ کے لئے درکار تھا۔ ہمارے ..ستون یعنے امیرون پر ہر قسم کا دباو ڈالا جاسکتا تھا۔ اور جب یہ بات ہمارے اختیار مین تھی کہ ہم سب لے لین تو صرف ایک جزو کے لینے کیلئے کون ہماری رعایت کی تعریف نہین کرسکتا تھا۔ چنانچہ ہمنے درخواست کی کہ ہماری فوج سندہ مین سے ہوکر آزادانہ گذرنے پاوے۔ ہر قسم کا سامان ایک بڑی فوج کے لئے دیا جاوے اور خاص خاص فوجی مقامات ہمارے حوالے کئے جائین ہمارے پولیٹکل افسر امیرون کے دربارون مین دوامی سکونت رکھین۔ اور وہ لوگ اپنے کل حقوق خود مختارانہ بادشاہون کے چھوڑنے پر رضامندی ظاہر کرکے ہماری حکومت کو تسلیم کرین۔ ان فضولیات کا صلہ ہماری جانب سے امیرون کو ہماری حفاظت اور شاہ شجاع کے باقی خراج سے آزادی قرار دیا گیا۔ مگر ایسا اتفاق ہے کہ ۱۸۳۴ء مین اسقدر عرصہ سے گورنر جنرل نے تسلیم کرلیا تھا کہ افغانون کا دعوے سندہ سے خراج وصول کرنے کا متروک ہے۔ یہ سچ ہے کہ ایک یا دو شاہ شجاع نے بزور فوج امیرون سے زر نقد پرانے خراج کے حیلہ سے وصول کیا تھا مگر اسوقت وہ بغیر ہماری مدد کے اپنے مطالبون کی تعلیم کرانے کے بالکل ناقابل تھا۔ اسکے سوا امیرون نے دو تحریرات پیش کین جس سے معلوم ہوتا تھا کہ انکو آیندہ تمام مطالبون سے بری کیا ہے۔ اور یہ تحریرین - مین لکھی ہوئی تھین اور اونپر بادشاہ کے دستخط اور مہر تھی ہمارے رزیڈنٹ نے خود ان دستاویزات کو دیکھکر بہت کچھ پس و پیش ظاہر کیا

سنہ سرکاری کتاب صفحہ ۱۳۱ — ۱۲ —

اور بلحاظ اوس خیال کے جو تمام معزز لوگون کو اپنے چال وچلن کا .... کے لوگون کیجانب سے ہوتا ہے اونکا دبا دینا نہایت ضرور سمجھا گیا۔

لیکن انگریزی چال وچلن کی عمدگی اور دیانت اون معاملات مین صاف صاف نظر آتی ہے جو میر رستم کے ساتھ اسوقت ہوی۔ گورنر جنرل خاصکر اسبات کے خواہان تھے کہ بکر کے قلعہ کو فوج کا ڈیپو بنانے کے لئے لین سر ولیم مکناٹن نے جب ذیل سر الگزنڈر برنس کو لکھا تھا "گورنر جنرل جیسا کہ آپ کو معلوم ہے بکر پر قبضہ کرنا نہایت ضروری سمجھتے ہین[۱] اور آپ غالباً میر رستم خان کا استمزاج کر سکین گے۔ کہ وہ ہم لوگون کے اسپر قبضہ کرنے کے نسبت کہانتک راضی ہین۔ اسکے ساتھ آپ کو ایک کاغذ گورنر جنرل مہری اور دستخطی ملے گا۔ جسمین اونھون نے لکھدیا ہے کہ ہماری خواہش اوس قلعہ پر صرف چندروزہ قبضہ کی ہے۔ اور آپکو اختیار دیا جاتا ہے کہ اگر موقع ہو تو آپ اوسے پیش کردین"

جواب مین سر الکزنڈر برنس نے رائے دی کہ ہم لوگ اوس قلعہ کو جو نہہی عارتیاً پائین اس بنیاد پر چھین لین[۲] کہ ہم لوگون نے امیرون کے اون مقبوضات پر متصرف نہونے کا معاہدہ کیا تھا جو دریا کے دونو جانب ہین۔ لیکن جزیرون کے بارہ مین کچھ نہین کہا تھا۔ تسلیماً یہ سب عمدہ خیال اور ایک عیسائی مدبر کے حسب حال ہے۔ یہ ہی خیال کرنا چاہیئے کہ حب الوطنی سے اوس نے کسقدر میر رستم کی اوس مہمان نوازی کو فراموش کر دیا جسکا ذکر اپنی کتاب مین کیا ہے اور نیز اون تحائف کو جو اوس رئیس نے اوسکو دئے تھی جگہہ اجازت نہین دیتی کہ ہم عرصہ تک ان مسرت انگیز یاد کی باتون پر زیادہ

---

[۱] کتاب سرکاری صفحہ ۱۸ – ۱۲
[۲] سرکاری کتاب صفحہ ۴۲ – ۱۲ –

غور کرین - جو ہمارے معاملات کے سندہ کے بارہ مین عمدہ اوصاف کرتے ہین - اسقدر کہنا کافی ہے کہ قلعہ بکر والیسی کے اقرار صالح پر عاریتاً دیا گیا۔ اور امیر کا شکریہ نہایت ہی عمدہ الفاظ مین اس اظہار خلوص کے لئے کیا گیا۔ اور ہمنے اوسکے واپس دینے کے وقت اور طریقے کے خیال کو بالاے طاق رکھا اسوقت میر رستم نے ہمارے معاملہ مین ایسی خوش اعتقادی ظاہر کی کہ نتھالی سندہ کے پولیٹکل اجنٹ نے بہی ذیل کی عبارت اوسکی نسبت لکھی "مین نے ایسے عمدہ آزادانہ اقرار کا بخوبی شکریہ ادا کیا - ایسی حمایت کے ساتھ مین نہین سمجھ سکتا کہ ہم لوگ کیونکر اس خاندان سے زر نقد یا کوئی اور شئے طلب کر سکتے ہین - مین نے کبھی اس امر مین شک نہین کیا ہے کہ وہ خلوص دل سے ہمارے شریک ہین لیکن اونکی کمزور حالت سے وقت آزمایش کے مجھے اسقدر استقلال کی امید نہ تھی[1]"

۲۴ ستمبر ۱۸۳۸ء کو ایک صلحنامہ لقیدان شرایط کے میر رستم کے ساتھ طے پایا اور ۱۱ مارچ ۱۸۳۹ء کو عرصہ تک گفتگو قایم رہنے کے ایک دوسرا صلحنامہ جو وہ شرایط کا حیدر آباد کے امیرون سے ہوا - خیر پور کے صلحنامہ مین یہ شرایط تھین - اولاً دائمی اتحاد - دوم تحفظ منجانب سرکار انگریزی - سوم ماتحتی شرکت منجانب خیر پور - چہارم باستثناے اعزا و احباب کے ریاست ہاے غیر سے ممانعت خط و کتابت - پنجم ریاست ہاے غیر کے جھگڑون مین انگریزی ثالثی - ششم خیر پور سے بروقت طلب حسب لیاقت فوجی امداد - ہفتم کوئی شکایت خلاف میر رستم اوسکے خاندان یا رعایا کے نہ سنی جائیگی - ہشتم دریاے سندہ تجارت کی سہولت مین میر رستم کی امداد - نہم باہمی متعینہ سفیرون کا تقرر - دہم منظوری

[1] سرکاری کتاب صفحہ ۵۲ - ۱۲

صلحنامہ اندر میعاد بیالیس یوم۔ حیدرآباد کے صلحنامہ کے معاملہ کے نسبت یہان
تا وقتیکہ اتفاقیہ نہو یہان بحث کرنے کی غرض نہین ہے۔ یا تالپور کے خاندان
کے اوس جزو کی تکلیفات کے نسبت۔ وہ خود اوسوقت ثابت سمجھا جایگا۔
اگر صاف صاف ظاہر ہوگیا۔ کہ ہماری جانب سے خیرپور کے امیرون کی نسبت
بے انصافی ظہور مین آئی۔ ہم لوگ اون کارروائیون کے طرز سے جو اونکی
نسبت عمل مین آئین اونکو فکر سکتے ہین جو اونکے بھائیون کے ساتھ جنوبی
سندہ مین کی گئی ہونگی۔ لہذا حیدرآباد کے معاملہ کی تجویز کو چھوڑکر ہم خیرپور کے
صلحنامہ کیجانب مخاطب ہوتے ہین۔ یہ سر الکزنڈر برنس کی شرحون کے ساتھ
سرکاری کتاب کے صفحہ ۱۰۸ مین ملیگا۔ ان رایون مین ایک راے دفعہ ۸ کے
نسبت ہے جسے اگر امیرون نے دیکھ لیا ہوتا تو اونھین کچھہ صحیح اندازہ لگگیا ہوتا
کہ اونکے ساتھہ کیا برتاؤ ہونے والا ہے۔ ہمارے اجنٹ لکھتے ہین کہ ”مین نے
آسانی سے کشتیون کا محصول ہمیشہ کے لئے موقوف کردیا ہوتا۔ مگر ہمکو خطرناک
بات ہوگی۔ جب تک کہ ہمارا خاص اخبار سندہ مین نہ قایم ہوجاے۔ کشتیون
کے محصول سے امیر حفاظت مال کے کرنے کی بابت پابند ہین۔ اسکے موقوف
ہوجانے سے مال کی حفاظت کرنے کے پابندی سے وہ سبکدوش
ہوجائینگے“۔ یہ راے ایک متوسط نہ دوس حکمت عملی کا ہے جو ہم نے
سندہ مین جاری کر رکھی تھی۔

ہر ایک قدم جو آگے بڑھ سکتا تھا دبایا جاتا تھا اور اون سے بڑھ کر
زیادتیان جو ظاہرا بغیر ایک بیموقع جنگ کے خطرہ کے نکیجا سکتی تھین ملتوی
رکھی گئی تھین۔ جب تک کہ ہمارا خاص دباؤ سندہ مین نہ قایم ہولے یعنی
سندہ انگریزی ماتحتی مین نہ آجائے۔ اور اسی کو ہم لوگ اتحاد قایم

کرنا کہتے ہین۔ ہم لوگون نے حلف لیا تھا کہ امیرون کی عملداری کے ایک ذرہ کی طمع بھی نہین کرینگے۔ مگر ہمارا پولیٹکل ایجنٹ ڈھٹائی سے گورنر جنرل کو خطرناک زیادتیون کے اوسوقت تک ملتوی رکھنے کی رائے دیتا ہے جبتک کہ ہمارا اخبار ملک کے مستحق عاملون کے اخبار کے بجائے نہ قایم ہولے ایسے فریب کی پیش روی سے تو سرچارلس نیپیر کے تقریبًا علانیہ اور دلیرانہ زیادتی اچھی ہے۔ اور بلحاظ جگہ کے ہمکو ضرور ہے کہ اس اخیری اختتامی معرکہ کیجانب تعجیل کرین[۵۱]۔ درمیانی وقت پر پہلے سے کافی طور پر قبل کی یادداشت مین غور کیا جاچکا ہے۔ وہان یہ بات نظر آئیگی کہ ہماری راہ ورسم مذکورہ بالا صلحنامہ کے وقت سے نہایت ارتباط کے ساتھ سکر مین مسٹر راس بل اور کپتان برون کی آمد تک امیرون کے ساتھ قایم تھی یہ حکام اپنے ساتھ بہت سے دہلی کے عیار عہدہ دار لائے جن بزرگوارون مین سے بہتیرون نے اپنے جرایم کا کفارہ قیدخانون مین دیا۔ اون لوگون نے خودستایانہ طرز[۵۲] میر رستم اور دوسرے امیرون کے ساتھ — علی مراد کے ایسا اختیار کیا جیسے کسی یورپ مین کسی نے ایک لمحہ بھر بھی نہ برداشت کیا ہوتا۔ صلحنامہ کے دفعہ ۲ کے بالکل برخلاف علی مراد کی سماعت ہوتی تھی۔ اور اسکی تائید برخلاف اوسکے سردار میر رستم

۵۱۔ ہم صحیفہ فتح سندھ کا بھی اس سخت بے انصافی کے بیان کے بارہ مین اعتبار کرسکتے ہین جو امیرون کیساتھ قبل ظہور — کے ہوئے حصہ اول صفحہ ۲۹ باب دوم ملاحظہ کرو۔ ۱۲ – ۵۲ سرکاری کتاب صفحہ ۲۱ نمبر ۵۱ – ۱۲

۵۳۔ البتہ سرکاری کتاب ضرور صحیح ہوگی اور صلحنامون کا بیشک ترجمہ نہایت صحت کیساتھ کیا گیا ہے۔ صفحہ ۴۴ مین مثلًا خیرپور کے صلحنامہ کی ایک عبارت کا ترجمہ بڑی صحت کیساتھ کیا گیا ہے۔ ہم لوگون نے معاہدہ کیا تھا کہ امیرون کے ایک دام یا درم کا لالچ نکرینگے۔ ناواقف پڑھنے والے کو سمجھنا چاہئے کہ ان لفظون کا انگریزی مین تلفظ دام یا درہم ہے اور اوس سے دو چھوٹے چھوٹے سکہ زر سے مراد ہے یعنی ہم لوگون نے امیرون کے ایک فارذنگ کے لالچ نکرنیکا معاہدہ کیا تھا مگر انکا انگریزی کیا خوب ترجمہ ان الفاظ مین ہوا ہے جنمین سے ایک معنے دریا کے ہین اور دوسرے کے مہری کے۔ ۱۲

سے کیجائی سے۔ دہلی کا رہنے والا ایک عہدہ دار جو سخت دروغگو ہوا تھا اور جعلسازیون کے لئے بعد کو سزایاب ہوا۔ علی مراد کے دربار مین گیا اور وہان بہت جلد اوس رئیس کا مشیر اور وزیر بنگیا۔ اوس بدچلن زمانہ ساز اور پولٹیکل اجنٹ کے ویسے ہی بدنام اور بدچلن معتمد الیہ منشی مین روزانہ خط وکتابت ہوتی تھی۔ اول الذکر کا ایک معتبر جاسوس پولٹیکل اجنٹ کے دورہ مین ساتھ رہتا تھا اور نہایت ہی مخفی خط وکتابت کی نقلین اسکے حوالہ کیجاتی تھین بلکہ ایک مدت کے بعد زمانہ مین نہایت ہی اہم اصلی کاغذات چورا کر علی مراد کے ہاتھ نہایت علانیہ اور بے حیائی کے ساتھ فروخت کئے گئے۔ خلاصہ یہ کہ جہان علی مراد کے ساتھ جو اسقدر عرصہ دراز تک ہم لوگون سے علحدہ تھا۔[1] اپنی ظالمانہ اور عیارانہ تدابیر حصول برتری کی کرنے مین اعانت کیجاتی تھی وہان میر رستم کے ساتھ اسکے اتحاد اور خلوص کو خود لارڈ اکلنڈ نے نواب بھاولپور کے اتحاد وخلوص کے ساتھ مساوی قرار دیا تھا۔ نہایت بے حیائی اور قابل تنفر ناشکری کا برتاؤ ہوتا تھا۔[2] میر رستم نے علانیہ پولٹیکل اجنٹ کی توہین آمیز طریقہ کی شکایت کی۔ اوسنے بلکہ یہ بھی کہا کہ اپنی شکایتون کے ظاہر کرنے کیلئے ایک سفیر گورنر جنرل کے پاس بھیجونگا اور اس طور پر ہمارے اجنٹ کو اور بھی زیادہ اپنا دشمن بنا لیا۔ آپ کوئی منصف مزاج شخص اوسوقت کی حالت کو تصور کرسکتا ہے جو امیر کی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ جو کچھ وہ کرتا یا کہتا ہے اوسکی نسبت نہایت طور پر

---

[1] کتاب سرکاری صفحہ ۲۱۲ ملاحظہ کرو۔ اسبات مین شک نہین ہوسکتا کہ علی مراد اندر سے ہم لوگون کا مخالف تھا اور اب جو وہ آکر شریک ہوا ہے تو اسکی وجہین یہ ہین کہ ایک تو وہ دیکھتا ہے اور دوسرے یہ کہ مین اسبات سے واقف ہوگیا ہون۔ جو اوسکے اور مہراب خان کے درمیان ہوئی تھی۔ سند کا خط بنام گورنر جنرل۔ ۱۲۔

[2] کتاب سرکاری صفحات ۱۲۷ و ۱۲۹ و ۱۷۷ و ۱۸۲ — ۱۲۔

خلاف بیان کیا جاتا ہے۔

اسکا وزیر جیسے وہ خود اپنے بھائی کے طور پر بیان کرتا تھا علانیہ مورد توہین ہوا۔ اور اوسکی حضوری سے نکلوا دیا گیا۔ اور ہمارا اجنٹ اوسکا علانیہ دشمن تھا۔ کیا ہر شخص جو اپنے کو انگریز کہتا ہوا ایک بوڑھے رئیس کے اسقدر ستانے جانے پر شرمندہ اور پریشان نہو گا جسکے اتحاد اور خدمات کی بار بار خود گورنر جنرل نے تعریف کی تھی۔ یہ کس قسم کا اتحاد ہے جس سے کمزور شریف کو شہزور کے ایک ملازم کی تمام توہین آمیز حرکات کی برداشت کرنا پڑتا ہے۔ یہان کچھ زیادہ اون دستاویزات پر غور کرنے کی ضرورت نہین ہے جو اپنی جس حیثیت مین کہ ہین سرکاری کتاب مین درج کئے گئے ہین اور اسکی ضرورت اور بھی اسوجہ سے کم ہے کہ ہمارے پولیٹکل اجنٹ کی خط وکتابت امیرون کے ساتھ ایک کے ذریعہ سے ہوی تھی اور خود وہ فارسی اور سندہی سے ناواقف تھے۔ پس ہمکو کوئی بھی وجہ انکے بیانات پر استدلال کرنے کی نہین ہے۔ مثلاً سرکاری کتاب کے صفحہ ۲۶۶ مین میر رستم کی نسبت بیان کیا گیا ہے کہ وہ اپنے دربار مین ایک انگریزی افسر کی تعیناتی سے نہایت خوش ہے حالانکہ اصل بات یہ تھی کہ وہ اس قسم کی کارروائی کے بالکل خلاف تھا۔ صفحہ ۲۷۲ کو بھی ملاحظہ کرو جسمین ایک جلہ جسکا پہلے اس کتاب کے صفحہ ۲۳۰ مین دیا گیا ہے وہ ہے جسمین فتح محمدؐ غوری کی نسبت بیان کیا گیا ہے کہ وہ ہمیشہ اسکے خلاف تھا کہ اوسکا آقا انگریزی سرکار سے اتحاد قایم کرے اور میر رستم اوسکی خطاگذاری کیجانب اسوجہ سے مائل تھا کہ فتح محمدؐ لڑکپن سے اوسکا غلام تھا۔ ان دو بیانات کو مسٹر بیل کے دوسرے واقعات کے نمونے طور پر لے سکتے ہین۔ اول الذکر کی صداقت کے لئے برنس کے سفرنامہ کی تیسری جلد صفحہ ۳۰ کا حوالہ دینا ضرور ہے جہان تفصیل کیفیت اسباب کی مندرج ہے کہ اسی فتح محمدؐ نے پہلے میر رستم کیجانب سے

گفتگو اتحاد کی انگریزون سے شروع کی۔ رہا دوسرا بیان اوسکی نسبت جو کچھ
کیفیت میجر اوٹرم نے فتح محمد کی لکھی وہ کافی تردید ہے جس سے ظاہر ہے کہ
بعوض غلام ہونیکے وہ سندہ مین آنے کے قبل سبھا ولیعہد وزیر تھا اور بجائے
اسکے کہ وہ میر رستم کے ساتھ ابتدائے طفلی سے وہ اوسکی ملازمت مین اوسوقت
تک نہ داخل ہوا تھا۔ جبتک کہ اوسکا سن متوسط درجہ کا نہو چکا تھا۔ امید کیجاتی
ہے کہ کوئی انگریز اس قسم کی مضرت رسان دروغ بیانی کا مرتکب نہین ہوسکتا۔
اور اسلئے ہم اوتھین اون ملتشیون کے ساتھ منسوب کرتے ہین جو علی مراد سے
تنخواہین پاتے تھے۔ اور جنکے کہنے کے مطابق میجر بیل بالکل عمل کرتے تھے۔
مگر وہ زمانہ آگیا تھا جب کہ خیرپور کے مظلوم امیرون کو کچھ عرصہ کیلئے اس مصیبت
سے رہائی ملنے والی تھی۔ ۳۱ جولائی ۱۸۴۱ع کو مسٹر راس بل نے قضا کی اور سندہ
کی پولیٹکل نگرانی اوس سے زیادہ لایق شخص میجر اوٹرم کے ہاتھون مین آئی۔ اگر وہ
اپنے عہدہ پر برابر رہتا تو سندہ کے میدان اوسکے ہزارہا باشندون کے خون سے
نہ تر ہوتے جو میانی اور ڈبا کی لڑائی مین مارے گئے۔ ۱۸۴۱ع کے مصیبت خیر خاتمہ
پر اور ویسے غمناک اور منحوس سال نو کے آغاز پر ہمارے تمام افغانستان کے
مصائب مین سندہ کے امیر انگریزی اجنٹ کی صداقت اور نیک نیتی پر بھروسہ رکھکر
برابر دوست رہے۔ میر نصیر خان حیدرآبادی کی نسبت کچھ شکایتین اسوجہ سے
ہوئین کہ ہمنے شکارپور پر متصرف ہونے کا ارادہ ظاہر کردیا تھا مگر تمامی سندہ
کے امیرون کا اوس زمانہ کے پولیٹکل روزنامچون مین کبھی ذکر نہین ہے۔ مگر
اسوقت ایک نیا بازیگر تشریف لایا۔ ۶ مئی ۱۸۴۲ع کو لارڈ النبرا نے اپنا پہلا مراسلہ
پولیٹکل اجنٹ کے نام سندہ مین روانہ کیا تھے گورنر جنرل کی تشریف آوری
کے قبل جو خوفناک واقعات ہو چکے تھے اونکا ایک قوی اثر اوسکی حکمت عملی پر

جو ہندوستانی ریاستون کے ساتھ برتے جانے والے تھے پڑا۔ ان سے اوسکا رجحان سختی اور شک کیجانب ہوگیا۔ اوسنے کارروائی کی ابتدا امیرون کے نام دو تخویف آمیز خطوط کی روانگی سے کی۔ دوسری کارروائی یہ کی کہ پولیٹکل اسٹاف کو بذریعہ ایک خط[1] کے کم کردیا جسمین گوکہ قصداً نہین تاہم صاف صاف طور پر وہ تکلیفات عبارت ذیل مین مندرج ہین جو میر رستم کو جھیلنی پڑی تہین۔ اوسکے دربار مین ہر وقت ایک افسر موجود رہتا جہان اتبک کسی قسم کی نگرانی یا حکومت نہین کیگئی تھی اور جس سے ہمیشہ اوسکو اور اوسکی رعایا کو اوس بڑے عملی تغیر کا خیال ہوا کرتا تھا جو اونکی حالت مین آگیا تھا۔ اور جس سے امیرون کے معاملات مین اوس سے زیادہ باریکی کے ساتھ دست اندازی کرنی پڑتی جیسے گورنر جنرل اپنی راے مین کرنا مناسب تصور کرتے تھے''۔ اوس درمیان مین میجر اوٹرم اون خطوط کی صحت کے دریافت کرنے مین مصروف تھے جنکی نسبت بیان کیا گیا تھا کہ کچھ مہینے قبل میر نصیر خان حیدرآبادی نے ساون مل ساکن ملتان کو اور میر رستم نے شیر سنگھ کو لکھا تھا۔ یہ خطوط مسٹر کلبرک ریزیڈنٹ لاہور کے پاس جانچ کے لئے روانہ کئے گئے تھے اور اوسنے اونکی اصلیت کے نسبت اپنا شک ظاہر کیا۔ مگر اوس درمیان مین میجر اوٹرم نے ۲۱ مئی ۱۸۴۲ء[2] کو رپورٹ کی کہ جن سازشون کے باعث سے اونکی بنا قایم ہوئی تہین۔ (اگر انکا کوئی وجود بھی تھا) تو وہ جاتی رہی ہین۔ ناظرین اسبات کو سنکر متعجب ہونگے اور صدمہ اوٹھائینگے کہ وہ خطوط جنکی اصلیت کی نسبت اسقدر شک تھا لیکن جنسے اسقدر تکلیف امیرون کو پہونچی اوسمین میجر اوٹرم کے پاس میر رستم کے دشمن جانی علی مراد نے بہیجے تھے[3]

---

[1] سرکاری کتاب صفحہ ۳۱۷ - ۱۲ [2] سرکاری کتاب صفحہ ۳۲۰ - ۱۲

[3] شرح فتح سندہ صفحہ ۴۵ - ۱۲ -

پس اب کل معاملہ مثل روز روشن کے صاف ہے یعنے میر علی مراد نے ان خطوط کو اوسیطرح پر جعلی تیار کیا جسطرح سلیمان شاہ نے میجر اوٹرم کی مہر و دستخط بنایا تھا۔ وہ افسر کہتا ہے کہ ۱؎ مجھے خود کئی بار امیرون سے شکایت کرنی پڑی۔ کہ میری مہر جعلی بنجاتی ہے جو اون خطوط پر ثبت ہو جانے سے جنہین میری تحریر بیان کرتے تھے اون لوگون کو اسقدر فریب مین ڈالتے تھے کہ وہ اونکے حاکمون کو معافی اراضیات دیدیا کرتے تھے"۔ اور کوئی ایسا سادہ لوح شخص ہے جو اسقدر یقین کرے کہ اگر شیر سنگھ کو در اصل فتح محمد غوری نے خط لکھا ہوتا (کیونکہ نہ اوسوقت نہ بعد کو کسی نے خود میر رستم کی نسبت اونکے لکھنے کا گمان کیا ہے) تو اوسے وہ اسطور پر نہ روانہ کرسکتا تھا کہ ہمکو معلوم نہوتا۔ کل ضلع روڑی سے لیکر بہاولپور کے ملک تک مشکوک امیرون یعنے میر رستم خیرپوری اور میر نصیر حیدرآبادی کا تھا اور کیا اسباب کا فرض کرنا محض حماقت نہین ہے کہ میر علی مراد نے ان خطوط کو لیسے ملک مین گرفتار کیا جہان اسکی حکومت نہ تھی۔ بلکہ یہ عجیب اتفاق ہے کہ ٹھیک جسوقت وہ فرضی خط منجانب نصیر خان حیدرآبادی بنام بی برگ گرفتار ہوا۔ نصیر خان قلاتی نے اوسی سردار کو اوسی غرض سے لکھا تھا (سرکاری کتاب صفحہ ۳۳۲ ضمیمہ ۲۳ مطالعہ کرو جہان قصہ سردار بی برگ ہے) اوس افسر کا بیان ہے کہ کپتان پریڈی کو معلوم ہوا تھا۔ کہ اگر ان خطوط کے لکھنے والے امیر تھے تو اونپر مہر نہ تھی۔ ان خفیف و فتوق اور خلاف بیانیون کی کوئی وقعت نہ تھی مگر چونکہ گورنر جنرل اونھین گرفتار شدہ خطوط کی بنیاد پر نئی اور نہایت سخت کارروائی کرنے والے تھے یہ بہتر ہوگا کہ چند واقعات جو اونکی اصلیت کے خلاف تھے یہان بیان کر دیئے جائین۔

اولاً خطوط گورنمنٹ کے پاس اوس نیرلق نے لاکر پہونچائے تھے جو مفروضہ

۱؎ شوح فتح سندہ صفحہ ۷۴ - ۱۲

کاتبون کے نہایت دشمن تھے۔

دوم۔ وہ کئی مہینے قبل سے گرفتار کرلئے گئے تھے لیکن کوئی امر زاید ظہور پذیر نہین ہوا تھا۔ پس یا تو خط و کتابت یک بیک اور بے وجہ بند ہوگئی تھی۔ یا ہماری کوششین زاید حالات کے انکشاف مین عجیب طور پر قاصر ہوگئی تھین۔

سوم۔ جعلی مہرین بنانے کا قاعدہ عام تھا۔ خود ہمارے رزیڈنٹ کی مہر اور دستخط جعلی تیار کیگئی تھی اور اوسنے اسکی شکایت امیرون سے کی تھی۔

چہارم۔ میر نصیر خان کا منشی جسکی نسبت خطا کی تحریر فرضیہ منسوب کی گئی تھی۔ بعد کو بہت سی جعلسازیون اور فریبون کے لئے سزایاب ہوا۔ اور اگر یہ بھی مان لیا جاوے کہ پی برک کو جو خط گیا تھا وہ اسکے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا تو کوئی الزام اسکی وجہ سے امیرون پر عاید نہین ہوسکتا۔

پنجم۔ جن افسرون نے ان خطوط کی جانچ کی اونمین صرف دو شخص اونھین پڑھ سکتے تھے اور انمین سے جو زیادہ تجربہ کار تھا اسے اونکی اصلیت کی نسبت شک تھا۔ مگر ایسے ہی بے بنیاد حیلون پر گورنر جنرل نے میر رستم کی عملداری کے نہایت زرخیز حصون کو ضبط کرنا چاہا اور اون احسانات کو بھول گیا جو سردار نے اون پر کئے ہین جسے نہایت زور شور سے اوسکے قبل کے گورنر جنرل نے مسلم کیا تھا۔ اس ارادہ کی تائید مین لارڈ ڈالن برا نے اس غرض سے کہ اگر کوئی مقابلہ اوس فعل نامنصفانہ کا کیا جاوے جو کہ اوسکا مقصود تھا۔ ایک جرنیل کو جسے فوجی معاملات مین بہت تجربہ تھا۔ ۲۲۔ اگست ۱۸۴۲ء مین شمالی اور جنوبی سندہ کے خاص اور فوجی انصرام پر تعینات کیا اور میجر اوٹرم کو اوسکے ماتحت کردیا۔ اس فعل نے امیرون کو کس قدر گھبرا دیا ہوگا ایسا ظاہر ہے کہ بیان کی حاجت نہین۔ جن عہدہ دارون کے ساتھ وہ معاملات کو طے کیا کرتے تھے وہ یا تو ہٹا دیئے گئے یا چھوٹے درجون پر تنزل

کردیئے گئے۔ اور اونکی جگہ پر ایک سخت اور ناتراشیدہ فوجی شخص آگیا جو اونکے
طور طریقہ زبان —— اور وسائل سے ناواقف تھا اور جسکی طبیعت مین - حقارت
اور ستانے کا مادہ تھا اور اوسکو حقیر سمجھتا تھا - ۹ - دسمبر ۱۸۴۲ء کو یہ فتح مند شخص
جسے اوسکے مورخ بھائی نے بعض باتون مین نہایت مناسب طور پر مارس سے
تشبیہ دی ہے سندہ مین داخل ہوا۔ وہ پہلے سے یہ ارادہ کرکے آیا تھا کہ کئے
جاوے یا - کئے جاوے. ایسے وقت مین جبکہ افسر لوگ تمام ملک مین بہتیرے یا بغیر
محافظون کے باطلیان گھومتے تھے اوسنے اپنی ذات یہ ظاہر کیا کہ گویا نہایت ہی
جوانمردی کا کام پچاس سپاہیون کے ساتھ دریائی سفر کرکے کیا ہو۔ یہہ کام
فضول ہوگا اگر ہم اون باتون کا اعادہ کرین جو اسکے بعد وقوع مین آئین۔ یا اون
غلطیون ظلم وستم وزیادتیون کی تفصیل کا پتہ لگائین جو سکے بعد دیگرے ظہور
مین آتی گئین۔ جن لوگون کو یہ منظور ہو کہ اوسکا اعلان بخوبی ہو تو وہ اوس کتاب
کو دیکھین جو فتح سندہ کے نام سے طبع ہوئی ہے معہ اوس حل کے جو میجر اوٹرم
نے مہربانی سے تیار کیا ہے اور جسکا نام فتح سندہ ہی۔

ہماری غرض ہے کہ ہم ہرایک کے پیچھے چلے جائین اور اصل بازیگر کو دیکھ
لائین کہ باطلیان بیٹھا ہوا کچھ حقارت اور کچھ رحم کے راہ سے تبسم کر رہا ہے اور اون
ڈورون کو کھینچ رہا ہے جسکے اشارہ پر اوسکی پتلیان ناچ رہی ہین۔ علی مراد نے
جو ایک مکار اور عیار شخص تھا مسٹر پل اور مسٹر برون کو میر رستم کی تباہی اور اپنی بڑائی
کا آلہ بنا رکھا تھا۔ وہ اونکے منشیون کو اچھی طرح داد و دہش کرتا تھا اور بھی جلد
اپنی مکاری اور خوشامد سے اوسنے بیحد اختیار اون لوگون پر حاصل کرلیا اوسکی
پہلی غرض یہ تھی کہ اپنے دشمن قوی فتح محمد وزیر کے چال چلن کو پورا ٹھہرا سکے
اسباب کو حاصل کرکے اوسنے دوسری کارروائی یہ کی کہ شیر سنگھ و بی برک کے

نام جعلی خطوط بنائے اور ہمارے اجنٹ کے ہاتھ مین دئے۔ اس عظیم فریب دہی
مین بہی وہ کامیاب ہوا۔ اب اوسنے دلیرانہ کارروائی شروع کی۔ عہد شباب مین
عیاشی کرکے اوسنے چند مواضعات محمدؐ آباد و بیرلو وغیرہ اپنے بڑے بھائی مبارکخان
کے یہان بیع یا رہن کردی تھی۔ اونکے واپس لینے کا اوسنے عرصہ سے کرلیا
تھا۔ اور عرصہ تک اونکے قبضہ کے لئے مبارک سے بعد کو اوسکے بیٹے نصیرخان
سے جھگڑتا رہا۔ صلحنامہ کے دفعہ ۔ کے مطابق جو انگریزون اور میر رستم مین ہوا تھا
اوسپر فرض تھا کہ جو کچھ نزاع اپنے خاندان کے اور ۔ کے ساتھ رکھتا ہو میر رستم
سے انکا تصفیہ کرائے۔ کیونکہ اوس دفعہ نے میر رستم کو شمالی سندہ مین حاکم
اعلے تصور کرلیا تھا۔ اوس دفعہ کے خلاف علی مراد نے کپتان برون کی حمایت
کے بھروسے پر جو اوسوقت سکر مین تعینات تھے ایک بڑی فوج کے اور خیرپور
پر چڑھ دوڑا تاکہ میر رستم سے جبریہ اون مواضعات کے حاصل کرلینے کی رضامندی
کرائی۔ خیرپور کی فوج تعداد مین علی مراد کی فوج سے بہت کم تھی۔ تاہم اُن لوگون
نے بہادرانہ طور پر اوسکو روکنا چاہا۔ اور ایک جنگ تو نہر مین ہوی جسمین فریقین
کا کچھ نقصان ہوا۔ مگر فتح علی مراد کو ملی۔ یہ خیال کیا جائیگا کہ کپتان برون کو اوسوقت
دست اندازی کرنا چاہیئے تھا اور علی مراد سے اوسکے جابرانہ فعل کا جو بمقابلہ اوسکے
آقائ نعمت کے سرزد ہوا جواب طلب کرنا چاہیئے تھا۔ مگر اس قسم کی کوئی بات
نہوی۔ اور فاتح نے جبریہ ایک صلحنامہ طے کیا جس سے کل مواضعات اوسکو
واپس ملے۔ اس کامیابی سے نازان ہوکر اسنے سازش کے زیادہ وسیع میدان
مین قدم رکھا۔ اون عیاریون کے سمجھنے کے لئے جو بعد کو ظہور پذیر ہوئین۔
میر رستم کے باپ میر سہراب کے وصیت نامہ کا ذکر کرنا ضرور
ہے۔

اس رئیس نے اپنی وفات کے وقت[1] اپنے ملک کو چار حصون مین تقسیم کر کے ایک میر رستم کو ایک مبارک کو ایک علی مراد کو اور چوتھا رئیس خاندان کو دیا اور یہ مرتبہ اوسنے اول میر رستم کو اور بعدہ اپنے دو اور بیٹون کو بلحاظ اون کے سن کے وصیت نامہ مین عطا کیا[2] مبارک قضا کر چکا تھا اور علی مراد چاہتا تھا کہ دستار ریاست اوسے ملے - اگر وہ میر رستم کو راضی کر سکے یا اوسپر خوف کر سکے کہ وہ اپنے حق سے باز آئے تو شمالی سندہ مین وہ سب پر بالا رہیگا-

اسکے برعکس میر رستم کی خواہش تھی کہ دستار ریاست اوسکے بڑے بیٹے کو ملے جو سن مین علی مراد کے برابر اور ایک صاف اور نیک باطن اور اپنے زمانہ ساز دغاباز بے ایمان چچا کے بالکل برعکس تھا - میر رستم کے پاس یہ نظیر تھی کہ اوسکو ریاست بمقابلہ اوسکے چچا وغیرہ کے ملی تھی جس سے علی مراد نظر انداز ہوسکتا تھا اور خود گورنر جنرل نے اسباب کو تسلیم کیا کہ جو کچھ وہ ضعیف سردار چاہتا تھا بالکل خلقی اور ہر طرح معقول بات تھی - (سرکاری کتاب صفحہ ۸۰۴) لیکن اوسکے مخالف کے ہاتھ مین وہ بات تھی جو استحقاق سے کہین بہتر ہے - یعنے اجنبٹی کے منشی اوسکے یہان سے تنخواہ پانے تھے - سر چارلس نیپیر کو سکر مین

---

[1] وہ جسوقت کہ اپنے سو برس کے سن کے قریب تھا گر کر مر گیا - میر رستم ہی اوس سن تک پہونچا - کیونکہ پچاس برس کے سن مین اسکی آنکھین ویسی ہی چمکتی تھین اور جسمانی قوت زیادہ تھی لیکن انگریزون کے ہاتھ سے جو کچھ ظلم اوسپر ہوے اونسے اسکا قوی جلد ردی ہو گیا - پانی کے اور کچھ نہ پیتا تھا اور وہ بھی دن مین ایک بار - ایسے لوگ ہین جنھین سر ولیم نیپیر نے عیاش لکھا ہے - ۱۲

[2] یہ بات خود وصیت نامہ سے پائی نہین جاتی (تتمہ کتاب سرکاری صفحہ ۱۱۱) گر علی مراد کے طرفدارون نے ایسا بیان کیا ہے - وہ چاہے جسقدر بیان کرے - ۱۲

پہونچنے پر علی مراد نے بآسانی اپنے بیانات سے دہوکا دے لیا۔ اوسنے میجر اوٹرم[۵۱]
کی دوستانہ صلاح پر خیال نکیا اور فوراً تمام تجویزین وجی کے سارستی سردار کی
منظور کرلین۔ اسکے علاوہ اوسے بھی طریقہ امیرون کے لڑنے پر آمادہ کرنے کا
نظر آیا کہ میر رستم کو بنائے۔ اوسے خوف تھا کہ اور کسی قسم کی مضرتون یا اہانتون
سے وہ مقابلہ کرنے پر آمادہ نہونگے۔ لیکن وہ امید کرتا تھا کہ خاندان کے سب سے
زیادہ مسن اور معزز شخص کی توہین اور حقارت سے اونکو ایسے مقابلہ کرنے پر آمادہ
کرسکیگا جسکا نتیجہ وہ لوگ جانتے تھے کہ بالآخر قید یا ہلاکت ہوگا۔ چنانچہ فوراً انگریزی
جرنیل نے علی مراد کے پاس ایسے خطوط بہیجے جس سے اوسے ہمت ہوئی[۵۲] اوسنے
فوراً میر رستم کو دستار ریاست سے محروم کرنے کا ارادہ کرلیا۔ اوسنے خود اسقدر
تسلیم کیا ہے (شرح فتح سندہ صفحہ ۱۱۴) اوسنے جو اس ملک کے قوانین ورسم ورواج
سے بالکل ناواقف تھا اور امیرون کے طرز وروش کی ذاتی واقفیت نرکھتا تھا۔
چند الزامات کی بنا پر جو بعد کو بالکل ایسی شہادت پر مبنی دریافت ہوئی جو ایک
دروغگو اور جعلساز نے پیش کی تھی اور جو اپنے ملک اور گھرانے کا نمک حرام تھا
ایک بوڑہے رئیس کو جو ہمارا دوست تھا معزول کرنا اور اوسکے تمام مقبوضات کو
لے لینا چاہا۔ مگر قبل اسکے کہ ہم اوس طریقہ پر غور کرین جس سے یہ بات حاصل ہوئی
ہمکو بعض درمیانی کارروائیون کی جانب مخاطب ہونا چاہیے جنسے عرصہ تک رفتہ
رفتہ ستائے جانے کے باعث وہ مظلوم بربادی اور قید کی آخری حالت کو پہونچا۔
بی برگ وشیر سنگہ کو جو جعلی خطوط لکہے گئے تھے وہ کپتان[۵۳] برون کی رائے پر جو اونکا

---

[۵۱] شرح فتح سندہ صفحہ ۱۴۲۔ ۱۲۔ [۵۲] تتمہ کتاب سرکاری صفحہ ۲۔ ۱۲

[۵۳] یہ افسر میری دانست مین نہ فارسی بول سکتا نہ پڑہ سکتا تھا تاہم اوسکی شہادت ایک ایسی معاملہ مین قطعی مانی گئی ہے جسکی نسبت اچھی اچھی فارسی کے عالم بھی تامل کیساتھ رائے ظاہر کرینگے شرح فتح سندہ صفحہ ۸۔ ۱۲

ایک لفظ بھی نہ سمجھ سکتا تھا بے شک دستنبہ اصل قرار دئے گئے اور گورنر جنرل سے اصرار کیا گیا کہ میر رستم اور نصیر خان کی ملک کو بطور اونکے جرم کی سزا کے ضبط کر لیا جائے۔ جب گورنر جنرل نے یہ اجازت دی کہ امیرون سے گفتگو صلحنامہ کی نظر ثانی کی کیجاے تو ایک اشتہار نہایت ہی بیہودہ اور وحشیانہ تعجیل کے ساتھ یکم دسمبر ۱۸۴۲ء کو جاری کیا گیا کہ کل ملک روڑھی سے لیکر سبزل کوٹ تک ضبطی مین آیا[۱] ہم یہان اوس قرضخواہی اور قرضداری کے حساب کی نسبت بحث نکرینگے جسکے بعد کو سر چارلس نیپیر نے تجویز کی تھی تاکہ اوس فعل کا عذر معقول ہو (سرکاری کتاب صفحہ ۳۷ ملاحظہ کرو) جسکی غلطی عظیم کو میجر اوٹرم نے اپنی شرح کے صفحہ ۲۶۰ مین ظاہر کیا ہے — اور کپتان الیٹوک نے اپنی اسپیچ صفحہ ۲۷ مین اور نہ ہم اس سے زیادہ کچھ کرینگے کہ اس عجیب امر واقعی کا حوالہ دین کہ انگریزی جنرنیل نے اوس کل ملک کو ضبط کر لیا جو روڑی اور بھاولپور کی سرحد کے درمیان تھا حالانکہ جیساکہ کرنیل اوٹرم نے (صفحہ ۱۴۹ مین) بخوبی ثابت کیا ہے کہ وہ خوب جانتے ہونگے کہ گورنر جنرل کا مقصود صرف انہین اضلاع ملک سبزل اور بھنگباڑا سے تہا جو معتوب امیرون کی جائداد تھے۔ ہم کسیقدر بہت سی صاف صاف ظالمانہ مضرتون پر اصرار کرینگے جو اس کارروائی سے متعلق تھین یہ یاد رکھنا چاہئے کہ گورنر جنرل اور سر چارلس نیپیر دونون شخص اس ضرب اور اور دیگر ضربون کے معاملہ مین جو سندہ پر لگائی جاتی تھین بالکل یکطرفہ بیانات پر کاربند ہوتے تھے وہ امیرون کے دشمنون سے الزامات تیار کراتے تہے اور اون لوگون کی شہادت سے انکی تصدیق کراتے تھے جو صرف اونکی بربادی کا دانستہ صیغہ ڈھونڈہتے تھے اور ایسے غلط قیاسات پر عمل کرتے تہے۔

---

[۱] شرح فتح سندہ صفحہ ۲۴۷ و تتمہ کتاب سرکاری صفحہ ۲ — ۱۲

اور امیرون کو اونکے تردد کا یا اونکو اسباب سے واقف ہونے کا موقع نہ دیتے
تھے کہ اونپر کیا الزام عاید کیا گیا ہے۔ اس جگہ بجز اون حقارت آمیز اور خفیف
شکایتون کا حوالہ دینے کے اور کچھ لکھنا فضول ہے جو نصیر خان خیرپوری اور نصیر خان
حیدرآبادی کی نسبت میجر کلبرن لفٹنٹ مین اور کپتان برون نے کی تھین۔ ان مین
سے اول الذکر افسر نے اپنی شکست کے بعد سے جو لفشک مین ہوئی تھی ایک
محکمہ مخبری کا قایم کیا تھا جسمین ہر قسم کی بیجا اور بیہودہ خبرین پہونچا کرتی تھین (۱)
معلوم ہوتا تھا کہ مریون کی پہاڑی مین شکست پانے سے اوسکا دماغ خراب ہو گیا تھا
اوسوقت سے اوسکو ہر جانب خونخوار بلوچی ہی نظر آتے تھے۔ اوسکا خوف
ہر ایک ذلیل نزاع کو ایک عام سازش انگریزون کے نکال دینے کی قرار دیدیتا
تھا مگر وہی اکیلا بیہودہ خبرون کو نہ سنتا تھا خود گورنر جنرل اور اوسکے قایم مقام
متعینہ سندہ نے سکر مین اپنا منہ شیر بلکہ خر کی طرح ہر ایک اہانت آمیز خبر کے نکلنے

---

(۱) اسکے پاس ایک بلوچی سوار نوکر تھا جو ہر طرف اس غرض سے روانہ کیا جاتا تھا کہ
امیرون کی مخالفت کے ارادون کی خبرین لائے۔ اوس بیچارہ کا وہی ذریعہ معاش تھا
ہم خیال کر سکتے ہین کہ وہ اپنا نقصان نہ چاہتا تھا۔ شاید وہ اس طور پر کرتا تھا
جس طرح ایک اس قسم کے جاسوس نے میرے علم مین حیدرآباد مین کیا تھا۔ اوسے
دریافت حال کے لئے بھیجا گیا تھا چنانچہ اوسنے واپس آکر بیان کیا کہ دس ہزار آدمی
ایک جانب دس ہزار دوسری جانب غرضکہ ایک جماعت کثیر ہمارے طرف چلی آرہی ہے۔ ایک
شخص جو ملک سے واقف تھا کہنے لگا "ہم جانتے ہین کہ تم ریت کے ٹیلہ کے پیچھے سوتے
تھے کیون جھوٹ بولتے ہو تمنے دشمن کو کہین بھی نہین دیکھا ہے"۔ اوسنے جواب دیا کہ۔ ہم کیا کرتے
صاحب۔ آپ خوب جانتے ہین کہ اگر مین گرفتار ہو جاتا تو میرا کیا حال ہوتا یہ سچ ہے کہ مین سوتا تھا
لیکن جو کچھ مینے کہدیا ہے اوس سے صاحب لوگ خوش ہین اس سے انکا کچھ نقصان نہین ہے اور میرا بڑا فائدہ ہے ۱۲-

کے لئے کھول رکھا تھا جو امیرون کے چال چلن کی نسبت مشہور ہوتی تھی۔ جرنیل
نے علانیہ اپنی خواہش اونکو تنگ کرنے کے حیلہ کے حاصل کرنے کی ظاہر کی۔
پس کیا تعجب ہوسکتا ہے کہ روند مین ایسے شخص ملجاتے ہتے جو اپنے فرمانروالون
کی بدسلوکیون کی شکایت کرتے ہتے یا علی مراد کے لوگون نے ایسی عام حماقت
کا فائدہ اوٹھا کر اون شکایتون کے گڑہے جانے مین کوشش کی ہوگی۔ مگر ان
سب باتون کے ساتھ بہی امیرون کی نسبت کیا الزام قایم کیا گیا ہے۔ مثلاً کوئی
ناطرفدار شخص اوس فرد الزام کو پڑھکر دیکھے جو لفٹنٹ ٹین نے تیار کی تہی (کتاب
سرکاری صفحہ ۲۶) اور اوس شہادت کی جانچ کرے جسپر وہ مبنی ہے۔ اور اوسوقت
بیان کرے کہ آیا حماقت یا علاوت کے لئے اوس سے زیادہ خلاف قیاس لچر
یا حماقت آمیز فرد تیار کرنا ممکن تھا جسپر خود مختار فرمان روالون پر الزام لگایا گیا
ہے اور وہ فرمانروا جو ہمارے دوست تہے۔ فہرست مین ۲۴۔ الزامات جنوبی سندہ
کے امیرون پر عائد کئے گئے ہین جنمین سے پہلا یہ ہے کہ نصیر خان نے اپنی سرحد
کی حفاظت کے لئے بمقابلہ شیر محمدؐ (جسے سر ولیم نیپیر نے اپنی مبالغہ آمیز تحریر مین
شیر ببر لکہا ہے) میرپور کی فوج اکٹھا کی۔ یہ صلحنامہ کی دفعہ ۳ کے خلاف
بیان کیا گیا ہے۔ ہم صلحنامہ کیجانب مخاطب ہوکر دیکھتے ہین تو دفعہ ۳ حسب
ذیل ہے:۔

"انگریزی گورنمنٹ اب اپنے ذمہ اون ملکون کی حفاظت کا کام غیر ملک والون
کے مقابلہ مین نہین ہے جو اسوقت حیدر آباد کے امیرون کے ہین"

یہان میرپور کے سردار کو اس غرض سے کہ نصیر خان کے فعل کو خلاف
ورزی صلحنامہ قرار دیا جاے غیر ملک کا فرمان روا قایم کیا ہے۔ حالانکہ
وہ نصیر خان کا رشتہ دار اور اصل اوسکا ماتحت بوجہ رتبہ

میں کم ہونے کے تھا۔ مگر اس پچر حیلہ سازی سے درگذر کیجئے[ف] ۔ چوتھی دفعہ سے صرف حفاظت کا اقرار کیا گیا ہے۔ مگر اوس سے امیرون کو کوئی ممانعت اپنے ملک کو حملہ سے محفوظ رہنے کی نہین کی گئی ہے۔ کوئی گورنمنٹ کسی شخص کو نہ کہ ایک متعدد ریاست کو اختیار حفاظت خود اختیاری سے محروم کرسکتی ہے۔ اسکے سوا انگریزی گورنمنٹ نے نصیرخان کے ملک کی حفاظت کی ہوتی تو اوسے اپنے لوگون کو اکٹھا کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ عقل کہتی ہے کہ اوسنے ہرگز ایسا نہ کیا ہوتا۔ اگر ہماری گورنمنٹ نے اوسکے ملک کی حفاظت نہ کی تو ہمنے نہ کہ امیرون نے خلاف ورزی کی۔ دوسرا الزام محض مہمل ہے بارہ اور الزامات کشتیون کے محصول لئے جانے کی نیت ہے جس سے بیان کیا گیا ہے کہ صلحنامہ کی دفعہ گیارہ کے خلاف ورزی ہوئی۔ مگر جس دفعہ کے قایم کرنے کا ہمکو ذرا بھی حق حاصل نہ تھا کیونکہ کونسا حیلہ بجز بروستی کے امیرون کو اوس محصول کے لینے سے باز رکھ سکتا تھا جو اونھین ۱۸۳۴ع کے تجارتی صلحنامہ سے دیا گیا تھا مگر دوسری ہر دفعہ سے اونکو محصول جملہ اسباب کا لینے کا حاصل ہے جو اثنائے روانگی مین فروخت کئے جائین۔ بھلا کسی نے اون شکایتون کی تحقیقات کی جنپر یہ الزامات مبنی تھے یا کسی نے اوس شہادت کو سنا کہ امیرون کا اجنٹ اون محاصل کو اس وجہ سے وصول کرتا تھا کہ اسباب اثنائے روانگی مین فروخت ہوتا تھا۔ مین سمجھتا ہون کہ ہرگز نہین۔ اور اگر اون الزامات کی تحقیقات کی گئی ہوتی تو امیرون کے ساتھ انصاف ہوتا۔ ہرگز نہین۔ ہمارے

ف۔ کتاب سرکاری صفحہ ۴۶۷ ملاحظہ کرو۔ سر چارلس نیپیر کا خود بیان ہے اور بالکل سچ ہے۔ ۱۲

افسر جو محض سپاہی اور سر چارلس نیپیر کی تلوار اور پستول کے لوگ تھے محکمہ انصاف کا کچھ حال نہ جانتے تھے اور اگر اونکو فن انصاف کرتے معلوم بھی ہوتا تاہم وہ زبان سے نا واقف تھے اور اونکے منشی اونپر حاوی تھے۔

لیکن ان سچ الزامات سے درگذر کرکے جو محض اسلئے تیار کئے گئے تھے کہ ایک مقدمہ قایم ہوجاوے۔ ہمکو سر چارلس نیپیر کی زیادتیوں کی جانب مخاطب ہونا چاہئے۔ جو میر رستم کے ساتھ اسوقت بخوبی ہورہی تھین۔ اپنے اشتہار مورخہ یکم دسمبر ۱۸۴۲ع سے اوسنے اوس زرخیز ملک کو ضبط کرلیا تھا۔ جو سبزل کوٹ اور روڑہی کے درمیان ہے جسکی مالیت چھ لاکھ کی اور سالانہ آمدنی بہ ہزار کی تھی۔ ٹیپو صاحب کو بعد ایک عرصہ کے خونریز لڑائی کے اوسکی جائداد کے ایک جزو کی ضبطی کی سزا دیگئی تھی۔ مگر سر چارلس نیپیر ایسا خفیف انتظام میر رستم سے اس جرم کے لئے لینے پر راضی ہوا کہ وہ اوسکے آزردہ میر علی مراد کا ہارج تھا۔ ۷ دسمبر کو امیرون سے گفتگو کرنیکے یا اونکی ایک بات بھی سننے کے انتظار کے بغیر سر چارلس نیپیر نے اپنا ارادہ جائداد مصروفہ پر ایک فوج کثیر سے قبضہ کرنے کا ارادہ ظاہر کیا کہ جیسا سب لوگ جانتے ہین امیر محاصل ملک اجناس کی شکل مین خرید کرتے تھے۔ لیکن انگریزی جنرل ہم لوگون کو مطلع کرتے ہین کہ "امیر صرف اس سال کا محصول اراضی جمع نہین کررہے ہین بلکہ سال آیندہ کا بھی۔ چنانچہ اوسنے ایک اور اشتہار تخویف آمیز جاری کیا۔ مخبون میجر کلبرن برابر بہت سی خوفناک خبرین ہزارون مسلح بلوچیون کے لشکر پر شبخون مارنے کی پہونچاتا گیا جسکی صداقت اب اس امر سے بخوبی ثابت ہوتی ہے کہ شمالی سندہ بہی اوسوقت سے لیکر آج تک ایک گولی بھی

ف سرکاری کتاب صفحہ ۴۷۸ ۱۲

نہین چلی۔ ۸۔کو سر چارلس نیپر نے گورنر جنرل کو ایک خط اوسی قسم کا میرپور
کے سردار کی نسبت لکہا جسکے ساتھ جون ۱۸۴۲ء مین (سرکاری کتاب صفحہ ۲۹۶)
ایک صلحنامہ ہوا تھا۔ سر چارلس نیپر بالکل صلحنامہ کی موجودگی سے لا علم ہے۔
اور گورنر جنرل کو طمانیت دلاتے ہین کہ "میرپور کے سردار کا کسی صلحنامہ مین ذکر
نہین ہے"۔ اوسے سردار مذکور کا کچھ حال بھی معلوم نہین ہے مگر لفٹنٹ برون
نے اوسکو اطمینان دلایا ہے کہ "وہ ہمیشہ سے ہمارا جانی دشمن رہا ہے گو کہ کوئی
الزام (بدقسمتی سے) اوسکی نسبت ثابت نہین ہوا ہے"۔ ۱۴ دسمبر کو جرنیل
کے پاس خطوط[۱] اطاعت و فہمایش کے خیرپور کے امیرون کے پاس سے
آئے جنکے جواب مین وہ بعجلت تمام دریا کو عبور کرکے اونکے ملک پر قابض
ہونے کے لیے گیا۔ اسوقت خیرپور کے قریب ڈاک روک دی گئی۔ اور خطوط
لٹ گئے۔ سر چارلس نیپر نے اسکا الزام میر رستم کو لگایا اور ایک خط اونکے
نام تخویف آمیز لکہا۔ اب کیا ناظرین اسپر اعتبار کرینگے کہ اس توہین آمیز
تسلی کو انگریزی جرنیل بلا کسی قسم کی تحقیقات یا تامل کے روانہ کردیا۔ حالانکہ
ان تمام چوریون کا اصل کرنے والا علی مراد تھا۔ لیکن اگر خبر صحیح ہے جیسا
کہ واقعی امر ہے تو ایک سابق کی عدالت کے روبرو یہ ثابت ہوگیا تھا کہ
میر رستم ان سب باتون سے بیقصور تھا اور علی مراد کو اپنے انگریز دوستون کا
اسقدر بھروسہ تھا کہ وہ اونکی ڈاک کو اونکے کیمپ سے تہوڑے ہی فاصلہ پر
لوٹنے اور اسکا اتہام اپنے بدنصیب بھائی پر لگانے مین ذرا تامل نکرتا تھا۔
انسان کو ایسے وحشیانہ و حاسدانہ سے اس خیال سے نفرت
شرم آتی ہے کہ اونپر ایسے لوگ بھروسہ کرتے تھے جو اپنے کو انگریز کہتے تھے۔

[۱] سرکاری کتاب صفحہ ۴۹۲۔ ۱۲

لیکن سب سے بڑھکر حملہ کر کے آئیگا ۲۰ دسمبر کو جرنیل نیپیر نے گورنر جنرل کو لکھا۔ کہ میر رستم عنقریب رحم کا خواستگار ہونے والا ہے اور اپنے نالایق بھائی کے ظلم و ستم سے انگریزی کمپ میں پناہ لینے والا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ "مجھے یہ بات پسند نہ آئی کیونکہ اس سے مجھے نہایت تردد ہوتا ہے کہ کیا ہونا چاہیئے۔ لیکن یہ خیال مجھکو فوراً گذرا کہ وہ علی مراد کے پاس جاسکتا ہے جو اوسے زیادہ کریگا کہ بطور خانگی انتظام کے (یہ ایک پیارا مخفی سرشتہ دار ہے جسنے دس برس سے اپنے بھائی کے لڑکون کو فاقہ کرایا ہے) دستار ریاست سے دست بردار ہونے پر آمادہ کرے بالخصوص چونکہ رستم عرصے سے خواہشمند ہے کہ خاندان تالپور کی اس ذمہ داری سے پاک ہواسلئے مینے مخفی طور پر رستم اور علی مراد کو لکھا۔ اور آج ایک بجے کے قریب علی مراد کے پاس سے میرے پاس ایک ڈاک آئی کہ اوسکا بھائی اوسکے پاس بحفاظت ہے (اوس قسم کی حفاظت جیسا کہ قاتل مظلومون کی کرتے ہین) علی مراد اب دراصل رئیس ہے کیونکہ اگر میر رستم اوسکو دستار ریاست نہ دیگا تو ہر حال مین اوسکو علی کی بیعت کرنی پڑے گی جسکے قبضہ مین (افسوس اس بیکس رئیس پر ہے) اوسنے خود اپنے کو (بحکم انگریزی جرنیل کے) کر دیا ہے۔" اس خط کا خاتمہ اور بھی زیادہ قابل لحاظ ہے اور وہ حسب ذیل ہے:۔ "مین یہ نہین کہہ سکتا کہ آپ کہانتک اس وعدہ کو کہ علی مراد کا بیٹا اوسکا جانشین ہوگا۔ مناسب سمجھین گے کیونکہ علی مراد کی وفات پر اوسکا بیٹے میر رستم کا بیٹا وارث جائز ہے۔ چونکہ مین جانتا ہون کہ علی مجھسے یہ سوال کریگا لہذا مین آپکی راے چاہتا ہون۔ مگر یہ کہ جیسا کہ مین پہلے بیان کر چکا ہون کہ میر رستم نے صلحنامہ کے مسودہ کو منظور کر لیا ہے۔ اوسکا بیٹا محمد حسین ہمارا خاص دشمن اور فوج کا جمع کرنے والا تھا۔" غرض کہ یہان انگریزی

جرنیل سنے یک خوف یک دوست سکے لئے پہیلا یا جسنے خود اوسکے اقرار سکے مطابق صلحنامہ کو منظور کرلیا تھا اور مین کہتا ہون کہ اوسے دانستہ سازش کی۔ کہ وہ اپنے بھائی کے قبضے مین آجائے جسے وہ جانتا تھا کہ میر رستم کو صرف دستار ریاست سے باز آنے پر مجبور نکریگا بلکہ متعلق سکے رو زحیات سے۔ تاکہ اسبارہ مین کوئی غلطی نہو۔ سر چارلس نیپیر نے ہم لوگون کو یقین دلایا ہے (سرکاری کتاب کا صفحہ ۴۸۴) کے خود وہی اس کارروائی سکے اور اوس خوفناک ناانصافی سکے بانی تھے جو اوس سے نتیج ہوی اور جسے چند اور جملون کے بعد ہم ناظرین سکے روبرو پیش کرینگے۔ اور سکے الفاظ حسب ذیل ہین۔ا۔ اس خیال سنے مجھکو یک تدبیر بتائی جو کرنے کے قابل ہے یعنے رئیس کو طاقتور بنایا جاوے اور گورنمنٹ کی طبعیت مین رکھا جائے۔ اس سے مین نے دستار کے حاصل کرنے مین علی مراد سے آپکی حمایت کا وعدہ کرنے کی ہمت کی۔ جسے آپ نے منظور کرلیا۔ دوسری کارروائی یہ تھی کہ وہ اپنے اختیارات اپنے بھائی کے عین حیات عمل مین لانے کے قابل ہو۔ یہ بات خوش قسمتی سے مین نے میر رستم کو خود علی مراد کے قبضہ مین چلے جانے پر آمادہ کرنے سے حاصل کی۔ اسبات پر مطمئن نہوکر خلاف انصاف اوسنے گورنر جنرل کو راے دی کہ وہ دستار ریاست علی مراد کے بیٹے کے لئے محفوظ کریں اور گورنر جنرل کو اس ناشنیدہ بدذاتی کے کرنے پر آمادہ ہونے کے لئے اوسنے محمد حسین پر خاص دشمن اور فوج کا جمع کرنے والا ہونے کا الزام لگایا۔ مگر کبھی کسی وقت اس بدنصیب رئیس کی صورت انگریزی فوج نہ دیکھی جسکو خاص دشمن ظاہر کیا ہے نہ وہ اپنے باپ کے ساتھ فرار مین شریک ہوا اور اوسنے کبھی آجتک انگریزی گورنمنٹ کے ادنے سے ادنے ملازم کے خلاف کوئی کارروائی کی۔ اور

بدنصیب میر رستم کی کیا حالت اپنے بھائی کے قبضہ مین ہوی جسے انگریزی جرنیل
نے اوسکو سپرد کیا تھا۔ ناظرین میرے ساتھ آیئے چند سال کے زمانے کو طے
کیجئے تومین آپ کو دکھاؤن۔ اپنے روز ہمیشہ نہین رکھ سکتے نہ کہ
بدکارون کی شرکت۔ ۲۸ فروری ۱۸۵۱ء کو اخبارات سے معلوم ہوا کہ علے مراد
کی بداعمالیون کے مشکوک ہین۔ یک کمیشن کو چند الزامات کی تحقیقات کا حکم دیا گیا
تھا جو اوسکے خلاف اوسکے وزیر سابق شیخ علی حسین (وہ علی حسین جسکی نسبت
یک سال سے زاید پہلے پولیٹکل اجنٹ کے پاس سکر مین اطلاع آئی تھی) وہ پیر
علی گوہر اوسکے یک دوسکر زوروار وجوکہے رام منشی اجنٹ نے جو اس وقت
جیلخانہ مین سزا کاٹ رہا تھا قایم کئے گئے۔ کمیشن نے تحقیقات کی اور اگر خبر
سچ ہے تو علی مراد کے ساتھ اوس سے مختلف برتاؤ کیا گیا۔ جو اوسکے بدنصیب
بھائیون کے ساتھ ہوا۔ اون لوگون نے کبھی جبتک کہ کل معاملہ طے نہو گیا نہ سُنا
کہ کس جرم کا الزام اونپر عاید کیا گیا ہے نہ وہ گواہ پیش کرنے پائے نہ تحقیقات
ہوی نہ صفائی لیگئی۔ پھر یا کوئی جعلی خط اونکے جرم کے ثبوت مین کافی تھا۔
علی مراد کے خلاف یہ شہادت کے طور پر نہ لیگئی۔ وہ اپنے گواہ آپ لایا۔ خود
اون لوگون سے جرح کی جو اوسکے مخالف تھے اور مجرم قرار پایا۔ اب تک وہ دغابازی
کا واقع جسے کمیشن نے ظاہر کیا مخفی ہے۔ لیکن شہادت کی تعداد سے کل امر
مخفی نہین ہوسکتا اسقدر کافی معلوم ہوگیا ہے کہ میر رستم کے خلاف
اوسکے بھائی نے سازش کی اور انگریزی جرنیل نے اوس سے چشم پوشی کی۔
میر رستم کو دجی کے مضبوط قلع مین لے گئے اوسکے ملازم علیحدہ کرکے علی مراد
کے لوگ اتعینات کئے گئے اور وہان اوس سے زبردستی دست برداری کرائی گئی
لیکن اسقدر کافی نہ تھا۔ دجی کے سردار نے نیپیر سے کہا کہ میر رستم نے صرف

دستار ریاست کے اراضیات کو نہین دیا ہے بلکہ اپنا چوتھائی فرزندی حصہ بھی
دیدیا ہے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ اوسنے اپنے عیال واطفال کو بلا وسیلہ بسر معاش
کے چھوڑ دیا ہوگا۔ کہ وہ ہلاک ہون اور یہ صرف لیسے نہایت ہی عزیز بھائی اور حلیم
رشتہ دار کے لئے (جس سے درندہ بھی زیادہ رحیم ہو سکتا ہے)۔ البتہ اوسنے
سب کچھ حوالہ کر دیا۔

مراد اس دروغ عظیم کو بیان کرتا ہے اور انگریزی جرنیل اوسپر اعتبار
کرتا ہے یا اوس سے درگذر کرتا ہے۔ اوس علی مراد نے انگریزی جرنیل کو دہوکھا
دیا کہ بعد مہلک جنگ میانی کے کپتان برون کے منشی محی الدین کو دس ہزار روپیہ
رشوت دیکر نہایت مخفی کاغذات اجنٹی سے اوسکو منگوا لئے تاکہ اوکمین سے
تو نہر کے صلحنامہ کو الگ کرے اور ایک نیا جعلی صلحنامہ تیار کرکے جرنیل کے روبرو
پیش کر دیا جس سے بعوض چند چھوٹے چھوٹے مواضعات کے اوسے وسیع
اضلاع مل گئے۔ اور ایک رقم کثیر اون افسرون کو رشوت دینے کے لئے بھیجی۔
جنکے پاس اوسکے خلاف ثبوت تھی۔ یہ سب باتین فطرتی اوسکی اگلی کامیابیون
کی تھی۔ ہم لوگون نے اتنے عرصہ تک اوسکی بداعمالیون سے چشم پوشی اور اوسمین
شرکت کی تھی کہ وہ زیادہ ڈھیٹھ ہوگیا۔ آخرکار اوسنے ہم لوگون کو بھی فریب
دیا۔ اوسوقت البتہ ایک طوفان برپا ہوا۔ جب تک وہ فوج اکٹھا کرتا رہا اور اپنے
سردار میر رستم کو مغلوب کرتا اور لوٹتا رہا جب تک اوسنے ہمارے منشیون کو رشوت
دی ڈاک لوٹی اور الزام میر رستم کے سر پٹکا اور اپنے ضعیف بھائی کو دجی مین
قید کیا اور تخویف اور جبر سے اوسکو تمام مقبوضات سے دست بردار کرا دیا۔
اوسوقت تک نہ تھا مگر جب اوسنے ہمارا ایک ضلع لے لیا تو اوسوقت البتہ
ہم انتقام پر آمادہ ہوئے۔ اور کیا یہ ممکن ہے کہ انگریز وزرا ان بداعمالیون کے

ہونے کا حال جانتے ہین اور ہمارے گورنر دان نے ثبوت پر ثبوت اونکے روبرو پیش کیا ہے تا ہم وہ نا منصف جج کیطرح خاموش بیٹھے ہین اور کچھ نہین کہتے تو واقعی لوگونکو نہ تو خدا کا اور نہ انسان کا خوف ہے۔ کیا سرگلا ڈسٹن ہم لوگون سے ناانصافیون کے اور بے قصور لوگون کے مین قید ہونے کی کیفیت بیان کرتے ہین جبکا اونپر اسقدر اثر ہوا ہے اور اونھون نے اپنے فصیح بیانات سے ہر ایک شخص کے دلمین جسے آزادی سے الفت ہے غصہ پیدا کر دیا ہے اور ایک لفظ بھی اون مضرتون کے بارہ مین نہین کہتے جو اون پر بلکہ ہماری ہی گورنمنٹ نے عاید کی ہین۔ اونھین ثبوت کو دیکھنا چاہیئے کیونکہ اسقدر ہم اونسے اور ہر ایک انگریزی مقنن سے البتہ درخواست کر سکتے ہین۔ وہ ثبوت کو پڑھین اور دیکھین کہ ایک دروغگو بدمعاش کے خوش کرنے کے لئے جسنے بہت سی دروغ بیانیان ایک ایسے خاندان کے نسبت بطور شہادت کے تسلیم کین جو ہمارا دوست تھا اور اوسکے لوگون کو تمام چیزون سے محروم کر دیا جا بجا اونکا تعاقب کیا۔ اور اونھین قیدخانون مین ڈالدیا جہان سے بجز صبر کے اور کوئی رہائی کی شکل نہین ہے۔ ہمکو یقین ہے کہ ہرچند کہ عوام ہندوستانی رعایا کی تکلیفون کے جانب سے لاپروا ہین تاہم وہ اس معاملہ مین ضرور مخاطب ہونگے۔

اس غمگین قصہ کی آخری کیفیت کا درج کرنا باقی ہے تعجب کی بات ہے کہ کسقدر کم لوگون نے اوسکو اوٹرم کی دردانگیز اور سچی عبارت مین پڑھنے کی پروا کی ہے۔ تعجب ہے کہ کسقدر کم لوگون نے ایسے خاکہ پر غور کیا ہے جیساکہ یہ ہے[۱]۔ جس بزرگ رئیس نے ملاقات چاہی وہ پچاسی سال کا تھا جسے سر چارلس نیپر نے ایک ضعیف بوڑھا شخص لکھا ہے اور واقعی ایسا ہی وہ تھا۔

---

[۱] شرح فتح سندہ صفحہ ۸۷۔۔۔ ۱۲۔

جسکی کمر سن سے خمیدہ ہوگئی تھی۔ نہ کہ جیسا کہ اوسکے لوٹنے والے اور اوسکے لوٹنے والے کے بھائی نے غلط بیان کیا ہے کہ عیاشی سے یہ حال ہوا تھا۔ اوسکے ایام بُرے آگئے تھے۔ اجنبی جنہین اوسنے بطور دوستون کے اپنے ملک مین آنے دیا تھا اور جنکی ضرورت کے وقت مین اوسنے امداد کی تھی۔ اسوقت اوسکے ملک پر اسقدر فوج سے قابض تھے جو اوسکے فتح کرنے کے لئے کافی تھی اور افواہ مشہور تھی کہ یہ ہی اونکی غرض تھی۔ کوئی کلمہ تسلی کا نہین کیا گیا تھا نہ کوئی دوستانہ ملاقات دلائی گئی تھی اور وہ شخص جس سے ستر برس تک کسی نے بجز ادب اور لحاظ کے گفتگو نہ کی تھی اب تحکمانہ اور تخویف آمیز الفاظ سے مخاطب کیا جاتا تھا۔ اوسکی زبان ایک پر معنی جملہ یہان حسب حال ہے کہ وہ کہتا تھا کہ میرے مین اپنی رعایا کے سامنے کا گئے۔ اور میرے سفید بالون پر حرف آگیا۔ اوسنے اوس شخص کی ملاقات چاہی جسکے دست قدرت مین اوسکی اور اوسکے ملک اور رعایا کی تقدیر تھی اس امید سے کہ جو مصیبتین اوسپر آنے والی ہین وہ باز رکھی جائین یا اونکی وسعت معلوم ہوجائے ایک بھائی نے جسپر وہ اعتبار کرتا تھا اور جسکی لیاقت کا اوسے بھروسہ تھا اوسکے قبل جانے اور ضروری حالات دریافت کرنے کے لئے آمادگی ظاہر کی مگر یہ بھی کہا کہ دغا ہوگا۔ اوس غریب نے اوس بیان پر اعتبار کیا کیونکہ سُنی باتون (غارت گری قید و جلا وطنی) کا پرتو پہلے پڑجاتا ہے اوسکے دل پر پڑگیا تھا اور اوسکی طبیعت مین ایسی بدگمانیان پیدا ہوگئی تھین جنکا دفعیہ جرنیل کی حرکات سے کم ممکن تھا"

ایسے شخص پر جسکا خاکہ یہان کھینچا گیا ہے یعنے کمزور بوڑھا بزرگ اور اپنے خاندان مین ہر دلعزیز ضرب پر ضرب رسید کرنے مین جرنیل کو لطف آتا

تھا۔ ہر قسم کی توہین اور ہر قسم کی مضرت جو حسد اور ستانے کی مجنون تمنا بتا سکتے ہیں اوسکو پہونچائے جاتے ہیں۔ گورنر جنرل نے فوراً اوس رائے قبیحہ کو جو میر رستم کے فرزند کو دستار ریاست سے محروم کرنے کی تھی منظور کر لیا اور ایک ایسی لاپروائی سے عبارت ذیل اور لکھی جو عرصہ دراز تک ایسے افعال قبیحہ کے کرنے سے عادت ہو جاتی ہے کہ "مجھے بہت کم شک ہے کہ جب ایک مرتبہ علی مراد کو دستار ریاست پر قبضہ مل جائیگا۔ تو وہ ہماری حمایت سے اور زیادہ فطرتی اور معقول تسلسل وراثت دستار کی نسبت قایم کر لیگا اور اوسمین ایک صورت جواز کی پیدا کر دیگا مگر علی مراد کو میر رستم کا جانشین موجودہ رواج کے مطابق تسلیم کر کے جسکے مطابق میر رستم کا بڑا بیٹا محروم کیا جاتا ہے مین یک بیک میر علی مراد کے بڑے بیٹے اوسکا جانشین اوس اصول کے خلاف تسلیم نہین کر سکتا جسپر اوسکے باپ کے حقوق کی بنا ہے [۵۱]۔ اب لارڈ النبرا اور جنرل نیپ اپنی حرکت کا جو میر رستم کے بیٹے محمد حسین کو اپنے ورثہ سے محروم کرنے کے بارہ مین سرزد ہوئی کیا جواب دینگے۔ جبکہ یہ ثابت ہو گیا اور موجود مسل ہے کہ علی مراد نے اس مظلوم شخص کو اپنی حرام لوٹ کا نصف دینے کا وعدہ کیا تھا اگر وہ اوسکے فریب کیجانب سے جو انگریزون اور میر رستم کے ساتھ کرنا چاہتا تھا چشم پوشی کرے اور اس بدمعاشی کی تجویز اوسی عقیدت کے ساتھ نامنظور ہوئی جسکے وہ قابل تھی۔ کیا پتھر تک ایسے لوگون کے خلاف نالان نہین ہین۔ ۱۲ دسمبر کو جنرل نیپر نے لکھا کہ شمالی و جنوبی سندھ کے تمام امیرون نے صلحنامہ کو منظور کر لیا ہے [۵۲]

---

[۵۱] کتاب سرکاری صفحہ ۴۸۰ - ۱۲ -

[۵۲] سرکاری کتاب صفحہ ۴۲۱ - ۱۲

۲۷- دسمبر کو جرنیل نے لکھا" ہر چند کہ جنگ کا اشتہار نہین دیا گیا ہے- اور نہ اوسکے دینے کی ضرورت ہے" اور ہر چند کہ صلحنامہ کو بخوبی منظور کر لیا ہے تا ہم اوسکا ارادہ قلعہ امام گڑھ پر حملہ کرنے کا ہے جو غلام حیدر خان کے فرزند اکبر میر محمد خان کی ملک تھا اور جسکے ساتھ اوسنے خط و کتابت تک نہین کی تھی- انگریزی جرنیل اس زیادتی کی وجہ بیان کرنے مین اپنی تحریر کی پانچ بار تردید کرتا ہے-

اولاً- اوسکا بیان ہے کہ اوسے استحقاق حاصل ہے کہ امام گڑھ علی مراد کو منتقل کر دے کیونکہ میر رستم بھاگ گیا ہے اور اوسنے اوس فرار کے قبل حملہ کرنے کا ارادہ کر لیا تھا (مگر یہ خفیف بات ہے)

دویم- اوسکا پھر بیان ہے کہ (سرکاری کتاب نمبر [illegible]) "یہ میر محمد خان کا ہے لیکن علی مراد کی جائداد اوسکے رئیس خاندان مقرر ہونے سے ہو گیا ہے"- پس جس حالت مین میر رستم سردار تھا تو وہ قلعہ محمد خان کا کیونکر تھا اگر رئیس کی جائداد تھا تو کیون اوس انتقالی دستاویز مین اوسکا ذکر نہین ہے جو علی مراد نے بجبر میر رستم سے حاصل کیا تھا اور جسمین اور قلعے رئیس کے تفصیلوار درج ہین- جیسے شاہ گڈہ وغیرہ-

سویم- اوسکا بیان ہے" شمالی سندہ کے تمام قلعہ جات دستار ریاست کے متعلق ہین" (تتمہ سرکاری کتاب نمبر [illegible]) یہ محض واقعات کی خلاف بیانی ہے جیسا کہ سہراب کے وصیت نامہ سے ظاہر ہے-

چہارم- اوسکا بیان ہے کہ" وہ علی مراد کا تھا لیکن تین سال ہوئے کہ اوسنے ایک اپنے عزیز کو دیدیا"

پنجم- وہ لکھتا ہے کہ" ہز ہائنس علی مراد سندہ کے قانون کے مطابق

رئیس ہے اور میر محمدؐ اوسکا مالک اوس سے باغی ہے"۔ (شرح فتح سندہ صفحہ ۲۵)

اوسی خط مین جسمین جرنیل نے اپنا ارادہ ایک مخلص رئیس کے قلعہ پر حملہ کرنے کا ارادہ ظاہر کیا ہے وہ ایک امر کو اس طور پر بیان کرتا ہے۔ کہ گویا بالکل قابل اعتراض ہو یعنے علی مراد کے وزیر نے میر رستم کے نہایت ہی پیارے رفیق فتح محمدؐ غوری کو قید کر لیا ہے۔ وہ علی حسین کو (جسے وہ اپنی معمولی صحبت کے ساتھ شیخ علی سغیر لکھتا ہے) نہایت چالاک و ہوشیار لکھتا ہے۔ دراصل ایسے شخص کے ہاتھ مین جرنیل تھا اور انگریزی قوم اصل اغراض اور اونکے رفقار کی جان و مال کا خون کر رہا تھا تاکہ اس کم بخت اور اوسکے بد ذات آقا کی حالت کو درست کر دے۔ جرنیل گو کہ محض اون لوگون کے ہاتھ مین تھا مگر بالکل اندہا نہ تھا۔ وہ اپنے دوسرے خط مین جسمین اوسنے گورنر جنرل کو میر رستم کے فرار ہو جانے کی وجہ لکھی تھی۔ یون بیان کیا ہے "میر رستم جو ایک بزدل شخص ہے اور عرصہ سے خیال کرتا تھا کہ مین اوسے قید کرنا چاہتا ہون یہ سمجھا کہ وہ زمانہ قریب آگیا اور اوسکا بہائی اور مین دونون اپنی سازش اوسکی نسبت پوری کرنے والے ہین۔ اب مجھکو یہ خیال آتا ہے کہ علی مراد نے اوس بوڑہے شخص کو ایسی حماقت کرنے کی جانب ڈراکر قصداً مستعد کیا ہوگا تاکہ اوسنے دستار ریاست کا قبضہ قطعی طور پر ملجائے یا علی مراد کے برتاؤ اور اوسکے بہائی نے ایسا کیا"۔

مورخ نیپیر نے اپنے بہائی کو امام گڑھ کی تباہی کے بیان مین سکندر اعظم سے تشبیہ دی ہے۔ یہ ایک ایسا کام ہے جسپر اوسنے نہایت محبت آمیز فخر کے ساتھ بحث کی ہے۔ سر چارلس نے تین سو آدمیون اور دو توپون سے ایک قلعہ کو ڈہا دیا جسکی دیوارین نہایت مضبوط تھین اور جسمین ایک بہی

محافظ نہ تھا۔ امیرون کو کوئی بات مخالفت کی طرف رجوع نہ کرسکتی تھی۔ چاہیے اونسے فریب کیا جائے یا وہ دق کئے جائین۔ ورنہ کس آسانی سے اونھون سنے جرنیل اور اوسکے تھوڑے سے لوگون کو ایک ایسے ریگستان مین برباد کرڈالا ہوتا جہان پانی میسر نہ آتا تھا۔ واقعی انگریزون کی حالت نازک تھی۔ بشرطیکہ ہم - کی قابل تضحیک روایت سے ایک لفظ پر استدلال کرسکین۔ کیونکہ میر رستم سات ہزار آدمیون سے قریب تھا اور اوسکے پاس سات سو آدمی بھی کہین نہ تھے مگر اپنے خاندان کی عورات کی جان بچانے کے سلئے زیادہ متردد تھا۔ خوف کی بھگدر مین محمد حسین کی بوڑھی مان کجاوہ سے گر پڑی۔ جس سے اوسکا ہاتھ لوٹ گیا اور اوسکی دو خادمہ ہلاک ہوئمین مگر فرار ہی ایک ذریعہ تھا جس سے اُن بدنصیب شہزادیون کے زیورات اور پوشاک جو بدن پر تھے بچنے کی امید تھی۔ حیدرآباد مین جہان کچھ بھی مقابلہ نہین ہوا۔ دیوان بیٹارام[۱] کا بیان ہے کہ عورتون سے کپڑا تک اُتار لیا گیا اور ایسی ہی میر رستم کے خاندان کی بھی حالت ہوی ہوتی۔

خیرپور کی غارت۔ امیر اور اونکے خاندان والون کی فرار۔ فتح محمد غوری کی گرفتاری و قید۔ امام گڑھ کی تباہی۔ میر رستم سے ایک جبریہ تحریر لئے جانے جس سے اوسنے دستار ریاست اور اوسکے متعلق اراضیات و دیگر مقبوضات سے دست برداری کی۔ محمد حسین اور میر رستم کی دیگر اولاد کے محجوب الارث ہونے۔ اور بہت سے تخویف آمیز اشتہارات کے جاری کرنے کے بعد جسمین میر رستم پر دروغگوئی وحیلہ سازی کا الزام عائد کیا گیا ہے جرنیل نے تفریحاً مختلف امیرون کو طلب کیا کہ اوسکے قدمون

[۱] دیوان بیٹارام کی درخواست ملاحظہ کرو۔ ۱۲

سر رکھین اور صلحنامہ پر غور کرین۔ جسطرح ہم لوگ کتون کو اوسوقت بلاتے ہین جبکہ ہماری نیت اونکو مارڈالنے کی ہوتی ہے [له] قبل اونکی حاضری کی میعاد کے گذر جانے کے حیدر آباد کے امیرون کے ایلچی خیرپور مین آئے اور جو صوبہ دار اور حسین علی کیجانب سے آئے تھے اونکو کامل اختیار شرایط طے کرنے کے تھے۔ اب یہ بخوبی واضح ہے کہ اگر ان ایلچیون سے گفتگو کی گئی ہوتی تو انگریزی جرنیل کے لئے اپنے مخالفانہ ارادہ کے انجام کرنے مین بڑی دقت ہوتی۔ ممکن ہے کہ کوئی شرط ایسی نہ تجویز کی گئی ہوتی جسکو اون لوگون نے نہ منظور کیا ہوتا۔ ایک ہی طریقہ صلح سے اجتناب کرنیکا

[له] اوس عبارت کو سنئے جو جرنیل نے ایک ایسے رئیس کو لکھی تھی اور اپنے بس اور بے داغ زندگی کے لئے قابل اعزاز تھا۔ "امیر ایسا حیلہ آپ کی شان کے خلاف ہے۔ آپ جانتے ہین کہ یہ سچ نہین ہے۔ مین آپ کو ایسی غلط بیانیون کی آڑ مین نہ چھپنے دونگا۔ مین ایسی دُہری چالون کو نہین سمجھتا۔ مین آپ کو آپکے قول و فعل کا پابند مقرر کرتا ہون مین اب تمکو طالپورون کا سردار نہین سمجھتا نہ مین تم سے اس حیثیت سے معاہدہ کرونگا اور نہ اونکے ساتھ گفتگو کرونگا جو تمکو رئیس مقرر کرتے ہین۔" ہاے بدنصیب ملک جہان اوس شخص کو رئیس تصور کرنا بھی جرم ناقابل معافی ہے جسے انگریزی جرنیل کے آوردہ کے سدراہ ہونے کے لئے ستایا جاتا ہے۔ مذکورہ بالا کو بطور نمونہ کے اون تحریرات کا تصور کرنا چاہیئے جو بمبئی سر رستم کی گئی تھین۔ کیا یہ ممکن ہے کہ کوئی ذی ہوش شخص اپنے کو ایسے آدمی کے اختیار مین کر سکتا ہے جو ایسے الفاظ استعمال کرے۔ اسکے سوا جب جرنیل نے خیرپور کے امیرون کو صلحنامہ پر غور کرنے کے لئے پیام بھیجا تو اونکے پاس جیساکہ اونھون نے بہت صحیح بیان کیا تھا ہی کیا جسکی گفتگو کرتے انگریزنے اونسے سب کچھ لے لیا تھا۔ ۱۲

یہ تھا کہ کوئی حیلہ سوچا جائے یا کوئی سازش میجر کلبرن کی برباد کرنیوالی بلوچیون سے کیجائے مگر انکا وجود صرف کا غذات مین تھا اور علی مراد کی بھی مشقی ہوشیاری نئے جعلی خطوط مین صرف ہو جاسکتی تھی یہ بھی اتفاق تھا کہ میر رستم نے آخر کار اطاعت قبول کی ہوتی تو اوسکا قیدکرنا مشکل نظر آتا تھا۔ مگر اصل سردار اور رئیس کے ملک مین چھوڑنا جسکو کل رعایا محبت اور عزت کی نگاہ سے دیکھتی تھی اوس نمکحرام کے لئے قباحت ہوتی جسنے اوسکی جگہ چھین لی تھی۔ یہ حالت تردد آمیز تھی۔ لیکن سندہ کے تعلقات مین جو ہمارے ساتھ تھے ہمکو قبل ایسی ایسی نادر باتین نظر آئی ہین کہ ہمکو ایک اور عمدہ خیال پر تعجب نہوگا۔ میر رستم اور اوسکے برادرزادہ نصیر کو انگریزی جرنیل نے حکم دیا کہ وہ حیدرآباد روانہ ہون ورنہ دشمن تصور کئے جائنگے[1] جنوبی سندہ کے سفیرون کو بھی حکم دیا گیا کہ وہ اپنے اپنے آقا کے پاس بیرنگ واپس جائین۔ اور کرنیل اوٹرم سے خلقی نصیحت اور بیانات پر تمام موقعون پر ہم یہ نہین کہتے کہ خیال نہین کیا جاتا تھا مگر مخالف کارروائی کرنے کی ایک مفید فہرست تصور کیجاتی تھی۔ یہ کہا گیا کہ اونسے وہان جاکر ملاقات کرین۔ اس طور پر تین غرضین پوری ہوئین ــــ

اولاً۔ میر رستم کو بطور محتاج کے اپنی برادری کے حیدرآبادی رئیسون کے ہان جانا پڑا اور اسطور پر انھین ہر ایک خیال آبروسے جو انسان

[1] شرح فتح سندہ صفحہ ۲۹۴۔ اونکے پہلے برتاؤ کو دوستانہ تصور کر لیجئے۔ ہم جاننا چاہتے ہین کہ یہ برتاؤ مخالفانہ محض خیالی طور پر۔ نہ کہ عملاً کیا ہوا ہوتا ــــ ۱۲ ــ

کے دل مین ہوتا ہے مجبوراً اوسکو توہین اور بربادی سے بچانا پڑا اور اس ذریعہ سے اونکو مقابلہ پر آمادہ اور اونکے بلوچی اعزا کو مشتعل کرنے کا موقع ملا۔

دوسرے۔ اس طریقہ سے مہلت ملگئی اور وہ صلحنامہ جو اوسی جگہ طے ہوگیا ہوتا صرف ملتوی نہین رہا بلکہ میر رستم کو چالاکی سے جنوبی سندھ روانہ کردینے سے اوسکا طے پانا ناممکن ہوگیا۔

تیسرے۔ جس زمانہ مین میجر اوٹرم حیدرآباد مین گفتگو کر رہا تھا۔ انگریزی جرنیل کو بے روک ٹوک اوس شہر پر چڑھائی کا موقع ملا۔ اور گفتگو سے جو دراصل محض تفریح تھی اون لوگون کو جو اصل اسرار سے واقف نہ تھے یہ معلوم ہوا کہ فی الواقع امیرون کے اختیار مین یہ بات تھی کہ اپنی عملداری کے زرخیز خطون کو حوالہ کرکے باقی کو اپنے پاس رکھ سکتے تھے۔

اگر خیرپور کے مہاجرین کے پہلے کرنیل اوٹرم حیدرآباد پہونچ گئے ہوتے تو اونہون نے جنوبی سندھ کے امیرون کو جتا دیا ہوتا کہ میر رستم کا اونکی دارالسلطنت مین آنا اونکو موجب بربادی ہوگا۔ اسلئے اونکی یہ سخت کوشش تھی جرنیل سے اپنی روانگی کا حکم حاصل کرلین اور اونہون نے آخرکار بڑی دقت سے اجازت حاصل کرلی جس سے وہ اسقدر پیشتر روانہ ہوے کہ حیدرآباد مین (گو بڑی محنت سے) عین موقع پر پہونچے۔ لیکن علی مراد نے بڑی احتیاط کی کہ یہ اجازت اپنے مقام مقصود تک نہ پہونچی۔ اوسنے مراسلہ کو روک لیا اور اسطور پر اپنی خواہش کے پوری ہونے کے ... کو وار کردیا[۱] فی الواقع امیرون نے باوجود انگریزی فوج کے بڑھتے آنے کے صلحنامہ

---

[۱] شرح فتح سندھ صفحہ ۲۹۰ — ۱۲

پر دستخط کر دیا اور انگریزی جرنیل کے پاس بھیجدیا مگر زندہ ہاتھ سے نکل گیا۔
میر رستم کو اپنے درمیان بطور تارک الوطن کے اور اوسکی تمام تکلیفون کا حال
سنکر جس سے اجنبی کا خون بھی جوش کھانے لگتا ہے بہادر بلوچی باز
نہ رکھے جا سکے۔ اور جنگ اور ہلاکت پر آمادہ ہوگئے۔ سندھ اونکے خون سے
تر ہوا ہے اونکی ہڈیان میانی اور ڈبا کے میدانون مین گل رہی ہین۔ اور
اونکے مکانات ویران ہین۔ مگر عادل خدا ایک دن ضرور اونکی تکلیفون
کا انتقام لے گا۔ خود میانی کے فتح کرنے والے کے الفاظ سنئے۔ ہم اوسکے
فیصلہ کو جو اوسنے اپنے خیال کے نسبت خود کیا ہے پڑھتے ہین اور خود کوئی
لفظ نہ کہین گے " انگریز ہندوستان مین زیادتی کرنے والے ہین اور گو کہ
بادشاہ کوئی ضرر پہونچا نہین سکتا مگر اوسکے عمال پہونچا سکتے ہین۔ کوئی
شخص اوس سے زیادہ الزام نپولین پر عائد نہین کرسکتا۔ جو اون انگریز
عاملون پر ہے جنہون نے ہندوستان اور   کو فتح کیا اور اون لوگون
کا بچاؤ کیا جنہون نے وہان ویسی زیادتیان کین جیسی کہ ہمارے مصنف
نے یہان کی ہین۔ مگر ایک بات کہی جا سکتی ہے کہ نپولین کو اسپین کے
موجودہ وقت بادشاہ کی حماقت سے ترغیب ہوی۔ اور اوسکی غرض مین
کوئی بات نکمی یا ظالمانہ نہ تھی۔ اسکے برعکس انگریزی گورنمنٹ کی غرض چند
دوکانداروں کو مالدار بنانے کی تھی یعنے فرقے دوکانداروں کے جیسا کہ
اونکا موزون نام رکھا گیا ہے اور کسی قوم کی طاقت   اس سے زیادہ
نکمے اور ظالمانہ طور پر نہین ہوا ہے۔ ہماری غرض ہندوستان (سندھ)
کے فتح کرنے مین اور ہمارے تمام ظلم و ستم غرض زر ہونے ائی سے ہے۔
چنانچہ گذشتہ ساٹھ برس کے اندر دس پدم سے زائد روپیہ ہندوستان

سے لیا جا چکا ہے۔ اسکا ہر ایک جزو خون آلودہ اوٹھایا گیا ہے اور قاتلون کے جیب مین ڈالا گیا ہے مگر چاہے اس زر کو جسقدر صاف کرو اور دھو دھبا نہ چھوٹے گا۔ اوس مین لگا ہوا ہے اور ہم لوگون کو پھر بھی اس جرم کی سزا خدا سے ملے گی "جسکے یہان قومی تجارتی مقاصد" کی کوئی جگہ نہین ہے ورنہ بہشتر جسپر ہمارا ایمان ہے اور جسکے حاصل کرنے کی ہم امید کرتے ہین کوئی شئے نہین ہے۔ انصاف اور مذہب "ایک بڑے دستکار ملک" کی نگاہ مین

نہین ہین کیونکہ ایسی قوم کا اصلی معبود زر ہے۔ میرا بیان عجیب معلوم ہوگا لیکن مین ظالم نپولین کو ایسٹ انڈیا کمپنی کے ظالمون پر ترجیح دیتا ہون۔ جو شخص – اختیارات کا طامع ہوتا ہے وہ بالعموم مفتوحہ قومون کے فائدہ کے لئے حکم کرتا ہے لیکن جو لوکل کلی منفعت کی حرص رکھتے ہین وہ صرف اپنے کو مالدار بنانے اور کلہوکیا قومون کی شادمانی کے تباہ کرنے کے لئے حکومت کرتے ہین – ایک مملوک کہ مردود فرشتہ ہو مگر دوسرا ناری شیطان ہو[1] کیا یہ الفاظ اوس شخص کے ہین جو خون مین قدم رکھتا ہوا حیدرآباد کے خزانہ تک گیا اور یہی وہ ظالم ہین جنہین وہ ناری شیطان کہتا ہے جنہون نے ہمیشہ صلح کی خواہش کی اور سندہ کی لڑائی کو بے ضرورت خلاف مصلحت اور نامنصفانہ قرار دیا

افسوس صد افسوس –

سندہ کے بدنصیب تیمورون کی تاریخ کی اس عام کیفیت کی بعد اب صرف ہر ایک کا حال اوسوقت سے لکھنا باقی رہگیا ہے جب سے کہ اونکا خاندان تباہ ہوا اور اونکی دارالسلطنت کو انگریزون نے لوٹ لیا۔ میر رستم جو ۸۰ سال سے زائد کے سن سے دیا ہوا تھا اور جسکی آخر زندگی اون لوگون کی ہاتھون سے قید ہوکر تلخ ہوگئی تھی جنکی حسن خدمت کی تھی بہت جلد اپنی مصیبتون کے بوجھ سے دبگیا

[1] تالیف سر چارلس نیپیر موسومہ لالکیس اینڈ شیڈس آف لائف صفحات ۲۹۷ و ۲۹۸۔

قید مین جن انگریز افسرون نے اوسے دیکہا وہ اوسکے استقلال کی نہایت تعریف کرتے ہیں کہ وہ غمناک تقدیر صابر تھا۔ ڈاکٹر ہیرٹ جو پونا مین سول سرجن کی حیثیت سے امیرون پر تعینات تھے میر رستم کے شریفانہ طرز کے نسبت یون لکھتے ہین: "معزول امیر رستم خان خیرپوری معہ اپنے فرزند خورد علی بخش اور نصیر خان کے مارچ ۱۸۴۴ء سے میری سپردگی مین ہین اور مجھے نہایت مسرت اسبات کی تصدیق کرنے مین ہوتی ہے کہ وہ اپنی مصیبت کو نہایت شرافت سے جھیل رہے ہین۔ مین باطمینان لکھہ سکتا ہون کہ جب سے مجھسے اونسے ملاقات ہوئی ہے مین نے کوئی بات ایسی نہین دیکھی ہے کہ جس سے ذرا بھی شک اونکی میخواری یا عیاشی کا ہو اور مجھے بہت موقع اسکے تجویز کرنے کا ملا ہے۔ کیونکہ مین ہر شب جایا کرتا تھا۔

میر رستم جنکا سن اسوقت اسی سال سے زاید ہے اپنے تمام ہوش وحواس درست رکھتا ہے اوسکا حافظہ عمدہ ہے اور وہ اپنے مذہب کا نہایت پابند ہے کھانے پینے مین وہ نہایت پرہیزگار ہے گوشت دن مین ایک ہی مرتبہ کھاتا ہے اور بجز دودھ یا پانی کے اور کچھہ نہین پیتا"[1]

کرنیل اوٹرم نے بہت سی شہادت تمام پولیٹکل افسران شاہی کی جمع کی ہے جنکو کچھہ بھی تعلق امیرون سے تھا۔ وہ بالاتفاق کہتے ہین کہ امیراون سے بالکل   تھے جنکا الزام اونپر کتاب فتح سندہ مین عاید کیا گیا ہے۔ تردید اسقدر مکمل ہے کہ اوسمین کچھہ اور شامل کرنا غیر ممکن ہے۔ لیکن ہم ایک اور حملے کا حوالہ دیئے بغیر باز نہین رہ سکتے۔ یہ انتخاب کپتان کاؤن کے خط کا ہے جسکی سپردگی مین اوسوقت افسر لوگ حیدرآباد مین تھے۔ مین اسلیے

[1] شرح فتح سندہ حصہ دویم صفحہ ۵۲۴

بجواب تمہارے سوال کے لکھتا ہون کہ امیر نہایت پرہیزگار لوگ ہین جو
ہر قسم کی شراب سی سخت پرہیز کرتے ہین اور حقہ پینے سے بھی اونکو نہایت
نفرت ہی اور تمباکو کی بو تک نہین برداشت کر سکتے۔ پس بلحاظ حقہ اور شراب
پینے کے امیر ہم مین سے بہتیرون کے لئے قابل تقلید ہین جو اونسے اعلے
ترین شایستگی اور نفس کشی اخلاق کا فخر کرتے ہین "

اس سے کسقدر تسلی اون لوگون کو ہوتی ہے جو میر رستم کی عزت اور
کیا کرتے تھے کہ اوسکے نام کو اس طور پر اون بدنامیون سے محفوظ رکھا گیا ہے
جو اوس سے منسوب کیجاتی تھین۔ آخرکار وہ بوڑھا سردار اطمینان سے
میٹھی نیند سو رہا ہے اور اوسے وہ آرام میسر آیا ہے جس سے عیسائی لوگون
نے محروم رکھا تھا۔ بقیہ امیر جو اوسکے حین حیات اوس سے محبت رکھتے
اور اوسکی قدر کرتے تھے اوسکی باتون کو مشتاقانہ افسوس سے یاد کرتے ہین
وہ اپنے ستانے والون سے کوئی صلہ اونکی تکلیفون کا کوئی   اوسکی
لی ہوئی چیزون کی نہین چاہتے۔ یہ بات تو گذر گئی اور وہ صرف اسبات
کی درخواست کرتے ہین کہ اونکے پیارے سردار کی ہڈیان اوسکے پیدایش
کے ملک مین بھیجدی جائین۔ اونکو امید ہے کہ اس سے انکار نہوگا اور اونکو
بھروسہ ہے کہ اونکے دشمنون کا حسد مُردہ کے ساتھ نہ برتا جائیگا۔ کیا عیسائی
حکام بوڑھی بیوہ کو اس آخری تسلی سے محروم رکھینگے کہ وہ اپنی خاک اپنے
متوفی شوہر کی خاک مین آمیز کرے۔ کیا دس سال کی جلا وطنی افلاس اور غربت
اس آخر تسلی کو نہ حاصل کر سکین گے۔

میر رستم کے بعد وزیر فتح محمد غوری کا سن تھا۔ یہ ثابت کیا گیا ہے کہ کسقدر
ابتدا ہی سے اوسکے ساتھ بے انصافی اور حقارت کا برتاؤ ہمارے پولٹیکل اجنٹ

مسٹر راس بیل نے کیا چونکہ وہ ہمیشہ اوس نمکحرام علی مراد کا مخالف رہتا تھا۔
پس سندہ مین ہماری عملداری کی ابتدا ہی سے اوس عیار سردار نے اوسکی
غیبت اختیار کر رکھی تھی۔ کپتان بروان کو علی مراد کے وزیر کے باعث سے
کافی طور پر اوسکی جانب سے بغض آگیا تھا اور اوسکی بدگمانیان جنرل نیپیر مین منتقل
ہوگئی تھین۔ وہ بدنصیب سردار کبھی ہمارے دربارون مین آنے نہ پاتا تھا۔
یہ علانیہ ظاہر کردیا گیا تھا کہ ہم اوسے آیندہ میر رستم کا وزیر تصور کرینگے۔
یہ ایک رفیق رئیس کے معاملات مین عجیب اور ناجائز دست اندازی کرنی
ہے۔ مگر یہ بھی کافی نہ خیال کیا گیا۔ وزیر پر الزام لگایا گیا کہ اوسنے ہمارے
سابق حاکم کچی محمد شریف کو جو اوسوقت قید تھا رہا کردیا۔ یہ منظورہ جرم فتح محمد کا
میر رستم کے نسبت بطور ایک الزام کے عاید کیا گیا۔ جس سے اوسکے ملک کا
غارت کرنا جائز تصور کیا گیا۔ ہماری جانب ایک عجیب غلط بیانی سے یہ کہا
گیا کہ میر رستم اپنے وزیر کے افعال کا ذمہ دار ہے حالانکہ اوسی وزیر کو ہم سنے
امیرون کا افسر مطلق نہین تسلیم کیا۔ چونکہ فتح محمد اپنے سردار کا وفادار تھا۔
اوسکے ساتھ بھاگ کر حیدرآباد گیا اور اوسکے ساتھ ہی قید ہوا۔ اوسکے بعد
اوسکی تاریخ مین ایک عجیب معاملہ پیش آیا۔ علی مراد نے جو اوسکے خون کا پیاسا
تھا جسنے اتنی مدت تک اوسکی مخالفت کی تھی اوسے انگریزی جرنیل سے اس
بنیاد پر طلب کیا کہ وہ علی حسین کا چھ ہزار روپیہ کا قرضدار ہے یہ علی حسین
چند سال قبل سندہ مین مفلوس وارد ہوا تھا مگر اب برائے نام وزیر۔ لیکن
دراصل دجی کی ریاست کا حاکم ہوگیا تھا۔ انگریزی جرنیل فتح محمد کو اوسکے دشمن
جانی کے فوراً حوالہ کیا جسنے اوسے قیدخانہ مین ڈال دیا۔ یہان وہ بارہ مہینہ تک
مثل عام مجرمون کے بیاسی سال کے سن مین رہا مگر خدا نے اوسکی ستانیوالون سے

اوسپر زیادہ رحم کرکے اونکی رہائی کا حکم دیا۔ بہاولپور کے خان نے جسکے باپ کے دربار مین ایک زمانہ مین فتح محمد وزیر رہ چکا تھا سر چارلس نیپیر کو لکہا اور کی کہ وہ اوسکے باپ کے اگلے دوست اور مشیر کو اوسکے حوالہ کرے۔ اور اوس انگریز نے علی مراد سے درخواست کرنے کے لئے کہا۔ علی مراد نے تا یدایک ایسے سردار کے خوش کرنے کے لئے جسکی انگریز نہایت عزت کرتے تھے چھہ ہزار روپیہ جسکے حیلہ سے اوسنے ظالمانہ طور پر بوڑھے مظلوم کو قید کیا تھا لینے پر رضامندی ظاہر کی اور اوسے رہا کیا۔ جون ہی فتح محمد بہاولپور مین پہونچا خان بہاولپور نے اوسے بیس ہزار روپیہ نقد اور بارہ ہزار سالانہ کی ایک جاگیر دی اور اوسے وزیر کے عہدہ پر ممتاز کیا ہوتا جسپر کوئی شخص اوس زمانہ سے مقرر نہین ہوا تھا جب سے فتح محمد چلا گیا تہا مگر اسی برس کے سن اور ان سختیون کے اوٹھانے سے جو حال مین اوسپر گذری تھین اور نیز اپنے بڑے اور پیارے بیٹے کے قضا کر جانے سے فتح محمد کی عقل جو پہلے تیز تھی اب کند ہوگئی تھی۔ وہ خود ملازمت کا متلاشی نہ تھا جسکے لئے وہ اپنے کو انتہائی سن کے باعث ناقابل تصور کرتا تھا۔ اوسنے اپنی سکونت اوس جاگیر مین اختیار کی جو اوسے ملی تھی۔ اور اگر ملتان بلوہ ہوا ہوتا تو پھر ہمنے اس شخص کا نام بھی نہ سنا ہوتا جو کسی زمانہ مین نہایت لائق شخص تھا اور جسنے بہت صدمے اوٹھائے۔ مگر دوسری سکھ لڑائی کے ہونے پر خان بہاولپور کو لاہور کے ریزیڈنٹ لفٹنٹ (اب میجر) اڈورڈس[1] کی فوج کی شرکت مین مولراج باغی کی فوج کے مقابل مین کارروائی کرنے کو کہا۔ بہاول خان نے ادہر اودہر دیکھا تو کسی کو ایسا نہ پایا جسپر اس قدر اعتبار کیا جا سکے جیسا کہ فتح محمد پر۔ باوجود اپنی زیادہ سنی وہ بہاولپور کی فوج کا

[1] اڈورڈس کی تصنیف ایران دی پنجاب جلد ۲ صفحہ ۳۲۷۔ ۱۲

سپہ سالار مقرر ہوا اور اوسنے ستلج کو ۱۳ مئی ۱۸۴۸ء کو عبور کیا۔ اوسکی امداد کی قیمت بجز اوسنے اڈورڈس کو دی خود اوس افسر کی تحریر سے سمجھی جا سکتی ہے۔[۱]
فتح محمد خان غوری کی حالت نازک ہے اور اوسپر میری کامیابی کا انحصار ہے
۱۴۔ جون کو فتح محمد[۲] نے پانسو آدمیون اور گیارہ توپون سے مقام گوائن مین
شجاع آباد سے بارہ کوس پر لفٹنٹ اڈورڈس کی ہدایت کے مطابق
مورچہ تیار کیا گیا۔ اوسکی کمان مین جو فوج تھی وہ محض بے قاعدہ لوگون کی تھی
جنہون نے کبہی گولہ چلتے نہین دیکھا تھا۔ مولراج کا برادر نسبتی رنگ راج
جانب شمال پندرہ میل کے فاصلہ پر نو ہزار قواعددان سپاہیون اور دس
توپون کے ساتھ خیمہ زن تھا۔ جانب مغرب دریاے چناب کے پار اور عنقریب
داؤد پترون[۳] کی فوج کے لفٹنٹ اڈورڈس اور جنرل کارٹلینڈ تین ہزار آدمیون
اور دس توپون کے ساتھ تھے۔ ۱۷ کی شب کو سکھ فوج روانہ ہوی۔ تاکہ وہ
فتح محمد اور لفٹنٹ اڈورڈس کی فوج درمیان آجاے اور ساتھ ہی ساتھ وہ گھاٹ
پر حاوی ہو تاکہ اڈورڈس کی فوج عبور کرنے سے باز رہے۔ پیر ابراہیم کی تجویز
سے داؤد پترون نے سکھون کی چال اس طور پر مات کی کہ خود موضع کنیری مین
آگئے جسمین اڈورڈس کو گھاٹ سے اوترنا پڑتا تو جانا پڑتا۔ ۱۸۔ جون کو
جب اڈورڈس عبور کر رہا تھا سکھون نے جو نونار کی بلندیون پر کنیری کے
شمال جمے ہوے تھے فتح محمد خان کے داہنے بازو پر حملہ کیا اور ایک سخت معرکہ
پیش آیا جو دن کے زیادہ حصہ تک قایم رہا اور گولیان چھ گھنٹہ تک برابر چلتی
رہین۔ اسکی وجہ کہ نوآموز بے قاعدہ سپاہیون نے اسقدر عرصہ تک تجربہ کار
باقاعدہ فوج کا مقابلہ کیا۔ صرف انکی دلیری اور اونکی   کی مضبوطی معلوم ہوتی ہے

---

[۱] ایضاً صفحہ ۳۶۹۔ [۲] ایضاً صفحہ ۳۷۰۔ [۳] بہاول خان کی فوج۔ ۱۲۔

جو ایک گھنا جنگل تھا جسکے پناہ کے بغیر کسی دلیری نے اوناکو تباہی سے نہ بچایا ہوتا دو بجے فتح محمد کو مجبوراً اپنی فوج کو پیچھے ہٹانا پڑا جو اوسنے رفتہ رفتہ انجام دیا اور جانب راست سے ابتدا کرکے دریا کیطرف چلا آیا۔ لڑائی کی نوک جھوک جو اسوقت تک داؤد پترون نے برداشت کی تھی اب لفٹنٹ اڈورڈوس کے پٹھان سپاہیون پر آنے لگی۔ ان وحشی لڑنے والون کی سرگرمی کو روکنا اور اوبھلین دشمن کی توپون پر جا گرنے سے باز رکھنا ناممکن تھا جو عمدہ طور پر کام مین لائی جاتی ہین اور چونکہ اب اونکا مقابلہ داؤد پترون کی توپون سے نہ تھا وہ اڈورڈوس کے پٹھانون کو تباہ کرنے لگین۔ اوسوقت مین جب یہ معلوم ہوا کہ اونکو حملہ کرنے سے باز نہین رکھ سکتے جس سے غالباً وہ بالکل نیست و نابود ہوگئے ہوتے جنرل کارٹلینڈ نے جو کمک اڈورڈس کو روانہ کی تھی وہ نہایت عجلت کے ساتھ آئی۔ اسمین چھ توپین اور دو پلٹین قواعد دان پیدلون کی تھین اور اونکے آنے سے لڑائی کے انجام کی شکل بالکل بدلگئی۔ سکھ پیدلون کی فوج کثیر پٹھانون کے پرے کے قریب آگئی تھی اور اوسکو ایک باڑہ گراف کی نو رسیدہ توپون سے ماری گئی جسکی آمد سے وہ بالکل بیخبر تھے۔ ساتھ ہی ساتھ دونون پلٹنون نے جو کمک کے لئے آئی تھین حملہ کیا اور پٹھان سوارون کی ایک مختصر جماعت سے دو توپین سکھون کی لے لین اب سکھ لوگ ابتری کے ساتھ پیچھے ہٹنے لگے۔ اونکا جرنیل رنگ رام پہلے ہی سے بھاگ گیا تھا۔ اور جب لفٹنٹ اڈورڈوس کی فوج ہر جانب سے بڑھی تو دشمن میدان سے سر کے بل بھاگ نکلے۔ اس درمیان مین داؤد پترون نے اڈورڈوس کی بائین جانب اپنی صف درست کرلی تھی۔ اور تعاقب مین خوب کام کیا اور دو توپین اور سکھون کی چھین لین۔ یہ کیفیت جنگ کینری

کی ہے جسمین فتح محمد خان غوری نے جس نے بارہ مہینے تک جیلخانہ میں ایک
انگریزی جرنیل کے حکم سے جھوٹے قرضہ کی بنیاد پر مصائب اوٹھائے تھے جسپر
انگریزون کے ایک قیدی کی رہائی پر چشم پوشی کرنے کا الزام لگایا گیا تھا - جو
اپنے عہدہ سے تنزل کردیا گیا تھا اور جسکے ساتھ شمالی سندہ کا پولٹیکل ایجنٹ
اور اوسکا مدنظر اسسٹنٹ حقارت اور اہانت سے پیش آتے تھے اوس فوج
کے اصل ڈویژن کی کمان لی تھی جسنے اول اور نہایت ہی پر وقعت فتح مولراج
ناغر پر حاصل کی - لفٹنٹ اڈورڈس ایماناً فتح محمد کی دلیری کو تسلیم کرتا ہی
اور ثابت کرتا ہے کہ وہ جرنیل صرف نام ہی کا نہ تھا کیونکہ اوسی کے حکم سے
داؤد پوترون باہستگی چھ گھنٹہ کے معرکہ کے بعد ہٹے اور متفقہ فوج کے داہنی جانب
سے بائین جانب کو جگہہ منتقل کی - مگر وہ بوڑہے وزیر کو عقل کے سلب ہوجانے
کا الزام دیتا ہے اور اسکا گروہ ایک درخت کے نیچے میلے کچیلے کپڑے پہنے اپنے
گرد و پیش کے امور سے بالکل غافل بیٹھا ہوا تسبیح خوانی کر رہا تھا اور گولے
جو درخت کی شاخون سے اوسکے سر پر سے گذر رہے تھے اونکی اوسے کچھہ پروا
نہ تھی - اوسکا بیان ہے کہ پریشانی نے سن کے ضعف عقل کی تکمیل کردی تھی
اور اوسنے ایک ہی نگاہ مین دیکھہ لیا کہ وہ بوڑہا شخص جو اوسکے قریب
گرتا پڑتا آرہا اور غائبانہ نگاہ سے اوسکے چہرہ کو دیکھہ رہا تھا اوسکی باتون کو
سمجھہ نہ سکتا تھا - غرضکہ یہ ایسے شخص کے لئے جسنے ویلنگٹن یا ہارڈنگ کے
سن کو طے کر ڈالا تھا ایک جرم ٹھہرا کہ اوسمین شباب کا جوش نہ تھا -
یہ گویا ایسے شخص کے لئے جرم تھا جسکا سن اسی برس سے زیادہ تھا اور
حال ہی مین قید خانہ سے چھوٹا تھا کہ وہ ذکاوت مین ہمارے ایک
نہایت ہی لایق یوروپین افسر کی برابری نہ کرسکتا تھا - رہا اوسکا ایک

درخت کے نیچے بیکار بیٹھا تھا ہم دیکھتے ہین کہ لفٹننٹ اڈورڈس نے خود بھی ایسا ہی کیا اور سات گھنٹے جون کی دہوپ مین جہان بجز ایک جھاڑی کے سایہ کے اور سایہ نہ تھا اور نہ ایک قطرہ پانی نہ ذراسی ہوا اوس ناقابل برداشت گرمی کے کم کرنے کے لئے نہ تھی" بیٹھا رہا۔ رنگ رام سکھ جرنیل بھی ویسا ہی بیکار رہا اور متفقہ فوج کی کمانیرون سے زیادہ ہوشیاری کی کیونکہ وہ ایک ہاتھی پر سوار وہ پہاڑیون سے بالظمینان جنگ کو دیکھ رہا تھا جو نونار کے گاؤن کے گرد ہورہی تھی اور مخالف فوج کے بڑہنے پر بنہایت عجلت مقام جنگ کے قریب سے جسقدر دور ہوسکا خود ہٹ گیا۔ خیال کرنا چاہئے کہ اون تکلیفون کے بعد جو فتح محمد نے انگریزون کے ہاتھون سے پائی تھی یہ بات محض ہندوستانی سردارون کی عادت کے مطابق ہوی ہوتی کہ اونھون نے اس کم تکلیف مین یا تو بالکل میدان سے کنارہ کیا ہوتا یا دشمن کے شریک ہوگئے ہوتے۔ فتح محمد لڑائی مین برابر رہا۔ چھ گھنٹہ تک اوسکی نوک جھوک بھی اوسکے بعد داہنے جانب سے ہٹ کر بائین جانب اپنی فوج درست کی دشمن کی بربادی مین اعانت کی۔ اور اوسکے آدمیون نے دو توپین چھین لین۔ ایک شخص کا قول ہے جو اس معرکہ مین پیش پیش تھا کہ فتح محمد طعن و تشنیع کے قابل نہ تھا اور اوسنے خطرہ کی جانب سے وہ لاپرواہی ظاہر کی جسکے لئے وہ اپنی زندگی بھر مستعد تھا اور اگر اوسنے ان توپون کو جو جنگ مین گرفتار ہوی تھین اپنے پاس رکھنے مین اصرار نہ کیا ہوتا تو اوسکے ضعف عقل وغیرہ کی روایت نہ سننے مین آتی۔ ان توپون کا وہ دعویدار اسوجہ سے تھا کہ اوسنے متفقہ فوج کے بڑے گروہ کی کمان لی تھی دشمن پر پہلے حملہ کیا تھا اپنی جگہ پر چھ گھنٹہ تک اونکے مقابلہ مین قایم رہا تھا اور اون سوارون کو دبایا تھا جنھون نے دشمن

کا تعاقب کیا۔ اوسکا قول تھا کہ وہ توپون کو نہین دے سکتا۔ کیونکہ اوسکی فوج نے
اونھین حاصل کیا ہے اور اونکے لئے یہ پست ہمتی کی بات ہوتی اگر اونکی فتح
کی یہ نشانیان چھن جاتین۔ یہ بھی اتفاق ہوا کہ پٹھانون کے پاس باوکش بیل
نہ تھے مگر فتح محمد کے پاس چھ سو بیل تھے چنانچہ اوسنے اونھین توپون مین
جوت دیا اور میدان جنگ سے کھچوا کر لے گیا۔ چلیئے چھٹی ہوئی

پھر اڈورڈس کی کتاب کے صفحہ ۱۶۴ مین فتح محمد کا ایک قصہ نہایت غلط طور
پر بیان کیا گیا ہے جسمین لفظ مفرور اوسکی نسبت استعمال کیا گیا ہے اور جسکا کل
لب لباب صرف یہ ہے کہ اوسے اپنے ملک کا دغا شعار نمک حرام ٹھہرائین۔ مگر
قسمتون سے کسی قصہ کے بیان کرنے کے دو طریقے ہین اور ناظرین لفٹنٹ
اڈورڈس کے بیان سے ذیل کا مقابلہ کرین اور اسکے ساتھ اطمینان رکھین کہ
یہ ایک ایسے شخص کے بیان پر مبنی ہے جسکو سرکار انگریزی بہت مانتی ہے جسے
دریاے سندہ کے گرد و نواح کے ملک سے نصف صدی تک اوس سے زیادہ
سابقہ رہا۔ جو کسی انگریز کو کسی قسم کے معاملات کے باعث ہونا ممکن ہے۔
فتح محمد خان غوری غور کے اوس شاہی خاندان سے ہے جسکے لوگ ہندوستان
مین بادشاہ ہوے۔ مگر جس شاخ سے اوسکی نسل ہے وہ اپنے اعلے درجہ سے
گر گئے ہین اور خود اسکا باپ بجز مسلم ہونے کے اور کسی بات کا افتخار نکرتا تھا
فتح محمد نے اپنی زندگی کی ابتدا ایک مشہور پیر کی رفاقت اور مریدی سے کی۔
جسکے پاس اُچ کا ضلع ہر دو جانب دریاے سندہ کے تھا۔ وہ پیر ایک
بدمزاج شخص تھا یہان تک کہ فتح محمد نے اوسے چھوڑ کر بھاول خان کے ہان
ملازمت کی جو اوسی نام کے موجودہ خان بھاول پور کے دادا تھے اسکو وہ سال
کا زمانہ گذرا جب فتح محمد پینتیس سال سے لیکر چالیس سال تک کا تھا۔ پیر نے

دوسرے بار بہاول خان کے ساتھ نزاع کی جسنے چڑہائی کرکے اُچ کو لے لیا۔ اور پیر صاحب بھاگ کر میر سہراب خان والی خیرپور کے پاس چلے گئے۔ اس سے ایک سخت مقابلہ بہاول خان کی فوج اور سندہ کے امیرون کی فوج سے ہوا۔ جسمین فتح محمد بخشی یعنے بہاول خان کی فوج کا سپہ سالار تھا اور بعد بہت کچھ دلیری اور ہوشیاری کے دکھانے کے اوسنے شکست پائی۔ امیرون کی اس فتح کا نتیجہ یہ ہوا کہ اونکے مستمند پیر کو اُچ پھر ملگیا مگر اوسکو صرف شہر دیا گیا۔ اور گرد و نواح کے ضلع کبھی نہین حاصل ہوے۔ اسکے بعد برسون گذر گئے۔ بہاول خان نے قضا کی اور اونکا بیٹا سعادت خان جانشین ہوا جسکے وقت مین فتح محمد وزارت کے عہدہ پر بحال رہا۔ مگر ایسا اتفاق ہوا کہ سعادت خان ایک روز فتح محمد کے ساتھ ایک ہی اونٹ پر سوار تھے یعنے خان آگے تھا اور فتح محمد پیچھے۔ اونٹ اون لوگون کے اُتارنے کے لئے بیٹھ گیا تھا کہ سعادت خان کے ایک رشتہ دار سنجر خان نے اوسپر سخت حملہ کیا اور تلوار جلدی اوس ضرب سے خان کی ران مین زخم آیا اور اونٹ کو زخم لگا جو اوچھل پڑا اور فتح محمد زمین پر گر گیا۔ اس ہلچل مین سنجر نکل بھاگا۔ فتح محمد گر جانے سے اپنے آقا کی اعانت نہ کرسکا جسنے اسوجہ سے یہ خیال کیا کہ وہ اوسکے خلاف سازش مین شریک تھا چنانچہ فتح محمد کو جان بچانے کے لئے بھاگنا پڑا۔ پہلے وہ ملتان گیا جہان وہ مظفر خان حکمران تھا جو اوس شہر کو رنجیت سنگھ کے مقابلہ مین محفوظ رکھنے مین مارا گیا۔ خان بہاولپور نے اوسکے نکالدینے پر اصرار کیا جس سے انکار کیا گیا۔ اس سے وہ معرکہ پیش آیا جسے میجر اڈورڈس نے لکہا ہے کہ فتح محمد کی فریب آمیز اور بیجا کوشش ستلج سے شجاع آباد تک کے ملک کے لے لینے کی تھی۔ ملتانیون نے شکست پائی اور فتح محمد بھاگ کر

لاہور گیا۔ جہان رنجیت سنگھ اوسکے ساتھ باخلاق پیش آیا۔ مگر اوسنے شاید بخیال اختلاف مذہب اوس بادشاہ کی ملازمت سے انکار کیا۔ اور وہیرہ غازیخان کے راستہ سے شمالی سندہ مین گیا۔ جہان وہ فوراً وزیر کے عہدہ پر ممتاز ہوا جس طور پر خیرپور مین اوسکے ساتھ برتاؤ ہوا اور جو محبت میر سہراب اور میر رستم کو اوسکے ساتھ تھی وہ عجیب طور پر اوس کیفیت سے اختلاف رکھتی ہے جو میجر اڈورڈس نے اوسکی بیان کی ہے لیکن اوس سے بدتر خاتمہ ہے۔ جن غلط بدگمانیون سے وہ بہاولپور سے نکالا گیا تہا وہ صاف ہوگئین اور اوسکا بے قصور ہونا اسقدر کامل طور پر ثابت ہوگیا کہ موجودہ خان نے جب کہ بیان ہو چکا ہے اوسکی رہائی کے لئے علی مراد کو روپیہ دئے اور فوراً اوسے اپنی ریاست کا افسر اعلے بنا دیا۔ قبل اس بیان کے ختم کرنے کے یہ کہا جانا چاہیئے۔ یہ عجیب تقدیری امر تھا کہ شمالی سندہ مین اول شخص فتح محمد تھا جس نے انگریزی ایلچی کا خیر مقدم کیا۔ برنس کے سفرنامہ کی تیسری جلد کے صفحہ ۳۰ مین ایک نہایت ہی قابل لحاظ کیفیت اوس ملاقات کی درج ہے جو اوسمین اور برنس مین ہوی۔ ”دریاے سندہ کے کنارہ پر ہماری ایک عجیب ملاقات خیرپور کے وزیر سے ہوی۔ جسے میر رستم نے روانہ کیا تھا۔ اوسنے انگریزی گورنمنٹ سے صلحنامہ کرنے کی گفتگو پیش کی۔ پھر اوسنے اون ریاستون کے نام لئے۔ جنکی ہستی ہماری رفاقت سے قایم ہے۔ مثلاً داؤدپترون کا سردار و جیسلمیر کا راؤ و بیکانیر کا راجہ اور آخر مین کہا کہ یہ بات نجومیون نے پہلے سے کہی ہے۔ اور کتابون مین بہی لکھی ہے کہ انگریز ایک دن تمام ہندوستان پر قابض ہونگے جس پیشین گوئی کی نسبت میر رستم اور مجھکو اطمینان ہے کہ ضرور وقوع مین آئیگی اور اوسوقت انگریز پوچھینگے کہ تم لوگ کیون رفاقت کی درخواست

لیکر نہ آئے۔ اوسنے کہا کہ ستارے اور آسمان انگلستان کی خوش قسمتی کو پکار پکار کر کہہ رہے ہین"

اب اسقدر کہنا باقی ہے کہ فتح محمد اوس جاگیر سے جو خان بجاول پورنے اوسے عطا کی ہے اپنی زندگی با عزاز و اکرام بسر کر رہا ہے۔ یہ امید کیجا سکتی ہے کہ کینیری کی عمدہ فتح سے جسکے باعث اوسکے شہر کیون کو اسقدر عزت ملی اسبابھی اون لوگون سے اوسکی خدمات کی کچھ صلہ دلوائی گئی جنکے جانب سے اوسنے وہ لڑائی باشندگان انگلستان سے اور اسطور کچھ معاوضہ اوس ظلم و ناانصافی کا ہوجائیگا جو ہمارے ساتھیون مین گو کہ یہ عرصہ کے بعد ہوگا۔

میر رستم کے بعد خیرپور کے امیرون مین درجہ کے لحاظ سے میر رستم کا بڑا فرزند محمد حسین ہے اسوقت وہ پینتالیس سال کا ہے۔ ہر چند کہ وہ اسوقت مین جبکہ جنرل نیپیر مخالفانہ طور پر شمالی سندہ پر چڑہائی کر رہے تھے کچھ فوج کی کمان رکھتا تھا مگر اوسنے کسی طور پر اوس جرنیل کی زیادتیون کو نہ روکا۔ اوسنے اپنے باپ کو امیرون کے بال بچون کے روانہ کرنے سے باز رکھا اور اونکے ساتھ حیدرآباد بھاگ کر جانے سے انکار کیا۔ اوسکی ذات سے کبھی کوئی وجہ ناخوشی کی انگریزی جرنیل کو نہین پیدا ہوی۔ اپنے باپ اور بھائیون کے قید کے بعد وہ بروے گاہ سے اپنی مان یعنے میر رستم کی بیوی اور خاندان کی اور مستورات کے ساتھ گذا اور کچھ دنون تک مزارون اور مرلون کے ساتھ قیام کیا جنھون نے اوسکی مصیبت مین ہمدردی کر کے اپنے ہان پناہ دی۔ ایک سال کے گذرنے پر وہ ملتان کے صوبہ مین چلا گیا۔ وہان کے سکھ سردار نے شہر کے قریب آنے سے منع کر دیا مگر اوسے سرحد کے قریب ایک موضع مین رہنے کی اجازت دی۔ یہان وہ اسوقت مقیم ہے جسوقت

علی مراد کے معاملہ کی کمیشن تحقیقات کر رہا تھا وہ خود بخود اوسکے روبرو حاضر ہوا جس سے خطرہ اوسکے گرفتار ہو جانے کا تھا۔ اور کہتے ہین کہ اسقدر پر درد اور خلقی سادگی سے اپنی شہادت دی کہ جس سے سب لوگ مداح اور ثناخوان ہوے۔ گورنمنٹ نے اسکے نقصانات کا یقین واثق کر کے پانسو روپیہ ماہوار مقرر کرنا چاہا مگر اوسنے اس بنیاد پر انکار کیا کہ یہ اون بہت سے اشخاص کی پرورش کے لئے کافی نہو گا جو اوسکی کفالت پر ہین۔ اور یہ کہ وہ کوئی شئے لینا پسند نکریگا جبکے معنی یہ لگائے جائین کہ اوسنے اپنے قصور کو تسلیم کیا۔ اس شخص کو ہمنے ملک سے بدر کر دیا ہے کہ وہ اپنے خاندان کی عورات کے ساتھ جابجا آوارہ وطن مبتلاے رنج و محن مارا پھرے۔

میر رستم اور میر مبارک کے فرزند و عزیز کو سر چارلس نیپیر نے علی مراد کے حوالہ کیا جسنے اونپر ہر قسم کا ظلم و ستم روا رکھا ہے جو حسد اور عداوت سے خیال مین آتا ہے۔ اونکے حصہ مین بھوک اور پیاس سردی اور عریانی پڑی ہے سر چارلس نیپیر کو جو درخواست اون لوگون نے کی ہے اوسمین لکھا ہے کہ ایسی حالت سے موت بہتر ہے اونکے ستانے والے کا اونسے اونسے ملازم اگر اونکی حالت کا مقابلہ اونکے افلاس سے کیا جاے تو چین کرتا ہے۔ کئی شخص مر گئے اور تا وقتیکہ انگریزی گورنمنٹ دست اندازی نکرے اسمین کوئی شک نہین ہو سکتا کہ سب یا تو فاقہ سے یا اون ظلمون سے مر جائینگے جو اونپر کیا جاتا ہے۔

"وہ لوگ بیشک عزیز تھے مگر اونکے عزیز نے اونکو آرام و سلطنت و قرابت و آزادی و زندگی سے محروم کر دیا۔" حیدر آباد کے مقید امیرون کی کیفیت ہمکو کم معلوم ہے۔ میر نصیر خان میر صوبہ دار خان اور میر فتح علی صوبہ دار کا فرزند اکبر مر گئے۔ میر پور کا امیر شیر محمد لاہور مین ہے جہان وہ سکھ لڑائی کے زمانہ

مین برابر رہا۔ وہان اوسکو موقع ہمارے دشمنون کو اپنی شمشیر سے مدد کرنے کا
ملا۔ لیکن اوسکے تحمل سے ثابت ہے کہ وہ اوسیوقت لڑا جب اوسے اپنے
گھر بچانے کے لئے مجبور ہونے پڑا۔ غلام علی کا بیٹا میر محمد خان اور اوسکے
برادرزادے نور محمد اور سفیر کے فرزند اب تک حیات ہین۔ آٹھ برس کا زمانہ
گذر گیا جبکہ یہ بدنصیب رئیس اپنے خاندان اور اپنے پیارون سے الگ کئے
گئے تھے۔ نور محمد فرزند اکبر میر شاہ داد بطور خونیون کے سورت کے قلعہ مین
قید کیا گیا تھا۔ کیونکہ اوسپر کپتان اینس کے قتل کی تہمت لگائی گئی تھی۔ آخرکار
گورنر جنرل کی راے ہوی کہ اوسکی صفائی لینی چاہئے۔ ۲۰ مئی ۱۸۴۸ء کو ایک
عدالت قایم ہوی جسکے روبرو امیر کے معاملات کی تحقیقات کی گئی اور اوسنے
عزت وحرمت برائت حاصل کی۔ یہ تو انصاف ہے یعنے ایک رئیس پانچ سال
تک بطور خونیون کے قید کیا گیا اور اوس سزا کے بعد بعزت بری ہوا۔ محض
انسانیت اب تھی اوسے رہا کردیتے مگر نہین وہ سورت کے قلعہ سے نکالا گیا۔
تاکہ بنگال کی اور ناقص آب وہوا مین اپنے وطن سے اور زیادہ فاصلہ پر قید
کیا جاے۔ مگر انسان کا ظلم اب اوسکے لئے قریب الاختتام ہے کیونکہ
وہ اپنی انتہا کر چکا۔ کہتے ہین کہ شاہ داد اب زیادہ دن زندہ نہین رہ سکتا۔
اسی شاہ داد کے ساتھ ایک اعلے درجہ کے شخص نے ملاقات کی تھی۔
جسکی کیفیت ذیل قابل لحاظ ہے:۔

"میری گفتگو شاہ داد کے ساتھ ایسے معمولی الفاظ مین تھی جیسا کہ آپ تصور
کرسکتے ہین کہ دو اجنبی شخصون مین ہوتی ہے۔ چند وجوہات سے مین قریب
دو گھنٹون کے جہاز پر رہا اور ایک ہندوستانی ذی رتبہ شخص کو دیکھکر مین نے
معمولی صاحب سلامت کی جسکا جواب مشرق کے شرفا کے اخلاق کیساتھ ملا۔

جہان تک مجھے یاد ہے مینے گفتگو اوسکے بحری سفر کی بابت دریافت حالات کرکے شروع کی اور ہم لوگون سے دھوئین کی قوت وغیرہ پر باتین کہیں ستے کہ اوسنے مجھسے پوچھا کہ سرہنری پاٹنجر کب آئینگے۔ اوسنے کہا کہ وہ اوسکی ملاقات کا مشتاق ہے کیونکہ وہ اوسکا اور اوسکے خاندان کا رفیق ہے۔ مجھے خیال ہے کہ اوسنے چند سوالات سندہ اور علی مراد کی نسبت کئے۔ چونکہ حال مین مین کلکتہ سے ہوکر آیا تھا مینے کہا کہ مین نے امیرون کو بگھی پر سوار جاتے ہوے دیکھا تھا اور اس سے کچھ گفتگو کلکتہ کی ہونے لگی۔ پھر اوسنے مجھسے پوچھا کہ سرچارلس نیپیر کیا کرتے ہین اور اوسکی نسبت کہا کہ وہ ایک بہادر جرنیل ہے۔ اور یہ کہا کہ میرے خیال مین وہ نیک بخت شخص معلوم ہوتا ہے مگر وہ مشرق کی زبان طور وطریقے رسم ورواج سے ناواقف ہے اور کوئی وقفیت سندہ کے امیرون اور اونکی رعایا کے حقوق کی نہین رکہتا نہ یہ کہ اونکے ساتھ کیا برتاؤ ہونا چاہیے[1]۔ اور اگر وہ اوسے وہ واقفیت حاصل ہوتی جو سرہنری پاٹنجر کو اور اور ذی رتبہ عہدہ دارون کو ہے جنکو باشندگان ملک سے ربط وضبط رکھنے کی عادت تھی۔ تو جسقدر مضرت اوسنے ہمارے خاندان کو پہونچائی ہے اوس سے اجتناب کیا گیا ہوتا

[1] اب شاہ داد خان کی گفتگو کا مقابلہ جرنیل نیپیر کی گفت گو سے کیجئے جو ذیل کے پرجوش الفاظ مین ہے " اگر تم مجھے اور زیادہ تکلیف دروغ بیانیون سے دوگے جیساکہ تم نے اپنے دو خطون مین کیا ہے تو مین تمہین قید کردونگا جسکے تم لائق ہے۔ تم لوگ قیدی ہو اور گوکہ مین تمہین ہلاک نکرونگا جیساکہ تمنے اپنے لوگون کو انگریزون کی نسبت حکم دیا تھا (اسبات کا کوئی ثبوت نہین ہے) تاہم تمکو کسی جہاز پر پا بزنجیر کرکے بہیجدونگا۔ مین اب تمہارے خطوط کا جواب نہ دونگا جنمین سخت دروغ بیانیون کا محض اعادہ ہے جنہین مین پسند نہین کرتا" ۱۲

یہ یہان تک کہ مجھے یاد ہے ہماری گفتگو کا خاکہ تھا - مجھے یاد ہے کہ اوس صفائی اور لطف سے مجھے تعجب ہوا جسکے ساتھ ایک سندہی امیر ایسے جرنیل کی نسبت گفتگو کرتا تھا جسنے اوسکی ریاست کو فتح کر لیا تھا" اوسے خواہ مخواہ تعجب ہوا ہوگا - کوئی شخص شاہ داد کی اس گفتگو کو دونون نیپیر کی گفتگو کو مقابلہ کرے اور دیکھے کہ کون ہمارے مذہب کے اصول کے قریب تر ہے - " اپنے دشمنون سے محبت کرو اونکو دعا دو جو تمکو بد دعا دین اور اون سے بھلائی کرو جو تم سے نفرت کرین" سر ولیم نیپیر کو غصہ اسبات سے آتا ہے[۱] کہ امیرون نے اپنی درخواست مین حضرت عیسیٰ کا واسطہ رحم کرنے کے لئے دلایا ہے - کیا وہ اس بات سے ناواقف ہے کہ مسلمان حضرت عیسیٰ کو ایک بڑا نبی تصور کرتے اور اونھین روح اللہ کہتے ہین - کیا یہ کوئی تعجب کی بات ہے اگر وہ عیسائیون سے اوس نام سے التجا کرین جسے وہ لوگ تسلیماً زیادہ مانتے ہین - ان دونون مین سے کون زیادہ حضرت عیسیٰ کے نام کی توہین کرتا ہے آیا وہ جو اوسے رحم کی

---

[۱] ہم یہان ناظرین کو سر ولیم نیپیر کی علمیت کا ایک عمدہ نمونہ کی جانب مخاطب کئے بغیر نہین رہ سکتے - وہ صفحہ ۳۷۹ مین کتاب فتح سندہ مین لکھتا ہے کہ " یہ ھاج محمد شیدی افریقہ کا غلام تھا جو غالباً کسی حبشی کا فرزند تھا جو مصر مین فرانسیسی فوج کے ساتھ رہا ہو بشرطیکہ اوسکا پہلا نام صحیح ہو" اب ناظرین کو معلوم ہوگا کہ ہوش ایک عربی لفظ ہے جسکے معنی فہم و طبیعت و روح کے ہین - اسلئے ہوش محمد کے معنی ہین محمد کا ہوش یا روح ہے - کیا اسے کوئی اعتبار کر سکتا ہے کہ سندہ کا مورخ اس نام کو فرانسیسی نام ھاج کے ساتھ خلط بحث کرتا ہے - یہ ایک مثال اوس اغلاط و تخلیط کی ہے جو امیرون کے تمام امور کی ہوئی ہے - ایسے لوگون کی راے سے ساون اور بی برک کے نام کے خطوط اصلی قرار دیئے گئے تھے - ۱۲ -

التجا کرنے مین لیتا ہے۔ یا وہ جو ذرا رحم نہین کرتا ایسا شخص جو اوسکے نام سے التجا کرنے والے کی درخواست نامنظور کرتا ہے گویا وسے بُرا تصور کرتا ہے ۔

آخر مین چند الفاظ اس بات کے ثابت کرنے کے لئے ضرور ہین کہ سندہ کی فتح صرف ایک جرم ہی نہ تہا بلکہ فرانسیسیون کی ظرافت کے لحاظ سے اوس سے بدتر تہا یعنے ایک پولیٹیکل غلطی تھی۔ اگر حیدر آباد کے قلعہ مین درحقیقت وہ دو کرور روپیہ موتے جنہین سر الکزنڈر برنس نے ناحق تصور کر لیا تہا۔ یا اگر لارڈ النبرا کے ہونہار نے ہماری فتحی کی ٹکسال چمکتے دیکہنے چاندی اونڈیل دی ہوتی تو تعجب نہین ہے کہ ہر ایک شخص ایک بدنصیب قوم کے مصائب کیجانب سے بہرا ہو جاتا۔ ایک شخص اپنی ذات خاص سے بد دیانتی کی حاصل کی ہوئی منفعت کو واپس کر سکتا ہے بلکہ بہت سے لوگ مثل اوڑم کے ایسے ہین جو حقارت سے پانچ لاکہ کے انعام سے مُنہ پہیر لینگے جو اصل وجہ امیرون کی بربادی کی تھی مگر کب کسی قوم نے کسی منفعت بخش شئے کو واپس کیا ہے ہرچند کہ وہ کیسے ہی ناجائز طور پر ملی ہو۔ اسوجہ سے سر ولیم نیپر نے اپنی آخری درخواست اختتام پر کی ہے۔ یہ درخواست انسانی کے سب سے زبردست اور بدترین خواہش کے نسبت ہے یعنے طمع لیکن انصاف کے حق مین یہ مفید ہے کہ جو زر وہ دکھلاتا ہے وہ کہوٹا ہے۔ اوسکے الفاظ یہ ہین جنکی طرف ہم ناظرین سے بخوبی متوجہ ہونے اور اوس صحیح نقشہ سے مقابلہ کرنے کے لئے درخواست کرتے ہین جو ہمنے اوسکی نہین کیا ہے۔ اون تمام لوگون کی جو عام راے جو سندہ کی آمدنی سے واقف ہین یہ ہے کہ وہ بہت بڑہ جائے گی۔ سب سے لایق کلکٹر کا خیال ہے کہ ایک کرور سے زیادہ پانچ سال مین ہو جلے گی اور گورنمنٹ کا خرچ نہ پڑے گا۔

قبل اسکے کہ ہم اصل کیفیت کو ان رایون سے مقابلہ کرین یہ ضرور کہ ایک مختصر خاکہ امیرون

کے انتظام کا تیار کیا جاے اور تحصیل مالگذاری کے اوس طریقہ کا جو انگریزی جرنیل
نے قایم کیا ہے اور اس خاکے تیار کرنے مین ہم شاید ناظرین کو فرعون کے
خواب کیطرف متوجہ کرینگے کیونکہ واقعی جرنیل کے نے اپنے پہلے کے فربہ
کو کھا لیا ہے اور پھر بھی ویسے ہی دبلے ہین۔ سندہ کا رقبہ ۴۸ ہزار مربع میل
شمار کیا جاسکتا ہے جسمین سے تقریبًا پانچوان حصہ علی مراد کا ہے۔ آبادی مختلف
طور پر تخمینہ کی گئی ہے اور حال مین اخبار کلکتہ ریویو[۱] کے ایک مضمون مین انگریزی علاقہ
کی آبادی پانچ لاکھ پچیس ہزار آدمی تخمینہ ہوی ہے جسمین اگر آٹھوان حصہ بقدر علی مراد
کی رعایا کے شامل کردیا جاے جسکے ضلع بہت آباد نہین ہین تو کل آبادی سندہ
کے موٹے حساب سے صرف چھ لاکھ نوے ہزار ہوتی ہے۔ اس حساب سے پندرہ باشندے
فی مربع میل ہوتے ہین جس سے اور بھی زیادہ ناقص خیال بہ نسبت اوسکے ہوتا
ہے جسکا وہ مستحق ہے۔
خوش قسمتی سے ہم پہلے پہل اپنے ناظرین کے روبرو ایک صحیح نقشہ سندہ کے باشندون
کا معہ تقسیم جنس ذات کے پیش کرتے ہین۔

۱؎ کلکتہ ریویو نمبر ۲۷ صفحہ ۱۱۔

نقشہ کل آبادی ملک سندہ بتاریخ یکم فروری ۱۸۵۱ء

کلکٹری	تعداد قصبات و مواضع	مسلمان			ہندو			دیگر اقوام			میزان		
		مرد	عورت	میزان	مرد	عورت	میزان	مرد	عورت	میزان	مرد	عورت	میزان
کراچی	۱۱۳۲	۸۱۰۹۰	۵۸۳۳۶	۱۳۹۳۴۰	۲۲۶۶۵	۱۶۸۱۲	۳۱۳۶۷	۲۵۵۸	۱۹۵۵	۳۵۱۳	۱۰۶۲۲۲	۶۸۱۲۸	۱۸۵۵۵۰
شکارپور	۱۳۱۰	۱۳۲۲۰۸	۱۱۳۳۳۲	۲۵۶۰۴۲	۴۲۱۵۰	۳۸۲۴۶	۸۰۵۲۱	۶۰۵۷	۵۶۸۹	۱۲۸۴۲	۱۹۱۸۱۴	۱۵۸۵۸۴	۳۵۰۳۹۸
حیدرآباد	۲۹۶۶	۲۲۶۶۵۱	۱۸۲۳۴۲	۴۱۰۱۹۲	۷۱۵۹۴	۶۲۱۳۸	۱۰۸۶۳۶	۱۸۲۸۴	۱۶۶۲۴	۳۴۹۲۸	۲۰۹۵۶۶	۲۱۳۳۱۲	۵۱۱۸۱۵
میزان	۱۳۴۰۸	۳۶۵۱۳۵۶	۳۴۳۵۶۴۴	۸۰۷۰۰	۱۳۶۰۱۲	۱۰۲۳۳۰	۲۳۶۰۳۳	۲۶۸۹۶	۲۲۳۴۴	۵۰۲۴۶	۴۰۵۹۳۶	۳۴۰۳۴۳	۱۰۴۶۶۴

(نوٹ) مرد و عورتون کی تعداد مین جو زیادہ غیر مناسبت اس نقشہ مین نظر آتی ہے اوسکی وجہ کسیقدر یہ ہے کہ مشرق کے باشندے خاصکر مسلمان اپنے زنانے کا حال بتانا پسند نہین کرتے۔ ظن غالب ہے کہ اسطور پر کتنی بیبیان اور خادمہ چھوٹ گئی ہین۔

پس امیرون کی حکومت ایک ایسے ملک پر ہے جسکا رقبہ ۴۵ ہزار مربع میل تھا
اور آبادی تقریباً گیارہ لاکھ یعنے فی مربع میل ۲۴ اشخاص کے حساب سے تھی۔ ایسے
کم آباد ملک سے یہ واقعی تعجب کی بات ہوئی اگر اونھون نے ساٹھ لاکھ سے زیادہ
مالگذاری وصول کی ہوتی جو معمولی طور پر اوسکو ملتا تھا۔ سندھ جو آبادی مین ہندوستان
کی انگریزی عملداری کے چورانوے حصہ کا ایک حصہ ہے اور وسعت مین اوسکا دسوان
حصہ ہے۔ در اصل ہوتا اگر مسٹر ولیم نیپیر کا خیال صحیح نکلتا۔ ہمکو یہ ہی فرض
کرنا ہے کہ مالگذاری اسقدر جلد بڑھ جانے کے لئے ہندوستانی طریقہ تحصیل مین
ہم لوگون نے بہت کچھ اصلاح کی ہوگی۔ اب دیکھئے کہ وہ کیا اصلاحین کی گئین۔
امیرون کے وقت مین سندھ پرگنون یا صوبون مین منقسم تھا اور یا
مین ہر پرگنہ مین ایک سزاول معہ ایک خزانچی آٹھ یا دس سوار اور کچھ ہرکارون
کے رہتا تھا۔ ہر مین ایک کاردار اس سے کم عملے کے ساتھ سزاول کا ماتحت
ہوتا تھا۔ ان لوگون کو تنخواہ معقول دیجاتی تھی اور خاصکر سزاول ذی لیاقت اور
عالی خاندان لوگ ہوتے تھے جنکو چار یا پانچ سو روپیہ ماہوار تنخواہ ملتی تھی۔ اور
اس تنخواہ پر وہ ایسے ملک مین امارت کیساتھ زندگی بسر کرتے تھے۔

سال مین دوبار ربیع اور خریف کی فصلون مین ہر ایک امیر ایک وزیر کو اپنے
ملک مین بھیجتا تھا جو سزاولون سے حساب وکتاب لینا و نقایص کو درست کرنا
اور شکایتون کی جانچ کرتا تھا۔ یہ گردآور بالعموم امیرون کا کوئی رشتہ دار ہوتا تھا۔
اور یہ اوسکا فایدہ تھا کہ اسبات کی احتیاط کرے کہ کاشتکارون پر ظلم نہو کیونکہ جہان
وہ ایک حاکم کے ملک مین ستائے جاتے تھے تو اپنا علاج آپ کرتے تھے اور دوسرے
امیر کے ملک مین چلے جاتے ہین۔ یہ افسر اور نیز سزاول اور کاردار ایک لاثانی وقعت
رکھتے تھے۔ وہ یہ تھا کہ رعایا کیحالت اور عادات وخصائل سے واقف تھے۔ چونکہ وہ

اپنی زندگی بھر اوس ملک مین رہنے آئے تھے اور اوسکی زبان وطور طریقہ سے
واقف تھی جو صرف باشندون ہی کو ہوسکتی ہے یہ بات رعایا کے لئے نافع تھی
کہ وہ اپنی اصلی حالت کو اونسے چھپا ئین یا چھوٹے چھوٹے عہدہ دار وہ فریب کرین
جس سے اجنبی وغیرہ ملک والے اکثر دہوکا کھا جاتے ہین۔ جو کچھ ہمارا زعم و گھمنڈ
ہمارے اپنے عمدہ ترین انتظام کی نسبت کہے یہ بات یقینی ہے کہ امیرون کے
اون افسران مال کیوقت مین سندہ ہی آسودہ اور فارغ بال تھے۔

ایک بڑا فائدہ کاشتکار کیلئے یہ تھا کہ تمام فصلون کی مالگذاری جنس مین دیجاتی
تھی بجز تمباکو وشکر و سبزی کے جنھین صرف مالدار کاشتکار پیدا کرتے تھے۔ چونکہ
یہ چیزین بہت فروخت ہوتی ہین اونکے مالک نقد مالگزاری دیتے تھے۔ اور اور
اراضیات مین سرکار کا حصہ پیداوار مین جنس مین لیا جاتا تھا جو زیادہ تر بٹائی
کے ذریعہ سے ہوتا تھا۔ یہ ایک نہایت ہی منصفانہ انتظام تھا جسکے ذریعہ سے
مالگزاری فصل کی پیداوار کے مطابق لیلیجاتی تھی اور زمین کے حقدار سے کوئی
تعلق نہ رہتا تھا۔ اوسط حصہ گورنمنٹ کا پیداوار مین پانچ حصون مین سے دو حصہ
سے لیکر نصف تک تہا جو بالکل ممالک مغربی وشمالی کے لگان کے برابر ہے
اب اوس طریقہ کیجانب مخاطب ہونا چاہئے جو نیپیر نے اس قاعدہ کو از سر نو
درست کرنے کے لئے تجویز کیا تھا۔ بعد بہت سی کے جنسے نیا قاعدہ جاری ہوا۔
ہمکو ایسی اصلاحون کی امید کرنی چاہئے جسکے جانب کیسا ہی نہ توجہ کرنے والا
اور متعصب شخص ہو رجوع ہوجائے۔ اب یہ دیکھنا چاہئے کہ اصلاحین کہان نظر
آتی ہین۔ اولاً سزاول جنکے تجربہ اور تربیت کے باعث اونکے یوروپین آقا
جہالت کے دریا مین غرقاب ہونے سے بچتے تھے کارداروں کے عہدہ پر تنزل
کردئے گئے۔ اور اونکی تنخواہ پہلے جسقدر امیرون کے وقت مین تھی۔ اوسکا پانچوان

حصہ اور دسوان حصہ کردیگئی۔ اونکے عہدون پر بطور سزا اولون کے بہت سے روہین دینے مقرر ہوے جنکو پہلے سے کچھ تربیت نہ تھی۔ اور ہر ایک بات کو سیکھتا تہا حتے کہ فصل ربیع خریف کا فرق نہین جانتے تھے۔ اگلے کارداروں کی تنخواہ نصف دیگئی اور اونکے سزاولون کے ساتھ بلا استثنا ایسا برتاؤ ہوتا تھا جیسے بے ایمانون کے ساتھ۔

تھوڑے زمانہ مین تمام زبردار لوگ ان کارروائیون سے بالکل چھٹ گئے۔ اونکی جگہ پر حاجتمند لوگون نے جنکے پاس کوئی نشئے ہاتھ سے نکلجانے کی نہ تھی ملازمت اس امید پر قبول کی کہ رعایا کو بلا وقت کے اوسوقت ایک طریقہ عام دغابازی اور بے ایمانی کا جاری ہوا۔ بہت جلد سڑکون پر بدمعاشون کے گروہ نظر آنے لگے جو چند روز تحصیلدارون کے عہدہ پر رہکر اب قیدیون کے لباس مین تھے تاکہ رعایا کو سرکاری ملازمت کی عبرت ہو۔ یہ نہ تھا کہ وہ لوگ ہمیشہ مجرم ہی ہوتے تھے بلکہ فوجی قانون حاوی تھا۔ ملزم ہونا مجرم ہونے کے برابر تھا اور سزائین انتہا سے زیادہ دیجاتی تھین۔ معمولی سزائین دس پندرہ یا بیس ہزار روپیہ جرمانہ بشمول قید سخت سات یا دس سال یا اس سے زائد کی تھین۔ جہان سزا کوئی جزو ہوتی تھی تو اوسیوقت دیجاتی تھی۔ گوکہ اپیل کرنے کی اجازت تھی اور ممکن تھا کہ مجرم تکلیف و بدنامی سہنے کے بعد بری ہوجاے۔ امیرون کیوقت مین مالگزاری کا حساب ہمیشہ کسی مہینے مین ختم ہوجاتا تھا مگر موسم بموسم گذرتے جاتے تھے اور کوئی تفرقہ نہوتا تھا۔ باوجود سزاؤن کے لا انتہا سختی کے کاردارون کو اور اونکے ماتحتین اپنے یورپین آقاؤن کی لاعلمی اور ناتجربہ کاری سے ہر قسم کے فریب اور زیادہ لینے کی ہمت ہوتی تھی۔ اسکے سوا شرح مالگزاری تمام سندھ مین یکسان تھی اور کوئی تفریق بلحاظ زمین یا سہولت آبپاشی یا زمین کے کسی مدت تک زیر کاشت

رہنے کے نہ تھی۔ سب کو یکساں دینا پڑتا تھا چاہے وہ چند بنجر زمین کا کاشتکار ہو یا دریا کے دہانے کے زرخیز سیراب کھیتوں کا ہو شکایت اور فہمایش کچھ بھی نہیں سنی جاتی تھی۔ کیا اب اس بیان مین کچھ اور بھی لکھنا ضرور ہے۔ ہم خیال کرتے ہین کہ نہین ہے۔

اسقدر دیکھکر کہ سندہ نے اپنی نئی حکومت سے کیا ثمرہ پایا اب ہم خود اپنے حساب کتاب کیطرف مخاطب ہوتے ہین۔ اوس سے ہمکو سر ولیم نیپیر کی اس پیشین گوئی کی صداقت معلوم ہوگی کہ سندہ کی آمدنی پانچسال مین ایک کرور ہو جاے گی۔

ذیل کے نقشہ سے ناظرین راے قایم کرسکین گے کہ اوسکے مالی حساب پر کہان تک استدلال کرنا چاہیئے۔ یہ ایک ایسا معاملہ ہے جسمین اوسکے بیانات بخوبی غلط ثابت ہو سکتے ہین اور اس سے اور معاملون مین بھی جسمین ریاضی جیسے صحت ناممکن ہے اور کسی اوپر اعتبار نکرنا چاہیئے۔

سندھ کی آمدنی وخرچ اوسکے زمانے الحاق یعنی سنہ ۱۸۴۳ع سے

	آمدنی	خرچ	فاضل خرچ
سنہ ۱۸۴۳ع و سنہ ۱۸۴۴ع	روپیہ ۲۳۶۹۳۶	روپیہ ۲۲۷۱۹۶۴	روپیہ ۲۰۳۵۰۲۸
سنہ ۱۸۴۴ع و سنہ ۱۸۴۵ع	۲۶۳۰۷۴۴	۵۸۵۲۰۰۶	۳۲۲۱۲۶۲
سنہ ۱۸۴۵ع و سنہ ۱۸۴۶ع	۲۸۰۰۸۱۶	۶۸۳۰۹۸۳	۴۰۳۰۱۶۷
سنہ ۱۸۴۶ع و سنہ ۱۸۴۷ع	۲۶۹۱۸۶۰	۶۵۴۷۲۶۴	۳۸۵۵۴۰۴
سنہ ۱۸۴۷ع و سنہ ۱۸۴۸ع	۳۰۳۰۲۲۰	۵۸۸۳۵۵۹	۲۸۵۳۳۳۹
سنہ ۱۸۴۸ع و سنہ ۱۸۴۹ع	۲۹۲۳۵۱۵	۴۸۳۰۵۰۴	۱۹۰۶۹۸۹
سنہ ۱۸۴۹ع و سنہ ۱۸۵۰ع	تخمینہ ۲۹۸۲۶۵۰	تخمینہ ۴۲۹۱۳۲۰	تخمینہ ۱۳۰۸۶۷۰

۲۳۳۵۳۰۸۲

یعنی ۲۳۳۵۳۰۸ پونڈ [1]

[1] یہ اوس باقاعدہ فوج کی تنخواہ وبھتا چھوڑ کر ہے جو سندہ مین ہے - یہ رقم معمولی فوجی خرچ مین شامل ہوجاتی ہے - ۱۲

(محکمہ نقشہ جات ۱۱ - اگست سنہ ۱۸۵۱ع)

بہ ہندوستان پر قبضہ کرنے سے ہمنے سات برس کے اندر ڈہائی کرور کا اضافہ اوسکے قرضہ
مین کر دیا ہے۔ پس کیا بے انصافی کا لطف اوٹھانے کیلئے اسقدر صرف کرنا گران
نہین ہے۔ ہم سے کہا گیا ہے کہ آیندہ گورمنٹ ہند یعنے کورٹ آف ڈائرکٹرس
اپنی پالسی کے لحاظ سے جانچی جائیگی۔ مگر یہان ہم دیکھتے ہین کہ اون پر
ایک نامنصفانہ جنگ سے جسے اون لوگون نے ناپسند کیا تقریبًا دو تین کرور کا بار پڑ گیا ہے
اور اونکے خزانے سے برابر ایسے ملک کے الحاق سے صرف ہوتا جائیگا جس سے امیرون
کے ساتھ اتحاد کرنے کے زمانے مین تمام فوائد سرحد کے حاصل تہے اور موجودہ خرچ
نہ تھا۔ ان ڈہائی کرور روپے سے جو بیجا دست درازی مین صرف ہوگئے ہین ہندوستان
کی اندرونی ترقی کے لئے کیا کچھ نہو سکتا تھا کیسی کیسی نہرین اور ریل کی سڑکین جاری
ہو سکتی تھین۔ ذرا منچسٹر اور لیورپول کے سوداگر جنہین سر چارلس نیپیر دوکاندار
کہتے ہین اسکا خیال کرین اور سوچین کہ ہندوستان کی کیا حالت ہوگی اگر اختیار
حکومت کلیتًا کورٹ آف ڈائرکٹرس کے ہاتھون سے نکال لئے جائین۔ جیساکہ
وہ جبرا نکال لئے گئے ہین اور ایک غیر ذمہ دار جماعت وزرا کے سپرد کیجاے
جو آئے دن بدلتی رہتی ہے اور ہر ایک کارروائی کو چاہے وہ کیسی ہی قوی کیون نہو اپنے خودغرضانہ
وبے اصولانہ مقاصد کیلئے جائز قرار دینے پر آمادہ رہتی ہے۔

سلہ ۶ مارچ ۱۸۴۴ء کو کورٹ آف پروپرائٹرس کے ایک جلسہ مین جب رزولیوشن ذیل تجویز ہوا کہ "یہ
کورٹ نہایت سرگرمی سے کورٹ آف ڈائرکٹرس کو ہدایت کرتی ہے کہ فورًا ایسی کارروائی ملکہ معظمہ کے
وزرا سے ذکر کرکے یا اور طور پر عمل مین لائے کہ جلد ممکنہ معاوضہ اوس بے انصافی کا ہو جو سندھ مین
کیگئی ہے اور ایسی حکمت عملی سے دست برداری کرائے جو نیک نیتی کے مغائر اور ہندوستان میز
انگریزی حکومت کے منشا کے خلاف ہے" تو مسٹر ٹکر وارکٹر نے بیان کیا کہ یہ رزولیوشن فضول ہے
کیونکہ چھ مہینہ پہلے سے یہ سوچ لیا گیا ہے۔ ۱۲

ضمیمہ نمبر (۱)

مقیاس الحرارت کی بابت تجربہ دو ہفتہ کے مکان میں (کھلا ہوا میدان) کوہ ابو پر ماہ اپریل سنہ ۱۸۴۳ء میں۔

تاریخ	طلوع آفتاب	دوپہر	۳ بجے	غروب آفتاب	کیفیت	
۱۶	۷۲	۷۰	۷۹	۷۷	آسمان صاف۔	ہوا خفیف
۱۷	״	״	״	״	״	کسیقدر ہوا تیز۔
۱۸	۷۶	۸۰	۸۴	۸۱	״	״
۱۹	۷۸	۷۲	۸۵	۸۲	״	ہوا تیز
۲۰	۸۰	۸۵	۸۸	۸۶	״	سرد ہلکی ہوا۔
۲۱	۸۲	۸۶	۹۰	۸۸	״	״
۲۲	۸۲	۸۸	۹۰	۸۷	״	״
۲۳	۸۲	״	״	״	״	״
۲۴	۸۰	۸۶	۸۸	۸۶	״	״
۲۵	۸۱	۸۷	۹۱	۸۶	״	معتدل ہوا۔
۲۶	۸۰	۸۸	۹۱	۸۸	״	روکا ہوا۔
۲۷	۷۹	۸۷	۸۹	۸۴½	״	ہوا شب کو باد تند
۲۸	۷۸	۸۳	۸۶	۸۲	״	تیز ہوا۔
۲۹	۷۴	۸۲	۸۳	۷۹	״	ہوا سرد ٹھہری ہوئی
۳۰	۷۳	۸۱	۸۴	۸۱	״	ہلکی ہوا۔

(نوٹ) ان نقشوں اور آبو کے نقشہ کے لئے میر رستم سابق اسسٹنٹ اجنٹ گورنر جنرل متعینہ راجپوتانہ کا مشکور ہون۔

مقیاس الحرارت کی بلندی ہیجر ڈونگ کے مکان میں (کھلا ہوا میدان) کوہ ابو پر ماہ مئی سنہ ۱۸۶۲ء میں ۔

تاریخ	طلوع آفتاب	دوپہر	۳ بجے	غروب آفتاب	کیفیت
۱	۷۶	۸۳	۸۴ ½	۸۵	سخت ہوا آسمان صاف ۔
۲	۸۳	۸۸ ½	۹۱	۸۷	تیز و گرم ہوا۔
۳	۷۹	۷۹	۹۲ ½	۷۹ ½	بغیر قمر گرم ہوا۔
۴	۷۹	۸۶	۷۹	۸۶	ہوائے سرد و مفرح مشرق سے ۔
۵	۷۶	۸۳	۸۴ ¼	۸۲	ہوا کم ہو گئی ۔
۶	۷۲	۸۳	۸۶	۸۴	سرد و تیز ہوا مشرق و جنوب سے۔
۷	۷۵	۸۲	۸۶	۸۳	سرد ہوا " ہوئی
۸	۷۳	۸۰	۸۲	۸۰	سرد ہوا مشرق و جنوب سے ہو کسیقدر بارش کے۔
۹	۷۲	۸۱	۸۴	۸۳	تیز ہوا شب کو بجلی کی کڑک۔
۱۰	۷۵	۸۵	۸۶	۸۲	تیز بارش پانچ بجے۔
۱۱	۷۴	۸۷	۷۹	۸۶	صبح کو سناٹا ۱۰ بجے ہلکی ہوا۔
۱۲	۷۷	۸۹	۸۹	۸۷	صبح کو حبس سہ پہر کو ہلکی ہوا۔
۱۳	۸۰	۹۰	۹۱	۸۸	مغربی ہوا گرد کی ہوائی ۔
۱۴	۸۱	۸۹	۹۰ ½	۸۷	" "
۱۵	۸۹	۸۶	- ۰	۷۸	ہوا سرد
۱۶	۷۵	۸۴	۸۵	۸۲	
۱۷	۷۳	۸۴	۸۶	۸۶	ہوا خوش آیند ہوا ۔
۱۸	۷۳	۸۲	۸۵	۸۲	خنک و خوش آیند ہوا۔
۱۹	۷۱	۸۱	۸۴	۸۱	سرد و تیز جنوب و مغرب کی ہوا۔

مقیاس الحرارت کی بلندی میجر ڈونگ کے مکان مین (کھلا ہوا میدان) کوہ ابو پر ماہ مئی [illegible] مین

تاریخ	طلوع آفتاب	دوپہر	۳ بجے	غروب آفتاب	کیفیت
۲۰	۷۱	۸۰	۸۴	۸۱	" "
۲۱	۶۹	۸۰	۸۳	۸۱	افق بادل سے گھرا ہوا جانب جنوب و مغرب -
۲۲	۶۸	۸۱ ½	۸۴ ½	۸۲	تیز مغرب و جنوب و مغرب کی ہوا۔
۲۳	۶۶	۸۱	۸۴	۸۱	مغرب و جنوب و مغرب کی ہوا رہی ہوئی مگر تیز۔
۲۴	۶۶	۸۰	۸۵	۸۱	" مگر کسیقدر کم۔
۲۵	۷۳	۸۲	۸۵ ½	۸۲	صبحکو سناٹا دوپہر کو مغرب جنوب مغرب کی ہوا۔
۲۶	۷۴	۸۴	۸۶	۸۲	خفیف زلزلہ وقت شب -
۲۷	۷۳	۸۲	۸۶	۸۲	زیادہ ہوا نہین -
۲۸	۷۳	۸۶	۸۶	۸۳	خوش آیند جنوب و مغرب کی ہوا۔
۲۹	۷۸	۸۲ ½	۸۴ ½	۸۲	. . . . . .
۳۰	۷۵	۷۸	۸۲ ½	۸۰	سرد جنوبی ہوا۔
۳۱	۷۲	۷۹	۸۲ ½	۸۰ ½	. . . .

بلندی مقیاس الحرارت مقام ابو واقع جون سنہ ۱۸۴۲ عیسوی

تاریخ	طلوع آفتاب	دوپہر	۳ بجے	غروب آفتاب	کیفیت
۱	۷۳	۷۹	۸۲½	۰	سرد جنوبی ہوا ابر۔
۲	"	"	۸۳	۰	" کم ہوا قریب شام۔
۳	"	۸۴	۸۶½	۰	کسیقدر جنوبی ہوا سناٹا اور مغربی ہوا۔
۴	۷۹	۸۲	۸۴	۰	حبس بوقت صبح گرگ بوقت دوپہر شام زیادہ خنک
۵	۷۸	۸۵	۸۶	۰	دن بھر حبس گرج بوقت دوپہر
۶	"	۸۶½	۹۰	۰	"
۷	۸۰	۸۹	۹۲	۰	خفیف مغربی ہوا چند گھنٹہ تک ابر۔
۸	۸۳	۸۹	۹۲½	۰	. . .
۹	۸۱	"	۹۰	۰	مغرب جنوب و مغرب سے تیز و تازہ ہوا۔
۱۰	۸۰	۸۶	۸۸	۰	جھونکا و تیز بارش جسکے بعد
۱۱	۷۵	۸۲	۸۳½	۰	دن بھر سناٹا مگر خنکی ۸ بجے شب کو ہوا کا جھونکا اور شب بھر بارش۔
۱۲	۷۲	۷۷	"	۰	ابر صبحکو خنکی دن بھر۔
۱۳	۷۲	۷۷	۷۹	۰	پانچ سے
۱۴	۰	۸۴	۹۲	۰	. . . .

یادداشت۔ بالعموم ۷ درجہ فرق ہینٹ کی تھرمامیٹر کا دوپہر کو خیمہ میں اور کھلے ہوے میدان میں نظر آتا ہے ۵۹ دن تک ابو پر ۱۸۴۲ء میں جیسا کہ اس نقشہ سے ظاہر ہے کم سے کم درجہ تھرمامیٹر کا ½ ۶۷ تھا اور زیادہ سے زیادہ ۹۲ یعنی کمی بیشی ۲۴½ تھی۔ یہ موسم معمول سے زیادہ گرم تھا اسلئے عمدہ پیمانہ آب ہوا کا نہین تصور ہو سکتا مگر بہرحال وہان نشیبی ملک کی آب ہوا کے ۱۵ درجہ زیادہ خنکی ہے۔

ماہ مئی

تاریخ	صبح	سہ پہر	شب	کیفیت	تاریخ	صبح	سہ پہر	شب	کیفیت
۱	۰٫۲	..	۰٫۶	۰	۹	۰٫۶۵	۰٫۰۵	۰٫۰۵	۰
۲	۱٫۳۲	۱٫۰۸	۱٫۱۰	۰	۱۰	۰٫۶	۰	۰	۰
۳	۰	۰٫۷۵	۰	تیز مغربی ہوا۔	۱۱	۰	۰	۰	۰
۴	۰٫۱	۰	۰٫۵۲	۰	۱۲	۰	۰٫۷۵	۰	تیز مغربی ہوا۔
۵	۰	۰٫۶	۰	۰	۱۳	۰٫۵	۱٫۱۳	۰	ہوا بغیر ابر
۶	۰	۰	۰	۰	۱۴	۰	۰	۰	۰
۷	۰	۰٫۶	۰	۰	۱۵	۰٫۶	۰٫۱۸	۰	ابر خفیف ہوا۔
۸	۰٫۹۸	۰	۰	۰	۱۶	۰	۰	۰	۰

جولائی۔

تاریخ	صبح	سہ پہر	رات	کیفیت	تاریخ	صبح	سہ پہر	رات	کیفیت
۱	۵۶	۶۵	۰	ابر۔	۶	۶۲	۶۴	۰	۰
۲	۵۶	۶۵	۰	مغربی ہوا آسمان صاف	۷	۶۲	۶۳	۰	۰
۳	۵۱½	۶۴	۰	"	۸	۶۲	۰	۰	۰
۴	۵۱	۶۵	۰	مقام گوری سکر جو سب سے اونچی بلند جگہ الوکی ہے۔	۹	۰	۰	۰	۰
۵	۰	۶۵٫۵	۰	۰	۱۰	۰	۰	۰	آج سردی مینا جو سیبی ملک مین تھرما میٹر مکان مین ۴۴ درجہ کو پہونچا جو الوبیرہ ۱۰ درجہ کا فرق رکھتا ہے۔

نوٹ۔ تھرما میٹر وقت طلوع آفتاب بالعموم کھلے میدان مین مکان سے ۶ درجہ نیچے رہتا تھا۔ تر تھرما میٹر بالعموم خشک سے جون کے شروع تک ۱۰ درجہ نیچا رہا۔ پھر اوسوقت سے ۶ جولائی تک خشک سے اوسکا نصف فرق نظر آتا تھا۔

بیرومیٹر نیچے اور ابو کے اوپر حسب ذیل تھا۔

	بیرومیٹر	تھرمامیٹر معہ فرن ہیٹ کے پیمانہ کے	تھرمامیٹر بغیر فرن ہیٹ پیمانہ کے
۸-اپریل موضع انادورہ زیرین پہاڑ چار بار کا اوسط۔	۲۸٫۹۶۷	۹۰٫۱	۹۰٫۹
۹-اپریل نکی نالاو۔ "	۲۶٫۲۳۷	۷۸	۷۸
۵ جولائی۔ گوری سکر سب سے بلند چوٹی۔	۲۴٫۴۸۰	۷۵٫۵	۷۵٫۵
۴ جولائی بمقام نکی نالاو۔ تین بار کا اوسط۔	۲۶٫۰۴۲	۷۵٫۵	۷۵٫۵

بیرومیٹر کی اونچائی سمندر کی سطح سے حسب ذیل فرض کی گئی ہے:-

بیرومیٹر ۲۹٫۹۰۰ (تھرمامیٹر معہ پیمانہ فرن ہیٹ ۴۸ درجہ) تھرمامیٹر بلا پیمانہ فرن ہیٹ ۴۸ درجہ۔

مختلف مقامات کی بلندی سطح سمندر سے اسقدر ہوگی۔ انادورہ۔ ۹۶۹ فٹ؛ نکی نالاو ۳۸۳۷ فٹ یعنے ۲۸۶۸ فٹ انادورہ سے اوپر۔ و گوری سکر ۵۶۲۱ فٹ یعنے نکی نالاو سے ۱۷۸۵ فٹ نکی نالاو سے اوپر۔

نکی نالاو انادورہ سے ۱۵ درجہ زیادہ خنک پایا گیا جس سے حرارت کی کمی فی ۱۹۱ فٹ چڑہائی کیلئے یک درجہ کی نظر آتی ہے۔ گوری سکر نکی نالاو سے دس درجہ زیادہ سرد ہے۔ جس سے ہر ۱۷۸ فٹ چڑہائی کیلئے یک درجہ کی کمی ہے۔ اوریا اور آچل گڈھ بلندی اور حرارت مین نکی نالاو اور گوری سکر کے نیچے نظر آتے ہین۔ ان دونون جگہ سے کے درمیان سات میل کا فاصلہ ہے۔

ضمیمہ نمبر ۲

کوئی شخص جو ذیل کی خط و کتابت پڑہنے کی تکلیف گوارا کرے ہمکو مطلع کر سکتا ہے کہ ہندوستان کے روسا جنکو کوئی شکایت ہوے یا وہ ایسا سمجہتے ہون تو وہ کیا کارروائی کر سکتے ہین ہم فرض کر لیتے ہین (اور اسقدر تو واقعی لوگ تسلیم کرینگے) کہ یہ ممکن ہے کہ یہ جہوٹی شہادت یا التعصب یا اون بلشمار باتون مین سے جو انسان کی راے کو خراب کر دیتی ہین کسی کی وجہ سے ہندوستان کا اعلے ترین حاکم کسی ہندوستانی رئیس کی نسبت کوئی سخت فیصلہ کر سکتا ہے - یہ بہی فرض کر لو کہ جو لوگ کہ ہندوستانی معاملات کے عمدہ سمجہنے والے مسلمہ طور پر ہین یعنے کورٹ آف وارکٹرس اوس ہندوستانی رئیس کی نسبت نہایت افسوس سے ظاہر کرین کہ وہ اپنے فرض کے لحاظ سے کارروائیون کے عام طریقے کو نہین پسند کرتے :: اور فرض کرو کہ جو افسر پہلے اوس رئیس کے دربار مین تعینات کئے گئے ہون اور عرصہ تک وہان رہے ہون وہ بالاتفاق اوسکے موافق ہون - تو کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ کوئی عدالت اپیل نہ ہونی چاہئے جسمین ایسے معاملہ پر از سر نو غور کیا جاے یا وہ معاملہ پارلیمنٹ کی کمیٹیون کے سر ٹیکا جاے - جنکا کام پہلے ہی سے بڑہ رہا ہے - اصل یہ ہے کہ کورٹ آف وارکٹرس خود ہی عدالت اپیل مین اور جسقدر کم اونپر نگرانی کیجاے اوتنا ہی بہتر ہے -

بنام اڈیٹر صاحب اخبار ٹائمس ۔

جناب من۔ ہم آپ کی اور پبلک کی اطلاع کے لئے اس ذریعہ سے بیان
کرنا چاہتے ہین۔ کہ یہان معزول امیران سندہ کیجانب سے ہم لوگ
اون بدنصیب رئیسون کی تکلیفات کا دفیعہ کرانے کو آئے ہیں جنہون
نے ہندوستان مین کئی بار ناحق اپنے مقدمہ کو پیش کرنے اور انصاف
ہونے کی کوشش کی۔ اور آخر کار ناامید ہوکر اور مجبور ہوکر ہم لوگون کو یہان بھیجنا
پڑا۔ ہم لوگون نے یہان آکر اس رابرٹ بیل اور معاملات ہند کے بورڈ
آف کنٹرول اور کورٹ آف وارکٹرس سے خط و کتابت کی اور سبھون نے
صاف جواب ہمارے مقدمہ کی تحقیقات کے بغیر دیا۔ پس ہم لوگون
کو مجبوراً اسقدر سرمایہ نہونے سے کہ یہان رہ سکین ہندوستان واپس جانا
پڑا مگر ہماری خواہش ہے کہ قبل روانگی تمہارے پرچہ کے ذریعہ سے بالعموم
پبلک پر وہ خط و کتابت ظاہر کرین جو ہم مین اور حکام مین ہوئی ہین بلکہ
ہندوستان مین ہوئی ہے اور ہم امید کرتے ہین کہ تم ہمارے مقدمہ کے
حسن و قبح کا ایمانداری اور ناطرفداری سے انصاف کروگے ۔۔

نقل خط منجانب امیران سندہ بنام گورنر جنرل ہند

(ترجمہ فارسی)

گلستان شوکت و ناقتناہی عالیمرتبت مامن حشمت و اجلال ہمائے دوران
نواب معلی القاب سر ہنری ہارڈنج بہادر گورنر جنرل صوبہ جات ہند سلمہ اللہ تعالےٰ

از باران رحمت الہی تروتازہ باد۔ بعد سلام و نیاز مانوس کے حضور کے ضمیر پر تنویر پر آئینہ ہو کہ بوجہ حضور کی آمد مبارک کے ہم لوگون کو امید تھی کہ حضور کی زیارت نصیب ہوگی لیکن چونکہ کچھ زمانہ گذر چکا اور ہم لوگون کو وہ نعمت نصیب نہین ہوی لہذا ہم لوگ اوس عنایت کے ہین کہ جس سے ہم لوگون کو کمال مسرت ہوگی۔ جو کچھ ظلم ہم لوگون پر جو سرکار انگریزی کے دوست تھے لارڈ النبرا اور سر چارلس نیپر نے کیا ہے ہم امید کرتے ہین کہ حضور کو خوب معلوم ہے۔ جس عرصہ دراز سے ہم لوگ مقید ہین اوس سے ہماری طبیعتین بہت پست ہوگئی ہین مگر ہمکو بہت کچھ امید انگریزی گورنمنٹ کی عنایت سے ہے۔ خدا آپ کی عمر دراز کرے۔

معروضہ ۲۵ ماہ شعبان ۱۲۶۰ھ مطابق ۹ ستمبر ۱۸۴۴ع

مہر میر صوبدار خان	مہر میر میر محمد خان	مہر میر محمد نصیر خان

ترجمہ مکرر ترجمہ فارسی خط مرسلہ آفنڈری صاحب سکرٹری گورنر جنرل ہند بنام کپتان ام اف گارڈن سپرنٹنڈنٹ انچارج امیران سندہ۔

بجواب آپ کے خط کے ہمکو یہ تحریر کرنے کی ہدایت کی گئی ہے کہ گورنر جنرل کوئی ضرورت امیرون سے بارکون مین ملاقات کرنیکی نہین دیکھتے۔ اسکی غرض یہ ہے کہ آپ صاف صاف امیرون کو فہمایش کر دین کہ گورنر جنرل کوئی لفظ اون امیرون سے کہتا نہین چاہتے جسکے ذریعہ سے اونکی کوئی ہو یا اونکی حالت مین تبدیلی آئی لیکن اگر امیر ن فہمایش کے بعد بھی ملاقات کے طالب ہون تو گورنر جنرل ایک دن اسکے لئے معین کرینگے۔

خط منجانب امیران بنام گورنر جنرل۔

گلستان شوکت و نا متناہی عالیمرتبت دامن حشمت و اجلال ہمائے دوران نواب معلی القاب سر ہنری ہارڈنج بہادر گورنر جنرل صوبہ جات ہند سلمہ اللہ تعالے از باران رحمت الہی تر و تازہ باد۔ پس از تسلیم و نیاز حضور کے ضمیر محبت آمیز پر منقش ہو کہ نسبت اوس عریضہ کے جو ہملوگون نے حضور کیخدمت مین معرفت کپتان گارڈن کے روانہ کیا ہے اور جسکا جواب مسٹر کری نے بھی اور ہمکو کپتان گارڈن کے منشی نے ترجمہ کر کے سنایا۔ ہمکو معلوم ہوا ہے کہ حضور کوئی لفظ ایسا نہین ارشاد فرما سکتے جس سے ہمکو فائدہ پہونچے۔ یا ہماری حالت بدلے۔ ہر چند کہ ہم لوگ واقف ہین کہ حضور بخوبی اوس ظلم و ستم کے حالات سے بخوبی آگاہ ہین جو ہم مین سے ہر ایک پر گویا بطور معاوضہ اوس اتحاد کے کیا گیا ہے جو ہمکو سرکار انگریزی کے ساتھ تھا مگر چونکہ حضور کو کوئی اختیار ہمارے معاملہ مین دست اندازی کا نہین ہے پس ہم لوگ کیون حضور کو اپنے مصائب کے حالات سنا کر تکلیف دین جنسے اسقدر خلاف معمول ظلم کے افعال پائے جاتے ہین۔ اب ہمارے تکلیفات کے دفعیہ کا ایک ہی علاج ہے یعنے ہم مین سے دو یا تین شخص لندن جا کر اپنے کل حالات حضور ملکہ معظمہ و وزرا و لیڈران سلطنت کے روبرو پیش کرین پس ہمکو امید ہے کہ حضور اس درخواست سے واقف ہو کر اوسے منظور فرمائینگے۔ اگر حضور کو ہمارے معاملہ مین دست اندازی کا اختیار ہوتا تو حضور نے ہمارے دلون کو ہماری حقوق

عطا فرماکر خوش کیا ہوتا جس سے انگلستان جانے کی ضرورت نہوتی۔ کیونکہ چونکہ حضور ہمارے مقدمہ سے بخوبی واقف ہوگئے ہین ہمکو یقین ہے کہ حضور نے حتی الوسع ہمارا ہرطرح انصاف کیا ہوتا۔ اب چونکہ ہماری جان ومال وآبرو سب کچھ انگریزون کے ہاتھ مین ہے ہمکو دلی امید ہے کہ حضور ہمارے انگلستان جانے کی ممانعت نکرینگے۔ ہم اون لوگون سے جو ہمارے پیارے تھے جدا کردئے گئے ہین۔ جو حالت ہماری ہوگئی ہے وہ معاوضہ اون خدمات کا ہے جو ہمنے انگریزی گورنمنٹ کی کی ہین اور جسکے ہم مستحق نہ تھے۔ ہم یہان اس امر کو درج کرنا چاہتے ہین کہ انگریزی قانون کے مطابق چاہے کوئی بے قصور ہو یا سنگین جرم کا مجرم ہو بلکہ سماعت عذر کے سزایاب نہین ہوتا۔ کیونکہ اوسے ہمیشہ اپنے مقدمہ کی کیفیت علانیہ عدالت مین بیان کرنے کا حق حاصل رہتا ہے اور جب اہل عدالت یعنے جوری بخوبی مقدمہ پر غور کرلیتے ہین اوسوقت معلوم ہوتا ہے کہ وہ شخص بے قصور یا تقصیروار ہے۔ جب تک ہم لوگون کو اپنے مقدمہ کا فیصلہ لندن مین نہ سننے مین آئے ہم لوگ تصور کرینگے کہ ہم برسرحق ہین۔ لہذا ہملوگ مستدعی ہین کہ حضور ہماری درخواست منظور فرمائین اور جب اجازت ہوجائیگی تو ہم لوگ ایک فرد حضور کیخدمت مین پیش کرینگے جسمین ہم مین سے دویا تین شخصون کے نام درج ہونگے جو لندن جائینگے۔ خدا حضور کو شادان و فرحان رکھے ؂ معروضہ ۲۲۔ رمضان ۱۲۶۳ہ مطابق ۱۰۔ اکتوبر ۱۸۴۷ع۔

مہر میر صوبہ دار خان	مہر میر میر محمد خان	مہر میر محمد نصیر خان

ترجمہ مکرر ترجمہ فارسی خط منجانب اُف کری صاحب سکرٹری گورنر جنرل ہند
بنام کپتان ام اف گارڈون محافظ امیران سندہ۔

آپ کا خط مورخہ ۱۵۔ماہ روان مع ملفوفات (خطوط) منجانب امیران
بنام گورنر جنرل باستدعا اس امر کے کہ اون مین سے دو شخصون کو انگلستان
اس غرض سے جانے کی اجازت دیجاے کہ وہ اپنی شکایات بحضور ملکہ معظمہ
باجلاس کاونسل پیش کرین موصول ہوا۔
مجھے اوسکے جواب مین اس امر کے کہنے کی ہدایت کی گئی ہے کہ گورنر جنرل
اوس درخواست کو منظور نہین کر سکتے۔
آپ کو ہدایت کیجاتی ہے کہ آپ اس معاملہ سے جو حال مین ظہور پذیر ہوا ہے
امیران سندہ کو مطلع کردین "شہنشاہ دہلی نے ایک شخص کو روانہ کیا تہا
کہ وہ اونکے چند معاملات سے انگریزی گورنمنٹ کو مطلع کرے مگر چونکہ شخص مذکور
باجازت یا وقت معینہ حکام کے نہین بہیجا گیا تہا کورٹ آف ڈائرکٹرس
نے نہ تو اوس سے ملاقات کی اور نہ اوسکی سماعت ہوی"

نقل خط منجانب سر رابرٹ ہیل بجواب ایک خط مرسلہ سفیران امیران سندہ
سر رابرٹ ہیل اخوند حبیب اللہ و دیوان مٹیا رام و دیوان دیا رام کو
تسلیم کہتے ہین اور اونکے خط مورخہ ۳ ماہ روان کی رسید دیتے ہین۔
مطابق قاعدہ سررشتہ کے سر رابرٹ ہیل نے وہ مراسلہ وزیر اول
کے پاس بہیجدیا ہے جو معاملات ہند کے محکمہ کے پریسیڈنٹ ہین۔

نقل خط منجانب پریسیڈنٹ بورڈ او کنٹرول متعلقہ معاملات ہند بجواب ایک خط مرسلہ امیران سندہ و نیز یک خط مرسلہ سفیران امیران سندہ ۔

انڈیا بورڈ اپریل ۷ سنہ ۱۸۴۵ء ۔

صاحبان ۔ مجھے کمشنران معاملات ہند نے ہدایت کی ہے کہ آپ کے خط مورخہ ۱۳ ماہ روان کی رسید دون جو آپ لوگون نے بنام اس بورڈ کے پریسیڈنٹ کے روانہ کیا تھا اور یہ کہا تھا کہ بحیثیت وکلا میر نصیر خان و میر میر محمد خان و میر صوبہ دار خان امیران سندہ کے ہم لوگ اپنے اسناد بھیجے ہین اور اسباب کی استدعا کی تھی کہ جلد موقع اس ملک مین آنے کی غرض پریسیڈنٹ کے روبرو پیش کرنے کا دیا جائے ۔

مجھے ہدایت کی گئی ہے کہ اوس پیکٹ کو جون کا تون جسمین تمہارے اسناد ہین واپس کرون اور آپ کو اطلاع دون کہ کوئی عرضداشت گورنمنٹ ہند کے نسبت جسکا حکام انگلستان کے روبرو پیش کرنا مناسب سمجھا جائے حسب قاعدہ معرفت کورٹ آف ڈائرکٹرس ایسٹ انڈیا کمپنی آنی چاہیے ۔

آپ کا تابعدار

جے ایمرسن ٹینٹ

نقل خط بنام کورٹ آف ڈائرکٹرس منجانب امیران سندہ

بخدمت آنریبل چیرمین و ڈپٹی چیرمین کورٹ آف ڈائرکٹرس ایسٹ انڈیا کمپنی ۔

آنریبل صاحبان - ہم لوگ اشخاص مندرجۂ ذیل وکلاء میر میر محمد نصیرخان
و میر میر محمد خان و میر صوبہ دار خان امیران سندہ بتوسط آپ صاحبان کے
بحضور آنریبل کورٹ آف ڈائرکٹرس ایسٹ انڈیا کمپنی نقل خط موصول شب
گزشتہ مرسلہ مسٹر جے ایمرسن ٹینٹ منجانب ارل اوربن و کمشنران معاملات
ہند معہ اسناد محولہ خط مذکور پیش کرتے اور عاجزانہ استدعا کرتے ہین
کہ آنریبل کورٹ اونہین روانہ کردے اور امیران سندہ کے مقدمہ کی کیفیت
طور پر حضور ملکہ معظمہ کی گورنمنٹ سے ظاہر کرے -

آپکے تابعداران

اخوند حبیب اللہ و دیوان میٹارام و دیوان دیارام

نقل خط مرسلہ کورٹ آف ڈائرکٹرس بجواب مذکورہ بالا

ایسٹ انڈیا ہاوس ۱۸-اپریل ۱۸۴۵ء -

صاحبان - آپ کا خط بنام کورٹ آف ڈائرکٹرس ایسٹ انڈیا کمپنی بغرض
پیشی اسناد وکالت منجانب معزول امیران سندہ و استدعاے حصول اجازت
بغرض عرض حال مشارالیہ موصول ہوکر کورٹ اف ڈائرکٹرس کے حضور
مین پیش کیا گیا -

بجواب اوسکے مجھے حکم دیا گیا ہے کہ آپ کو مطلع کرون کہ کورٹ مذکور کوئی
عرض حال منجانب امیران معزول سندہ تا وقتیکہ بتوسط گورنمنٹ ہند نہو -
سننے سے معذور ہے لہذا مین آپ کو آپ کے اسناد واپس کرتا ہون -

آپ کا تابعدار

جیمس میلول

بخدمت

اخوند حبیب اللہ

دیوان میٹا رام

دیوان دیا رام

نقل خط مرسلہ سفیران بنام چیرمین کورٹ او ڈائرکٹرس ایسٹ انڈیا کمپنی -

اخوند حبیب اللہ دیوان میٹا رام و دیوان دیا رام آنریبل کورٹ او ڈائرکٹرس ایسٹ انڈیا کمپنی کے چیرمین صاحب کی خدمت مین تسلیم عرض کرتے ہین اور اس امر کو ایک عنایت خاص تصور کرینگے اگر انکو مطلع کیا جائیگا کہ کسوقت وہ ممدوح الیہ کی ملازمت حاصل کر سکتے ہین -

---

جواب مذکورہ بالا معہ خط مرسلہ کورٹ او ڈائرکٹرس ایسٹ انڈیا کمپنی -

صاحب چیرمین ایسٹ انڈیا کمپنی اخوند حبیب اللہ دیوان میٹا رام و دیوان دیا رام کو تسلیم عرض کرتے ہین - اونہین اپنے بارہ مین خط کے جواب سے جو بنام ڈائرکٹران تہا معلوم ہوا ہوگا کہ چیرمین اون سے ملاقات کرنے سے معذور رہے جیسا کہ اونھون نے اپنے خط مین درخواست کی ہے -

ایسٹ انڈیا ہاوس ۱۸- اپریل ۱۸۴۵ء -

نقل خط بنام ارل اورین مرسلہ سفیران امیران سندہ - اخوند حبیب اللہ دیوان میٹارام و دیوان دیارام و کلا امیران سندہ ارل اورین کی حضور مین نقل خط جو اونہون نے کورٹ اڈ ڈائرکٹرس کو حسب ہدایت ارل موصوف مطابق تحریر مسٹر ایمرسن ٹینیٹ بھیجا تھا و دوسرا جو اونہون نے بحضور چیرمین کورٹ مذکور بھیجا تہا معہ اوسکے جواب دستخطی مسٹر میلول صاحب روانہ کرتے ہین -

وکلا اس امید کو بہ سرگرمی تمام ظاہر کرتے ہین کہ حضوران خفیف رسمی امور کو جنسے وہ لوگ بوجہ اجنبیت کے ناواقف ہین اونکے مقدمہ کی جب غور کامل کیئے جانے مین ہارج نہونے دینگے جسکے مصائب سکے لحاظ سے وہ بخوبی مستحق اوس امر کے ہین کہ غور کیا جائے -

۱۹ - ہاربی اسٹریٹ ۳۰ - اپریل ۱۸۴۵ء -

نقل جواب مذکورہ بالا

انڈیا بورڈ ۳۰ اپریل ۱۸۴۵ء

صاحبان - کمشنران معاملات ہند کی خواہش سے مین اوس خط کی رسید دیتا ہون جو آپ لوگون نے بنام پریسیڈنٹ بورڈ روانہ کیا ہے اور ایک نقل اوس خط و کتابت کی جواب سے اور کورٹ اڈ ڈائرکٹرس ایسٹ انڈیا کمپنی سے ہوی ملفوف کیا ہے -

بورڈ مجھکو حکم دیتی ہے کہ آپ کو مطلع کرون کہ جو خط آپ کے پاس

۱۸ - ماہ رواں کو بحکم کورٹ او ڈائرکٹرس روانہ کیا گیا تھا وہ اس بورڈ سے پہلے سے منظور ہوچکا تھا -

آپ کا تابعدار

(سبجے ایمرسن ٹینٹ)

نقل عرضی منجانب سفیران امیران سندہ بنام ہاوس او کامنس

بخدمت آنریبل کامنس گریٹ برٹن و آئرلینڈ باجلاس پارلیمنٹ

فدویان اخوند حبیب اللہ و دیوان میٹھارام و دیوان دیارام منجانب امیران سندہ حسب ذیل عرض رسان ہین -

فدویان ایک ملک دور دراز سے جسے قادر مطلق نے زیر حکومت سرکار انگریزی کیا ہے آئے ہین اور امیران سندہ کی شکایات کے پیش کرنے کے لئے بھیجے گئے ہین - چنانچہ انکو امید کامل ہے کہ آپ کا انریبل ہاوس حضور ملکہ معظمہ سے سفارش کریگا - کہ وہ امیران سندہ کا انصاف کرین اور کچھ خیال ایک قدیم قوم کے سردارون کا فرمائین جو آسودگی اور سرسبزی کی چوٹی سے مصیبت اور تکلیف کے قعر عمیق مین گر گئے ہین - خالق نے بعض قومون کو قوت عطا کی ہے کہ وہ اپنے ابنائے جنس کے فائدہ کے کام مین لائین - اگر یہ طاقت بیجا طور پر کام مین لائی جاتی ہے اور غربا اور مصیبت زدہ لوگون کی فریادین لاپروائی سے سنی جاتی ہین تو خدا اپنے تکلیف زدہ بندون کی امداد کرتا ہے اور انکو

مصیبت سے نجات دیتا ہے۔

فدویان باادب عرض کرتے ہین کہ بنگال کی آب و ہوا امیرون کی تندرستی کے موافق نہین ہے جنہون نے پونا اور بمبئی سے لائے جانے کے وقت سخت اعتراض کیا تھا مگر پھر بھی وہ جبراً کلکتہ بھیجدیئے گئے اور نتیجہ یہ ہوا کہ میر نصیر خان نے بوجہ قید و رنج کے جان بحق تسلیم کی اور بقیہ امیر ہمیشہ بیمار رہتے ہین اور اگر مجبوراً وہان رکھے جائین گے تو مر جائین گے اسلئے وہ آپ سے ملتجی ہین کہ ادنھین کلکتہ سے پھر بمبئی یا پونا بھیجدیا جاوے جہان اون لوگون نے آب و ہوا کا تجربہ کیا ہے اور اوسے اپنی تندرستی کے موافق پایا ہے۔ اسکے سوا اونکی بیویان و بال بچے اونکے شریک حال ہونے کی اجازت پائین اور اونکے اطمینان کے لئے میر عباس میر محمد علی یا نوجوان امیرون مین کوئی اونکی محافظت کرنے لانے کے لئے بھیجا جاے اور چونکہ اونہون نے کبھی تری کے سمندر کے مصائب نہین سہے ہین ایک جہاز اونکے اختیار مین کیا جاے اور اگر اونکو خشکی کی راہ پسند ہو تو اونکی پردہ داری اور حفاظت کا سامان رہے جو اونکے رتبہ عالی اور حالت بیکسی کے شایان ہے اون مغموم بیویون کی مصیبت ذیل کے عرض سے ظاہر ہے جو اونہون نے ہمکو دی ہے اور جسے ہمکو امید ہے کوئی رفیع اون بدنصیبون کا ملکہ وکٹوریہ تک پہونچا ئیگا۔

الہٰی ملکہ وکٹوریہ کا سایہ دولت جو مثل بلقیس کے پاکدامن اور باحشمت

ہین بروسے ترقی ہو۔

دو برس کا زمانہ گزرا کہ سر چارلس نیپیر حیدرآباد سندہ مین فوج و توپ خانہ لیکر آئے اور ہمارے مکانات سے تمام زر نقد و جواہرات و زیورات اور جملہ اشیاے قیمتی لوٹ کر لے گئے اور اوسکے ساتہ وہ ہمارے شوہرون یعنے امیرون اور بچون کو ہندوستان بطور قیدی کے لے گئے۔ اب نسبت ہم عورات کے جنکو کوئی اختیارات نہین ہین اور جسوقت سر چارلس نیپیر آئے اپنے مکانات مین بیٹھے ہوے تہے یہ کیا رسم ہے کہ وہ ہمارے مکانات مین داخل ہوون اور ہمارے زیورات لوٹ لین اور ہماری پرورش کیلیے کچھ نہ چھوڑین اور دو برس ہوے جب سے اونہون نے ہمکو اپنے مکانات اور وطن سے جدا کیا اور ہمکو جھونپڑون مین مثل فقیرون کے رہنے پر مجبور کیا اور ہماری پرورش کے لئے کافی سامان نہ دیا چنانچہ جو کچھ وہ دیتے ہین اوسے ہم ایک ہفتہ مین کہا ڈالتے ہین۔ خدا ہی اوس مصیبت کو جانتا ہے جو ہمکو کہانے اور کپڑے کی جانب سے ہے اور امیرون کی جدائی سے ہمکو وہ تکلیف اور مایوسی ہے کہ زندگی وبال ہو رہی ہے۔ اگر کوئی خدا کی مرضی سے قضا کر جاے تو کوئی نہین ہے مگر ہمکو ہر روز ایک نئی موت کی تکلیفین پڑتی ہین اسلئے ہم امید کرتے ہین کہ بوجہ اسکے کہ آپ خود بھی ملکہ ہین جسطرح کسی زمانہ مین ہملوگ تہے آپ ہم سے ہمدردی کرنے کے قابل ہین اور اسلئے ہم پر رحم کرینگی اور اون چیزون کو واپس کرا دینگی جو ہم سے سر چارلس نیپیر لے گئے ہین اور چونکہ ہمارے دل امیرون اور اپنے فرزندون

کی جدائی کے رنج سے مجروح ہو رہے ہین اور جب سے ہم لوگ مایوسی کے
درجہ کو پہونچ گئے ہین آپ ہماری اس تکلیف کو دفع کرین ورنہ ہم اپنا ہلاک
ہونا بہت بڑی نعمت تصور کرینگے۔ خدا آپ کی عمر دراز کرے۔ معروضہ ۲۷ ماہ
شوال ۱۲۶۰ھ بمقام حیدرآباد سندہ۔

دستخط بیگم میر کرم علی خان
" " میر محمد نصیر خان
" " میر نور محمد خان
" " میر مہر محمد خان
" " میر صوبہ دار خان

ہم لوگ یہ بھی استدعا کرتے ہین کہ۔
چونکہ امیرون کی تنخواہ اونکی پرورش اور نیز اونکے رفیق ملازمین
کی پرورش کے لئے جو اونکے ہمراہ جلا وطن ہوے ہین ناکافی ہے وہ اونکے
رتبہ اور عہدہ کے مطابق بڑہا دیجاے اور مناسب مکانات امیرون اور
اونکے عیال و اطفال کے لئے حسب رواج اونکے ملک کے دئے جائین۔
جواہرات و نجی کا اسباب جو امیرون اور اپنی بیبیون سے چھین لیا گیا ہے
اونکو واپس ملے اور سر چارلس نیپیر کو حکم دیا جاے کہ وہ نجی کے کاغذات
و فہرست اشیا واپس کر دین۔ تاکہ امیر اپنے اسباب اون کاغذات کے
مطابق واپس لین۔ جملہ امیر جو پونا سورت ہزاری باغ اور کلکتہ مین ہین
ایک ساتھ رہنے پائین اور اسقدر سخت حراست مین نہ رکھے جائین۔ امیر

میر کرم علی خان کی لیڈیون کے پاس کچھ جاگیر تھی جسے سر چارلس نیپیر نے لے لیا ہے اور چونکہ بہت سے بلوچی سرداروں کو اونکی جاگیرین واپس ملی ہین ان معزز لیڈیون کو بھی جو تالپر اسکے خاندان کی سرتاج ہین۔ اونکے پُرانے مقبوضات معہ اونکے زیورات اور نج کی جائداد کے دیجائے ایک معقول مکانات ان بدنصیب بیوہ گان کے لئے مہیا کئے جائین (کیونکہ اونکے قدیم مکانات سر چارلس نیپیر کے ہاتھون مین ہین) اور اون کو سندھ مین ٹھہرنے کی اجازت دیجائے۔ نہ یہ کہ اونکو ایک اجنبی ملک مین اپنے وطن مالوف سے دور بقیہ عمر بسر کرنے کے لئے مجبور کیا جائے اور ہم لوگ ہمیشہ آپکے دعاگو رہین گے۔

نقل عرضی

بحضور بندگان علیاحضرت جناب وکٹوریا ملکہ معظمہ برطانیہ اعظم و آئرلینڈ

علیاحضرت۔ فدویان اخوند حبیب اللہ دیوان مٹیارام و دیوان دیارام مقررہ سفیران معزول امیران سندھ بندگان علیاحضرت کیخدمت مین عرض پرداز ہین کہ قادر مطلق نے بادشاہون کو اپنی مخلوقات مین برتر بنایا ہے۔ اور اونکو دنیا کی بادشاہت عطا فرماکر اونکے ہاتھون مین زمام حکومت دی ہے اور اونہین انسانون کے کاروبار کا ہادی اس غرض سے بنایا ہے کہ وہ خدا کی مخلوق کی حفاظت کرین اور ایک شخص کو دوسرے پر ظلم نکرنے دین۔ چونکہ ہم پر ایسا ظلم و بیداد انگریزی گورنمنٹ کے ملازمان کیجانب

سے ہوا ہے جسکی نظیر نہین ہے ہم لوگ ایک دور دراز ملک سے اس شہر مین
اُن ایذاؤن کی داد پانے کے لئے آئے ہین جو ہمپر ہوی ہین -
ہم بغرض اطلاع ذہن روشندل بادشاہ کے عرض کرتے ہین کہ سنہ ۱۸۰۹ء
سے لیکر سنہ ۱۸۳۹ء تک جسقدر صلحنامے ایسٹ انڈیا کمپنی کے ملازمین نے
دربار سندہ سے کئے سب کے خلاف ورزی کی اور برابر سخت ترین شرائط
امیران سندہ سے کرگئے - جنکو اون لوگون نے بوجہ ضرورت کے
جبراً و قہراً منظور کیا اور کسی حالت مین یہ ثابت نہین ہو سکتا کہ ہمارے
آقا امیرون نے اپنے معاہدہ کی سخت پابندی سے انحراف کیا -
سر چارلس نیپر نے سندہ مین پہونچکر ایک نیا صلحنامہ ہمارے
امیرون کے پاس بھیجا جو ہمارے قبضہ مین ہے - ہم باادب ملتجی ہین کہ
حضور عالیہ باجلاس کونسل براہ الطاف خسروانہ ایک نگاہ صلحنامجات
مذکورہ کو ملاحظہ فرمائین تاکہ معلوم ہو کہ فریقین مین سے کسی نے اون
معاہدون سے خلاف ورزی کی ہے -
نسبت اسکے جو کچھ سر چارلس نیپر نے بیان کیا ہے کہ اونکو چند
خطوط مہری میر محمد نصیر خان کے دستیاب ہوے ہین جو اونھون نے
ایک گمٹی سردار (بلوچی پہاڑ) اور دیوان ساؤن مل حاکم ملتان کو لکھے
تھے اور جسکی وجہ سے سر نیپر نے اون زیادتیون کے کرنے کا اپنے کو مجاز
سمجھا جو اون سے ہوئین - ہم مودبانہ عرض کرتے ہین کہ ہم مین سے ایک
شخص دیوان مٹھارام وہ شخص ہے جسے محمد نصیر خان نے سر چارلس نیپر کے

پاس مقام روڑی مین ان مفروضہ گرفتار شدہ خطوط کی حقیقت حال کے دریافت کے لئے بہیجا تہا جنسے سر چارلس نیپر نے قطعاً فرمایا کہ " مین کچھ بھی خطوط کی نسبت نہین جانتا شاید گورنر جنرل لارڈ النبرا اوسنے کچھ واقف ہون مثل تمہارے مین بھی گورنر جنرل کا وکیل ہون اور جو کچھ احکام وہ بہیجتے ہین مجھے تعمیت ضرور ہے " اسکے بعد جب ہمارے آقا رئیسون نے میجر اوٹرم پولیٹکل اجنٹ حیدرآباد سے ملاقات کی اونہون نے اون خطوط اور مہرون کو دیکہنے کے لئے مانگا جنکا پانا سر چارلس نیپر بیان کرتے تہے ۔ میجر اوٹرم نے جواب دیا کہ ہمکو کچھ بھی معلوم نہین ہے آپ سر چارلس نیپر سے دریافت کرین اسکے چند روز بعد جب وہ مقام سالور مین قید تہے تو اونہون نے ان خطوط اور مہرون کا ذکر کپتان گارڈن سے ذکر کیا جنہون نے بیان کیا کہ مجھکو بخوبی معلوم ہے کہ وہ گورنر جنرل کے پاس ہین ۔ کلکتہ پہونچکر اونہون نے پھر خطوط اور مہرون کی بابت کپتان گارڈن سے پوچھا جنہین اونہون نے گورنر جنرل کے پاس بیان کیا اور اون لوگون نے کپتان گارڈن سے اپنی خواہش باصرار ظاہر کی کہ جن فرضیہ خطوط کے باعث سے وہ اس قدر معتوب ہوئے اونکی سچائی جہوٹائی ثابت ہونی چاہیے ۔ اونہون نے جواب دیا کہ مین اوس ضروری تحقیقات کو کرونگا اور اوس سے آپ لوگون کو مطلع کرونگا دو روز کے بعد اونہون نے آکر بیان کیا کہ لارڈ النبرا نے اونکو انگلستان کے حکام کے پاس روانہ کر دیا ۔ اوسکے چند ہی روز کے بعد لارڈ النبرا بلا لئے گئے اور اونکے جانشین سر ہنری ہارڈنج کلکتہ مین آئے ۔

اونکے نام امیر نے ایک خط روانہ کیا اور اپنے مقدمہ کی تحقیقات کرنے کی نسبت استدعا کی جسکا مختصر جواب یہ ملا کہ اونکی نسبت گورنر جنرل کو کچھ بھی کرنے کا اختیار نہین ہے۔ اس طور پر ہندوستان مین دادرسی سے ہر طور پر محروم ہوکر ہمارے امیرون کو مجبوراً ہمکو اس ملک مین روانہ کرنا پڑا۔ اب چونکہ لارڈ النبرا اسوقت انگلستان مین ہین ہم اسبات کی امید کرسکتے ہین کہ اون سے مظہرہ خطوط اور مہرون کی صداقت کے ثبوت کے نسبت استفسار کیا جائیگا۔ تاکہ ہمارے امیرون کی وفاداری کا امتحان ہو اور سر چارلس نیپیر نے جو کچھ خلاف معمول ظلم ہمپر کیا ہے وہ ظاہر ہو۔ ہم لوگ بورڈ کنٹرول کے پریسیڈنٹ ارل اوربن اور کورٹ آو ڈائرکٹرس کو لکھ چکے لیکن وہ لوگ ہماری سماعت کرنے سے انکار کرتے ہین۔ پس ہمارا چارہ تخت کے رحم مین ہے اور ہم نہایت عجز سے استدعا کرتے ہین کہ حضور عالیہ براہ الطاف خسروانہ ہماری استدعا قبول فرمائین اور حکم صادر کرین کہ ایک تحقیقات ہمارے مقدمہ مین لغرض ہماری دادرسی کے کیجائے۔

حضور عالیہ کی درازی عمر کی دعا کے ساتھ ہم لوگ حضور کے فرمانبردار تابعدار ہین۔

اخوند حبیب اللہ

دلوان مٹیارام

دلوان دیارام

لندن ۱۹ ہارلی اسٹریٹ ۳۰۔ مارچ سنہ ۱۸۴۵ء۔

ضمیمہ ۳

ہم لوگ اخوند حبیب اللہ دیوان مٹیا رام و دیوان دیارام سند یافتہ سفیران امیران سندہ بحلف اقرار کرتے ہین کہ ہم نے کبھی کسی موقع پر اون الزامات کی صداقت کو تسلیم نہین کیا ہے جو ہمارے اقا امیرن پر قایم کئے گئے ہین۔ ہم یقین کرتے اور ہم اوسکا اقرار حلفی کرتے ہین کہ جو خط بی برک بگنی کو منجانب میر محمد نصیر خان لکھا گیا بیان ہوا ہے وہ جعلی تھا۔ ہم لوگ خدا کے روبرو اپنا یقین ظاہر کرتے ہین کہ امیر بالکل اون الزامات سے بے قصور ہین جو اون پر عائد کئے گئے ہین۔

دستخط اخوند حبیب اللہ

" دیوان مٹیا رام

" دیوان دیارام

۱۹۔ ہاربی اسٹریٹ

۱۵۔ اگست ۱۸۴۵ء

ضمیمہ نمبر ۲

ترجمہ حالات مقدمہ امیران سندہ مرتبہ دیوان میٹا رام حسب الحکم صریح و

ہدایت خاص امیران سندہ۔

اولاً لارڈ منٹو نے ماہ اگست ۱۸۰۹ع مین ایک صلحنامہ گورنمنٹ سندہ سے
کیا اور اوسکے بعد لارڈ ولیم کیونڈس بنٹک نے دو صلحنامے کئے۔ ایک
۱۸۳۲ع مین اور دوسرا ۱۸۳۴ع مین دونون معرفت سر ہنری پاٹنجر کے
ان مین یہ درج تھا کہ انگریزی گورنمنٹ کے خیالات دوستانہ سندہ کیجانب
نسلاً بعد نسل تا روز قیامت یکسان رہین گے اور انگریزی گورنمنٹ امیران
سندہ کی مملوکہ عملداری کے ایک انچ کی تحریص بھی نکرے گی۔

اسکے بعد سر ہنری پاٹنجر سندہ مین بطور سفیر گورنر جنرل کے آئے
اور درخواست کی کہ تاجر اور تجارتی جہاز سندہ مین دریاے سندہ کے
نشیب و فراز مین بے روک ٹوک آنے جانے پائین۔ حاکمان سندہ
نے اس خواہش سے کہ انگریزی گورنمنٹ سے اتحاد زیادہ بڑھے۔ جسکا
اونسے ہمیشہ کے لئے وعدہ ہو چکا تہا درخواست مذکور کو منظور کیا۔ اور
انگریزی عملداری کے رہنے والے تاجرون کو سندہ مین بلا روک ٹوک
تجارت کرنے کی اجازت دی۔ ایک مرتبہ پھر سر ہنری پاٹنجر سندہ مین
آئے اور امیران سندہ سے کہا کہ انگریزی فوج سندہ سے ہو کر کابل اور افغانستان
جائے گی۔ امیرون نے اس بات کو منظور کیا کہ انگریزی گورنمنٹ کی فوج
مع اپنے کل سامان کے سندہ مین اُترے۔ اسپر اونسے کہا گیا کہ اپنے

لوگون کو کشتی اونٹ لکڑی اور دوسری ضروری اشیا انگریزی فوج کے لئے مہیا کرنے کا حکم دین۔ ہرچند کہ اس قسم کے مطالبات کا کوئی ذکر صلحنامجات مین نہین ہے تاہم امیرون نے اوس اتحاد کے بڑہانے اور مضبوط کرنے کے لئے جو دوامی طور پر انگریزی گورنمنٹ نے وعدہ کیا تھا کشتیان اونٹ اناج لکڑی اور دوسری اشیا جسکی انگریزی فوج کو خراسان کی عزیمت کے لئے ضرورت تھی مہیا کیا۔ مگر بلوچی فرقے کسی طرح امیرون کی اس حرکت سے کہ انگریزی فوج کو ضروری چیزین دی گئین خوش ہوے۔ اور اسکے سوا امیرون نے اسیوجہ سے افغان قوم کی عداوت اور مخالفت مول لی۔ تاہم بغرض دائمی اتحاد مذکورہ بالا کی غرض سے امیرون نے بلوچی فرقون کے نام احکام جاری کئے کہ وہ انگریزی فوج کی مخالفت سے اجتناب کرین اور اون سب کو سزا دینے کے لئے کہا جو کسی طرح انگریزی گورنمنٹ کے سد راہ ہونگے۔ اس حکم کے مطابق بلوچی فرقے بالکل خاموش رہے اور انگریزی فوج کو کچھ تکلیف ندے۔

جب سر جان کین جہارک مین پہونچے جو حیدرآباد سے بارہ کوس ہے اونہون نے برخلاف صلحنامہ کے کپتان ایسڈوک کے پاس ایک یادداشت شکایات کی لکھ بہیجی جسمین یہ بیان تھا کہ تین امیر اسوقت سے تین لاکھ روپیہ سالانہ انگریزی گورنمنٹ کو انگریزی فوج کے اخراجات ادا کرنے کے لئے دیا کرین جو سندہ مین تعینات کیجائے گی اور وہ لوگ اکیس لاکھ روپیہ انگریزی گورنمنٹ کے خرچ کے لئے فوراً دین ورنہ انگریزی

گورنمنٹ اون سے جنگ کرے گی۔ ہرچند کہ یہ مطالبے امیرون کے باعث تکلیف اور بالکل نامنصفانہ اوراوس اتحاد مذکورہ بالا کے خلاف تھی جسکا انگریزی سرکار نے وعدہ کیا تھا مگر چونکہ کوئی چارہ نہ تھا امیرون نے نہین منظور کیا اور لارڈ اکلینڈ نے بیجا طور پر جو رقم طلب کی اونہون نے دی۔ ان رقمون کو امیرون نے اپنے نج کے خزانہ سے ادا کیا۔ اسکے علاوہ جب سرجان کین کابل سے روانہ ہوے تو امیرون نے جیسا کہ لفٹنٹ پوسٹنس اور دوسرے حکام بخوبی تصدیق کرسکتے ہین رسد کی آمد و رفت کے لئے سڑکین جاری کین اور انگریزی دیوان کشتون کو بے روک ٹوک دریاے سندہ کے اُتار و چڑہاؤ مین مع فوج و سامان حرب آنے جانے دیا۔ اور اگر امیرون نے اگر اس طور پر انگریزی گورنمنٹ کی امداد نہ کی ہوتی تو اسمین شک نہین کیا جاسکتا کہ کابل کی حزیمت بہت رک جاتی اور اوسکی کامیابی نہایت مشکوک رہتی۔ امیرون نے یہ خدمات اس امید سے انجام دین کہ انگریزی گورنمنٹ اونکا معقول صلہ دیگی اور اونکو یہ خیال نہ تھا کہ وہ ایسے مصائب مین مبتلا کئے جائینگے جنمین وہ ہوے ہین۔

بہرحال بعد روانگی سرجان کین سرہنری پانٹجر ایک اور صلحنامہ ۱۱۔ مارچ ۱۸۳۹ع کو لارڈ اکلینڈ کا مُہری اور دستخطی لیکر آئے۔ اسمین مثل سابق کے لفظون کے یہ درج تھا کہ یہ صلحنامہ مثل سدِ سکندر کے مضبوط ہوگا اور وہ نسلاً بعد نسلٍ دوام تک نافذ رہیگا۔ اس درمیان مین

اون پیغامات کے ساتھ روانہ کیا وہ مرزا خسرو بیگ اور یوسف خدمتگار
تھے اور وہ سر چارلس نیپر کے قیام گاہ مقام نوشہرہ مین گئے۔ جو
درمیان خیرپور اور حیدرآباد کے ہے۔ وہان پہونچکر اونہون نے سر چارلس
کو امیرون کی مُہرین حوالہ کردین جو وہ نئے صلحنامہ کی تصدیق کے لئے لائے
تھے۔ سر چارلس نے بعوض مہر لگانے کے ایک خط وکیلون کو دیا۔ اور
اونکو امیرون کے پاس واپس لیجانے اور او سکے احکامات کی تعمیل کرنے
کے لئے کہا۔ خط کا یہ مضمون تھا کہ امیر میر رستم کو حیدرآباد مین بلوالین۔ اور
میجر اوٹرم حیدرآباد جاکر میر رستم خان کے معاملات کا تکملہ کرینگے
اور جدید صلحنامہ پر امیرون کی مہر لگائینگے۔ خط مین یہ بھی ذکر تھا کہ ہر چند
کہ سر چارلس نیپر کا پختہ ارادہ بزودی تمام حیدرآباد پر بڑہنے کا تھا۔ مگر
بالفعل وہ روانگی ملتوی رکھینگے۔ اور اگر حسب ہدایت میر رستم میجر اوٹرم
سے نہ ملینگے تو وہ بطور دشمن کے تصور کئے جائینگے۔ چنانچہ میر رستم
دونون وکلا اور میجر اوٹرم حیدرآباد مین ۸۔ فروری سنہ ۱۸۴۳ء کو اکٹھا ہوئے
جون ہی میجر اوٹرم پہونچے۔ اونہون نے امیرون سے کہلا بھیجا کہ وہ
صلحنامہ کی تصدیق کرین جسکو اون لوگون نے بوجہ کوئی چارہ نہونے
کے باوجود اوسکی بے انصافی کے منظور کیا اور اپنی مہرین روانہ کردین۔
دوسرے دن ۹۔ فروری کو میجر اوٹرم نے امیرون سے ملاقات کی۔ جنہون
نے اونہین مطلع کیا کہ سر چارلس نیپر کے برابر بڑہتے چلے آنے کی خبر
سُنکر بلوچی نہایت برافروختہ ہورہے ہین اور اونکی یاددہانی کی کہ اگلے

دن اون لوگون سنے اپنی مہرین تصدیق صلحنامہ کے لئے بہیجدئے ہین۔
امیرون نے یہ بہی درخواست کی کہ میجراوٹرم کسی افسر کو سرچارلس نیپیر
کے پاس جانے اور اونسے ٹھہرنے اور حیدرآباد پر بڑہنا ملتوی رہنے
کی درخواست کرنے کے لئے تعینات کرین۔ اس درخواست کو میجراوٹرم
نے منظور کیا اور اوسیدن آٹھ بجے شب کو ایک افسر میر نصیر خان کے
پاس روانہ کیا جسے امیرون نے فوراً ایک تیز سانڈنی پر سرچارلس نیپیر
کے پاس روانہ کیا۔ یہ افسر انگریزی فوج مین پہونچا اور ۱۲ کو ساربان جو
اوسے لے گیا تہا ایک خط امیرون کے پاس منشی ملارام کے پاس سے
لایا جو اونکے حکم سے سرچارلس کی فوج کے ساتھ موجود تہا جسمین لکھا تہا
کہ جون ہی انگریزی افسر سرچارلس تک پہونچا اونہون نے خیمہ اُکھاڑا۔
اور حیدرآباد کیجانب روانہ ہوے۔ امیرون نے یہ خبر میجراوٹرم تک
پہونچادی۔ وہ اوسی روز یعنے ۱۲ ماہ مذکور کو دو بجے امیرون کے پاس
آئے اور اونسے صلحنامہ پر مہر کرنے کے لئے کہا اور بیان کیا کہ اگر
وہ تعمیل کرینگے تو میجراوٹرم ایک خط اپنا اونکو دینگے جسے وہ اپنے
ایک افسر سے سرچارلس نیپیر کے پاس روانہ کرسکتے ہین۔ اور اوسے
پاکر سرچارلس شمالی سندہ کیجانب واپس جائینگے۔ امیرون کو جبراً
اس امر کو منظور کرنا پڑا اور اونہون نے صلحنامہ پر دستخط و مہر کردیا۔ اوسوقت
میر نصیر خان نے میجراوٹرم سے کہا کہ میر رستم کو بڑہاپے مین نکال دینا
اچھا نہ تہا اور جو کچھ سرچارلس نیپیر نے میر رستم کی عمدہ جائداد روڑی سے

سنٹرل کوٹ تک لے لی ہے۔ پس اونہین لازم ہے کہ بقیہ اونکو دیدین۔ اور سر چارلس نے لکہا تہا کہ جب میجر اوٹرم حیدرآباد جائینگے۔ تو میر رستم کے معاملات کا تصفیہ ہوگا۔ اس سے میجر اوٹرم نے صاف انکار کیا اور کہا کہ میر رستم سے کوئی تصفیہ نہین ہوسکتا۔ اوسیوقت ایک ملازم حیات خان مری کا حیدرآباد کے قلعہ پر پہونچا اور اوسنے بیان کیا کہ جسوقت حیات خان حیدرآباد کو آرہا تہا۔ سر چارلس نیپیر نے اوسکو گرفتار کر لیا اور قید کر دیا۔ بلوچیون نے میر رستم کے ظالمانہ برتاؤ اور حیات خان کی گرفتاری کا حال سُنکر اور یہ دیکہکر کہ سر چارلس نیپیر سے صلح کرنے کی بالکل امید جاتی رہی میجر اوٹرم پر قلعہ سے باہر جانے پر حملہ کرنے کا ارادہ کر لیا۔ امیرون نے میجر اوٹرم پر مجوزہ حملہ کی خبر سُنکر بلوچیون کو اپنے ارادہ سے باز آنے کا حکم دیا اور اپنے کئی سردارون کی حفاظت مین میجر اوٹرم کو اونکے قیامگاہ تک پہونچادیا۔ اوسوقت اونہون نے امیرون کے پاس خط جسکا وعدہ کیا تہا بہیجدیا جس سے جرنیل کو آگے بڑہنے سے روکنے کا مقصود تہا۔ وہ خط فوراً امیرون نے جرنیل کے پاس بہیجدیا اور جو قاصد اوسے لیکر گیا وہ یہ خبر لیکر واپس آیا کہ جون ہی سر چارلس نیپیر نے اوسے پایا۔ اونہون نے فوراً خیمہ اوکہاڑا اور حیدرآباد پر بہ عجلت بڑہنے لگے۔ امیرون نے اس خبر کو پاکر ایک خط اپنا جرنیل کے پاس بدریافت حال اس امر کے روانہ کیا کہ وہ کیون حیدرآباد پر بڑہ رہے ہین۔ حالانکہ اونہون نے تمام تکلیف وہ

مطالبون کو جو اون سے کئے گئے منظور کر لیا ہے۔ امیرون نے یہ بھی دریافت کیا کہ آیا ارادہ زبردستی کرنے کا ہے تو اوس حالت مین ہم شہر چھوڑ دین۔ اور ریگستان مین جا کر بود و باش اختیار کرین اور وہان سے ایک وکیل دادرسی کے لئے لندن روانہ کرین۔ انکا کچھ جواب سر چارلس نیپر نے نہ دیا۔ اس درمیان مین بلوچیون کی ایک جماعت جسکی تعداد پانچہزار سے زیادہ نہ تھی اس امر کو انگریزی جرنیل کے تیز بڑھتے آئے اور حیات خان کو گرفتار کر لینے سے باور کرکے کہ باوجود اسکے کہ امیرون نے اوس مضرت بخش صلحنامہ کو منظور کر لیا ہے جو اونسے جبراً کرایا گیا سر چارلس نیپر واپس نہ جائینگے۔ بلکہ امیرون اور اونکے بلوچی سردارون کی تخریب کا قصد رکھتے ہین۔ حیدرآباد کے شہر کے باہر جمع ہوے اور کہنے لگی کہ "سر چارلس نیپر ہمکو ہلاک کر ڈالین اور اوسکے بعد ہمارے گھرون کو لوٹ لین جسمین وہ ہماری لاشون پر سے داخل ہونے پائینگے"۔ امیر نصیر خان نے اس امر کو یقین کرکے کہ بلوچیون کی سرکشی اونکی تخریب کا باعث ہوگی میجر اوٹرم کے پاس ایک پیغام منشی مادہو کے ہاتھ روانہ کیا کہ وہ لینے امیر بلوچیون کو تسلی دینے جاتے ہین اور آپ اجنبی کو چھوڑ کر دہوان کش پر سوار ہو جائین تاکہ شاید جسوقت امیر بلوچیون سے گفتگو کرتے ہون جو سر چارلس نیپر پر حملہ کرنے پر آمادہ ہین کوئی دوسرا گروہ اجنبی پر حملہ کرے جس سے امیرون کی بدنامی ہو۔ اسی زبانی مضمون کا ایک خط بھی منشی نے میجر اوٹرم کے پاس روانہ کر دیا۔ چنانچہ ۱۵۔ کی صبح کو نصیر خان نے بلوچیون کو سر چارلس نیپر کے مقابلہ کے لئے روانہ ہونے سے باز آنے پر آمادہ کیا اور دوسرے دن ایک اور وکیل اونکے پاس روانہ کرنیکا ارادہ کیا اور چاہا کہ حتی الوسع جو کچھ مطالبہ

وہان جو کچھ زیورات و کپڑے وظروف سونے و چاندی کے تہے لوٹ لئیے اور عورتون کے ہاتھ پاؤن سے زیورات اُتار لئے - بدنصیب عورتین شرم اور خوف سے شہر سے نکلکر بھاگین اور مین جو پانچ کوس حیدرآباد سے ہے پیدل گئین - اور صاحب فلان و صاحب فلان و صاحب فلان امیر میر نور محمد خان کے زنانخانہ مین گئے اور اوسے بھی اسیطرح لوٹا- چنانچہ عورات کو اوسیطرح اپنے گھر سے بھاگ کر کہتر ہین پیادہ پا جانا پڑا-

۲۲- فروری ۱۸۴۳ء کو میر میر محمد خان قلعہ سے لائے گئے اور انگریزی خیمہ مین بطور قیدی کے رکھے گئے اور ایک زنانخانہ اونکی عورات کا اسیطرح لوٹا گیا- اسکے بعد میر صوبہ دار کی عورات سے جو کچھ اونکے پاس تھا لے لیا گیا- اور وہ پیادہ پا بھاگین صاحب نے میر صوبہ دار کے بیٹے میر فتح علی سے دو قیمتی کڑے مانگے جو اونہون نے حوالہ کئے- میر صوبہ دار کے گھر کی ایک عورت نے کچھ روپیہ اپنی کمر مین باندہ لئے تہے- بھاگتے وقت کچھ روپیہ گر پڑے جسپر وہ فوراً گرفتار کر لیگئی اوسکا کمر بند کاٹ ڈالا گیا اور روپے لے لئے گئے اوسکے بعد ہر ایک عورت کو علٰحدہ لیجاکر اوسکے ہاتہ پاؤن کان ناک سے زیورات اُتار لئے جاتے تہے- اب قلعہ مین جانے کی ممانعت ہوگئی اور میر نور محمد خان مرحوم و میر نصیر خان کی عورات جو ابتک قلعہ مین تھین دو روز تک بے آب رہین میر نصیر خان کے بیٹے میر حسین علی خان و میر عباس علی خان نے جو قلعہ مین اسیر تہے ایک شخص صاحب کے پاس پانی کے لئے روانہ کیا مگر جواب یہ ملا کہ سر چارلس نیپیر کا حکم ہے کہ جس شخص کو پانی کی خواہش ہو وہ گارد کے کمانڈنگ افسر کے بنگلہ مین آکر پی لے- آخر کار بعد خرابی بسیار ایک مشک پانی نو شخصون کے لئے ملا جنمین امیران مذکور کے زنانخانہ کے لوگ تھے- پس ہر شخص صرف اپنا حلق تر کر سکتا تھا مگر پیاس نہ رفع ہو سکتی تھی تھوڑے دنون

کے بعد صاحب فلان و صاحب فلان سپاہیون کے ایک گروہ کیساتھ جہان عورات تہین آئین اور دروازے کلہاڑون سے توڑ کر اونسے زیورات طلب کئے چنانچہ مجبوراً اون لوگون نے تمام زیورات اُتار کر حوالہ کئے دوسرے دن صاحب فلان کمرہ مین آکر بقیہ اسباب اُٹھا لے گئے ایک عورت جسنے بھاگنا چاہا ریشمی پایجامہ پہنے ہوئے تھی اوسے سپاہیون نے دروازہ پر روکا اور کپڑے اُتروا لئے۔ میر نور محمد خان مرحوم کی بیوہ نے کچھ کپڑے ایک خادمہ کو دیئے تھی کہ اونہین بیچکر اوسکے لئے کھانے کو لائے محمد حسین نے جو فلان صاحب کے منشی تھے اوسے گرفتار کیا۔ مارا اور کپڑے لے لئے۔ اسکے بعد دو عورتین دروازہ پر لاکر تعینات کی گئین جو ہر ایک باہر جانے والی عورت کی تلاشی لیتی تھین۔ خلاصہ یہ کہ امیرون کی جائداد مین جو کچھ چیزین تہین سب لی گئین یعنے وہ بالکل لٹ گئے۔ اوسوقت میر صوبہ دار خان کو انگریزی فوج مین لاکر قید کیا اور دو تلوارین جو پہلے دن میر نصیر خان کے فرزندمان کو دیدی گئین تھین اب اونسے لے لی گئین۔ اوسکے بعد مرزا خسرو بیگ کا مکان لوٹا گیا اور وہ خود قید کرکے خیمہ مین لایا گیا جہان سے اوسے قلعہ مین لے گئے۔ اور وہان اوسے اسقدر مارا کہ وہ عرصہ تک بیہوش رہا۔ جب وہ ہوش مین آیا تو اوسکی مشکین کس لین اور خیمہ مین لیجا کر قید کردیا۔

تھوڑے دنون کے بعد امیرون کو بھی لے گئے۔ اور وہان سے سالور جہان وہ دس ماہ تک قید رہے۔ اسکے بعد وہ کلکتہ لائے گئے۔ اوسوقت لارڈ النبرا نے اونکو ہزاری باغ مین مقید کرنا چاہا جو غیر آباد ہے۔ امیرون نے لارڈ النبرا کو لکھا اور اسکی شکایت کی جسپر وہ نہایت غصہ ہوا اور میر نصیر کے بیٹے اور میر نور محمد کے بیٹے حسین علی اور میر نصیر اور شاہ محمد کے دونون بھائیون اور میر شاہ محمد کے بیٹے کو دوسرے امیرون سے جدا کرکے ہزاری باغ

مین رکھا اور بڑے امیرن کو دوسری ویران جگہ مین ٹھونسنا چاہا - اس درمیان مین وہ ہندوستان کی گورنری سے خارج ہوا اور لندن روانہ ہوا۔

اسکے بعد وہ بدنصیب امیر میر نصیر خان رنج سے شکستہ دل اور اس نئی مصیبت سے مغلوب ہوکر یعنے اوسکا پیارا بیٹا اوس سے جدا کیا گیا دن رات رویا کرتا تھا حتے کہ موت نے اوسکو اوسکی تکلیفات سے نجات دی لارڈ النبرا کی معزولی کے بعد سر ہنری ہارڈنج گورنر جنرل ہوے اونکو امیرون نے ایک عرضی اپنی دادرسی اور ملاقات کی غرض سے لکھی - اوسکے جواب مین سکرٹری مسٹر کری نے کپتان گارڈن کو جو امیرن کا محافظ تھا لکھا کہ گورنر جنرل کوئی لفظ تسلی کا امیرون کی نسبت نہین کہہ سکتے. لیکن اگر اسباب کو سمجھ لینے کے بعد بھی امیر ملاقات کے خواہان ہون تو گورنر جنرل ایک دن اسکے لیے معین کرینگے - چنانچہ ملاقات ۳۰ ستمبر ۱۸۴۴ع کو مقام بارکپور مین ہوئی جسمین سر ہنری ہارڈنج نے علانیہ فرمایا کہ امیرون کے ساتھ بیشک ظلم ہوا لیکن کہا کہ مجھکو کوئی اختیار نہین ہے. اسکے بعد امیرون نے دوبارہ سر ہنری ہارڈنج کو لکھا کہ اگر وہ اونکا انصاف نہین کر سکتے تو وہ اونہین اپنی جماعت مین سے کسی شخص کو ملکہ معظمہ تک جانے کی اجازت دین - اسکے جواب مین گورنر جنرل نے مسٹر سکرٹری کری نے انکار کیا جسپر امیرون نے اور کوئی چارہ کار نہ دیکھکر قرضہ لیا اور انگلستان کو اپنے وکلا روانہ کیئے ان وکیلون نے لارڈ رپن وزیر ہندوستان و کورٹ او ڈائرکٹرس و ملکہ معظمہ کی حضوری کی کوشش کی مگر بے سود اور اب اونھین بوجہ کمی خرچ کے ہندوستان واپس آنا پڑا - جہان وہ خدا سے ہمیشہ انصاف کی دعا مانگا کرینگے - اس امید مین کہ جس شئے سے انسان انکار کرتا ہے خدا عطا کرتا ہے -

(محررہ ۲ - اگست یوم شنبہ بقلم ڈیوک میا رام)

ضمیمہ نمبر (۵)

تھارنٹن صاحب کی تاریخ ہندوستان جلد ۲ صفحہ ۲۳۷ مین یہ الفاظ درج ہین "لڑائی کے حالات مفصل کم معلوم ہوے ہین" اس کمی واقفیت کے پورے کرنے کے لئے ذیل کے حالات جنگ میانی[1] کے موقعہ کے ایک افسر کے مرتب کئے ہوے جو وقت لڑائی کے موجود تھا شایع کئے جاتی ہین:

۱۷- فروری ۱۸۴۳ء کے سہ پہر کو مقام ہلہ سے اکیس میل کی مسافت بعید طے کرکے انگریزی فوج جسکی تعداد تقریبا تین ہزار[2] زیر کمان میجر جنرل سر سی جے نیپر کے سی بی سے متھارا کے موضع مین حیدرآباد سے سترہ میل شمال کو خیمہ زن ہوے۔

متھارا دریاے سندہ سے ایک یا دو میل کے فاصلہ پر ہوگا اور میجر اوٹرم جو سندہ کے امیرن سے بہ ناکامیابی گفتگوے صلح کر رہے تھے یہان پینٹ نامے دہوان کش سے بہمراہی اپنے گارڈ[3] یعنے حضور ملکہ معظمہ کی ۲۲ رجمنٹ کی لایٹ کمپنی کے ساتہ اوترے۔ اونہون نے اس خبر کی تصدیق کی جو جرنیل کو مقام ہلہ مین ملے تھی کہ اونپر اگلے دن صبح کو حیدرآباد مین حملہ ہوا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ ریزیڈنسی کو جو دریاے سندہ کے بائین کنارہ پر شہر سے جنوب ومغرب تین میل واقع ہے۔ سوارون اور پیدلون کے ایک بڑے گروہ نے گہیر لیا تھا۔ اور

---

[1] دریاے سندہ اور پہولیلی ندی کے درمیان کے ضلع کا نام "میانی" ہے۔ ۱۲

[2] یہ فوج تقریبا تین ہزار تھی جسمین گیارہ سو سوار اور بارہ توپین تہین یعنے ۹- رجمنٹ ہندوستانی رسالہ ایک دستہ پونا کے بیقاعدہ سوارون کا۔ سندہ کے بیقاعدہ رسالہ بمبئی کا اونٹ کا توپخانہ نو پونڈ کا توپون کا بمبئی کا گہوڑون اور خچرون کا توپخانہ چھ پونڈ والی توپون کا۔ ایک دستہ مدراس کی سفر مینا پلٹن کا۔ ۲۲ رجمنٹ گورون کی پلٹن اول رجمنٹ بمبئی کی ہندوستانی پلٹن ۱۲ و ۲۵ نمبر بمبئی کی ہندوستانی پلٹن۔ ۱۲

[3] زیر کمان کپتان کانوے۔ ۱۲

اونکا عنیٰ امیرون مین سے ایک شخص شاہ داد خان تہا۔ میجر اوٹرم کے گارد نے چار گھنٹہ تک بہادرانہ مقابلہ کیا اور اوسوقت گولی بارود کے کم ہوجانے سے وہ دریا کی جانب ہٹ آئے وہان وہ پلینٹ اور سٹیلائیٹ دہوان کشتون پر سوار ہوا اونہین متہارا سلے آئے جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے۔

میجر اوٹرم اس خبر کو لیکر آئے کہ بلوچی کثرت سے جمع ہین اور اونہون نے شکارگاہون[1] مین قیام کیا ہے جو متارا اور حیدرآباد کے درمیان ہین۔ یہ خیال کیا گیا تہا کہ ان جنگلات مین آگ لگادینے سے دشمن میدان مین آئینگے اور ایک جماعت دو سو سپاہیون کی اوسی شب کو میجر اوٹرم اور دیگر افسران کے ہمراہ دونون دہوان کشتون پر سوار ہوے۔ تاکہ جہازیون کیساتہ اس تجویز کی انجام دہی مین شرکت کرے۔ مگر ارادہ ناکامیاب رہا کیونکہ گو کہ جنگلات کا ایک حصہ جلادیا گیا مگر جہان ۱۷ کو معرکہ آرائی ہوی وہ اسقدر وہان سے دور تہا کہ اس کارروائی کا کوئی اثر نہوا۔ بیان کیا گیا ہے کہ بلوچیون نے شب کیوقت اپنی جگہ بدل دی تھی مگر یہ زیادہ اغلب ہے کہ ہم لوگون نے اونکے قیامگاہ کی نسبت جو شکارگاہ مین تہے غلطی کی۔

۱۷ فروری کو چار بجے صبح کیوقت فوج پہر روانہ ہوی اور سندہی رسالہ زیر کمان کپتان جیکب آگے تھا۔ اونکے عقب مین سفر مینا کے لوگ زیر کمان کپتان ہندرسن تہے اور اونکے ساتہ سو سپاہیون کا ایک گروہ توپون کے لئے راستہ بنانے کے لئے تہا۔ اس ملک مین جو نہرین اولا سے ہین   کے باعث سے اونکے عبور کرنیکے انتظام مین شب کو سخت محنت صرف ہوی تھی اور توپون کی روانگی مین نہایت روک ہوتی تھی۔ ہم لوگ بالعموم نہرون کے

---

[1] شکارگاہین اصل مین ٹکڑے ہوے جنگلات شکار کی حفاظت کے لئے ہین۔ ۱۲

باندہ کاٹ کر مٹی اندر ڈال دیتے تھے لیکن چونکہ اونٹ چڑھائی پر چل نہین سکتے ڈھالون کو بہت سلامی کرنا
ہوتا تہا۔ اس صبح کو ایک گھنٹہ سے زیادہ کی دیر دو بڑی نہرون پر راہ بنانے مین جو سہارلے سے بہت
دور بنی تھین ہوئی جگہ انکے آگے معلوم ہوا کہ امیرون نے ہماری محنت کو بچا دیا تھا اور راستہ پہلے ہی
سے اونکی توپون کے لئے تیار تھا۔
سات میل چلکر ہراول فوج پہولیلی تک پہونچی جو ایک چھوٹی سی شاخ دریاے سندہ کی ہے اور اوس
دریا کے کے زمانہ مین پر ہو جاتی ہے مگر اسوقت خشک تھی اور اوسکے مشرقی کنارہ کیجانب دو میل
تک راستہ چلا گیا تہا اور متواتر کئی چھوٹے چھوٹے مواضعات سے جنمین باغات تھے گذرا تہا۔ ان مواضعات
مین سے دوسرے کے قریب سفر کا سناٹا پہلے پہل ایک دور کی توپ کی آواز سے شکست ہوا۔
سر چارلس نیپیر نے فوراً اپنی ہراول فوج کے پیدلون کو ایک چھوٹی سی نہر کے عقب مین درست کیا۔
سندہی رسالہ کو پہولیلی کے کے اندر روانہ کر دیا اور ۹ نو پونڈ مصالیح والی توپون کو جو اوسکے ساتھ
تہین کہولا۔ اسکے تھوڑے عرصہ کے بعد سندہی رسالہ کا ایک دستہ پہولیلی کے پار ایک شکارگاہ کے
گرد گھوم کر جانے کیلئے بہیجا گیا جو مقابل کے کنارہ پر تھی اور بقیہ آگے دیکھنے بھالنے کے لئے بہیجا گیا۔
یہ بات تحقیق ہوئی کہ دشمن آخر الذکر سمت مین ہے چنانچہ جرنیل پھر آگے بڑہے حتے کہ وہ ایک موضع مین
پہونچے جہان سے حیدرآباد کا راستہ دریا کے کنارہ سے علحدہ ہو گیا ہے[۱]۔
اسوقت جرنیل کے داہنی جانب کو پہولیلی ندی کا خشک پیٹا تھا جسکا رخ تقریباً جنوبی تہا اور جہانتک
نگاہ کام کرتی تھی اوسکا دوسرا کنارہ ایک مٹی کی دیوار سے محدود تہا جو ایک گھنے شکارگاہ کی سرحد
تہی اونکے سامنے سلسلہ چھوٹے چھوٹے مواضعات مذکورہ بالا کا تھا جسکا نام ظاہر بہرچی کا کوٹ
تہا۔ اس سے نصف میل اور آگے ایک اور بیچ محدود شکارگاہ پہولیلی کے قریبی کنارہ سے زاویہ
قایمہ کی شکل مین ایک میل تک تہی اور اوسکے بائین کنارہ پر چھائی ہوئی تہی۔
اس درمیان مین سندہی رسالہ کے دو دستے زیر کمان کپتان جیکب و لفٹننٹ لیل آگے بڑہتے اور

[۱] یہ راہین محض پگڈنڈی راستے ہین اور دریا کے پیٹے کو بھی مثل اور راستون کے استعمال کرتے ہین۔ ۱۲

بائین جانب کو مڑتے گئے حتے کہ وہ دشمن کی توپون کے نصف میل یا کم دوری تک پہونچ گئے۔ یہان وہ صف باندہکر کھڑے ہوے اور بعد کو اونسے وہ دستہ آکر شریک ہوا جو پہولیلی کے دوسرے کنارہ پر شکارگاہ کی تجسس کیلئے بہیجا گیا تھا اس حالت مین یہ بہادر پلٹن کہڑی ہوی دشمن کی نقل وحرکت کو دیکہا کی۔ اور اوسکے نشانہ کی زد مین رہی حتے کہ انگریزی فوج آخرکار آگے بڑہی۔

جرنیل پہر ایک ہزار گز یا اسکے قریب ایک پگڈنڈی راستہ سے آگے بڑہے جو ظاہرا اونکے سامنے کی شکارگاہ کے بائین جانب گذرا تہا۔ یہان اپنے کو دشمن کے سامنے اور اوسکے توپون کی زد سے دور پاکر اونہون نے اپنی فوج کے اصل حصہ کی آمد کا انتظار کیا۔ یہ حصہ بہت پیچہے تہا کیونکہ توپون کے آگے بڑہنے مین بہت وقت اتفاقات کے باعث پیش آگئی تہی جو راستہ کی خرابی سے پیدا ہوی تہی[۱]۔ یہ دیر بہت تھی۔ اور اس سے دشمن کے مورچون کی بخوبی جانچ کرنے کا موقع ملا۔

فوراً ہمارے روبرو شکارگاہ کی دیوار توڑہ دار بندوقچیون سے بھرگئی خاصکر اوسکے مشرقی یعنے ہٹے ہوے سمت مین۔ یہان سے لیکر دشمن کے داہنے جانب تک ایک جم غفیر پیدلون کا تھا جو دو نمایان جہنڈون کے گرد تھے اور اونکی مدد کے لئے نسبتہً سی سوار عقب مین تہے اور سامنے کئی توپین لگی ہوی تھین ۔ انمین سے بعض جو بقیہ سے زیادہ آگے تھین سندہی رسالہ پر باڑہ مار رہی تہین اور اب اپنا وار جرنیل اور اوسکے ہراول فوج پر کرنا شروع کیا گو کہ فاصلہ بہت تھا[۲]۔ دشمن کا داہنا جانب باغون مین تھا جو ایک گاؤن کو پوشیدہ کئے ہوے تہے اور اس کل چیدہ زمین مین تعداد کثیر تھی۔

ایسا زبردست مورچہ ہمارے دشمن کا تہا جسکی ابتک آزمائش نہین ہوی تہی اور جسکو انگریزی فوج کے آہستہ بڑہنے سے دیکھنے اور بحث کرنے کا بہت وقت ملا۔ یہ بالعموم خیال کیا گیا تہا کہ تقریباً آٹھ ہزار پیدل اور تین ہزار سوار اسوقت جرنیل کے مقام سے نظر آرہے تھے یعنے ابتک اصل معرکہ کی جگہ سے ایک میل کے فاصلہ پر تہے۔ مگر اس مقام سے بلوچیون کی پوری قوت ظاہر نہ تھی۔ کیونکہ وہ سامنے

---

[۱] دو نون توپخانون کی گولی بارود کی گاڑیون کا دُہرے ٹوٹ گئی اور اونٹ کی توپخانے کی ایک گاڑی الٹ گئی۔ ۱۲

[۲] یہ گولے پہٹنے ہوے نہ تہے بلکہ تہے اور پانچ یا چھ پونڈ وزن مین ہوتے تہے امیر کا توپخانہ ایک انگریز کی ماتحتی مین تھا۔ ۱۲

نہ تو یہ نظر آتا تھا کہ اوسکے داہنے جانب ایک موضع درختون اور نہرون اور احاطون سے مستحکم اوسکے قبضہ مین ہے نہ یہ معلوم ہوتا کہ اوسکے کل مورچے کے برابر اور اوسکے عقب مین پہولیلی ندی کا پٹیا اپنے اولین بیٹھے کے ساتہ زاویہ قایمہ بنایا ہوا واقع ہے۔

آخر کار اصل فوج کے آنے سے جرنیل آگے بڑہنے کے قابل ہوے۔ رسالگی کی وہی ترتیب قایم رہے اور پگڈنڈی راستہ کی سمت کو اختیار کرکے جو بائین جانب کو مڑگیا تھا۔ فوج اوسوقت تک نہ روکی گئی جبتک کہ شکارگاہ کی دیوار سے تین سو میل کے فاصلہ پر نہ پہونچی۔ یہ دیوار جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے بلوچیون سے بھری ہوی تھی۔ مگر ہمارے پہونچنے پر وہ لوگ دور سے چند فیر کرکے ہٹ گئے۔ اور چونکہ وہ آٹھ فٹ اونچی بغیر روزنون کے ہے اوس سے دشمن کو کوئی فائدہ دراصل معاملہ حرب مین نہوا گو کہ ہماری زد سے وہ محفوظ رہا فوج کا آگے کا حصہ جو سامنے بائین جانب کو آیا دور کے پہلے درخت فوج کیجانب جو اوس سمت مین تقریباً راستہ کے ساتہ زاویہ قایمہ کی شکل مین تھا بھیجا گیا اور جب اوسنے کافی زمین لے لی تو اوسے پھر روک کر داہنے جانب کو موڑا۔ کل توپین میجر لائڈ کی ماتحت مین یعنے چار نو اور دو چھ پونڈ والی دو چوبیس اور دو بارہ پونڈ کی بڑے دہانہ والی مع سفر مینا کی پلٹن کے پیدلون کی دہنے جانب شکارگاہ کے جانب لگا دیگئین۔ داہنے بازو کے عقب تو ہندوستانی رسالہ جسمین ساڑہے تین سو سوار تہے۔ بحیثیت طور پر تھا۔ سندہی رسالہ جسمین پانسو سوار تہے۔ اوسی مقام پر تھا۔ جہان وہ پچھلے گھنٹہ مین رہا تہا یعنے پیدلون کی بائین قطار کے تین سو گز آگے۔ اب وہ کالم کے شکل مین ایک خشک نالے کے اونچے سنبر بیٹے کے قریب ہو گئے جسکے گرد متفرق درخت تہے اور جو براہ راست موضع سید سلطان شاہ کیواسطے پاکر بیٹے[1] تک گیا تھا اور دشمن کے داہنے جانب کو چھپائے ہوے تھا۔ داہنے جانب سے بائین جانب تک پیدل پلٹنون کی ترتیب حسب ذیل تہی۔ اولاً ۲۲ نمبر گورون کی پلٹن اور اوسکے بعد ۲۵۔ اور ۱۲ نمبر ہندوستانی پلٹنین اور آخر مین اول نمبر ہندوستانی پلٹن جنکی کل تعداد مع اونکے گورون کے جو فوج ہراول مین تہی ساڑہے تیرہ سو تھی۔ پونا کا رسالہ کپتان ٹیٹ کی ماتحتی مین مع دو سو سپاہیون اور دو چھ پونڈ

[1] دراصل کرٹے اوس ضلع کا نام ہے۔ ۱۲

والی توپون کے بطور عقب کی فوج کی چھوڑ دیا گیا تھا اور شریک لڑائی نہین ہوا۔
انگریزی صف کے سامنے اسوقت ایک تنگ میدان تھا جسمین نیچے ۔ ریت کے اور چھوٹی چھوٹی جھاڑیان تھین اور سامنے سچولیلی تک گیا گز تک پھیلا ہوا تھا۔ جانب مشرق مذکورہ بالا اسقلا سنبر نالا اشیجا اور گانون کا تھا اور اوسکے آگے ایک دشوار گذار نہر تھی[1] اور جانب مغرب شکار گاہ کی دیوار چلی گئی تھی جو شمال و مشرق سے یکایک گھوم کر وہان سے چھ سو گز سچولیلی تک جنوب و مشرق کی سمت میں دوڑی ہوی تھی۔ اس محدود جگہہ کا سامنا خط مستقیم مین شکارگاہ کی دیوار سے گانون تک سات سو گز تھا اور بہت میدان جنگ تہا۔ دشمن نے اوسے سمجھکر انتخاب کیا تھا۔ کیونکہ جہان سچولیلی کے کنارے سے اوسے ایک زبردست مورچہ کا فائدہ حاصل تھا وہان انگریزی توپخانہ اور سوارون کو جگہہ کی تنگی سے بہت کچھ وقت گذارہ کی تھی کہ اس بیان کے آخر مین معلوم ہوگا۔
جون ہی ہماری صفین باحتیاط آراستہ ہوچکین اور گل چلنے لگے بڑہا دئے گئے توپین دو سو گز اور آگے بڑہائی گئین۔ اور ہماری پہلی باڑہ گولون کی دشمن کی توپون پر گیارہ بجے کے کچھ پہلے شروع ہوی۔ ۱۴ نمبر گورون کی پلٹن بائین جانب توپخانے کے تھی۔ اور بقیہ پلٹن عقب مین بیس قدم کے فاصلہ پر تھی۔ چونکہ ہماری توپین بہت دور تھین اور دشمن کی توپون کو روک نہ سکتی تھین اسلئے وہ ڈہائی سو گز اور آگے بڑہائی گئی اور دشمن کی فیر جوگوکہ برابر قایم تھی مگر نقصان نکر سکتی تھی اب ظاہرا انگریزی توپون کے تیز اور عمدہ نشانہ کی زدون کے سامنے کم ہونے لگی۔ اسوقت شکارگاہ کی دیوار مین ہمارے داہنے بازو کے قریب ایک روزن نظر آیا اور ۶۲ رجمنٹ کی گرنیڈیر کمپنی کو کپتان ٹیو کی ماتحتی مین دیوار کے صاف کرنے کا حکم دیا گیا۔ یہ بات شکارگاہ مین داخل ہونے سے حاصل ہوی کیونکہ جنگل دیوار سے کچھ دور تک کھلا ہوا اور گھنا نہ تھا۔ کپتان ٹیو عنقریب غورا مارا گیا اور کمپنی نے بھی نقصان اوٹھایا۔ مگر اوسوقت ان بہادرون نے شکارگاہ کے کنارہ کو صاف کردیا۔

[1] یہ نہر خشک تھی مگر اوسکے کنارہ سے حال مین شاید صاف کرنے کے وقت کاٹی گئی تھی۔ ۱۲

تیسری بار پھولیلی سے تین کوس پر فوج رکی اور جسوقت بعض انگریزی توپین شکارگاہ کی دیوارکو
گراف کے گولون سے صاف کر رہی تہین اور دوسری دشمن کی توپون کو روکے ہوے تھین اور
آخرکار اونکو خاموش کر دیا۔ پیدلون کی صف جو گتھے ہوے تیار ہو رہی تھی آخری بار بڑہنے کیلیے
آمادہ تہی۔ آگے بڑہنے کا حکم دیا۔ حضور ملکہ معظمہ کی ۲۲ نمبر کے گورون کی پلٹن جو تنہا پلٹن یوروپین
پلٹن تھی آگے بڑہی اور جسوقت بگل سنائے دئے نہایت ترتیب سے چل رہی تھی۔ ایک سخت
باڑہ بیشمار توڑہ دار بندوقون کے تحمل کے ساتہ برداشت کی گئی۔ اور کچھ عرصہ مین گوکہ اوّلاً کوئی
اثر نہوا اوسکا جواب دیا گیا۔ پھولیلی کے ڈھالون کنارہ کی پناہ مین بلوچی اپنی بندوقون کو زمین
پر ٹھہرا کر باطمینان نشانہ کرتے تہے۔ اپنے باری سے ۲۵ نمبر ہندوستانی پلٹن سے مدبھیر ہو گئی
اور اوسکے بعد ۱۲ نمبر ہندوستانی پلٹن اور گرینڈیرس بہی مقابلہ کی نوبت آئے۔ اس جانب
دشمن کا پایہ بہ نسبت داہنے جانب کے اور بھی قوی تہا کیونکہ نالون اور گاؤن کی دیوارون سے
اوسکی حفاظت ہوتی تھی۔ اس درمیان مین اونسے انگریزی فوج کے بڑہنے پر توپین چھوڑ دی
تھین اور اونمین سے بہت سی ہماری قبضہ مین آگئی تھین۔ مگر جون جون فاصلہ کم ہو گیا۔
بلوچیون مین جو زیادہ دلیر اور تر و تازہ و لڑائی کے لئے بے صبر ہو رہے تہے۔ اونہون نے
بندوقین علحدہ رکھین۔ تلوار اور ڈہال ہاتھ مین لیکر وہ اپنی مخفی جگہون سے نکلے اور ایک
سے زیادہ زبردست حملون مین انگریزی فوج کو پیچھے ہٹا دیا[1] دو یا تین بار ۱۲ نمبر ہندوستانی
پلٹن کو پسپا ہونا پڑا اور اتنے ہی بار دلیرانہ طور پر اونکے افسرون نے اونکو مستعد کیا۔
اوس پلٹن کے پرلوٹ میجر جیکس بے گھوڑے پر سے اُتر کر اپنی جان یون دی۔ یہ افسر
جسکی نسبت افسوس ہوا۔ صرف دو حولدارون کے ساتھ آگے بڑھا اور آخرکار دشمن کی تلوارون
سے مارا گیا۔ اول[2] نمبر کی ہندوستانی پلٹن ۱۲ نمبر کی پلٹن کے ساتہ پسپا ہونے پر کچھ بے ترتیب

ف ۱ اوسکی کمان میجر ریڈ کے متعلق تہی۔ ۱۲

ف ۲ اول نمبر کی ہندوستانی پلٹن مین موقع نشان کے دوسو آدمیون سے زیادہ نہ تہے۔ ۱۲

ہوگئی اور اوسنے لڑائی مین کم شرکت کی۔ میجر ٹیسڈیل ۲۵ رجمنٹ کا کمانیر جسوقت اپنے سپاہیون
کو دلاسا دے رہا تھا جو اپنے خونخوار دشمنون کے مقابلہ مین بطرح ہٹتی جاتی تھی۔ مارا گیا[1] لفٹننٹ
کرنیل پینفادر جو ۲۲ نمبر گورون کی پلٹن کا کمانیر تھا۔ گولی کھا کر گرا اور میجر لیول اوسکی جگہ کمانیر
ہوا۔ اوسکے قوی دل یوروپین بھی بلوچیون کے خونخوار مقابلہ مین اپنی جگہ جمے نہین رہ سکتی تھی۔
وہ بہ نسبت سپاہیون کے اپنی حفاظت زیادہ ہوشیاری کے ساتھ سنگینون سے کرتے تھے۔
تاہم اونکو اپنی قسمت دشمنون کی تیز تلوارون سے منھ پھیرنا پڑتا تھا جنمین سے بہتیرے بھنگ[2]
یا افیم سے جوش مین ہو رہے تھے۔ لفٹننٹ ام مردو لٹنٹ کوارٹر ماسٹر جنرل کا گھوڑا جب اونکی
ران کے نیچے مارا گیا تو اونہون نے ایک بلوچی سردار کو مقابلہ کرکے مارا اور اوسکے طلائی قبضہ کی تلوار پر
قبضہ کیا۔ پھر بھی ہمارے بہادر سپاہی اور افسر پسپا[3] ہوتے گئے اور اب سر چارلس نیپیر نے جنگ کی
رد و قدح دیکھکر اور اوسکے انجام کی نسبت مشکوک ہوکر اپنے گھوڑے کو ۲۲ نمبر کے گورون کی
پلٹن کی صف سے نکالا اور اپنی ٹوپی ہلا کر اوس بہادر پلٹن کو آگے بڑھنے پر آمادہ کیا۔
اسی طرح اونہون نے اپنے خطرہ کا نہ خیال کرکے ۲۵۔ نمبر کی ہندوستانی پلٹن کو آگے
بڑھنے پر ہمت دلائی۔ اسوقت اسمین شک نہین کہ جرنیل کی خواہش تھی کہ دشمن کو دریا
کے پشتے سے ایک زبردست حملہ کرکے نکال دیا جائے مگر اونکے ارادہ کی تعمیل نہین ہوئی۔
سنگین سے بجز اپنی حفاظت کے کم کام لیا گیا۔ اور یہ بات فوراً ظاہر ہوگئی کہ توپی دار بندوقون

[1] ۱۲۔ نمبر ہندوستانی پلٹن کے میجر جیکسن کے بھائی کپتان جیکسن میجر ٹیسڈل کے مارے جانے پر ۲۵۔ رجمنٹ کا کمانیر ہوا۔ ۱۲

[2] بھنگ گانجہ کے تخم کا ایک جزو ہے۔ ۱۲

[3] اشخاص ذیل مارے گئے۔ کپتان ٹیڈ ولفٹنٹ ووڈ ۱۲۔ نمبر ہندوستانی پلٹن کے۔ وصاحبان ذیل زخمی ہوے۔ میجر ویلی اسسٹنٹ اجیٹن جرنیل کپتان کانوے لفٹننٹ ہاردیج اینساٹین پینفادر واینساٹین بوڈن ۲۲ نمبر گورون کی پلٹن کے۔ اینساٹین ماہیرو ۱۲ نمبر ہندوستانی پلٹن کے۔ لفٹنٹ فیرکوٹ ماسٹر ولفٹنٹ بورڈلن ۲۵ نمبر ہندوستانی پلٹن کے۔ ۱۲

کی فیر اور تیز تلوارون کی چمک کم ہونے لگی اور انگریزی بندوقون کی لگاتار اور مہلک فیر کے سامنے جو دریا کے کنارہ کے قرب سے داغی جاتی تھین ہر ایک زندہ شئے صاف ہوجاتی تھی[۵۱] ایک گھنٹہ سے زیادہ عرصہ تک یہ مہلک معرکہ قایم رہا اور آخر کار جب انگریزی فوج دریا کے پیٹ کے اندر اتر چکے تو لاشون کے پشتہ پر سے گذری جنمین بہتیرے اب مر رہے ہین- ان تمام لوگون کے توشہ دانون اور کپڑون مین غالبًا اونکے مشتعل توڑون سے آگ لگ گئی تھی اور اونکی جھلسی ہوی اور اینٹھی ہوی لاشون سے ایک خوفناک کیفیت نظر آتی تھی . بہت سے بلوچیون کی لاشین کنارہ کے اوپر اپنے دشمنون کی لاشون کے ساتہ پڑی ہوی خاموش اپنی سمت جرات کا تماشا دکھ رہی تہین . نہ کوئی امان کا طالب ہوتا تھا اور نہ دیا جاتا تھا- ہمارے سپاہی جو تنگ آگئے تہے زخمیون کو یا تو گولی مار دیتے تہے یا سنگین بھونک کر مار ڈالتے تہے اور وہ لوگ بہی لڑ رہے تہے اور آخری دم تک ہمارے سپاہیون پر وار کرتے تھے .

اس درمیان مین نہ تو توپین اور نہ سوار غافل تہے اونکا اونکی اعانت اوس معرکہ کے تصفیہ کرنے مین غیر ضروری تہے- آخری جگہ توپون کی استعداد تنگ تہی کہ اونمین سے صرف چار کام مین آسکین- کپتان ہنٹ[۵۲] کی توپون مین سے ایک کو سفر مینا کے لوگون کی امداد سے جنہون نے دیوار کے ایک حصہ کو بھی توڑ ڈالا شکارگاہ کے رخ پر لگا دیا گیا جسنے وہان بہت سے لوگون کو ہلاک کیا اور بقیہ تین سے نے پہولیلی کو گراف اور مدور گولون کی لگاتار مہلک بارڑھون سے صاف کیا- لڑائی کی عین رستخیز کی حالت مین رسالہ کو حکم دیا گیا تہا کہ دشمن کے داہنے بازو کو

پسپا کرے - نوان ہندوستانی رسالہ پہلے ہماری صف کے داہنے بازو کی مدد کے لئے گیا تہا-

[۵۱] دریاے پہولیلی کا پیٹا ایک غار ہے جو ایک دریا پر اور زمین مین دریا کے بہاؤ سے ہوگیا ہے- یہان جن کنارون کا ذکر ہے وہ محض اوس غار کے کنارے ہین- بلند کنارہ جسکا ذکر سرکاری - مین ہے وہ ہمارے سامنے کی زمین کے ایک حصہ تک تھا- کنارہ کے نیچے دہرا زینہ تھا- جو کشتیون سے پشتہ ہو رہا تھا- م-

[۵۲] کپتان وہیلی اور کپتان ہنٹ اونٹ اور گھوڑے کے توپخانون کے کمانیر تہے- م-

اور اول رجمنٹ ہندوستانی پلٹن کے عقب مین جاکر حملہ کیا تھا۔ مگر حکم کی غلط فہمی سے یہ پلٹن داہنے جانب کو مڑکر کچھ دور تک قبل اسکے کہ اوسکے افسر اسے مجتمع کر سکین واپس آئی۔ اوسیوقت بیشمار بلوچی گاؤن کے مکانون اور نالون سے نکل پڑے۔ ۹۔ رسالہ کے لفٹنٹ کرنیل پٹیل نے جو درجہ دوم کے کمانیر تھے اب تک جرنیل کا حکم آگے بڑھنے کا نہ پایا تھا مگر دشمن کی آمد کو روکنے کی ضرورت دیکھکر اور کسیقدر جیسا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کپتان ٹکر کے اصرار پر اونہون نے کسیقدر رکاوٹ کے ساتھ سوارون کو کارروائی کرنے کی اجازت دی۔ وہ وقت بیشک نازک تھا جسوقت نوین سالہ کا تیسرا دستہ اوس بہادر افسر کی ماتحتی مین دیکھے آگے بڑھا اور ہمارے پیدلون اور گاؤن کے درمیان گذر کر دشمن کو پھولیلی کے پیٹے کے کنارہ اور اوسکے اندر بھگا دیا۔ بلوچیون کے ایک گروہ نے جو گاؤن کے عقب مین تھا سخت مقابلہ کیا جس سے اس بہادر دستہ کو سخت نقصان پہونچا۔ کپتان ٹکر[1] نے چھ گولیان کھائین اور گھوڑے سے گرا مگر کپتان نبیرپٹ نے اوسکی جگہ پر پہونچکر اوس جانب دشمن کو کپتان بھگا دیا۔ تیسرے دستہ کے عقب مین دوسرا دستہ کپتان گیرٹ کی ماتحتی مین گیا جسنے لفٹنٹ کرنیل پٹیل کے موضع پر حملہ کرنے مین اعانت کی۔ اور اول دستہ کپتان ڈمیس کے زیر کمان اول نمبر اور ۱۲ نمبر کی ہندوستانی پلٹنون کے بیچ سے ہوکر گذرا اور اوسنے پھولیلی کو عبور کرکے مقابل کے کنارہ سے دشمن کو بھگا دیا۔ اسوقت پریوٹ کپتان کوکن اجیبن[2] مارا گیا اور تین اور افسر زخمی ہوے۔ لفٹنٹ کرنیل پٹیل نے تیسرے دستہ کے چند آدمیون کے ساتھ گاؤن کے احاطون پر بہادرانہ حملہ کیا تھا اور بعد کو دوسرے دستہ سے امداد پاکر اونکو کسیقدر صاف کر دیا۔ ان مقامات اور قرب وجوار کی نہرون۔ اور باغات کی باڑیون سے نوین رسالہ کا سخت نقصان ہوا۔ سندہی رسالہ ایک ناکامیاب

[1] یہ کہنا باعث مسرت ہے کہ یہ بہادر افسر زخمون سے شفایاب ہوا۔ ۱۲

[2] افسران ذیل زخمی ہوئے۔ پریوٹ کپتان استھ۔ لفٹنٹ پلوڈن اور اپنسائین خرتھ کورٹ ماسٹر ورسالہ۔ ۱۲

کوشش گاؤن کے گرد جانے کی کرکے جہان اوسکو ایک عمیق نہر نے جسمین دشمن جمع تھے روک لیا تھا ہمارے پیدلون اور گاؤن کے درمیان دریا مین اُتر گیا اور بخط مستقیم دشمن کے خیمہ تک گیا۔ امیرون نے اوسے پہلے ہی سے چھوڑ دیا تھا اور حیدرآباد کو بھاگ گئے تھے مگر بہت سے بہادر لوگ وہان اب بھی موجود تھے جنھون نے اصرار کے ساتھ مقابلہ کیا اور بغیر اپنے تعاقب کنندگان کے نقصان کے ہلاک ہوے۔ کپتان جیکب کا گھوڑا اوسکی سواری مین مارا گیا اور اوسنے لفٹنٹ فٹز جرلڈ کو تعاقب کرنے کے لئے روانہ کیا جو اوسنے کچھ دور تک کیا مگر جب سوارون کے ایک گروہ کے پاس پہونچا جو جنگ مین شریک ہوے تھے تو اوس افسر کو واپس آنا پڑا۔ سندہی رسالہ کو اوسیوقت اسباب کی حفاظت کیلئے بلا لیا گیا۔ اور بنگال رسالہ کا ایک دستہ امیرون کے خیمہ پر قابض رہا جو بعد کو جرنیل کے حکم سے جلا کر خالی چھوڑ دیا گیا[1]۔

جب انگریزی فوج نے قریب ڈیڑھ بجے کے دریا کو عبور کیا تو اوسوقت لڑائی ختم ہو چکی تھی۔ مگر گولیان چلنا بند نہین ہوا تھا۔ اور بہت سے دشمن اب تک اردگرد منڈلا رہے تھے اور جب سرکاری توپین پھولیلی کے اوپر اور گاؤن اور قرب وجوار کے احاطون پر لگائی گئین۔ اوسوقت باغی رفتہ رفتہ منتشر ہوے۔ جرنیل نے اپنا خیمہ میدان جنگ مین قایم کیا اسباب ایک نشیب زمین کے بیچ مین تھا اور فوج ہتھیار لگائے ہوے سوئی۔

اس طور پر یہ دن معرکہ کا ختم ہوا۔ اس موقع پر جو دلیری بلوچیون نے دکھائی اوس سے شاذ ہی بڑھکر نمایان ہوئی ہوگی۔ یوروپین لوگون نے دلیرانہ اور باستقلال کام دیا اور اسمین شک نہین کہ سر چارلس نیپیر کے عمدہ نمونہ نے اونکے ساتھ تازیانہ کا کام کیا سپاہیون

[1] تیس یا چالیس ہزار روپیہ خیمہ مین ملا۔ بیان کیا گیا ہے کہ امیر لاکھون روپیہ لائے تھے۔ ۱۲

کو اونکے افسرون نے مستقل اور درست رکھا جنکا طرز ظاہر کرتا تھا کہ وہ اپنی جان فدا کر دینے پر مستعد ہین۔ اونکے بعیر سپاہیون کی حالت کئی بار پسپا ہونے کے بعد بمشکل سے بطور خود درست ہوتی۔ توپخانہ اور رسالہ نے اپنا فرض بخوبی ادا کیا مگر اونکی کارروائی بوجہ تنگی میدان کے جہان اونسے خاصکر کام لیا گیا بہت کچھ رک کر ہوئی۔ مگر اس امر کو تسلیم کرنا چاہیئے کہ ہمارے رسالہ کا دشمن کے داہنے جانب بڑھنا غالبًا اوس معرکہ کے تصفیہ کیلئے بہت کچھ موثر ہوا۔

ہمارا نقصان اس لڑائی مین بخیال فوج کی قلیل تعداد کے جو شریک جنگ ہوئی تھی سخت ہوا یعنے باسٹھ آدمی مارے گئے اور ایک سو چرانوے زخمی ہوئے جنمین سے اونیس افسر تھے (انمین چھ مارے گئے اور تیرہ زخمی ہوئے)[۱]۔ دشمن کے چار سو سے زیادہ پھولیلی دریا کے اندر لاشین تھین اور غالبًا اسیقدر اور میدان کے دوسرے حصون اور شکار گاہ مین تھے جو توپون اور رسالہ کے ہاتھ سے مارے گئے تھے۔ چونکہ بجز چند[۲] اشتنار کے امان کسی کو نہ دی گئی تھی۔ پس اسمین شک نہین کہ زخمیون کی تعداد جو بھاگ گئے مُردون سے زیادہ تھی۔ بلوچیون کے بیان سے اونکا نقصان بہت زیادہ ہوا مگر غالبًا اسمین مبالغہ ہے۔ نہایت ہی کم شمار سے بلوچیون کا نقصان انگریزون کا چھ گنا ہوا ہوگا جو تعجب انگیز کمی رشتہ اس وجہ سے ہے کہ اونکا پایہ قوی تھا اور جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ قواعددانی اور خاصکر اوسکے ایک نتیجہ یعنے تیز اور لگاتار باڑھون کے مارنے کو فوق حاصل ہوا۔

---

[۱] دونون جانب گھوڑے بہت مارے گئے۔ دشمن کا رسالہ بہت نہین لڑا مگر بہت سی بلوچی اپنے گھوڑون پر سے لڑنے کے لئے اوتر پڑے اور اونہین دریا کے پیٹے کے اندر باندھ دیا۔ ۱۲

[۲] یہ امر قابل بیان کے ہے کہ بلوچیون نے امان کی امید نہ رکھکر اپنی حفاظت دم اخیر تک کی جسسے اونکی جان بچانا تقریبًا ناممکن تھا۔ ۱۲

دشمن کی کل توپین جنکی تعداد پندرہ تھی اور جھنڈے وساماں حرب وخیمہ وخرگاہ اور کچھ خزانہ ہمارے ہاتھ آیا اوراوس وقت کا نتیجہ جنگ کا نہایت اہم ہوا۔ دوسرے دو دنون کے اندر چھ امیر بطور قیدی کے حاضر ہوے اور تھوڑے ہی دنون کے بعد حیدرآباد[1] پر قبضہ کیا گیا اور جنوبی سندہ انگریزی سلطنت کا ایک صوبہ قرار دیا گیا۔

[1] حیدرآباد پر ۱۲ کو میجر اوٹرم کے چلے جانے کے بعد قبضہ ہوا۔ بیان کیا گیا تھا کہ قلعہ مین سرکاری خزانہ دو کرور تھا۔ اگر ایسا واقعی تھا تو اسکا ایک بڑا حصہ اس دیر کے باعث ہٹا دیا گیا ہوگا جو کچھ ہاتھ لگا وہ اوس رقم کا چوتہائی تھا۔ ۱۲

ضمیمہ نمبر ۶

میر نصیر خان والی حیدرآباد کی داستان۔

حصہ اول[ل]

جسمین ایک شجرہ اونکے خاندان کا ہے اور سلسلہ بلا شکست حضرت علی علیہ السلام خلیفہ چہارم و خویش جناب مصطفٰے علیہ اللہ علیہ و آلہ وسلم سے قایم ہے۔

ہم لوگ امیران سندہ بلوچی ہین یعنے اوس فرقہ سے نہین ہین جو ایران مین کچھ بلوچیون کے نام سے مشہور ہے کیونکہ ہماری اصلیت عربی ہے اور ہماری نسل امیر حمزہ بن ہاشم بن عبد مناف سے ہے گو کہ بعض لوگون کا قول ہے کہ امیر حمزہ حضرت علیؑ کے بیٹے تھے۔

جب اسلام کی توسیع کے لئے حجاز کی فوج اور ابن یوسف نے عنان عزیمت سندہ کیجانب کی اور راستہ مین کچھ اور مکران کی جنگ کو فتح کیا تو ہمارے مورث تو مفتوحہ ملکون پر قابض رہے اور بقیہ حملہ آور فوج سندہ کیجانب بڑہتی گئی[ل] اونکی بنتیجار اولاد بلوچی کہلانے لگی۔ کچھ عرصہ کے بعد اون مین سے بعض ڈیرہ اسمعیل خان و ڈیرہ غازیخان مین چلے گئے اور اپنی بود و باش پہاڑ کی چوٹی پر اختیار کی۔ اسوقت میان شاہ المحد کلہورا نے جو حضرت عباس ابن ہاشم کی اولاد مین ہونے کے باعث عباسی کہلاتے تھے سندہ مین کاشتکاری شروع کی جو اوسوقت مین دہلی کے چغتائی بادشاہون کی حکومت مین تھا۔ مگر رفتہ رفتہ اوسکی اولاد اوس زمین کی جسکی وہ پہلے کاشت کرتی تھی مالک ہوگئی۔ وہ لوگ اعتقاد کے شیعہ تھے اور مین سید میران شاہ جونپوری کے

[ل] اصل سے مسٹر جیمس کورکورن نے امیر کی درخواست پر ترجمہ کیا۔ ۱۲

مرید تھے۔

ہمارے پرداد امیر شاہ داد خان اکبر اپنے چچا میر صوبہ دار خان اکبر سے نااتفاقی کرکے چلے گئے اور کلورا لوگون کی ملازمت اختیار کی جنکا مذہب بھی اونہون نے قبول کر لیا۔ چونکہ وہ بلوچیون کے ایک سردار تھے اونمین سے بہت سے لوگ سندہ مین اونکے پاس گئے جہان اونکے چچا بقیہ فرقہ کے ساتہ اونکے شریک ہوے۔ یہ زمانہ بلوچیون کے اوس ملک مین اول قیام کا تھا۔

میر صوبہ دار خان نے خدا کی عبادت کے لحاظ سے ناکتخدائی مناسب سمجھکر شادی نہ کی۔ اونکی فیاضی اور دینداری بہت زیادہ تھی اونکے بھتیجے میر شاہ داد خان جنکا ذکر ہو چکا ہے اونکی وفات پر اونکے جانشین ہوے۔

نادر شاہ کے حملہ تک (۱۷۳۹ع) سندہ کا صوبہ دار کوئی امیر دربار دہلی کا ہوتا تھا۔ مگر اوسکے قتل کے بعد (۱۷۴۷ع) میان نور محمد کلورا اوس صوبہ کے صوبہ دار ہوے اور احمد شاہ کے پاس خراج بھیجا کرتے تھے۔ جب وہ صوبہ دار قضا کر گئے تو اونکے بیٹے محمد مراد اونکی جگہ مسند پر بیٹھے۔

اوسوقت میر شاہ داد خان اکبر نے قضا کیا۔ اونکے چار فرزند تھے یعنے میر جنید اندیکر و میر بہرام ایک بیوی سے اور میر خیرو دوسری بیوی سے۔ پہلا بیٹا جسے نادر شاہ بطور ضامنون کے نور محمد کلورا کے فرزندون کے ساتہ لے گیا تھا۔ مشہد مین قضا کر گیا۔ شاہ داد کے تمام فرزندون مین میر بہرام خان نہایت عقلمند اور نیک تھے چنانچہ وہ بلوچیون کے سردار بجاے اپنے باپ کے ہوے۔

صوبہ دار محمد مراد کی زیادتیون سے کلورا خاندان کے امرا نے ناراض ہوکر بہرام خان

سے اوسکے نکال دینے کی سازش کی اور اوسے قید کرکے اوسکے بھائی میان عطار خان کو تخت پر بٹھایا۔ اپنے انتخاب مین دہوکا کھاکر اونہون نے اوسے بھی تخت سے اُتار کر قید کر دیا۔ اور تاج میان غلام شاہ کلوڑا کے تیسرے فرزند کے سرپر رکھا۔ اوس سے اونکی امیدین پامال نہوئین کیونکہ اوسنے کل ملک کو تابع کیا اور حیدرآباد کا قلعہ بنایا۔ اوسکی وفات پر (قریب ۱۷۷۱ء) اونکے فرزند اکبر میر محمد سرفراز اونکے جانشین ہوے۔

بلوچیون کے سردار میر بہرام خان کے دو فرزند تھے۔ میر بجر خان اور میر صوبہ دار خان۔ میر بجر خان کی غیبت مین جو اسکی ناراضگی سے حج کو چلے گئے تھے۔ محمد سرفراز نے اونکے بھائی اور باپ کو قتل کر ڈالا۔ کیونکہ بہرام خان اولوالعزم تھا اور سرفراز خان کو اوسکے رسوخ اور دباؤ کا خوف تھا۔

اس امر کی خبر پاکر کلوڑا امرا نے میر فتح خان کے ساتھ سازش کرکے قاتل کو قید کر دیا اور غلام شاہ کے دوسرے فرزند محمد خان کو تخت نشین کیا۔ مگر کے راجہ نے جو ایک زبردست کلوڑا امیر تھا اوسے تخت سے اوتار کر قید کر دیا۔ اور عصاے سلطنت محمد خان معزول کے چوتھے فرزند کے حوالہ کیا۔

اس نازک وقت مین میر بجر خان حج سے مسقط وگوادر وکچھ ومکران ہوکر واپس آئے اور قلات مین پہونچکر نصیر خان برہوی کے پاس گئے اور اپنے باپ اور بھائی کا انتقام لینے کے لئے فوج کے طلبگار ہوے۔ جب اس سے انکار کیا گیا تو وہ سنجط مستقیم سندھ گئے۔ اور وہان پہونچکر بہت سے بلوچی اونکے شریک ہوے۔ جو غلام نبی کو بُرا سمجھتے تھے کیونکہ اوسکو بلکہی کے راجہ نے تخت نشین کیا تھا۔ آخر کار ایک معرکہ ہوا جسمین غلام نبی مارا گیا۔ مگر میر بجر کو جنہون نے لڑائی فتح کی تھی یہ بات ظاہر

تھی کہ گو کہ محمد سرفراز نے اونکے بھائی اور باپ کو شرارت سے قتل کر ڈالا تھا اونکے سوا اور کوئی شخص کلورا خاندان کا قابل حکومت نہ تھا۔ اسکے سوا وہ لوگ بچپن مین ساتھ کھیلے تھے اور ابتداے عمر سے آپسمین اتحاد رکھتے تھے۔ اگلے وقتون کی باتون کے خیال اور اپنے ملک کی محبت سے میر بجر نے خاص خاص امیرون کو تعینات کیا کہ وہ محمد سرفراز کے قیدخانہ مین جائین اور اونکو وہان سے رہا کر کے حشمت و شوکت کے ساتھ ایک ہاتھی پر لائین تاکہ تاج اونکو حوالہ کیا جائے۔ مگر ان فیاضانہ ارادونکو انجام دینے کا وقت جاتا رہا۔ کیونکہ غلام نبی کے بھائی عبدالنبی نے جو کلورا کے پانچوین بیٹے تھے میر بجر کے ارادہ کا حال سنکر تمام شاہی قیدیون یعنے محمد مراد میان عطار خان و محمد سرفراز کو معہ اوسکے فرزند میان نور محمد کے قتل کر ڈالا۔ اس ظالمانہ حرکت کے بعد میر بجر خان نے ناچار عبدالنبی کو برائے نام تخت نشین کیا مگر عنان حکومت اپنے ہاتھون مین رکھی۔

ان واقعات کے بعد ہی عبدالنبی جو اپنے اعزا کے خون سے نہا چکا تھا اپنے ظلم کا ایک مظلوم اور تجویز کر رہا تھا۔ اوسنے پنچ کے طور پر ایک قاصد راجہ جودھپور کے پاس روانہ کیا اور کہلا بھیجا کہ اگر وہ بجر خان کی ہلاکت مین مدد دین تو امیر کوٹ کا قلعہ حوالہ کر دیا جائیگا۔ راجہ نے ان شرائط کو قبول کر لیا اور بارہ راجپوت اس غرض سے روانہ کئے۔ ان لوگون نے میر بجر کے دربار مین ایلچیون کی صورت مین پہونچکر کہلا بھیجا کہ راجہ جودھپور نے اُن سے چند عمدہ پیغامات کہلا بھیجے ہین جو وہ علحدہ اور خاص اونسے کہنا چاہتے ہین۔ میر بجر خان کو ہر چند کہ راجپوتون کے خونی ارادہ سے والی جیسلمیر اور دوسرے لوگون نے پہلے سے آگاہ کر دیا تھا تاہم اونہون نے اُن لوگون

کے اس خوف سے اپنے روبرو بلایا کہ دوسرا طرز اختیار کرنے سے اونکی جوانمردی پر حرف آئیگا۔ اس حماقت کی سزا ملی۔ کیونکہ قاتلون نے دائمی اتحاد کا وعدہ کرکے اونکے ٹکڑے ٹکڑے کرڈالے۔ اس قتل کے بعد عبدالنبی کلورا میرو بہرام کے بیٹے میر عبداللہ اور میر صوبہ دار کے بیٹے میر فتح خان کے پاس گیا اور اس فعل کی شرکت سے اپنی اسقدر صفائی کی کہ اونکو بطور مہمانون کے اوچھال کر شاہی محل مین لے آیا[۱۲] ۔ مگر اوسکا ارادہ یہ تھا کہ جونہی موقع ملے اون لوگون کو مار ڈالے۔ میر فتح علی خان اور میر چاکر کے فرزند میر سہراب خان نے اوس بدمعاش کے مطلب کو دریافت کرکے دوسرون کو اس خطرہ سے آگاہ کیا مگر جب اون لوگون نے اس دوستانہ اور موقع کی احتیاط پر خیال نکیا تو میر فتح علی اور میر سہراب دوپہر کو دھوپ مین میر عبداللہ میر فتح خان اور ہزار کو تن بہ تقدیر چھوڑکر واپس آئے۔ اونکی پیشین گوئی اون تینون کے قتل[۱۳] سے پوری ہوئی۔ جب یہ ماجرا معلوم ہوا تو میر فتح علی خان اور میر سہراب خان نے ایک فوج جمع کی۔ اور کئی سخت لڑائیون کے بعد اوس بلا سے بچے دربان عبدالنبی کو ملک سے نکالا۔

اس طور پر سندہ کے کلورا خاندان کا خاتمہ ہوا۔ اوسوقت میر فتح علی خان اور سہراب خان نے شاہی اختیارات لیئے[۱۴] اور دہلی کے شاہ تیمور کو نذرانہ اور خراج بہیجا جسکے اوسکے صلہ مین میر فتح علیخان کو بادشاہ کا خطاب دیا۔ وہ اٹھارہ سال تک حکمران رہے اور اپنے بیٹے میر صوبہ دار کو نوون کا بچہ چھوڑکر مرے۔

میر فتح علی خان کے تین بھائی تھے میر غلام علی خان کرم علی خان اور مراد علیخان یہ لوگ اپنے بھائی کی حیات مین اوسکے خاص محرم راز اور مشیر کار تھے۔

اونکی وفات پر (۱۸۰۱ء) اونکے بھائی میر غلام علیخان تخت نشین ہوئے۔

محمدؐ صدیق داؤد پتر نے میر سہراب خان کے ساتھ کچھ بدسلوکی کی جسپر اونہون نے میر غلام علی سے
داد چاہی اور اونہون نے میر سہراب کا جبنہ کر کے محمدؐ صدیق کو دراور کے قلعہ مین پناہ گزین
ہونے پر مجبور کیا مگر اوسکے اطاعت کرنے پر میر غلام علی فاتح نے اوسے اوس ملک کا بادشاہ
کر دیا اور پندرہ ہزار روپیہ سالانہ خراج اوس سے مقرر فرمایا۔ مگر اونہون نے سبزل کا قلعہ اپنے قبضہ
مین رکھا اور محمدؐ صدیق کو صلحنامہ بحلف کرنے پر مجبور کر کے اوسکے بیٹے بہاول خان کو بطور ضامن
کے کیا مگر اوسکے ایک سال کے بعد اوس لڑکے کو باعزاز اوسکے باپ کے پاس بہیجدیا۔ وہ
دس سال تک فرمانروا رہا اور ۱۸۱۲ء مین ایک فرزند میر میر محمدؐ سیزدہ سالہ چھوڑ کر مرا۔

اپنے بھائی کے مرنے پر میر مراد علی خان جانشین ہوئے[۱]۔

ہر چند کہ میر کرم علی خان اپنے بھائی میر مراد علی سے بڑے تھے مگر اونہون نے اپنے چھوٹے
بھائی کو تخت حوالہ کیا جو اونکی نہایت عزت اور محبت کرتے تھے۔ میر کرم علی خان اسکے بعد
اونتیس سال تک زندہ رہے اور اونکی وفات پر اونکے بھائی تنہا مالک تخت کے تھے۔ یہ
ہمارے باپ تھے جنہون نے اپنے کو خود مختار قرار دیا اور کبھی کسی کو خراج نہ دیا۔ اونہون نے
تمام سندہ سبزل اور شکارپور اپنی عملداری مین شامل کیا۔ وہ ہمیشہ اپنے بھائی میر کرم علیخان
کے لئے مغموم رہتے تھے اور دل کے قریب جو اونکے ایک درد تھا اوسے لوگ اسی غم سے
منسوب کرتے ہین۔ سات برس اور اچھی طرح بادشاہت کر کے وہ مجھکو اور میرے بھائی
میر نور محمدؐ خان کو مشترک فرمانروا اقلیم سندہ کا چھوڑ کر مرے۔

حصۂ دوم

(سندھ کے جدید حالات کی داستان)

ہمارے تخت نشین ہونے کے تھوڑے ہی دنون کے بعد کرنیل ہنری پاٹنجر نے ہماری تصدیق کے لئے وہ صلحنامہ بھیجا جو ہمارے والد مرحوم مراد علی خان اور لارڈ ولیم بنٹنک گورنر جنرل مین ہوچکا تھا۔ کیونکہ متوفی امیر کے فرزند ہونے کی حیثیت سے ہم لوگ بھی صلحنامہ مذکور کے شرائط مین شامل تھے۔ اسبات کا یہان بیان کردینا ضرور ہے کہ اس صلحنامہ سے ہمارے والد نے انگریزی تاجرون اور کمپنی کی عملداری کے سوداگرون کو تجارت کی غرض سے اپنی عملداری مین بے روک ٹوک آنے کی اجازت دی۔ مگر یہ امر معلوم ہے کہ اس اجازت کے دینے مین مینے خاصکر اپنے باپ کو آمادہ کیا تھا۔ کیونکہ جب کرنیل ہنری پاٹنجر حیدرآباد مین گورنر جنرل کیجانب سے میرے والد کی منظوری تجویز مذکور کی نسبت حاصل کرنے کو آئے تو وہ اسکی نسبت بہت کچھ پس وپیش کرتے تھے اور اگر مینے زور نہ ڈالا ہوتا تو ہرگز منظور نکرتے۔ یہ بھی جان لینا چاہئے کہ ایک یہ ہی موقع نہ تھا جسمین مینے اپنا زور اپنے باپ پر انگریزی گورنمنٹ کیجانب سے ڈالا تھا کیونکہ اس صلحنامہ کے قبل جب سر الگزنڈر برنس نے لاہور جاتے وقت میرے والد کو بار بار خوشنما دریاے سندھ سے گذرنے کی نسبت لکھا تھا اوسوقت بھی میری کوشش اور ترغیب دہی سے اونہون نے اس درخواست کو منظور کیا تھا۔ افسوس کہ جسوقت مین اسقدر کوشش انگریزی گورنمنٹ کے کام مین کررہا تھا مجھے یہ خیال نہ تھا کہ انگریزی گورنمنٹ مجھے اوسکا صلہ اوس طور پر دیگی جیسا کہ اوسنے اوسوقت سے کیا ہے۔ خیر۔

چند روز بعد صلحنامہ مذکورہ بالا کے ہمارے پاس تصدیق کے لئے روانہ کرنے کے کرنیل

ہنری پاٹنجر خود ہم لوگون سے ہمارے والد کے قضا کر جانے کی تعزیت کے لئے سننے کو آئے۔
اوسکے بعد وہ کچھ گئے اور ہمارے پاس ایک خط لارڈ اکلینڈ کا بھیجا روانہ کیا۔ اس خط کا مضمون
تھا کہ چونکہ گورنر جنرل ہم لوگون کو بطور دوستون کے اور انگریزی گورمنٹ کا بہی خواہ تصور
کرتے ہین وہ کسی حیلہ سے ہمارے ملک یا گورمنٹ پر نگاہ بد نکرینگے اس خط کے
ملنے سے دراصل ہمکو کچھ کم اطمینان ہوا۔ ہمارے جی مین کوئی گمان فاسد اپنے ملک
کی حفاظت کا نہ رہا۔ مگر یہ نہ جانتے تھے کہ کلک تقدیر نے ہمارا خط پیشانی کیا لکھا ہے۔
اسکے بعد ہم لوگون نے ایک جلسہ کیا اور باہم غور کیا کہ آیا اپنے دربار مین ایک
وکیل انگریزون کا بلا کر رکھنا چاہیے یا نہین۔ چنانچہ ہمنے کرنیل ہنری پٹنجر کو اسبارہ
مین لکھا۔ اونہون نے جواب دیا کہ ہر چند کہ کوئی ضرورت ہمارے دربار مین وکیل کی
نہین ہے مگر چونکہ ہمنے درخواست کی ہے تو وہ گورنر جنرل کو ہماری خواہش سے
مطلع کرینگے۔ اور ہمارے پاس اسکا جواب بغرض اطلاع دہی بھیجدینگے۔
اسکے تھوڑے ہی دن بعد کرنیل مذکور نے پھر ملاقات کی درخواست کی۔ ہمکو
اس درخواست سے نہایت مسرت ہوئی۔ اور ہمنے چند اپنے امرا اونکو حیدر آباد مین استقبال
کرکے لانے کے لئے بھیجے جہان ہمسے ملاقات ہوئی۔ ایسی ملاقات مین کرنیل موصوف
نے درخواست کی کہ ہم انگریزی فوج کو اپنی عملداری سے خشکی و تری کی راہ کابل کی مہم
پر جانے کی اجازت دین جب یہ درخواست انگریزی گورمنٹ کے لوگون کو معلوم
ہوئی تو تمام امیرون اور بلوچیون نے بالاتفاق اس سے انکار کیا اور کہا کہ ایسی
چھوٹی چھوٹی درخواستون کے منظور کرنے سے ہم لوگ بعد کو کیسے سخت مشکل مین
مبتلا ہو جائینگے۔ مگر چونکہ ہم لوگون کی طبیعت — نہ تھی اور دوسرون کو بھی

ایسا ہی سمجھتے تھے۔ ہمنے اور ہمارے بھائی نے کرنیل ہنری پاٹنجر کی درخواست کو بے تکلف منظور کرنے کا کیا اور استقلال اور ترغیب سے بلوچیون کو اسپر راضی کیا۔ چنانچہ اجازت مطلوبہ دی گئی لیکن ہم لوگون نے کرنیل پاٹنجر کو اون سے مطلع کر دیا۔ جو قبل ان کی خواہشون کے منظور کرنے کے پیش آئی تھین۔ اسکے بعد کرنیل پاٹنجر حیدر آباد سے چلے گئے اور دریا کے کنارہ خیمہ زن ہو کر انگریزی فوج کو بمبئی کے بندرگاہ سے سندھ ہوکر کابل جانے کا حکم دیا۔ واقعی ہم لوگون کو اس اجازت کے دینے کے سبب بہت سہنے پڑے کیونکہ ہمارے اہل وطن کے یہ بالکل خلاف تھا لیکن ہمنے اس امید سے ایسا کیا کہ اگر ہمارے ملک پر کوئی دشمن حملہ آور ہوگا تو ہم لوگون کو انگریزون سے مدد ملے گی۔ مگر تجربہ سے جو ہم نے خیال کیا تھا اسکے خلاف ہوا۔ جب انگریزی فوج مقام ہاری غارہ مین پہونچی تو ہمسے کہا گیا کہ فوج کے سامان رسد اور اونٹ اور جہازون کے لیئے جلانے کی لکڑی لیا کرین۔ جسطرح مین نے اس خواہش کی تعمیل کے اسکا بیان کرنا بیکار ہے۔ ایسے موقعون پر جیسے مین نے انگریزون کی خدمت کی آجتک ہندوستان کے کسی دوسرے فرمانروا نے نہ کی ہوگی۔

جب انگریزی فوج مقام جہرک مین حیدر آباد سے چودہ کوس پر تھی سر جان کین نے خلاف جملہ موجودہ صلحنامجات کے فوج کا خرچ اور اکیس لاکھ روپیہ نقد اور تین لاکھ روپیہ سالانہ طلب کیا۔ اس مطالبہ کو بھی ہمنے پورا کیا۔ انگریزی گورنمنٹ کا یہ معینہ قاعدہ ہے کہ ہندوستانی والیان ملک سے صلحنامہ کرنے مین عبارت نسلاً بعد نسلاً ضرور لکھتے ہین مگر سچ یہ ہے کہ وہ صلحنامہ کی میعاد کو اپنی حد آسایش تک محدود رکھتے ہین۔ چنانچہ مجھکو اسکا سخت تجربہ ہوا۔

اسکے بعد ایک نیا صلحنامہ میرے پاس دستخط کے لئے بہیجا گیا جسمین چوبیس شرائط تھی۔ اور ایسے ہی مین نے منظور کیا مگر میرے دستخط کی روشنائی خشک بھی نہونے پائی تھی کہ سر چارلس نیپیر اپنی فوج لیکر سندہ مین داخل ہوے اور ایک اور صلحنامہ میری منظوری کے لئے بہیجا۔ چونکہ اسکے تحقیر آمیز شرائط کو منظور کرنے سے دراصل اپنے زوال کا باعث ہونا تھا ہمنے ایک وکیل سکرہین میجر جرنیل موصوف کے پاس کیفیت حال کو اصل پیرایہ میں ظاہر کرنے کے لئے بہیجا مگر اونہون نے وکیل سے صاف صاف کہدیا کہ وہ باتین کرنے کے لئے نہیں آئے ہین۔ بلکہ لاولمن براکے سخن کے مطابق عمل کررہے ہین۔ اور اگر ہم لوگ فوراً صلحنامہ کو منظور نکرینگے تو وہ آتش غضب کو فوراً مشتعل کرینگے۔ پھر وہ دریا سکر کو عبور کرکے لاہوری مین خیمہ زن ہوے۔ اور میر رستم خان رئیس خیرپور سے اس جگہہ کے خالی کردینے کے لئے کہا ورنہ دوسرے دن اسپر حملہ کرنے کا ارادہ ظاہر کیا اور اوسوقت اونہون نے اپنے کو امیر کے خاص مکان پر سپاہیون کے حملہ کرنے کی ذمہ داری سے بری کیا۔ یہ بیچارہ بیکس اور ضعیف جو نہ جانتا تھا کہ کیا نتیجہ ہوگا اس دہمکی سے خوف مین آکر خیرپور سے باجی ہرزا اور وہان سے کوہٹلا کو چلا گیا۔ اسکی نسبت صرف یہی جرم بیان کیا گیا ہے کہ ایک خط انگریزی فوج کے ڈاک سے چوری گیا تھا اور یہ شبہ کیا گیا کہ خیرپور کے کسی بدمعاش نے چوری کیا[۱]۔ اس پر سرچارلس نیپیر نے میر رستم خان سے چوری کی گرفتاری اور حوالگی چاہی۔ مگر چونکہ میر رستم علم غیب سے واقف نہ تھا اسلئے وہ ۔ ہوے چور کا پتہ نہ لگا سکا۔ پس میجر جرنیل موصوف نے اوسے حکومت کے ناقابل قرار دیکر فرمانروائی سے خارج کردیا

[۱] بعد کو ثابت ہوا کہ یہ فعل علی مراد نے میر رستم کی تخریب کے لئے کیا تھا۔ ۱۲

میر رستم خان کی التجائین اور التماسین کچھ کام نہ آئین - میجر جرنیل موصوف نے اسکی کچھ بھی سماعت نہ کی اور بطور تسلی کے حیدرآباد جانے کو ہدایت کی - جہان اونہون نے خود پہونچکر انکے مقدمہ کا تصفیہ کرنے کا وعدہ کیا -

ہم لوگون نے جرنیل موصوف کو آمادہ فساد دیکھکر میجر اوٹرم کو اسکی اطلاع کی - وہ فوراً خیرپور سے حیدرآباد مین آئے اور ہمکو بذریعہ خط کے مطلع کیا کہ جب تک ہم سر چارلس نیپیر کے بھیجے ہوے صلحنامہ کی تصدیق نکرینگے - ہماری سماعت نہوگی ہمنے میجر موصوف کے کہنے کے مطابق کیا - ۹ فروری ۱۸۴۳ء کو وہ ہم لوگون سے ملنے آئے اور ہمارے کل حالات سنکر اوسی شب کو یک یوروپین کو ہمارے پاس بھیجنے کو کہا جسے اک تیز اونٹ پر سر چارلس نیپیر کے پاس ہمکو بھیجنا تھا تاکہ فوج جو آرہی تھی رک جائے ہمنے انکے کہنے کے مطابق کیا - مگر ۱۱ - فروری کو ہم شتر سوار اس یوروپین کے ساتھ گئے تھے واپس آئے اور اونہون نے بیان کیا کہ سر چارلس نیپیر نے اسکے پہونچتے ہی خیمہ اوکھاڑا اور حیدرآباد کو روانہ ہوے - ہمنے یہ خبر میجر اوٹرم کو دی جو فوراً ہمارے قلعہ مین آئے اور ہمسے بحلف کہا کہ سر چارلس کا ارادہ کچھ بھی فساد کا نہین ہے بشرطیکہ ہم صلحنامہ پر مہر کردین اور جب مین نے مہر کرکے حوالہ کیا تو اونہون نے کہا کہ اب اطمینان رکھئے مین صلحنامہ کو معہ اپنے ایک خط کے سر چارلس کے پاس روانہ کرونگا اور مجھے یقین واثق ہے کہ وہ اسے پاکر فوراً اپنی فوج کو ہٹا لینگے " - اسوقت اونہون نے ایک خط معہ صلحنامہ کے دیا جسے مین نے فوراً ایک شتر سوار کے ہاتھ سر چارلس کے پاس بھیجدیا - ۱۴ - کو وہ شتر سوار واپس آیا اور بیان کیا کہ اس خط کا بھی کچھ اثر نہوا - مین نے یہ خبر فوراً میجر اوٹرم کو دی لیکن اونہون نے اسکا کچھ زیادہ خیال نہ کیا - اسپر کل جماعت بلوچیون

کی برافروختہ ہوگئی۔ میرے لئے اون لوگون نے اولًا انگریزی فوج کو اپنے ملک سے کابل کی
عزیمت پر جانے دیا تھا میری ہی خاطر سے اون لوگون نے اکیس لاکھ روپیہ فورًا اور تین لاکھ
اور سالانہ دینا منظور کیا تھا اور بالآخر جب انگریزون سے ایک صلحنامہ کے خلاف ورزی کر کے
دھرے اور اوسکے بعد تیسرے کو روکیا تو اون لوگون نے میری ہی خاطر سے خموشی اختیار
کی تھی۔ لیکن جب اونہون نے دیکھا کہ باوجود ان سب رعایتون اور خاطرداریون کے
جو انگریزون کی کی گئین وہ لوگ مخالفت پر آمادہ ہین تو اونکی قوت برداشت جاتی رہی
اور مغلوب الغیظ ہوکر اونہون نے میرے احکام کا کچھ خیال نہ کیا۔
جب اون لوگون نے سُنا کہ سر چارلس نیپر نے بلا وجہ حیات خان کو گرفتار کر لیا۔
اونہون نے میجر اوٹرم سے انتقام لینا چاہا۔ جون ہی مجھے اسکی اطلاع ہوی مینے
جہان خان اور حاجی غلام محمد کو حکم دیا کہ بارہ چیدہ مسلح لوگون کو ساتھ لیکر میجر اوٹرم
کو اونکے مقام پر بحفاظت پہونچا آئین۔ اور اگر بلوچی جو برافروختہ ہو رہے تھے اونپر
حملہ کرین تو اونکی حفاظت کرین۔ اسطور پر وہ بےخلش اپنی فرودگاہ پر پہونچ گئے۔
حالانکہ جابجا بلوچیون کے گروہ انتقام کی نیت سے پوشیدہ ہو رہے تھے لیکن جن
لوگون کو مینے میجر اوٹرم کی حفاظت کے لئے منتخب کیا تھا وہ رعب داب کے لوگ
تھے۔ بالآخر جب بلوچیون نے ریزیڈنسی پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا مینے عین وقت پر
میجر موصوف کو مطلع کیا اور مین خوش ہون کہ وہ محض اون تدابیر سے محفوظ رہے
جو مین نے بطور حفظ ماتقدم کے کی تھی۔ اسی سے ظاہر ہے کہ میرے خیالات انگریزون
کی جانب عمدہ تھی۔
جب ۱۸۴۱ء کو شتر سوار نے واپس آکر بیان کیا کہ میجر جنرل بلا خیال ممانعت حیدرآباد پر

چڑہے آتے ہین اور مخالفت پر آمادہ ہین تو بلوچی جو پانچ یا چھ ہزار تعداد مین تہے حیدرآباد
سے بغرض مقابلہ روانہ ہوے - مین نے یہ سنکر اونکا تعاقب کیا اور اونسے کہا کہ اونہون نے
ناحق ایک دوست کے مقابل مخالفت اختیار کی ہے - مین خود بقصد جنگ نہین گیا
تھا - اگر میرا یہ خیال ہوتا تو مین نے ابتدا ہی مین ظاہر کیا ہوتا نہ یہ کہ آخری وقت
کا منتظر رہتا - خود اسی امر سے میری صفائی ہوتی ہے کہ دو دن اور ایک رات تک
سمجہانے کے بعد مین نے بلوچیون کو اظہار مخالفت سے باز رکھا - اون لوگون نے کہا
کہ جو کچھ مین نے اب تک کہا تھا سب کچھ اونہون نے منظور کیا مگر وہ اب اپنی جگہہ سے
اوسوقت تک نہ ہٹین گے جب تک انگریزی فوج آگے بڑہتی رہے گی - آخر کار وہ اس
بات پر آمادہ ہوے کہ مین ایک وکیل جرنیل کے پاس یہ پیغام لیکر روانہ کرون کہ ہم لوگ
اب تک انگریزون کے دوست ہین -
تیسرے دن کی صبح کو جنرل کی فوج نے ہم پر گولہ اندازی شروع کی اور بلوچیون نے بھی
مایوس ہوکر جواب دیا - ہماری جانب ہزارون مارے گئے - اور بقیہ منتشر ہو گئے -
مین اکیلا میدان جنگ مین اٹھارہ آدمیون کے ساتھ رہگیا - مگر جب مین نے دیکھا کہ
سب بھاگ گئے اور انگریز ظلم پر آمادہ ہین مین حیدرآباد واپس آیا -
یہ کیفیت جو پیدا ہوی اوس سے مجھکو نہایت صدمہ ہوا - میرے لوگ خود مجھپر طعن کرنے
لگے - کہ اگر ابتدا مین مینے انگریزون کو ملک مین نہ آنے دیا ہوتا تو آج اوس طرح
ظلم نہوتا - اگر میری خواہش لڑنے کی ہوتی تو صاف ظاہر ہے کہ مین نے حیدرآباد کو
چھوڑ دیا ہوتا اور پہاڑون مین پناہ گزین ہوتا - جہان سے مین نے مخالفانہ کارروائی
شروع کی ہوتی - مگر چونکہ میرا ایسا ارادہ نہ تھا مین دوسرے دن خود انگریزی خیمہ مین

چلا گیا اور میجر جنرل کو اپنی تلوار دیکر کہا کہ "آپ نے مخالفت کیون شروع کی جس حالت مین کہ مین ہمیشہ اُنکے حسب دلخواہ کرنے پر آمادہ تھا"۔ جرنیل نے مجھے میری تلوار واپس کردی اور مسکرا کر کہا کہ "آپ پریشان نہون پچیس دن کے اندر مین آپ کے معاملات کا تصفیہ کردونگا"۔ اور اسکے بعد کہا کہ "آپ اپنی ہمراہ کی فوج کو رخصت کر دیجئے اور میر رستم خان کو بلا بھیجئے کیونکہ مین اونسے ملنا چاہتا ہون"۔

جب مین نے فوج کو رخصت کر دیا اور میر رستم خان آئے تو وہ اور ہم اور میر شاہداد خان جو میرے ساتھ تھا قید کر دئے گئے۔ سر چارلس نے اوسوقت میجر ریڈ اور دوسرے انگریزی افسرون کو قلعہ دیکھنے کے بہانے اوسکے اندر بلا لیا۔ عقلا جو اسے سنینگے وہ متعجب ہونگے اور انگشتِ حیرت وندانِ غم سے کاٹین گے۔ اوسوقت یہ حالت تھی جسوقت ہم لوگ گرفتار ہوے۔ دیکھنے کے حیلہ سے اون لوگون نے قلعہ کو لے لیا اور لوٹ و غارت گری اسدرجہ تک کی کہ سپاہیون کی بغل سے ہیرے اور جواہرات مثل ریت کے ریزون کے گرتے تھے۔

قلعہ مین انگریزون کے تین دن کے داخل ہونے کے بعد میر محمد خان قید کر دئے گئے اور دوسرے دن میر صوبہ دار خان قلعہ سے باہر نکالے گئے اور قید کر دئے گئے۔ اسکے بعد میر فتح علی خان اور میر محمد علی خان میر صوبہ دار خان کے بیٹے اور میر حسن علی خان و میر عباس علی خان میرے اپنے بیٹے بھی قلعہ سے اوس مقام پر لائے گئے جہان مین تھا۔ خاصکر میرے لڑکے ایسے بے سرو سامان آئے کہ نہ تو اونکی پیٹیان تھین اور نہ تلوارین۔ اور جن گھوڑون پر وہ سنہری زین پر آئے تھے وہ لے لئے گئے۔ اور ہر چند کہ ان لڑکون نے اونکی واپسی کے لئے نہایت اظہار تردد کیا مگر وہ واپس نہ ملے۔ بالکل سونا اور اشیائے قیمتی

بند کر کے بمبئی بھیجدئے گئے۔ چند روزون کے بعد میر حسین علی خان معہ میر محمد خان اور میر یار محمد خان کے بمبئی بھیجدئے گئے۔ لوٹ کی مالیت اٹھارہ کرور روپیہ کے قریب تھی۔

اپنے مصائب کا بیان کرنا بیکار ہے۔ ہمارے بوریئے توشکین چادرین اور اشیاء پوشیدنی سب لے لی گئین۔ ہماری کتابین تک جو ہمنے دل بہلانے کو رکھی تھین انگریزون نے ہمسے لی لین۔ جو کچھ ہماری قسمت مین لکھا تھا وہ آگے آیا۔ مین نہ لارڈ النبرا کی شکایت کرتا ہون نہ سر چارلس نیپیر کی نہ کسی اور انگریزی حاکم کی کیونکہ یہ میری تقدیر مین تھا۔ میری قسمت مین لکھا تھا کہ جنکے ساتھ مین دوستی کرونگا وہ میرے دشمن ہوجائینگے شکر خدا ہے۔ مین اس داستان کو طوالت دلسیکتا ہون مگر یہ بیکار ہے اسقدر کہنا کافی ہے کہ اولاً ہم لوگ بطور قیدی کے بمبئی روانہ کئے گئے اوسکے بعد ساسود جہان سے اپنے میر شاہ داد خان سورت روانہ کئے گئے۔ وہان ایک سال بسر کرنے کے بعد ہم لوگ کلکتہ مین لائے گئے۔

یہ امر سوائے تعجب کے اور کچھ نہین ہوسکتا کہ بجز گورنر بمبئی کے اس سرکار سے کوئی ہماری نسبت دریافت کرنے کو نہ آیا کہ ہم کون ہین اور ہمنے کیا فعل کیا ہے جسکی یہ سزا ہمکو ملی۔

تشریحات متعلقۂ حصہ اوّل

(۱) سنہ ہجری کے بانوے سال مین مطابق سنہ ۷۱۱ء کے خلفاء بغداد نے مذہب اسلام کے جوش حمیت اور بخیال انتقام اوس توہین کے سندہ کے دوست پرستون نے (یعنے ہنود جنھین مسلمان مصنف ان الفاظ سے تعبیر کرتے ہین) کی تھی ایک فوج بمقابلہ اوس بادشاہت کے اوسی راستہ سے رواز کی جو مقدونیہ کے بہادر نے بروقت واپسی بابل ایک ہزار سال قبل منتخب کیا تھا (ماخوذ از سفرنامہ بلوچستان و سندہ مصنفہ پاٹنجر)

(۲) خاندان کلورا (کلھورا) پیغمبر آخر الزمان کے چچا حضرت عباس کی شاہی نسل سے ہونے کا دعوے رکھتا تھا مگر سندہ مین اوسکی عظمت ایک شخص آدم شاہ نامے باشندہ بلوچستان سے ہوی جسنے اپنی دینداری اور طاعت گذاری اور ایک مشہور مسلمان واعظ کے شاگرد رشید اور قایم مقام ہونے سے پندرہوین صدی عیسوی مین بہت رسوخ حاصل کیا اور جسکی اولاد اپنے مورث کے طرح دیندار ہونے کے باعث اوسکے مذہبی اختیارات پر قابض ہوے اور سنہ ۱۷۰۱ء تک بطور ولی کے تصور کئے جاتے تھے جبکہ اوسوقت اونہون نے اورنگ زیب سے خطاب اور جاگیر حاصل کیا۔ جب اس طور پر دنیاوی عہدہ کے ساتھ دینی وقعت کا شمول ہوگیا تو اوس خاندان کا رعب و داب بہت جلد بڑھ گیا۔ اور چند سال مین اونکی عظمت کو اوسوقت عروج کامل ہوا جب ایک فرمان شہنشاہ دہلی کے دستخط و مہر سے جاری پایا جس سے اونکے خاندان کا اصل شخص کا صوبہ دار مقرر ہوا۔ (ماخوذ از تحریر ڈاکٹر جے برنس کے ایچ صفحہ ۱۳ موسومہ (اے وزٹ ٹو دی کورٹ آف سندہ)

(۳) جواوس قوم کے فخر تصور کئے جاتے ہین۔

(۴) جب نادر شاہ نے ہندوستان پر حملہ کیا تہا تو قاہرا میان نور محمد ٹھٹھہ کے صوبہ کے صوبہ دار مقرر ہو چکے تہے اور مغل بادشاہ محمد شاہ نے اونکو تسلیم کر لیا تھا۔ اوسے سندہ کے مطابق نادر شاہ نے بھی اپنی فتوحات کے بعد اونھین سندہ کی حکومت مین قایم رکھا اور شاہ قلی خان کا خطاب دیکر اونکے حسن برتاؤ کے لئے اونکے تینون بیٹے جنکا امیر کی داستان مین ذکر ہے یعنے مراد یار خان۔ عطار خان اور غلام شاہ خان کو بطور ضامن کے لے گیا۔ دیکہو تحریرات پاٹنجر و پوسٹنس۔ اس جملہ کی تصریح کے طور پر امیر نے بیان کیا کہ نادر شاہ کے انتقام پر میان نور محمد نے ملک پر بطور خود قبضہ کر لیا گو کہ افغانون کو خراج دیتے رہے۔

(۵) مراد یاب خان۔ سوال " کیا یار خان سے مراد ہے جسے نادر شاہ بطور ضامن کے لے گیا تھا "

(۶) پوسٹنس کی تحریر کے مطابق مراد یاب خان کا جانشین غلام شاہ خان ہوا جو اپنے بھائی عطار خان سے معزول کئے جانے کے بعد بالآخر پھر بادشاہ ہوا۔ اور اپنا اختیار قایم کیا۔

(۷) یہ اسلئے مشہور ہے کہ اوسنے سنگدلی سے کچھ کے راجپوتون کو ایذا پہونچائی۔ ڈاکٹر جے برنس نے اپنی تصنیف کے صفحہ ۱۳ مین یون لکھا ہے " اپنی عملداری مین ایک صوبہ اور شامل کرنے کی جانب سے مایوس ہوکر اور ایک قوم کی سخت دلیری سے جو اپنی آزادی کے لئے لڑتی تھی مین آکر اوسنے ایک ایسی تدبیر سے جو صرف ایشیائی لوگون کو معلوم ہے اوس قوم سے ایک نئی قسم کا اور سخت انتقام لینا

چاہا جسکے خراب نتائج آیندہ زمانہ کے لئے اوسکے خشم و غضب کے یادگار رہین گے۔
اس غرض سے اوسنے حکم دیا کہ دریاے سندہ کی مشرقی شاخ کے آرپار اپنی عملداری مین ایک
باندہ بنا دیا جاے اور اوس دریا کا پانی بالکل کچہ سے ہٹا لینے کی غرض سے نہرین
کہدوادین اور اس سخت ناراضگی کی کارروائی سے اوسکی یہ خواہش حاصل ہوئی کہ
اوسکا دشمن اسے نصف محاصل سے محروم ہوگیا۔ ہزارون خاندانون کی امیدین
پامال ہوئین اور ایک عمدہ ضلع چاولون کی پیداوار کا بالکل ویران ہوگیا۔ واقعی یہ
نقصان ایسا ہوا جسکا دفعیہ نہو سکا کیونکہ سیلاب کے جانے سے وہ قطعہ ایک کھارا
دلدل ہوگیا ہے اور اوسوقت سے وہ ریاست زوال مین آگئی ہے۔

(۸) صوبہ دار خان۔
(۹) کپتان پوسٹنس کی داستان مین بیان ہے کہ میان محمد خان کے نالایق
ثابت ہونے پر اوسے معزول کرکے غلام شاہ کے ایک برادرزادہ کو تخت نشین کیا۔
مگر اوس انتخاب مین بھی نقص پاکر غلام نبی خان ۱۱۸۰ھ مین مسند پر بٹھاے گئے
(۱۰) دو قاتل۔ دیکھو تصانیف برنس و پوسٹنس۔
(۱۱) اور میر بہرام خان کا پوتا۔
(۱۲) یہ اوس بیان سے مختلف ہے جو کپتان پوسٹنس اور ڈاکٹر برنس کی داستانون
مین ہے جسمین لکہا ہے کہ بجر خان نے قتل ہونے پر بالکل تالپر فرقہ والے
باغی ہوگئے۔ عبد النبی بھاگ گیا۔ پہر افغان بادشاہ کی مدد سے اپنے تخت
پر آیا اور عبد اللہ خان کو قتل کیا اور آخری بار بھاگا۔ اسنے اپنی زندگی برے
حالون بسر کی یعنے افلاس اور ذلت مین جلا وطن ہوکر۔

(۱۳) "یا انتقام کی غرض سے یا تقدیری امر کے باعث اوسنے ناحق بیجا طور پر میر عبد اللہ خان تالپر کو بین بعد اوسکی اطاعت قبول کرنے کے قتل کرڈالا"۔

(۱۴) کپتان پوسٹنس کی روایت[1] کے مطابق فتح علی خان کے برادرزادہ میر سہراب اور فتح خان کے بیٹے میر تارا نے فتح علی کی حکومت سے منحرف ہوکر مو ہری اور شاہ بندر مقامات مین سکونت اختیار کی جہان سے تیمور شاہ کو خزانہ بہیجکر وہ خود مختار ہوگئے اور اس طور پر ملک کو تین جداگانہ بادشاہتون مین تقسیم کردیا۔ لفٹنٹ پاٹنجر لکھتے ہین کہ فتح علی خان نے "اپنے خاندان کی مختلف شاخون کو بڑے بڑے قطعات زمین دیدیئے"۔ جنمین سے میر سہراب اور میر تارا کو زیادہ حصہ ملا۔ جب اس امر کی بابت امیر سے دریافت کیا گیا تو اونہون نے آخری بیان کی صحت کی تصدیق کی۔ شاہ بندر کی جاگیر میر تارا کو عطا ہوی تھی۔ اول الذکر کی عملداری کا صدر مقام خیرپور ہے۔

(۱۵) تیمور شاہ نے سندہ کی کامل حکومت پر نامزد کیا۔ ماخوذ از تحریر لفٹنٹ پاٹنجر۔ کابل کے بادشاہ نے بذریعہ ایک سند کے اوسکی حکومت کو بحال رکھا۔ از تحریر کپتان پوسٹنس۔

(۱۶) اس کمی کو بہت سی دلچسپ باتون سے کپتان پوسٹنس کی مکمل مطول تاریخ مین پورا کیا ہے۔

(۱۷) اپنے بادشاہ ہونے پر اس شہزادہ نے فیاضانہ طور پر اپنے منصب عالی کے

[1] یا دراصل مسٹر کرڈ کی روایت کے مطابق "جسنے دہین موجودہ صدی کے ابتدا مین دیسی کاغذات یا زبانی بیانات سے سامان مہیا کیا"۔ ۱۲۔

کاموں میں اپنے تینوں چھوٹے بھائیوں میر غلام علی خان کرم علیخان و میر مراد علیخان کو شریک کرنے کا ارادہ کیا اور چاروں نے بنام نہاد امیران سندھ کی سلطنت کرنیکا اتفاق کر لیا۔ جس وقت تک وہ چاروں زندہ رہے تو جسقدر قوی اور یکسان محبت وہ ایک دوسرے کی ظاہر کرتے تھے اوس سے اونکا مخز خطاب "چار یار" کا ہو گیا۔

(۱۸) میر غلام علی جب ۱۸۱۱ء میں ہرن کا شکار کر رہے تھے تو ایک ہرنی کے حملہ سے ہلاک ہوئے۔ ماخوذ از تحریر پاٹنجر۔

(۱۹) ہر چند کہ میر فتح خان اپنا کل ملک (بجز اُن حصوں کے جو میر سہراب اور میر تارا کے تھے جنمیں خیرپور اور شمالی اضلاع تھے) اپنے تینوں بھائیوں کو چھوڑ کر مرے جو بعد کو امیران سندھ کہلاتے تھے مگر قدامت کا ضرور لحاظ کیا جاتا ہے۔ ترکہ بقدر نصف بڑے کے لیے (یعنے غلام علی) اور ایک ملک چہارمائی بقیہ دونوں کیلئے تھا۔ اصل امیر کے کچھ زائد اختیارات تھے۔

(۲۰) نہ موجودہ امیران سندھ جواب بلوچی وحشی نہیں رہے اپنے مورثوں سے ایک بڑی صفت میں جو تالپر خاندان میں تھی اور جسکے باعث وہ خاندان عرصہ تک ذی اختیار اور قایم رہا ناقابل موازنہ ہیں یعنے — اتحاد رکھنا ورنہ میر نصیر خان کے تحمل کی وجہ باوجود قوی تحریصوں کے کیا کہی جا سکتی ہے۔ یہ امیر جو اسوقت پختگی سن کو پہونچ گئے ہیں اب تک ہر دلعزیز۔ فیاض۔ ذہین اور خوش مزاج ہیں۔ وہ یورپین لوگوں کی صحبت کے بہت شایق ہیں اور بہت کچھ اختیار نیک و بد رکھتے ہیں مگر اونکی کل قوت اور اختیار اس بارہ میں صرف کیا

کیا جاتا ہے کہ حکومت مشترکہ کی تائید ہو اور حال مین ایک افسر نے جو سرحد پر کام کرتے
ہین دونون بھائیون کی نسبت مجھ سے بیان کیا ہے کہ ایک دوسرے سے نہایت
محبت رکھتے ہین - میر محمدؐ خان اور صوبہ دار خان بوجہ اپنے طرز روش کے کم
مشہور ہین مگر یہ دونون کے اختیار مین ہے بالخصوص آخرالذکر کے جسکی ایک
قوی بلوچی جماعت ملک مین موید رہی ہے کہ اپنی حرص کو زور دے اور چونکہ اونہون
نے ایسا نہین کیا ہے اوس سے اوس کی تائید ہوتی ہے جسکا اظہار اس
تصنیف مین کیا گیا ہے - ماخوذ از تحریر ڈاکٹر جے برنس اپریل ۱۸۲۹ء دیباچہ صفحہ ۹ -

میر محمدؐ خان

غلام علی کا بیٹا میر محمدؐ خان خاص امیرون کے رتبہ سے دوسرے - ہے اوسکا سن
تیس۳۰ سال کا ہے اور وجیہ شخص ہے گو کہ شگافی لب کے باعث کسیقدر بدصورت ہوگیا ہے
اوسکو اپنے باپ سے بہت کچھ دولت اور پولیٹیکل رسوخ سندہ مین وراثتًا ملا کچھ دنون
تک وہ اپنے چچا کے ساتہ بیٹھا کیا - اور اونکی طرح اوسکی سلامی حیدرآباد کے پشتہ سے
جب کبھی وہ باہر جاتا تھا ہوتی تھی - چونکہ وہ سلیم الطبع اور حرص سے مبرا ہے وہ ظاہرا
بلا افسوس اپنے تمام سامان شان وشوکت سے معہ اپنی جائداد کے عمدہ حصہ کے
جس سے اوسکو علی مراد اور اوسکے خاص ملازمین نے مختلف حیلون سے محروم کر دیا
ہے - بوجہ ناقابلیت نگرانی یا اپنے معاملات کے انتظام کرنے کے دست بردار ہوگیا
وہ ایک عجیب ہی نیک مزاج شخص اور نمائش اور ظاہرداری سے لاپرواہ ہے جسے اوسکے
مقرب ملازمین نہایت پسند کرتے ہین اور انھین سے بہتیرون نے اوسکی ملازمت مین بہت

کچھ کمار کھا ہے۔ میر محمد خان کے اہل وعیال نہین ہین۔ ماخوذ از تحریر ڈاکٹر برنس۔ اپریل ۱۸۲۹ء صفحہ ۵۰۔

میر محمد نصیر خان

میر محمد نصیر خان میر مراد علی کے دوسرے بیٹے ہین اور سندھ کے شاہی خاندان مین یہ زیادہ ہر دلعزیز اور لوگون کو مخاطب کرنے والے شخص ہین۔ انکا سن پچیس سال کا ہے جسم وجیہ گو کہ کسیقدر فربہ ہے۔ طرز وروش سے نہایت ہی شان وشوکت اور چہرہ سے امارت نمایان ہے اور ذرا بھی باپ یا بھائی کی مشابہت سے اسمین خرابی نہین آئی تھی خوش قسمتی سے جسقدر صورت مین فرق ہے اوسیقدر سیرت مین بھی ہے۔ میر نصیر خان اوسیقدر فیاض ہین جسقدر وہ ممسک ہین اور جو کچھ نقد اونکو ملا تھا وہ فیاضانہ طور پر خرچ کر ڈالا۔ یہ صفت خواہ بری ہو یا بھلی ایسی ہے جسکی ہمیشہ بالعموم تعریف خاصکر ایشیائی ملکون مین ہوتی رہی ہے۔ صفحہ ۵۹۔

وہ چند تصانیف کے مصنف بھی ہین جو دیوان جعفری کے نام سے مشہور ہین "اگر وہ واقعی اونہین کی تصنیف ہین تو وہ قابل تعریف ہین"۔

میر نصیر خان نے ہمیشہ انگریزی گورنمنٹ کی نسبت عمدہ خیالات ظاہر کئے ہین۔ وہ ہمارے ہندوستانی ایجنٹ متعینہ حیدر آباد کے ساتھ ہمیشہ با خلاق پیش آئے اور وہان میرے زمانہ قیام مین وہ میرے ساتھ بھی بہ نسبت اورون کے زیادہ توجہ سے پیش آتے تھے۔ وہ مردانہ ورزشون کے باعث فوج مین ہر دلعزیز ہین اور اس خاندان کے ہونہار لوگون مین وہ شہرت وعروج حاصل کرینگے جو کسی نہ کسی کو

بالآخر حاصل ہوگا۔ وہ کوئی قوی ارادہ یا ذی حوصلہ شخص نہین معلوم ہوتے مگر یہ کہنا ناممکن ہے کہ اگر کوئی عمدہ میدان اونکو اپنے حوصلہ کے موافق ملے تو اونکی طبیعت پر کیا اثر پیدا ہوگا۔ خاصکر اسوجہ سے کہ عوام کی رائے بالکل اونکے موافق حال ہے سنہ صفحہ ۶۰۔

میر صوبہ دار خان

میر صوبہ دار خان جیسا کہ امیر کی داستان مین بیان ہوچکا ہے میر فتح علی خان یعنے اوس رئیس کے بیٹے ہین جنکے باعث تالپر خاندان کو عروج حاصل ہوا اور اپنے باپ کے مرنے کے چند ہی گھنٹہ بیشتر پیدا ہوے تھے جنہون نے قبل مرنے کے اپنے بھائیون سے اپنے شیر خوار بچہ کی خیال رکھنے کی کی تھی۔ کئی سال تک وہ میر کرم علی خان کے متبنے فرزند کے طور پر تھے۔ کپتان پوسٹنس نے اونکو ایک منکسر فراج شخص لکھا ہے۔ جس رائے کی اونکی موجودہ شکل و روش سے بوجہ اسکے کہ صغر سنی سے مبتلاے مرض مرگی ہوکر اسوقت ضعیف ہورہے ہین بخوبی تصدیق ہوتی ہے۔ مگر باوجودیکہ اونکی جانب سے تغافل کیا گیا اور ڈاکٹر برنس کے جانے کے چندروز تک خاص امیرون (مراد علی و کرم علی) کے تابعین کے زمرہ مین رہا کیئے۔" اونہون نے تہوڑے ہی دنون کے بعد ایک کامیاب بغاوت سے اپنے کو اونکے مساوی درجہ پر کردیا۔ وہ ریگستان مین اسلام کوٹ کے قلعہ کو بھاگ کر گئے اور وہان پانچ یا چھ دن کے بعد دوسرے سازش کرنے والے مع اپنے ہمراہیون کے جنکی تعداد پندرہ ہزار تھی جاکر شریک ہوے۔ اور وہ حیدرآباد پر چڑھ گئے۔ خاص خاص امیر اس عزیمت کی جرأت سے گھبرا گئے اور اونہون نے عاقلانہ طور پر بذریعہ مصالحت کے معاملہ کو طے کیا اور

صوبہ دار خان کو ایک حصہ ملک کا اور حکومت مین شرکت کرنے کا اختیار دیا گیا" اوسکے
عروج سے خاندان کے اور خاص خاص لوگ نہایت خوش ہوئے۔

مختصر کیفیت تاریخ سندہ کی جہانتک کہ تحریر ہے

(ماخوذ از تصنیف کپتان پوسٹنس موسومہ "ذاتی تجربات سندہ")

برہمنون کی حکومت مسلمانون کے فتح کرنیکے وقت تک رہی۔	سنہ ۷۱۱ع
خاندان بنی امیہ کے خلیفہ کا قبضہ ہوا۔	سنہ ۷۵۰ع
اوسنے محمود غزنوی نے فتح کیا۔	سنہ ۱۰۲۵ع
سمرہ فرقہ ذی اختیار ہوا۔	سنہ ۱۰۵۴ع
سوما فرقہ نے سمرہ فرقہ کو زک دی۔	سنہ ۱۳۵۱ع
شاہ بیگ درغون نے فتح کیا۔	سنہ ۱۵۱۹ع
ہمایون بادشاہ نے اوس ملک سے خراج لیا۔	سنہ ۱۵۴۳ع
فرقہ ترخان ذی اختیار ہوا۔	سنہ ۱۵۵۵ع
اکبر شاہ نے دہلی مین شامل کیا۔	سنہ ۱۵۹۰ع
نور محمد کلورا صوبہ دار ہوا۔	سنہ ۱۷۳۶ع
نادرشاہ نے سندہ پر حملہ کیا۔	سنہ ۱۷۴۰ع
افغان بادشاہت کا مطیع ہوا۔	سنہ ۱۷۵۰ع
کلورا خاندان کو تالپر خاندان نے زک دی۔	سنہ ۱۷۸۶ع
انگریزون نے فتح کیا۔	سنہ ۱۸۴۳ع

اسطور پر گیارہ خاندان ٹھیک اتنی ہی صدیون مین تبدیل ہوے ہیں۔

ضمیمہ نمبر ۷
خاندان امیران خیرپور
میر چاکر خان
میر سہراب خان
میر غلام محمد
میر علی خان
میر زنگی خان
میر سلیمان خان
میر چاکر خان
میر علی مراد خان
میر مبارک خان
میر رستم علیخان
میر غلام حیدر
میر محمد خان
حسن بخش
میر شاہ نواز
میر سہراب
میر فیض محمد
علی بخش
غلام مرتضیٰ
میر غلام مصطفےٰ
میر حسین علی
میر غلام علی
میر علی محمد
میر فیض محمد
میر ولی محمد
میر نصیر خان
میر احمد علی
میر علی مراد
میر امام بخش
میر سہراب
غلام علی
عبد القادر
اللہ داد خان
میر نبی بخش

ضمیمہ نمبر ۸
خاندان امیران حیدرآباد
میر شاہ داد خان
میر بہرام خان
میر خیرا خان
میر چاکر خان
میر جامندہ خان
ایک دختر
میر فتح خان
میر بحر خان
میر صوبدار خان
میر سلیمان خان
میر علی خان
میر سہراب خان
میر زنگی خان
میر غلام محمد خان
میر کرم علیخان
میر الہ یار خان
میر عبداللہ خان
میر غلام علیخان
ایک دختر
میر مراد علیخان
میر فتح علیخان
میر صوبیدار خان
میر تہور خان
میر غلام حسین خان
میر میر محمد خان
میر محمد علیخان
میر فتح علیخان
میر علی مراد خان
میر غلام حیدر خان
میر یار محمد خان
میر محمد نصیر خان
میر محمد خان
میر نور محمد خان
میر خان محمد خان
میر شاہ محمد خان
میر شیر محمد خان
میر حسین علیخان
میر شاہداد خان
میر فتح خان
میر عباس علی خان